سلسلۂ یوسفیہ

شمارہ (۱)

کلیاتِ
سلطان محمد قلی قطب شاہ

۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ

1564

مرتبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی

پروفیسر اردو جامعۂ عثمانیہ

سلسلۂ جعفریہ — شمارہ (۱)

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

گولکنڈہ کے پانچویں تاجدار سلطان محمد قلی قطب شاہ (سنہ ۹۷۳ تا سنہ ۱۰۲۰ھ)
کے اردو کلام کا مجموعہ اور حالات و کلام پر تبصرہ

مرتبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

ایم اے ۔ پی ایچ ڈی (لندن)

سنہ ۱۳۵۹ھ
۱۹۴۰ء

مطبوعہ مکتبۂ ابراہیمیہ مشین پریس
حیدرآباد دکن

طبع اول تعداد جلد صفحات مع تصاویر ایک ہزار اڑسٹھ (۱۰۶۸)

مجلس اشاعتِ دکنی مخطوطات

سرپرست

عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر

۱۔ مولوی سید محمد اعظم صاحب ایم اے۔ بی ایس سی۔ (کینٹب) پرنسپل سٹی کالج صدر
۲۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب ایم اے۔ پی ایچ، ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر
۳۔ مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی اے (آنرز) پروفیسر انگریزی پرووسٹ جامعہ عثمانیہ رکن
۴۔ مولوی عبد المجید صاحب صدیقی ایم اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) ”
۵۔ مولوی عبد القادر سروری صاحب ایم اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ) ”
۶۔ مولوی سید محمد صاحب ایم اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج) معتمد
۷۔ مولوی میر سعادت علی صاحب ایم اے۔ شریک معتمد

پیش لفظ

اُردو یا ہندستانی کی ابتدائی تاریخ اور اس کے قدیم شعرا و مصنفین کے حالات و مقالات ایک عرصۂ دراز تک بالکل تاریکی میں رہے اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ وؔلی اورنگ آبادی جو گیارہویں صدی ہجری کے رُبع آخر میں گزرے ہیں، اس زبان کے سب سے پہلے شاعر تھے بلکہ بعض متاخر تذکرہ نویسوں نے ان کے کلام کو بھی جس میں قدیم زبان کی بہت زیادہ جھلک پائی جاتی تھی، ٹکسال باہر قرار دے کر دلّی کے ان شعرا کو، جنھوں نے وؔلی کی تقلید میں فارسی کی بجائے اُردو میں شعر کہنا شروع کیا تھا، اُردو کے اولین شعرا قرار دیا ہے۔ لیکن حالیہ تحقیقات نے اس حقیقت کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ وؔلی اورنگ آبادی سے کئی سو برس پہلے اُردو زبان کی بُنیاد پڑ چکی تھی، اور دکن کی قدیم اسلامی سلطنت بہمنیہ کے

آخری زمانے میں اور اس کے بعد اس کی جانشین ریاستوں یعنے قطب شاہی اور عادل شاہی کے عہد میں اس زبان نے اس قدر ترقی کر لی تھی کہ نہ صرف عام بول چال اور تبادلۂ خیال کے لیے استعمال کی جاتی تھی بلکہ اس میں نظم و نثر کی متعدد اعلیٰ درجے کی کتابیں بھی لکھی گئیں خصوصاً قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں کے علم دوست اور سخن گستر بادشاہوں کی خاص سرپرستی نے اس کی ترویج و ترقی کی رفتار بہت ہی تیز کر دی، اور ان کی شخصی دلچسپی سے جن میں بعض مثلاً محمدؐ قلی قطبشاہ بانیٔ شہر حیدرآباد جو خود اعلیٰ درجے کے شاعر تھے، اس زمانے میں بہت سے بلند پایہ شعرا و مصنفین پیدا ہوئے۔ ان ریاستوں کی تباہی کے بعد اُردو زبان کی تیز رفتار ترقی ایک عرصے کے لیے کچھ رُک سی گئی، اور پھر سرکار دربار میں کچھ مدت کے لیے فارسی کا دور دورہ قائم ہوگیا، لیکن باوجود شاہی سرپرستی سے محروم ہونے کے اُردو زبان اپنی فطری موزونیت کے سبب برابر بڑھتی اور ترقی کرتی رہی اور رفتارِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

اگرچہ محققین کی تحقیقاتی مساعی کی بدولت اُردو زبان و ادب کی قدامت مُسلم ہوگئی ہے لیکن ان قدیم شاعروں اور نثر نویسوں کے گراں پایہ ادبی کارنامے جن پر اس زبان کی تمام تر ترقیوں کی بُنیاد قایم ہے اور جن کے مطالعے سے ہم نہ صرف اپنے قدما کے افکار و خیالات اور اسالیب بیان سے لُطف اندوز ہو سکتے ہیں بلکہ

اپنی گزشتہ عظمت سے بھی آگاہی حاصل کرسکتے ہیں، اب تک گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے، پیوستہ سال سٹی کالج میں دو صد سالہ جشنِ یادگار ولی کے موقع پر دکن کے مخطوطات" کی جو نمائش منعقد کی گئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ کتنے ہی انمول جواہر پارے ایسے ہیں جن کی اشاعت سے نہ صرف اُردو ادب کے ذخیرے میں ایک بیش قیمت اضافہ ہوگا، بلکہ ان سے اُردو ادب کی ابتدائی ترقیوں، اس زبان کی عہد بہ عہد تبدیلیوں اور عہد گزشتہ کی تہذیب و تمدن کے متعلق نہایت کار آمد معلومات حاصل ہونگی۔ نیز اس عہد کی کتابوں کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ ابتدائی اُردو میں عربی اور فارسی کے الفاظ کے ساتھ ہندی کے الفاظ بھی برابر کے شریک تھے جو بعد کو رفتہ رفتہ زبان سے خارج ہوگئے۔ موجودہ زمانے میں بیرونی زبانوں کے غیر ضروری الفاظ اُردو سے خارج کرکے اس کو خالص ہندستانی بنانے کی جو کوشش کی جارہی ہے اس کے مدنظر بھی ان کتابوں کی اشاعت بہت ہی کار آمد ثابت ہوگی۔ ان کے مطالعے سے اہل ذوق یہ معلوم کرسکینگے کہ کس طرح ہندی اور سنسکرت کے الفاظ بھی اُردو کی خراد پر چڑھ کر اُردو یا ہندستانی زبان کا جز بن سکتے ہیں۔

حسنِ اتفاق سے حیدر آباد کے مشہور علم دوست امیر عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر مدفیوضہ، نے بھی جو جشن یادگار ولی کے صدر نشین تھے اس اہم ضرورت کو محسوس فرمایا

اور اپنے خطبۂ صدارت میں بدیں الفاظ توجہ دلائی :-

"اس اہم اور دلچسپ کام کو اس تقریب کے ساتھ ختم نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس دو صد سالہ جشن ولیؔ کی یادگار میں کوئی مستقل کام آغاز کیا جائے۔ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا کہ ولیؔ کے معاصرین اور ان سے پہلے کے شاعروں اور صاحبانِ تصانیف کی اُردو کتابیں مرتب اور شایع کی جائیں۔ ولیؔ سے پہلے بھی ہمارے ملک میں بڑے بڑے شاعر اور انشا پرداز پیدا ہو چکے ہیں۔ خود طبقۂ فرماں روایان میں محمد قلی قطب شاہ اور علی عادل شاہ بلند پایہ شاعر تھے۔ پھر ان کے دربار کے ملک الشعرا وجہیؔ، غواصیؔ، نصرتیؔ، رستمیؔ وغیرہ ولیؔ سے کم نہ تھے۔ اور چونکہ ولیؔ سے بہت پہلے گزرے ہیں اس لیے ان کے کلام اور بھی زیادہ قابل قدر رہیں۔ بہر حال اس اہم کام کی تکمیل کے لیے ایک جماعت منتخب کر لینی چاہیے۔"

نواب صاحب ممدوح نے قدر شناسی سے یہ بھی فرمایا کہ :-

"مسرت کا مقام ہے کہ خود ہمارے ملک میں اب ایسے اصحاب موجود ہیں کہ ان قدیم کتابوں کے کلام اور زبان کو سمجھ کر ان کو جدید طریقوں پر مرتب کر کے

شایع کر سکتے ہیں۔ میں بھی اس مبارک اور اہم کام میں اس جماعت کا ہاتھ بٹانے تیار ہوں "

چنانچہ نواب صاحب معز کی اس علمی سر پرستی اور اعانت سے حسب ارشاد گرامی راقم کی صدارت میں حسب ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی "مجلس اشاعت مخطوطات" کے نام سے قائم کی گئی اور قدیم ادبی جواہر پاروں کا ایک تفصیلی جائزہ لے کر ان کی اشاعت کے ابتدائی مراحل طے کیے گئے۔

(۱) ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زور ام۔ اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر

(۲) مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی اے (آنرز) (صدر شعبۂ انگریزی جامعہ عثمانیہ) رکن

(۳) مولوی عبد المجید صاحب صدیقی ام۔ اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) "

(۴) مولوی عبد القادر سروری صاحب ام۔ اے ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ) "

(۵) مولوی سید محمد صاحب ام۔ اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج)..... معتمد

(۶) مولوی میر سعادت علی صاحب رضوی ام۔ اے۔ .... شریک معتمد

علمی نقطۂ نظر سے قدیم کتابوں کی اشاعت آسان اور ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔ جن لوگوں کو اس سے سابقہ پڑا ہے وہ اچھی طرح اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس کام میں کس قدر دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مختلف نسخوں کے باہمی مقابلے اور تصحیح کے علاوہ

بعض دفعہ ایک ایک لفظ کے لیے کئی کئی روز چھان بین کرنی پڑتی ہے، اور بظاہر یہ مثل صادق آتی ہے کہ "کوہ کندن وکاہ برآوردن"۔ نسخے اکثر بدخط اور بعض غلط در غلط بھی ہوتے ہیں۔ ان تمام مراحل کو صبر و سکون اور محنت و ہمت سے طے کرنے کے بعد کتاب قابل اشاعت بن سکتی ہے۔ مجلس ہذا کے مستعد اور علم دوست ارکان نے جس محنت اور توجہ سے اس ہفت خوان ادب کو طے کیا ہے وہ ان کی مساعی کے نتائج سے ظاہر ہے اور توقع ہے کہ وہ ارباب ذوق کی پسندیدگی حاصل کرینگے۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب نے سلطان محمد قلی قطبشاہ کے نہایت ضخیم کلیات کی ترتیب کے صبر آزما کام کو اپنے ذمے لینے کے علاوہ مجلس کا مختلف طریقوں سے جو ہاتھ بٹایا ہے اس کا اعتراف نہایت ضروری ہے۔

یہ پیش لفظ نامکمل رہ جائیگا اگر میں عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کی فیاضی سے کہیں زیادہ اس ذاتی دلچسپی اور توجہ کا شکریہ ادا نہ کروں جو نواب صاحب ممدوح نے شروع ہی سے مجلس کے کاروبار میں فرمائی ہے فی الحقیقت نواب صاحب کے اس انہماک اور سرپرستی کے بغیر یہ مشکل کام انجام نہیں پا سکتا تھا۔

سید محمد اعظم

فہرست

مقدمہ

(صفحات ۱۷ تا ۳۵۲)

پہلا حصہ

نظمیں

(صفحات ۱ تا ۳۲۴)

دوسرا حصّہ

غزلیں

(صفحات ۱ تا ۲۹۶)

تیسرا حصہ
دیگر اصناف سخن

(صفحات ۱ تا ۶۴)

فہرست تصاویر

عرضِ مرتب

اس کلیات کی ترتیب کا کام مارچ ۱۹۳۷ء میں شروع ہوا۔ اور مسلسل تین سال کی کوشش اور انتظار کے بعد آج یہ شایع کئے جانے کے قابل ہوا ہے۔ مرتب کو اپنی بے بضاعتی کے احساس کے علاوہ اس امر کا اعتراف بھی ہے کہ اس صبر آزما کام کے اثنا میں اس کو دوسری کتابوں کی ترتیب و تالیف کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑا۔ چنانچہ گولکنڈے کے افسانوں کے دوسرے مجموعے "گولکنڈے کے ہیرے" کے علاوہ اس نے "روحِ غالب" اور "مکتوباتِ شاد عظیم آبادی" کا کام بھی اسی اثنا میں شروع اور ختم کیا۔ نیز تاریخ ادب اردو، ارشاد نامہ، رسائل شاہ برہان، ابراہیم نامہ، اور تاج الحقایق کی ترتیب بھی اسی دوران میں ہوتی رہی۔ اگر یہ سب کام درمیان میں خلل انداز نہ ہوتے تو شاید "کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ" آج سے بہت پیشتر شایع ہو کر منظر عام پر آجاتا۔

یہ عظیم الشان کلیات چھپ کر اہل اردو کے ہاتھوں تک نہ پہنچ سکتا اگر دکن کے روشن خیال امیر نواب میر یوسف علی خاں بہادر سالار جنگ کی ذاتی دلچسپی شاملِ حال نہ ہوتی۔ نواب صاحب نے "سلسلۂ یوسفیہ" قایم کر کے دکنی مخطوطات کی اشاعت کی

جو سرپرستی فرمائی ہے اس کی وجہ سے متعدد دکنی شاعروں اور ادیبوں کی علمی و ادبی یادگاریں تلف ہونے سے بچ گئیں۔ "نام نیک رفتگاں" ضایع نہ کرنے کا یہ جذبہ خود نواب صاحب معظم کے نام اور ان کے "سلسلۂ یوسفیہ" کو اس وقت تک زندہ رکھے گا جب تک کہ خود اردو زبان موجود ہے۔

آخر میں پنڈت ہری ہر شاستری صاحب پروفیسر سنسکرت و برج بھاشا جامعۂ عثمانیہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنھوں نے بہت سے نامانوس اور متروک الفاظ کے سمجھنے میں مرتب کو قابل قدر مدد دی لیکن افسوس ہے کہ بعض لفظ اور ترکیبیں اب تک مرتب کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اور اس امر کے اعتراف میں مرتب کو اس لیے کوئی ندامت نہیں کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے اس بارے میں پیشین گوئی کردی تھی کہ میری کتابوں کی شرح کوئی نہیں لکھ سکے گا۔ چنانچہ اس کی اسی پیشین گوئی کے الفاظ پر اس "عرض" کو ختم کیا جاتا ہے ؎

نہ لکھ سکے گا کئے شرح مجھ کتاباں کا
(کوئی بھی)
ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز
(مثل)

رفعت منزل
جون سنہ ۱۹۴۰ء

سید محی الدین قادری زور

مقدمے کے مآخذ

مقدمہ کلیات محمد قلی قطب شاہ کی ترتیب میں حسب ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

قلمی

۱۔ تاریخ محمد قطب شاہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر
۲۔ حدائق السلاطین " " " "
۳۔ حدیقۃ السلاطین (جلد دوم) " " "
۴۔ ماہ نامہ کتب خانہ " " "
۵۔ تذکرۃ الملوک " انڈیا آفس لندن
۶۔ احوال حیدر آباد " برٹش میوزیم "
۷۔ فتوحات عادل شاہی " " " "
۸۔ قطب مشتری " انڈیا آفس "
۹۔ تاریخ نذر چند دلال " ادارۂ ادبیات اردو

مطبوعہ

۱۱۔ حدیقۃ السلاطین ۔ مطبع صدیقی حیدرآباد ۱۳۵۰ھ
۱۲۔ تاریخ فرشتہ ۔ " نولکشور ۱۸۸۴ء
۱۳۔ برہان ماثر ۔ " دہلی ۱۹۳۶ء
۱۴۔ حدیقۃ العالم ۔ " سیدی حیدرآباد ۱۳۰۹ھ
۱۵۔ گلزار آصفی " محمدی ۱۳۰۸ھ
۱۶۔ تاریخ ظفرہ " حکیم برہم گورکھپور ۱۹۲۷ء
۱۷۔ ماثر دکن " جامعۂ عثمانیہ ۱۹۲۴ء
۱۸۔ تاریخ دکن حصہ دوم سلسلۂ آصفیہ مطبع مفید عام آگرہ
۱۹۔ تاریخ دربار آصف ۔ " افضل المطابع حیدرآباد
۲۰۔ تاریخ قندھار دکن امانت پریس حیدرآباد ۱۳۲۱ھ
۲۱۔ تاریخ گولکنڈہ ۔ مطبع مکتبۂ ابراہیمیہ ۱۹۳۹ء
۲۲۔ محبوب الزمن ۔ " رحمانی ۱۳۲۹ھ
۲۳۔ بہار و خزان حیدرآباد ۔ " مشیر دکن ۱۹۰۰ء
۲۴۔ کلام الملوک " معین دکن ۱۳۵۶ھ
۲۵۔ وقائع سیر و سیاست ڈاکٹر برنیئر مطبع گلزار ابراہیم مراداباد ۱۸۸۸ء
۲۶۔ سیاحت نامہ تھیونو " مفید عام آگرہ ۱۸۹۶ء
۲۷۔ ہندوستان عہد مغلیہ میں (منوچی) " آریہ اسٹیم پریس لاہور

خطبہ

کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مرتب سلطان محمد قطب شاہؒ ظل اللہ نے اپنے چچا اور پیشرو بادشاہ و شاعر کے متعلق سنہ ۱۰۲۵ء میں جو طویل منظوم دیباچہ لکھ کر کلیات کے آغاز میں درج کیا تھا اس کے چند اشعار تبرک کے طور پر ہم اپنے مقدمے سے پہلے شامل کرتے ہیں۔

عبارت سرلوح

کلیاتِ اشعار فصاحت آثارِ جنت مکانی فردوس آشیانی
مغفرت پناہ عمی عالی حضرت محمد قلی قطب شاہ نور مرقدہٗ
تمام شد در کتاب خانۂ مبارک بخط محی الدین کاتب تاریخ
اوائل شہر رجب المرجب خمس عشرین اعنی بعد الف من الہجریہ
فی دار السلطنۃ حیدرآباد حرس اللہ عن الاضداد
کتبہٗ عبد الخالص لمولاہٗ سلطان محمد قطب شاہ بلغہ اللہ تعالےٰ فیما تمنا

مُہر ۔ مہر سلیمان ز حق گشتہ میسر مرا گشتہ ز نقش نگیں حیدر صفدر مرا
العبد السلطان محمد قطب شاہ



سلطان محمد قطب شاہ

خطبۂ کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

کتا ہوں منواب کتک بین میں | کہ تا ہوئے روشن کہ یو سب کتے تئیں
محبت شہنشاہ کا دل میں آن | رتن کا اپس جیو تھے کھول کھان
نپھل نرمل ہر یک بچن خاص لیا | دکھا تس منے دھات اخلاص کا
جتا کچ بیان کرنے سکتا ہوں میں | شہنشاہ کی اس شفقت کے تئیں
کہ شہزاد پر وو اپنے شہریار | جو کس دھات دھرتے تھے پیار اپار
سو کچ شرح میں وو نہ آتا اہے | لکھن کے تو لکھیا نہ جاتا اہے
سو کچ مہر تھے اس کروں لیا بیاں | جو جگ دل اپر ہو رہے یو عیاں
محبت یو شہ کا پچھانے اچھیں | کہ تا سب شفقت یو جانے اپیں
جو کس دھات شہزاد کوں شاہ وو | محبت دیا آپ دھرنے تھے سو

۱؎ افسوس ہے کہ اس خطبے کے صرف جستہ جستہ اشعار ہی دستیاب ہوئے اگر پورا خطبہ مل جاتا تو کلیات کے متعلق اور تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتیں۔

کہ آرام تھا تل شہنشاہ دل | کہ بن دیکھے شہزاد کوں ٹک نہ تل
وہی دل وہی جیو وہے دم اتھا | وہی سکھ وہی عیش انند جم اتھا

. . . .

بجد ہو کے ظس الہی نول | پڑے شعر تا پائیں کر حفظ سکل
اپس دل میں کر فکر سب ایک رات | کئے خطبہ کہہ مستعد کلیات
جو الحق سنے کوئی اگر یو زباں | تو در حال کیں مرحبا بے گماں
سو کچ شاعری بیچ شہ دہر کمال | بچن کہہ کے موتیاں من صد دھال
کہے نیں کہیں شعر میں وصف اپس | جو اپ شعر کے فن میں استاد بس
جو بھی کوئی اچھے شاعر اس دعا دو | تو بن وصف اپس کے نہ رہے سات و
اگر کم تو پچاس میں بیت چار | کہے باج اپس وصف بیتے سنگار
رہیا جائے نا شاعراں من میں | بن آپے کے صفت شعر کے فن منیں
جو خاصا ہے یو شاعراں کا ہر ٹیک | نہ رہیں بن کہے وصف بنیا کنیک
مگر شاہ کہے بیت پچاس ہزار | دھرے وصف اپس سو کہن بہت عار
دتا شعر کہہ بیت میں ٹیک بات | کہے نیں لکھیں آپنے وصف سات
کر یو مین اچھے نش ائے اولیا | جو دھرتے اتھے وصف اپس کا سوا

جو مقطع میں ہر یک اپس شعر کے ۔۔۔ لئے بن سو حضرت علی ناؤں اپے

نہ کرتے تھے ہرگز (ایک) سو ختم کلام ۔۔۔ بغیر اُن (بغیر) علی کا لیے بلج نام (کا نام خود)

کہے وصف شہ کا اگر توں حیت ۔۔۔ تو ہے وصف میں شاہ کے کم دتا (اتنا ہی)

(تجنا)
تو اب ختم خطبے کوں ظل الہ

کئے منگ علی ولی تیے پناہ

مقدمہ

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری نے لکھا تھا کہ ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں، وید مقدس اور دیوانِ غالب لیکن اگر وہ عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ معانی کی کلیات دیکھ پاتے تو اس قطعیت کے ساتھ دعویٰ کرنے کی جراءت نہ کرتے واقعہ یہ ہے کہ آج سے ٹھیک ساڑھے تین سو سال پیشتر اردو زبان ایک ایسے رفیع المرتبت شاعر کے نغموں سے مالامال ہو رہی تھی جس کا لاثانی کلام بجنوری مرحوم کے نقطۂ نظر سے صحیح معنوں میں الہامی کہا جا سکتا ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کی شاعری اکتسابی نہ تھی۔ قدرت نے اس کو شاعری کا ایک ایسا عجیب و غریب ملکہ عطا کیا تھا کہ شاید ہی دنیا کے معدودے چند شاعر اس

نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ ور ہوئے ہوں۔ وہ ایک عظیم الشان سلطنت کا مطلق العنان بادشاہ تھا وہ کوئی پیشہ ور شاعر نہ تھا لیکن اس کا کلام کسی ملک الشعراء کے شعری کارناموں سے بھی کسی طرح کم نہیں، اور پھر وہ صرف اردو ہی کا شاعر نہ تھا۔ فارسی اور تلنگی میں بھی اس نے ہزاروں شعر لکھے۔ وہ مغل اعظم جلال الدین اکبر کا ہم عصر تھا اور اس کا دربار بھی عالموں اور فاضلوں اور صاحب کمالوں سے معمور تھا۔ اس کے عالی شان ایوان امیر و غریب ہر ایک کے لئے کھلے رہتے۔ اس کا نعمت خانہ سو گز سے زیادہ طویل تھا جہاں اس کے دسترخوان پر کبھی دس ہزار آدمی سے کم نہ ہوتے۔ سچ تو یہ ہے کہ شاہوں اور شاہنشاہوں کی تاریخ میں ایسا تاجدار شاید ہی نظر سے گزرے جو عوام کی زندگی سے اس قدر قریب تھا۔ اس نے غریبوں اور محتاجوں کی شنوائی کے لئے ہندوستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایک عالی شان دادمحل کی تعمیر کی جس کے دروازے بازار کے رُخ رکھے گئے اور جہاں ہر بیکس و بینوا بغیر چوب داروں اور دربانوں کی مزاحمت کے خود بادشاہ تک پہنچ سکتا۔ اس نے اپنی غریب رعایا کو قتل و خون اور جنگ و جدال سے بچانے کے لئے اپنی بتیس ۳۲ سال کی حکومت کے دوران میں کبھی لڑائی کا اقدام نہیں کیا۔

محمد قلی اعظم کی زندگی کے حالات اور اس کے عہد حکومت کے واقعات سے

دکن کی کوئی تاریخ خالی نہیں۔ اس ہستی کا نام جس نے حیدرآباد جیسا فرخندہ بنیاد شہر بسایا ہو دنیا کی تاریخ کے صفحات سے کبھی محو نہ ہوسکے گا۔ یہ اس صاحب ذوق بادشاہ کی حسن نیت کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے کہ جس شہر کا اس نے سنگ بنیاد رکھا وہ آج تک آباد اور اس میں بسنے والے دل شاد ہیں۔ گزشتہ ساڑھے تین سو سال سے اس شہر کی زیب و زینت روز افزوں ترقی پر ہے۔ حضرت آصفجاہ اول نے اس کو مستحکم کیا اور اس کے اطراف فصیل کی تکمیل کی۔ حضرت آصفجاہ ثانی نے اس کو اورنگ آباد کی جگہ دولتِ آصفی کا پایۂ تخت قرار دیا۔ عظیم الشان خانوادۂ آصفی کے دوسرے فرماں روا بھی اپنے اپنے زمانہ میں اس کی زیب و زینت میں اضافہ کرتے رہے۔ اور اعہد حضرت سلطان العلوم آصف جاہ سابع میں یہ مسعود و مبارک شہر جنت ارضی کی شکل میں منتقل ہوتا جارہا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس خوش قسمت بلدہ کا سنگ بنیاد جس علمی و ادبی فضا میں رکھا گیا تھا وہ کسی زمانہ میں بھی مفقود نہ ہونے پائی اور اب تو حضرت سلطان العلوم کی مسیحا نفسیوں نے اس کے اس امتیاز میں چار چاند لگا دئیے ہیں اور اس طرح عہد حاضر میں محمد قلی قطب شاہ معانی کی یہ پریم نگری صحیح معنوں میں مَدِینَۃُ العِلم بن چکی ہے اور اس کی علمی و ادبی فضا معراج کمال کو پہنچ رہی ہے۔

(محمد قلی کا اردو کلام پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ کوئی صنف سخن ایسی نہیں یا جس میں اس نے اپنا کمال نہ دکھایا ہو اور نہ کوئی ایسا موضوع ہوگا جس پر اس نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ قصیدے اور مثنویاں، مرثئے اور رباعیاں، غزلیں اور قطعات غرض ہر صنف سخن کے وافر نمونے محمد قلی اعظم کی کلیات میں موجود ہیں۔ عاشقانہ مضامین عارفانہ نکات، شاہی لوازم، درباری شان وشکوہ، محلات کی رنگینیاں، باغوں کی سرسبزی وشادابی کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان شاعر کے کلام میں غریبوں کی زندگی عوام کے معتقدات، عیدوں اور تہواروں، کھیل کود اور تماشوں، بازاروں اور بیوپاروں، اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے عام رسموں اور رواجوں کی جھلکیں بھی جگہ جگہ نظر سے گزرتی ہیں۔ اس نے ایسے ایسے موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے جن پر عام شاعروں کی نظر تک نہیں پڑتی وہ ایسی پتہ پتہ کی باتیں لکھ جاتا ہے کہ پڑھنے والے حیران رہ جاتے ہیں کہ اس قدر قدیم زمانہ میں ایک بادشاہ کا مشاہدہ اتنا وسیع اور گہرا کیسے ہو سکتا تھا۔ اسی لئے تو محمد قلی عرش آشیانی کا کلام الہامی سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ ایسی ایسی خصوصیتوں کا بھی حامل ہے جو گزشتہ تین سو سال سے متروک رہیں اور اب پھر اردو ادب میں رواج پا رہی ہیں۔ نیچرل شاعری کے متعدد بیش بہا نمونے اس خزانہ میں موجود ہیں۔ مستقل موضوعوں پر اس بادشاہ

شاعر نے سیکڑوں دلچسپ اور بلند پایہ نظمیں لکھیں۔ اس کی زبان میں ایسی شیرینی اور حلاوت ہے کہ اصل میں اگر کوئی زبان ہندوستانی کہلائی جاسکتی ہے تو وہ اس شاعر اعظم کی زبان ہے۔ اس میں نہ عربی و فارسی کا عنصر زیادہ ہے اور نہ سنسکرت کا اس کا اسلوب اتنا سادہ، سلیس اور رنگین ہے کہ ہر شخص اس کے کلام کو پڑھ کر محظوظ ہوسکتا ہے۔ اگر چند ایسے لفظ بدل دئے جائیں جو اب اردو میں مستعمل نہیں ہیں یا جن کی شکلیں مرورِ ایام کے ساتھ بدلتی گئی ہیں تو پھر محمد قلی کا کلام باوجود تین سو پچاس برس قبل کی تخلیق ہونے کے مستقبل کی ہندوستانی شاعری کے لئے بہترین نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عہد حاضر میں ہندوستان کے ارباب سیاست جس مشترک زبان کی تشکیل میں کوشاں ہیں اس کو صدیوں قبل ہی محمد قلی لکھ گیا ہے اور کوئی تعجب نہیں اگر اس بادشاہ شاعر کی بیش بہا کلیات کو مستقبل قریب میں ناگری حروف میں بھی منتقل کرلیا جائے جس طرح ایران میں فردوسی کی زبان اور خصوصیات کا احیا کیا جارہا ہے۔ ہندوستان میں محمد قلی عرش آشیانی کی زبان اور شاعری پھر سے اپنی جگہ حاصل کر رہی ہے۔ اگر محمد قلی کے پیدا کردہ رجحانات شعر و سخن اور زبان و ادب کا نہج بعد کے زمانہ میں بھی جاری رہتا تو عہد حاضر میں اردو اور ہندی کا یہ افسوسناک جھگڑا پیدا ہی نہ ہوسکتا اور

یقینی ہے کہ اس مبسوط تاریخ کے لکھنے وقت یعنے آصفی دَور کے اوائل میں حیدرآباد میں متعدد ایسی قدیم تاریخیں اور معلومات کے ذریعے موجود تھے جو آج ناپید ہیں۔ کیونکہ **آصف جاہِ اول** اور **آصف جاہِ ثانی** کا زمانہ قطب شاہی عہد سے بالکل قریب تھا۔

ابراہیم قلی قطب شاہ نے بیجانگر کے قیام کے زمانے میں ہندوؤں سے اچھا خلا ملا پیدا کر لیا تھا اور کوئی تعجب نہیں اگر اس کے محل میں مسلمان بیگمات کے ساتھ ہندو حرم بھی ہو۔ بہر حال ماہ نامہ کی اس روایت کے علاوہ خود محمد قلی کی طرزِ معاشرت اور تلنگی شاعری سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اس کی ماں بھاگ رتی ہی ہو۔ محمد قلی اپنے خاندان میں پہلا شخص تھا جس نے بالکل ہندوانی طرز کا لباس اختیار کیا اس کے آباو اجداد محمد قلی، جمشید قلی، اور ابراہیم قلی تینوں کی تصویریں ایرانی اور ترکی لباس میں ملتی ہیں اور محمد قلی کی جتنی تصویریں بھی ملی ہیں سب میں ہندستانی لباس اور اوڑھنی موجود ہے۔

محمد قلی قطب شاہ ۹۷۳ھ میں پیدا ہوا۔ اور اپنے باپ کی وفات کے بعد ۹۸۸ھ میں صرف پندرہ سال کی عمر میں گولکنڈہ کے

تخت و تاج کا مالک بنا۔ ابتدا میں اس کو جنگ و جدل سے سابقہ پڑا کیونکہ جنگ تالیکوٹ کے بعد دکن کی مسلمان سلطنتیں خود آپس میں دست و گریباں ہو گئی تھیں اور سلطان ابراہیم اپنی مصلحت کوشیوں کے باوجود آخر عمر تک لڑائیوں میں مصروف رہا۔ محمد قلی قطب شاہ طبعاً صلح جو اور امن پسند واقع ہوا تھا۔ اس نے کشورستانی اور معرکہ آرائی سے زیادہ صلح و آشتی اور بزم آرائی سے کام لیا ہے۔ اتفاق سے ابراہیم قطب شاہ کے ساتھ علی عادل شاہ کا بھی اسی زمانہ میں انتقال ہوا تھا جو بڑا جنگجو تھا۔ اور اس کا جانشین ابراہیم عادل شاہ نورس بھی محمد قلی کی طرح امن پسند اور علم و ادب کا دلدادہ تھا اس لئے دکن کی طوائف الملوکی رک گئی اور ان دونوں بادشاہوں نے دکن میں ایک مشترکہ تمدن کی تعمیر اور علوم و فنون کی ترقی میں بے حد حصہ لیا۔

محمد قلی قطب شاہ کے سب سے بڑے کارنامے:۔

۱۔ سلطنت قطب شاہیہ کا استحکام

۲۔ شہر حیدرآباد کی بنا۔ اور

۳۔ اردو زبان و ادب کی سرپرستی۔ ہیں۔

اس کی زندگی کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان پر ایک مبسوط کتاب لکھی جائے۔

اور اِن محدود صفحات میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ مختلف تاریخوں سے مواد اخذ کرکے اس بطلِ عظیم کی شایانِ شان سوانحِ حیات درج کی جائے۔ اسلئے ان صفحات میں صرف وہی معلومات پیش کی جائیں گی جو اس کے عظیم الشّان کلیات کے مطالعہ سے حاصل ہوئی ہیں اور جو آئندہ اس کی سوانحِ عمری لکھنے اور قطب شاہی تاریخ کی تحقیق کرنے والوں کے لئے مفید اور اہم مواد کا کام دیگی۔

یہ اتفاق کی بات ہے کہ سلطان محمد قلی اپنی شاعری کے ذریعہ سے ایسی ایسی معلومات کو محفوظ کر گیا ہے جن کو قلمبند کرنا کسی مورخ کے بس کی بات نہ تھی۔ تاریخیں بالعموم خارجی حالات اور ظاہری واقعات پر زور دیتی ہیں۔ اور خاصکر ہماری فارسی تاریخیں اور تذکرے مطالب و معانی سے زیادہ الفاظ کے شان و شکوہ اور اسلوب کی رنگا رنگی سے مالا مال ہوتے ہیں۔ ہمارے مورخ، بادشاہوں کو انسان سمجھکر نہیں دیکھتے۔ وہ زیادہ تر اُن کے شاہانہ جاہ و جلال یا سپہدانہ کر و فر کے قلمبند کرنے میں اپنی ساری قوتیں صرف کردیتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ کسی فرمانروا کے شاہی طمطراق، درباری رعب داب اور زرق برق لباس کے اندر ایک سچ مچ انسان کا دل متحرک ہے جو معمولی انسانوں کی طرح خوشی اور غم سے متاثر ہوتا ہے۔ جس کے سینہ میں سمندر کی

موجوں کی طرح جذبات متلاطم رہتے ہیں، اور جس کی گھریلو اور جذباتی زندگی بھی دوسرے انسانوں کی طرح ضرور قابل مطالعہ ہوتی ہے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام کے ذریعہ سے اپنی ذات اور اپنے عہد کے متعلق ایسا مواد چھوڑا ہے جو تاریخوں کی تمام نقائص اور کمی کی تلافی کر دیتا ہے۔

ہم آئندہ صفحات میں اس امر کی کوشش کریں گے کہ خود محمد قلی کے کلام کے ذریعہ سے اس کی حیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔

اور اِن محدود صفحات میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ مختلف تاریخوں سے مواد اخذ کرکے اس بطل عظیم کی شایان شان سوانح حیات درج کی جائے۔ اسلئے ان صفحات میں صرف وہی معلومات پیش کی جائیں گی جو اس کے عظیم الشان کلیات کے مطالعہ سے حاصل ہوئی ہیں اور جو آئندہ اس کی سوانحعمری لکھنے اور قطب شاہی تاریخ کی تحقیق کرنے والوں کے لئے مفید اور اہم مواد کا کام دیگی۔

یہ اتفاق کی بات ہے کہ سلطان محمد قلی اپنی شاعری کے ذریعہ سے ایسی ایسی معلومات کو محفوظ کر گیا ہے جن کو قلمبند کرنا کسی مورخ کے بس کی بات نہ تھی۔ تاریخیں بالعموم خارجی حالات اور ظاہری واقعات پر زور دیتی ہیں۔ اور خاصکر ہماری فارسی تاریخیں اور تذکرے، مطالب و معانی سے زیادہ الفاظ کے شان و شکوہ اور اسلوب کی رنگا رنگی سے مالا مال ہوتے ہیں۔ ہمارے مورخ، بادشاہوں کو انسان سمجھکر نہیں دیکھتے۔ وہ زیادہ تر اُن کے شاہانہ جاہ و جلال یا سپہدانہ کروفر کے قلمبند کرنے میں اپنی ساری قوتیں صرف کردیتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ کسی فرمانروا کے شاہی طمطراق، درباری رعب داب اور زرق برق لباس کے اندر ایک سچ مچ انسان کا دل متحرک ہے جو معمولی انسانوں کی طرح خوشی اور غم سے متاثر ہوتا ہے۔ جس کے سینہ میں سمندر کی

موجوں کی طرح جذبات متلاطم رہتے ہیں، اور جس کی گھریلو اور جذباتی زندگی بھی دوسرے انسانوں کی طرح ضرور قابل مطالعہ ہوتی ہے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام کے ذریعہ سے اپنی ذات اور اپنے عہد کے متعلق ایسا مواد چھوڑا ہے جو تاریخوں کی تمام نقائص اور کمی کی تلافی کردیتا ہے۔

ہم آئندہ صفحات میں اس امر کی کوشش کریں گے کہ خود محمد قلی کے کلام کے ذریعہ سے اس کی حیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔

(۲)

نام اور تخلص

محمد قلی نے اپنے نام اور تخلصوں کو اپنے کلام میں جگہ جگہ اور طرح طرح سے استعمال کیا ہے۔ اس کو فخر تھا کہ وہ ازل سے محمدؐ کا قلی یا غلام ہے۔ اور اسی غلامی کی وجہ سے وہ دُنیا میں سُرخرو ہوا۔ اسی امتیاز اور فخر کے اظہار سے پورا کلیات بھرا پڑا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دوسرے بادشاہ اپنی سلطنت اور مال و دولت پر فخر کرتے ہیں لیکن میں صرف محمدؐ کے نام اور اُن کا غلام ہونے پر فخر کرتا ہوں۔ کیونکہ محض اسی وجہ سے میں بچپن سے کامیاب ہوں اور آج ایک اقبال مند بادشاہوں۔ اس کے چند شعر یہ ہیں ؎

بادشاہاں کرتے ہیں اپ ال پہ جگ میں بڑائی
منج محمدؐ ناؤں تھے ہے تاج و دولت خسروانی

اسم محمدؐ تھے اہے جگ میں سو خاقانی منجے
بندہ نبیؐ کا جم اہے تجھتی ہے سلطانی منجے

محمدؐ کی غلامی تے محمد قطب شہ شہ ہے
اسی برکت تھے دایم سب خراج کوں لیا دیتا

نبیؐ کی غلامی میں ہیں قطب شہ
صفت اس کے ہی ناؤں کی چاروں کھنڈ

محمدؐ کا غلامی منبع خطاب سربلندی ہے

سورج کرناں سوں باندے سایہ بال ہم عید ہم نوروز

کرتا ہے شاہی قطب محمدؐ کے ناؤں تھے   تو داس ہور سیا ہی محمدؐ کے گھرا کاس

اسی طرح کے چند مصرعے یہ ہیں ع

نبیؐ کا ناؤں ہے تیرا محمدؐ قطب شہ نادؔ

محمدؐ ناؤں دل میں رکھ محبت سوں محمدؐ توں

محمد بال پن تھے ہے محمدؐ کے غلاماں میں

سدا ہے داس محمد قلی محمدؐ کا

نبیؐ صدقے میں ہوں محمدؐ غلام

تج محمد ناؤں تھے بہتا ہے تاج احمدی

اپنے نام پر فخر کرنے اور اس کو باعث برکت سمجھنے کے ساتھ ہی اس کو اس بات کی بھی ہمت ہے کہ وہ ابراہیم (قلی قطب شاہ) کا تیسرا فرزند ہے اور جسطرح ابراہیمؑ کے فرزند اسمٰعیلؑ کی خدائے تعالےٰ نے نگہبانی کی اور قربان ہونے سے بچا لیا اسی طرح اس کو بھی ہر آفت و مصیبت سے بچا لیگا۔ چنانچہ عید قرباں کے موقع پر ایک نظم میں ابراہیمؑ کے فرزند ہونے اور محمدؐ کے ہم نام ہونیکی سعادتوں کو

اس حسن و خوبی سے بیان کیا ہے ؎[1]

توں ابراہیم کا فرزند تجے تج دوستاں سوں مل

جوں اسمٰعیل کوں حق پیار سوں دایم نگہہ واں ہے

جو کوئی تج سات یک چت نیں سو دشمن ہے محمد کا

جو دشمن ہے محمد کا سدا خوار ہور پریشاں ہے
(اور)

دوسرے شعر کے پہلے مصرعہ میں محمد سے خود یعنی محمد قلی مراد لیا ہے اور دوسرے مصرعے کے محمد سے آنحضرت پیغمبر اسلام۔ یہ محمد قلی کا شاعرانہ کمال ہے۔

اصل نام کے علاوہ سلطان محمد قلی نے اپنے کلام میں اپنے نام کی وہ تمام شکلیں بطور تخلص قلمبند کردی ہیں جو اس کی زندگی میں اس کے لئے مستعمل ہو سکتی تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی شخص کو مخاطب کرنے والے مختلف حیثیتوں کے لوگ ہوتے ہیں اور ہر شخص کا طریقۂ تخاطب جداگانہ ہوتا ہے۔ بڑے اور بزرگ ایک طرح سے نام لیتے ہیں۔ برابر کے لوگ دوسری طرح سے پکارتے ہیں اور کم رتبہ کے لوگوں کا مخاطب کرنے کا طریقہ اور ہی ہوتا ہے۔ بے تکلف دوستوں اور معشوقوں کے طریقہ تخاطب کی نسبت تو کچھ لکھا ہی نہیں جا سکتا۔ بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے ہر ایک کے طریقۂ تخاطب کا لحاظ رکھا اور جس جس

نام سے مختلف لوگ اس کو پکارتے تھے ان سب ناموں کو اپنے کلام میں تخلص کے طور پر لکھ ڈالا۔ شاید ہی کسی زبان کا کوئی شاعر ہو جس نے اپنے کلام میں اپنے نام یا تخلص کو اتنی طرح سے استعمال کیا ہے! کلیات محمد قلی میں حسب ذیل ۱۷ تخلص ملتے ہیں:-

۱۔ محمد ۲۔ محمد شاہ ۳۔ محمد قلی ۴۔ محمد قطب ۵۔ قطب
۶۔ قطب زماں ۷۔ قطب شہ ۸۔ محمد قطب شہ ۹۔ محمد قطب شہ غازی
۱۰۔ محمد قطب شہ راجہ ۱۱۔ محمد قطب شہ سلطان ۱۲۔ قطب شہ نواب
۱۳۔ معانی ۱۴۔ قطب معنی ۱۵۔ قطب معنا ۱۶۔ قطب معانی
۱۷۔ ترکمان۔

ان میں سب سے زیادہ معانی، قطب، قطب شہ اور ترکمان استعمال ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد قلی نے اصل میں اردو شاعری کے لئے معانی، فارسی کے لئے قطب شہ، اور تلنگی کے لئے ترکمان تخلص اختیار کئے تھے۔ کیونکہ اسکے قدیم ترین اردو دیوان میں تقریباً ہر غزل کے مقطع میں معانی تخلص موجود ہے۔ فارسی دیوان چونکہ دستیاب نہیں ہوا اس لئے وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے فارسی شاعری میں کونسا تخلص زیادہ استعمال کیا ہے۔ اسی طرح

تلنگی دیوان بھی دستیاب نہیں ہوا لیکن لفظ ترکمان چونکہ تلنگی ہے جس کے معنیٰ مسلمان کے ہیں اس لئے یقینی ہے کہ یہ لفظ تلنگی شاعری میں تخلص کے طور پہ اختیار کیا گیا ہے۔ اگر ماہ نامہ کی روایت صحیح ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ رتی تھی تو بہت ممکن ہے کہ یہ تلنگن مہ جبیں اپنے بچہ کو محبت سے ترکمان پکارتی ہو اور اس بچہ نے بڑا ہو کر اسی عرف کو تخلص قرار دے لیا۔ بہرحال فارسی اور تلنگی کے تخلص اُسوقت تک تحقیق طلب رہیں گے جب تک کہ سلطان محمد قلی کے فارسی اور تلنگی دیوان نہ مل جائیں۔

اردو کلام میں محمد قلی نے صرف آٹھ دس جگہوں پر لفظ ترکمان بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ ایک نظم میں اپنے سہرا باندھنے کا ذکر کرتے ہوئے پہلے ایک شعر میں نام لکھا ہے اور آخری شعر یا مقطع میں تخلص۔ وہ شعر یہ ہیں ؎

محمد قطب شاہ راجہ اپن سر — محمد ناؤں (نام) لے باندیا ہے سہرا
نبی صدقے سدا کہتا ترکماں — کہ منج سر تاج ہے حضرت امیرا

اور ایک نظم میں اسی طرح دونوں تخلص استعمال کئے ہیں ؎

بندا تمارا ترکماں تج داس ہے دونوں جہاں
منگتا سدا امن واماں تمنا تھے (تم سے) قطبا یا علیؓ

میلاد النبی کی ایک نظم میں اپنا پورا لقب اور تخلص ترکماں ساتھ ساتھ استعمال کرتا ہے ؎

کتائے نبی کے جو مولود انداں ہمایوں محمد قطب شہ ترکماں

دوسری مختلف نظموں اور غزلوں کے مقطعے یہ ہیں ؎

نبی صدقے ہے ترکماں واس امام ہو او جگت تب سوال و جواب

نبی صدقے گنایا ہے ترکماں آج میزوانی علی صدقے سے دو جگ میں بنداکے نتائے ہیں

صدقے نبی ترکماں جم راج کرتوں عیشاں

شاہ علی نبی تے منگ تج شہی ولایا

جب نبی صدقے ہوا ہے واس قنبر کا قطب

دو جگت میں ہیں ترکماں عاقبت محمود کا

دوسرے تخلصوں اور خاصکر معانی اور قطب شہ کے متعلق تفصیلی بحث آئندہ ایک عنوان "کلیات کے نسخے" کے تحت درج ہے۔

(۴)

تعلیم و تربیت اور عاشق مزاجی

معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی اپنے دوسرے بھائیوں سے تعلیم میں کم درجہ تھا۔ اس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے متعلق وضاحت سے تو معلوم نہ ہوسکا اتنا ضرور معلوم ہے کہ وہ علم و فضل سے بہرہ ور تھا اور انہی خصوصیات کی وجہ سے بیدر کے مشہور و معزز مشائخ خاندان میں اس کی شادی کی گئی تھی۔ نیز وہ اپنے مذہبی تقدس کی وجہ سے شاہ صاحب کے عرف سے معروف تھا۔

محمد قلی کے دوسرے بھائی حسین قلی کی نسبت مورخین کی رائے ہے کہ:۔

"بہ زیورِ علم و فضل آراستہ و از علم و حکمت بہرۂ تمام داشت"

اس کے ایک اور بھائی عبدالفتاح کی نسبت مشہور ہے کہ وہ فن قرأت کا بڑا ماہر اور استاد تھا۔ لیکن محمد قلی کے علم و فضل کی تعریف کسی مورخ نے نہیں کی ہے اور چونکہ وہ بادشاہ ہوگیا تھا اس لئے صرف اتنا لکھ کر اس کو دوسروں پر ترجیح دی ہے کہ:۔

"از برادراں بہ جمیع صفات صوری و معنوی ممتاز بود"

مورخوں کا یہ سکوت حق بجانب بھی تھا۔ کیونکہ محمد قلی بچپن ہی سے آزادہ رو اور عاشق مزاج تھا اور بادشاہ ہونے کے بعد بھی بچپن کی طبیعت باقی تھی۔ وہ اپنے کلام میں اپنی طبیعت کے اس انداز کے زبردست ثبوت چھوڑ گیا ہے۔ وہ اپنے اشعار میں صاف صاف اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ میرے استاد مجھے علم و ہنر کی تعلیم دینا چاہتے ہیں حالانکہ میں تو ازل سے عشق کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ اگر میں علم و ہنر سیکھنا بھی چاہوں تو علما مجھے کیا سکھائیں گے؟ میں نے تو اپنے دل میں صرف اپنے معشوق کے نام کے حروف بٹھالئے ہیں۔ لوگ مجھے اُمّی سمجھتے ہیں۔ میں اِس حد تک خود کو امی کہہ سکتا ہوں کہ تیرے اوصاف منہ زبانی یاد نہیں رہے اور میرا قلم اُن کی وضاحت میں عاجز آگیا۔ جب میں عشق عاشقی کے مکتب ہی کے ذریعہ سے علم و کمال حاصل کر لینے لگا تو علما بھی کبھی کبھی میری تعریف کرنے لگے۔

علما و فقہا خود حقیقی علم سے ناواقف ہیں وہ خود "ا" کے معنی نہیں جانتے اور مجھ سے کہتے ہیں کہ ب پڑھو۔ علمِ عاشقی میں ا ہی کے معنی سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اور پھر ظاہری علم و فضل سے سوائے غرور و تمکنت کے حاصل ہی

کیا ہوتا ہے۔ عالم لوگ اپنی بغلوں میں کتابیں رکھ کران کے بل بوتے پر غرور کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے ہر مشام سے عشق عاشقی کی خوشبو مہکتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ علم اور یہ کتب ہر کسی سے نہیں پڑھی جا سکتیں۔ عالموں نے علم عاشقی کی کٹھن راہیں دیکھ کر راہ فرار اختیار کی اور میں نے نہ صرف اس میں کمال پیدا کیا بلکہ جذبہ عشق میں کتابیں لکھ ڈالیں اور زندۂ جاوید ہو گیا۔ یہ خیالات جن اشعار میں بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:۔

عالم مجے تعلیم کریں علم وہنر کا　　لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا
ازل تھے عشق کے پلڑے کے تئیں کئی منج پٹ
فقیہ وزاہداں میاں نے منجے کئے ہیں سراج

عالم مجے سکھائیں گے کیا آپنا علم　　وہ نانوں کے حروف ہمن دل میں ہیں کلام
میں اُمّی کر گنتے ہیں سب امیاں تو علم میں
مو زبانی کا قلم تجہ وصف لکھ نا سک بھگیا

میں طفل ہو تمارے مکتب تھے علم بوجھیا　　تو دیوے عالماں سب شاباشی مجکوں گاہ گاہ
سب فقیہاں مل الف تا پڑک کہتے ہے پڑو
میرے دل کے شہر کوں دایم رکھے معمور توں

کہیں معانی کوں نغنوا و عاقلاں ہمارے ہجے پِسرا پیے ابجد کے کرتے سرتے یاد (پھرتے)

عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں لاف

تو (تیرے) نین کے جام کا مے پیکے پڑتا او حدیث

کرتے غروری اپنے بغل میں رکھ کتاب وو نہیہ کا سو باس نکلتا ہے ہم شام

ہیے علم ہور ہیے کتب ہور کس سے بوجھیا جائے نا

عالماں بیچارے (اور یہ) دکھ کر اسکی تنک میں ہی بھگیا

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں قطب شہ نبیؐ صدقے جاوید ہے

اور یہ سچ ہے کہ محمد قلی نے (کہا) عشق عاشقی کے بیان میں دفتر کے دفتر لکھ ڈالے اور ایسے ایسے مضامین بیان کئے کہ اُن کی شرح کرنا آسان کام نہیں ہے۔ خود اس نے اِسکی بھی پیشین گوئی کردی تھی کہ ؎

نہ لکھ سکے گا کنے (کوئی بھی) شرح منج (میری) کتاباں کا

ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

(۵)

شعروشاعری

عشق عاشقی کی وجہ سے سلطان محمد قلی کو بچپن ہی سے شعروشاعری سے بھی دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ جس کی خاطر اس نے اردو اور فارسی شعرا کے کلام کا بھی مطالعہ کیا۔ یوں تو کلیات میں اکثر شاعروں کے نام نظر سے گذرتے ہیں لیکن اس کو سب سے زیادہ خواجہ حافظ کے کلام سے لگاؤ تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ خواجہ حافظ کی شاعری اس کی طبیعت کے مناسب تھی۔ اسی لئے وہ دیوانِ حافظؔ کا گویا حافظ تھا۔ غزلیات حافظؔ کے ترجموں کے علاوہ کلیات محمد قلی میں سیکڑوں شعر حافظ ہی کی طرز میں موجود ہیں۔

حافظ کے بعد کلیات محمد قلی میں انوری، خاقانی، نظامی، عنصری، ظہیر، محمود اور فیروز کے نام ملتے ہیں۔ افسوس ہے کہ محمد قلی کے طویل قصیدے اور مثنویاں دستیاب نہیں ہوئیں ورنہ یہ معلوم ہوتا کہ اس پر ایران کے کس

قصیدہ گو شاعر کا رنگ غالب ہے۔ اور مثنویوں میں اس نے کس کی تقلید کی ہے۔ البتہ ایک قصیدۂ بسنت میں اس نے اپنے شعر کو خاقانی کا شعر قرار دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید وہ خاقانی کے رنگ کو پسند کرتا تھا وہ کہتا ہے کہ ؎

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے تج کوں توں
معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

محمود اور فیروز گولکنڈہ ہی کے دو شاعر ہیں جن کا تذکرہ آئندہ آئیگا۔

ان شعرا کے کارناموں کے علاوہ محمد قلی نے فارسی بزمیہ مثنویوں کا بھی اپنے عشق و عاشقی کے سلسلہ میں مطالعہ کیا ہوگا کیونکہ شاہنامہ کے علاوہ وہ اکثر عشقیہ قصوں مثلاً لیلیٰ مجنوں، شیریں خسرو، یوسف زلیخا وغیرہ کا ذکر کرتا ہے اور یہ سب کلام اس نے علم حاصل کرنے کی خاطر نہیں پڑھا بلکہ اپنی شاعری کے شوق میں۔ اور شاعری کا یہ شوق محض عشق عاشقی کی خاطر تھا۔ کیونکہ وہ جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے اور اعتراف کرتا ہے کہ میں نے شعر گوئی میں جو کچھ ترقی کی یا شاعری میں کمال پیدا کیا وہ صرف اپنے معشوق کے حسن و خوبی کی تعریف و توصیف کرنے کے سلسلہ میں حاصل ہوا جنہوں نے مجھے شعر گوئی کی طرف راغب کیا اور چونکہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے زیادہ مہ جبینوں سے

سابقہ پڑتا تھا اس لئے شعر گوئی کے نئے نئے مہیجات اور اسباب پیدا ہوتے جاتے تھے۔ وہ خود کہتا ہے ؎

باتاں گہریاں نرملیاں واریا جو تیرے ناؤں پر
سو جائے کر اسمان پر ہر اک یچن تارا ہوا

تمہارے وصف کہنے تھے ہوا منج شعر نورانی
او شعراں کوں پڑیا سب شاعراں ہم عید ہم نوروز

ہوا سر تھے غزل کہنے ہوس اس پوتلی خاطر
رتن ہے شعر بوجھو جو ہریاں ہم عید ہم نوروز

لکھیا تج ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کا تب
تدھاں تھے شعر میرا سب ہوا ہے گوہر رنگیں

شعر معانی ان بندے موتی ہیں جگ میں حسن کے
ہر دل صدف موتی جمیا پ وار تیرے نام پر

یہ تو شاعری میں کمال حاصل کرنے کے اسباب تھے۔ اب وہ اپنی عشق عاشقی کا اثر اپنی شاعری پر ظاہر کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس کا درد دل اس کے اشعار میں بھی نمایاں رہتا ہے اگرچہ محبت کا میٹھا میٹھا درد عاشقوں کو اپنی جان سے

زیادہ عزیز ہوتا ہے لیکن بے صبری اور اضطراب بھی تو عشق ہی کی خصوصیتیں ہیں جن کی وجہ سے ہر گھڑی عاشق کے داغہائے سینہ پر نمک پاشی ہوتی رہتی ہے۔ تاہم عاشق کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنی زبان سے کوئی سخن تلخ نہ نکلے اسی وجہ سے اس کے کلام میں لوچ اور شیرینی پیدا ہونے لگتی ہے۔ عشقیہ شاعری کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی سادگی اور شیرینی ہی ہے۔ اور یہ دونوں خصوصیتیں محمد قلی کے کلام میں نمایاں ہیں وہ اپنی اس خصوصیت کا ذکر یوں کرتا ہے ؎

معانی کے باتاں تھے جھڑتا نمک — جے چاکھے کہے ہے نمک سوں شکر
سے — جو

معانی کنے بچن تے نچے تا بات — ویسے سب شعر میں میٹھائی افزوں
سے آگے — دیکھے

اے معانی سب کے بولاں دھرتے ہیں شکر و لیکن
بات تیری پھول نمنے اس نمک شکر خداداد
کی طرح

(۶)

تصوّف و عرفاں اور حافظ کا اثر

عشق عاشقی کے سلسلہ میں سلطان محمد قلی نے جہاں شاعری میں کمال حاصل کیا ساتھ ہی تصوف کا بھی چسکہ پیدا کر لیا۔ اس کی فطری آزادہ روی اور ظاہر پرستی کے تنفر نے اس کو واقعی ایک پختہ کار صوفی مشرب بنا دیا تھا۔ سمجھا جاتا ہے کہ عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو ہمارے خیال میں سلطان محمد قلی سب سے زیادہ عشق حقیقی کے مراتب حاصل کرنے کا مستحق تھا، کیونکہ اس کی ساری زندگی عشق مجازی کی رنگ رلیوں اور طے منازل میں گذری۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے بعض شعر واقعی صوفیانہ شاعری کی بہترین مثال کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں، اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کی صوفیانہ شاعری بجائے خود ایک جداگانہ مضمون کا موضوع بن سکتی ہے لیکن یہاں اس کے صرف چند ایسے اشعار کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں اس نے صاف صاف تصوف کے مضامین باندھے اور

اپنے صوفی صافی ہونے کا ادعا کیا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ میرے عشق مجازی کو دیکھ کر نقاش ازل نے مجھ پر رحم کیا۔ مجھے استاد نے ایک اور ہی تعلیم دی۔ اور میں نے کچھ دیکھ کر زنار باندھا ہے میرے دل میں جو درد ہے اس کو اغیار نہیں سمجھ سکتے۔ میں اپنے عشق حقیقی کو کب تک چھپاؤں جب کہ منصور سا عاشق بھی اس کو چھپا نہ سکا۔ اگرچہ تجھے ہر آنکھ نہیں دیکھ سکتی لیکن دیکھنے والوں کے لئے دنیا تیرے حسن کا ایک عکس نظر آتی ہے۔ اس دنیا کو حکما اپنے علم و فضل و حکمت کے زور سے نہیں سمجھ سکتے اس لئے اس کو سمجھنے کی کوشش کرنے کی بجائے پیا کے نام کا ترانۂ عشق گانا بہتر ہے۔ کیونکہ جو لوگ دنیا کی طرف سے توجہ ہٹا کر راست خدا کا راستہ پکڑتے ہیں وہی خوش قسمت ہیں۔ میں تیری خاطر سب مذہبوں کا بھیس اختیار کر کے دیکھتا ہوں کہ شاید تو کسی طرح میرا ہو جائے۔ کوئی مجھے قبلہ کا سچا راستہ نہیں دکھاتا اس لئے میں چاروں طرف قبلہ سمجھتا ہوں تیرے ہی لئے ہندو اور مسلمان سب کوشاں ہیں اگرچہ تیرا بازار گرم ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ تو کس طریقہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے عشق میں "جیت" حاصل کی ہے تو وہ خام ہے۔ عشق میں کامیابی کا اعلان کرنیکی جگہ

محبت میں پختگی حاصل کرنی چاہئے اور جو اپنے عشق کو کامل کر لیتا ہے وہی غنی ہے اور وہ دنیا میں کسی چیز کا محتاج نہیں رہتا کیونکہ وہ اصل تک پہنچ جاتا ہے۔ قطب شاہ نے نبی کے صدقے میں محبت کی تکمیل کر لی ... اسکو نسبت کی وجہ سے بقا کا پیالہ پینا نصیب ہوا۔ اب اس کو فنا نہیں۔ اس نے عشق و مستی کے عالم میں ایسی کتابیں لکھیں جن کی وجہ سے وہ زندۂ جاوید ہو گیا اور یہ کتابیں چونکہ عام عالموں کی کتابوں کی طرح نہیں ہیں اس لئے ان کی شرح کوئی نہیں لکھ سکیگا۔ اس قسم کے مضامین سے اس کا دیوان معمور ہے۔ ہم یہاں صرف چند اشعار جگہ جگہ سے نقل کرتے ہیں ؎

قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت
کیا منج پر کرم آخر دیا سوں ووا اول نقاش

معانی آس تمیں کیا بوجھیں اے میخوار | تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات مجاز
سکی کا حسن کیستا جذب مولود | اسی تے مج ہے مجذوباں سوں آنند
معانی کوں تمن غمزیاں تھی نیں ہوش | تجھے نجل صوفی بندا ہے نار کھو رنج
دیا استاد منج تعلیم کچھ ہور | نہیں کچھ دیکھ کر باندھی ہیں زنار
درد جانے حکیم خوب دانا | ہمار اور د کیا بوجھیں گے اغیار

عشق کے منارے اوپر جیو و دل سوں | معانی کہے بانگ اللہ اکبر

من فاش کیوں نا ہوں سکی تجہ عشق تھے دو جگ منے | منصور سا عاشق ہوا اگر سو تیرے دار فاش

وہتے ہیں کوئی بین تج توں سب مین تھے ہے چھپیا | تیرے سو نکلے حسن کا دستا ہے سنسار نقش

ذرے سکل جگ بھر رہیں تجہ عشق کیرے گو دہیں | تو نور تھے ذرہ معانی ظاہر ہے انوار سوں

معشوق ہور عاشق ہمیں مل کے دونوں ہیں | نا آدو تن من منے تیرا ہے رنگ بس

دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہرگز حکیماں علم سوں | گاو ترانہ عیش کا ہر دم پیا کے نام پر

دنیا کو ہیچ کر جے کوئی خدا کی بات پکڑے ہیں | او نوا فضل ہیں ریاں ہیں ان کا یے بدل طالع

سب منہ ہاں کی بھیس لے جاتا ہوا اس سوں ہیٹنے | دل دیتے ہیں ہے منج تو ولدار کیڑے ہور وش

قبلہ کا پیتھ نہ کوئی دکھاؤ پاج | منج کوں چوندھر نمازیہ یک قرار

تجھ دیکھکر بھولے ہیں سب کافر و مسلماں | نا جانوں دیتا کیا ہے اس کا ہی گرم بازار

جہاں تو واں ہوں میں پیارے منجے کیا کام کسی سوں | نہ بت خانہ کا منج پروا نہ مسجد کا خبر منجکوں

جنت ہو دوزخ ہور اعراف کچھ نہیں ہے مرے لیکھے | جدھر توں واں مرا جنت جدھر میں واں سقر منجکو

جنت کوں ہور دوزخ کوں سو مسجد بیت خانہ کیا | کسے نا جانوں ہیں معلوم ہیں کوئی تج بغیر منجکوں

معانی عشق جیتا ہوں کر نہ کہہ | جنے عشق جیتا کہے او ہے خام

جنے کامل کیا ہے پیم اپنا | غنی ہے دو جگت میں نیں وو محتاج

نبیؐ صدقے فت اَ جانے قطبؔ — محبت میں بقا پیالہ پیا ہے

عشق کی کتاباں کیے عشق سوں — قطبؔ شہ نبیؐ صدقے جاوید ہے

نہ لکھ سکیگا کئے شرح منج کتاباں کا — ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

ان متفرق اشعار کے علاوہ محمد قلی کی متعدد غزلیں بالجملہ صوفیانہ مضامین پر مشتمل ہیں۔ مثال کے طور پر اس کی غزل نمبر ۲۴ (صفحہ ۲۳۷) ملاحظہ کیجا سکتی ہے جس کا مقطع ہے :—

عشق سوں لیا غزل حضرت نبیؐ صدقے قطبؔ — صافی کے اوصاف میں کہے صوفی کی مشرب منجے

محمد قلی کے کلام میں تصوف کی چاشنی پیدا ہونے کا ایک اور سبب خواجہ حافظ شیرازی کا مطالعہ اس کی شاعری کی تقلید اور اردو ترجمہ کی کوشش ہے۔ محمد قلی کی شاعری پر سب سے زیادہ حافظ کا رنگ مسلط ہے۔ اس نے سیکڑوں غزلیں اسی رنگ میں لکھیں اور حافظ کی پچاسوں غزلوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اور یہ ترجمہ نہایت کامیاب سمجھا جا سکتا ہے، جب یہ خیال پیش نظر رہتا ہے کہ اس زمانہ میں اردو کو اتنی وسعت اور پختگی حاصل نہیں ہوی تھی جتنی اب ہے۔ لیکن یہ محمد قلی کی زبردست شاعرانہ قوت اور غیر معمولی موزونی طبع کی دلیل ہے کہ اس نے حافظ کے جملہ مشکل مضامین کو اردو میں

منتقل کر لیا۔ وہ حافظ کا پہلا مترجم ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حافظ کے رنگ کو جس خوبی سے اس نے اپنے کلام میں نبھایا ہے شاید ہی اردو کے کسی اور شاعر کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہو۔ آخر میں مثال کے طور پر ہم حافظ کی چار غزلیں اور ان کے ترجمے ایک دوسرے کے مقابل پیش کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ محمد قلی نے کتنے قدیم زمانہ میں کیسے کامیاب ترجمے کئے تھے۔

محمد قلی	حافظ
منگیا جو توبہ کے تیں صبح استخارہ کروں	بعزم توبہ سحر گفتم استخارہ کنم
ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چارہ کروں	بہار توبہ شکن می رسد چہ چارہ کنم
درست باکتا ہوں نہ جانے منجہ تے دیکھیا	سخن درست بگویم نمی توانم دید
شراب پیوں حریفاں و میں نظارہ کروں	کہ می خورند حریفان و من نظارہ کنم
سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں امید پھول مرے	ز روی دوست مرا چون گل مراد شکفت
وندے کے سر کوں پتھر پڑ پچھاڑ پارہ کروں	حوالہ سر دشمن بسنگ خارہ کنم
شراب خانہ کا مسکیں ہوں دیکھ مستی میں	گدای میکده ام لیک وقت مستی بین
کہ لاڑ انبر پہ کروں حکم تلے تارہ کروں	کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

محمد قلی	حافظ
جو منج میں نیاہیں پرہیزگاری کے کاماں	مرا کہ نیست رہ و رسم لقمہ پرہیزی
شرابخور کوں اہانت سوں کیوں اشارکروں	چرا مذمت رندِ شراب خوارہ کنم
پھولاں کے تخت پہ بسلاؤ میرے سلطاں کوں	بہ تختِ گل بنشانم تہی چو سلطانی
سنبل سمن کوں گلے ہانس کر سنگارہ کروں	ز سنبل و سمنش ساز طوق و یارہ کنم

(۲)

پھل بن رخ یار خوش نہ دیسے	گل بے رخِ یار خوش نباشد
بن مدھ کی جھاڑ خوش نہ دیسے	بے بادہ بہار خوش نباشد
گشت چمن و ہوائے کلیاں	طرف چمن و طواف بستاں
بن پیالہ کنار خوش نہ دیسے	بے لالہ عذار خوش نباشد
ناچے و ناسرو اب سو حالت	رقصیدن سرو و حالت گل
بن نادھ ہزار خوش نہ دیسے	بے صوتِ ہزار خوش نباشد
مو یار شکر لب و چنپا رنگ	با یارِ شکر لب گل اندام
بن چمن یار خوش نہ دیسے	بے بوس و کنار خوش نباشد

حافظ

(۳)

یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور
کلبۂ احزاں شود روزی گلستاں غم مخور

اے دل غم دیدہ حالت بہ شود دل بد مکن
ویں سر شوریدہ باز آید بساماں غم مخور

گر بہار عمر باشد باز بر تخت چمن
چتر گل بر سر کشی اے مرغ شب خواں غم مخور

ہاں مشو نومید چوں واقف نہ از سر غیب
باشد اندر پردہ بازیہائی پنہاں غم مخور

در بیاباں گر ز شوق کعبہ خواہی زد قدم
سرزنش ہا گر کند خار مغیلاں غم مخور

اے دل ار سیل فنا بنیاد ہستی بر کند
چوں ترا نوح است کشتی باں ز طوفاں غم مخور

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید

محمد قلی

یوسف گم سو پھر آ گا اب بہ کنعاں غم نہ کھا
گھر ترا امید کا ہوگا گلستاں غم نہ کھا

اے ہیا نیہ دکھ دکھیا سو خوب ہوگا حال تجھ
من (دل) کا چنتا ہویگا پھر آ کہ جاناں غم نہ کھا

جم بہار عمر تج ہے پھر کہ آ گا باغ میں
چتر پھل کا کھلک رنگیں مرغ خوشخواں غم نہ کھا

ہاں تو ناامید نا ہو کوئی نہ جانے سر غیب
کیا اچھیگا پردہ او جھل کھیل تیلیاں غم نہ کھا

او جنگل میں شوق سوں اب کعبہ خاطر رکھ قدم
تج اگر بولیں چبیں کانٹے مغیلاں غم نہ کھا

اے ہیا یو جاں تھی ناڈر من کا بھاتا ہویگا
تو تجھے ہی نوح کشتی بان طوفاں غم نہ کھا

باٹ تیرا دور اگر ہے عشق پنتھ (راہ) دکھلائیگا

حافظ

ہیچ راہی نیست کاں را نیست پایاں غم مخور
حال ما در فرقت جاناں و ابرام رقیب
جملہ می داند خدائے حال گرداں غم مخور
حافظا در کنج فقر و خلوت شبہائے تار
تا بود وردت دعا و درس قرآں غم مخور

محمد قلی

شاہِ رایاں توں ہی رایاں میں رایا غم نہ کھا
حال میرا دوری ناداں ہور کوپ رقیب
سب تو بوجھیا ہے خدا ہو شاہ مرداں غم نہ کھا
قطب شہ اس کنج فکر و خلوت دینی منے
تا اچھے وردِ دعا و درس قرآں غم نہ کھا

(۴)
(دو نسخے)

حافظ

آنکس کہ بدست جام دارد
سلطانی جم مدام دارد
آبی کہ خضر حیات ازو یافت
در میکدہ جو کہ جام دارد
بر سینۂ ریش دردمنداں
لعلت نمکی تمام دارد

محمد قلی

جے کوکہ ہتیلی جام لیتا
سلطانی جسم مدام لیتا
پانی کہ خضر حیات پایا
مد گھر تھے.... جام لیتا
مو سینۂ داغ درد دوکھوں
رو پوں نمکی تمام لیتا

محمد قلی

جے کوکہ ہتا میں جام لئے
سلطانی جم مدام کی ئے
پانی کہ خضر حیات پایا
مد گھر تھے تنک سو جام پی ئے
مو سینۂ داغ درد دوکھوں
تج مکھ نمکی تمام دی ئے

حافظ

بیرون ز لب تو ساقیا نیست
در دور کسے کہ کام دارد
نرگس ہمہ شیوہ ہائے مستی
از چشم خوش تو وام دارد
ذکر رخ و زلف تو دلم را
وردیست کہ صبح و شام دارد
در چاہ ذقن چو حافظ اے جاں
حسن تو دو صد غلام دارد

محمد قلی

باہر تو او ہر تھے ساقیا تا
اس دور کنے کہ کام لیتا
لو بین ترے شیوہائے مستی
او دِشٹ چنچل تے دام لیتا
ذکر مکھ و زلف تج ہمن دل
یو جن سو صبح و شام لیتا
او چاہ ٹھڈی معانی کی جان
تو حسن دو سو غلام لیتا

محمد قلی

باہر تو او بہ تے ساقیا تا
اس دور منے کو کام جی نے
لوچن ترے شیوہائے مستی
او دِشٹ چنچل تے وام لی ئے
ذکر مکھ و زلف تج ہمن دل
یو جن تھے صبح و شام جی ئے
او چاہ ٹھڈی معانی کی جان
تو حسن دو سو غلام کی ئے

(۷)

کمالِ سُخن اور شاعرانہ تعلّی

موزونی طبع، قوت مشاہدہ، بلندی تخیل، اور مسلسل مشق، وہ خوبیاں ہیں جو کسی شاعر کو عروجِ کمال تک پہنچانے کی ضامن ہوتی ہیں۔ اور خوش قسمتی سے محمد قلی میں یہ سب اور ان سے زیادہ خوبیاں جمع ہو گئی تھیں۔ اس کا دربار بڑے بڑے شاعروں سے معمور تھا۔ اس میں مشاہدہ اور تخیّل کی کمی نہ تھی اور ان سب سے بڑھکر عیش و عشرت کی زندگی نے اس کی شاعری کے پروان چڑھنے میں مدد دی مے و معشوق کے ساتھ نغمہ بھی ضروری ہے اور اسی نغمہ کی خاطر اس نے بہت سی نظمیں اور غزلیں لکھ ڈالیں۔ اس کے اشعار میں اس امر کے صاف صاف اشارے موجود ہیں کہ اس کا کلام اس کے دربار اور حرم سراؤں میں شوق سے گایا جاتا تھا۔ اور اس کے درباری شاعروں اور صاحب ذوق امیروں کے علاوہ، رقاصانِ بزم اور مہ جبینانِ حرم بھی اس کو خوش کرنے اور اس کے فیضان سے لطف اندوز ہونے کی خاطر اس کا کلام دست بدست

لکھ لیتے اور گاتے رہتے تھے۔ شاعر اسی کے کلام کا دم بھرتے اور اس کی تقلید میں یا اُسی کی زمینوں میں غزلیں لکھنے کی کوشش کرتے۔ یہ سب امور خود اس کے اشعار سے ظاہر ہوتے ہیں جو آئندہ صفحہ پر پیش کئے جا رہے ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر ضروری تھا کہ وہ روز کچھ نہ کچھ کہتا۔ ضرورت ہمیشہ ایجاد کا باعث رہی ہے۔ اور محمد قلی نے اپنے ماحول کو اپنے کلام کا اتنا حاجت مند بنا دیا تھا کہ اس کو ہر روز شعر و سخن سے دلچسپی لینا پڑتا۔ وہ ایک شعر میں کہتا ہے کہ

قطب شہ ہر روز اُسی طرح بے تکلف شعر کہتا ہے جس طرح دریا میں روز موجیں اٹھتی ہیں لیکن نہ تو دریا کی روانی میں فرق آتا ہے اور نہ موجوں کا طوفان کم ہوتا ہے۔ اس کا شعر ہے ؎

صدقے نبیؐ قطب شہ یوں شعر بولے ہر دن
دریا کو روز جوں ہے موجاں کا طلوع

اس روزانہ کی مسلسل مشق نے اگر محمد قلی کو ایک بلند پایہ شاعر بنا دیا تو کون تعجب کی بات ہے۔ یہ تو اردو زبان کی خوش قسمتی تھی کہ محمد قلی جیسا بادشاہ اسکی سرپرستی میں رات اور دن منہمک ہو گیا۔

اس کے کلام میں شیرینی اور سادگی پیدا ہو جانے کا سبب پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ یہی شیرینی اور سادگی اس کی مقبولیت عامہ کا بہت بڑا باعث تھی۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ محض بادشاہ ہونے کی وجہ سے اس کے زمانہ کے لوگوں نے اس کے کلام کی غیر معمولی قدر و منزلت کی۔ اسلوب کی فطری شیرینی کے علاوہ ایک اور سبب اس کی شاعری کی مقبولیت کا خود محمد قلی کی نظر میں موجود تھا اور وہ مذہبی موضوعوں پر شعر لکھنا ہے۔ عشق عاشقی کے بعض نہایت عریاں مضامین کے ساتھ صوفیانہ مسائل کی ترجمانی اور خاص کر نبیؐ و آلِ نبیؐ کی مدحت و منقبت میں محمد قلی نے جو کمال حاصل کیا ہے وہ اردو شاعروں میں اسی کے لئے مخصوص ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ وہ کس طرح ہر رنگ میں اعلیٰ درجہ کی شاعری کر سکتا تھا۔ اس کی معاملہ بندی دیکھنے کے بعد یہ خیال تک نہیں پیدا ہوتا کہ ایسا رند مشرب اور بے باک آزادہ رو شاعر بیسیوں پاک مذہبی نظمیں بھی لکھ سکے گا اور بزرگوں کی مدح سرائی کے وقت اتنا محتاط اور جوشِ عقیدت سے لبریز ہو جائے گا۔ اس خوبی کی وجہ سے بھی اس کی شاعری کو غیر معمولی مقبولیت اور وسعت حاصل ہو گئی اور خود اس کو بھی اس اہمیت کا احساس ہے ؎

سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کی کہتا ہے قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست
(تب ہی)

شعر تیرا معانی صدقے نبیؐ کہ لیتے ہاتے ہات کانے پلات

صدقے نبیؐ قطب زباں عیسیٰ نمن بولے بچن چوندھر تمھے جیون بداعالم اپر چھپا دیا بعث

نبی صدقے کہا ہے قطب معبث کا غزل روشن
کہ اسکی تازگی ہور روشنی تھے ہے جہاں روشن

شاعراں پڑتے معانی شعر لیکر شعر حضرت مدح پر پڑتا ہوں

محمد صدقے قطبا کی غزل سورج کی پوری سن
سکیاں ستیاں ہویاں یو جو شرابا پی غیوراں کے

سبھی راگاں محمد قطب شہ کوں جم نہا تھے نبی دولت شعر میرا شکر تمنے چکانی ہے

محمد قلی بھی اکثر باکمالوں کی طرح اپنے کمال کی قدر و منزلت چاہتا ہے لیکن وہ خود بادشاہ تھا اور دوسرے باکمالوں کی قدر و منزلت کرتا تھا اسلئے وہ اپنی قدر و منزلت میں زر و جواہر کی جگہ سچی تعریف و تنقید مانگتا ہے۔ وہ اپنے کلام کے سچے خریداروں کا خواہشمند ہے اور کہتا ہے کہ دو کھڑے موتیوں سے میرا ایک دُر دانہ زیادہ قیمتی ہے۔ اس کی قدر و قیمت معمولی شاعر اور سخن فہم نہیں کر سکتے۔ اگرچہ وہ ایک بڑا بادشاہ تھا لیکن شاعر بھی بہت بڑا تھا اس لئے بادشاہت اس کو شاعرانہ فخر و تعلی سے محروم نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے اپنی

نزاکتِ بیانی، جدت آفرینی، جودتِ طبع، اور استادی و صاحب کمالی کا اکثر شعروں میں دعویٰ کیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا دعویٰ بہت کچھ حق بجانب بھی تھا۔ اس قبیل کے چند شعر یہ ہیں ؎

رتن قطبا کے مین نرمول نہیں کس شہر میں مول اس ۔۔۔ لیکر آووں جو بکھرا ہوے اس کا شہر حیدر میں

معانی کے پرکھنے پر ہنساں کیا کام کرتے ہیں ۔۔۔ نکو لیاؤ و گھڑوں موتی۔ مو یک دردانہ ہے یا عث

شعر تیرا در و گوہر ہے معانی سب میں ۔۔۔ شعر حافظ کے سراو پر اہے تاج پرویز

نبی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھے ثریا سے ۔۔۔ فلک پر یو غزل سن سن کیے ہو وے مشتری بیہوش

باتاں کی یے نزاکت بن شاعراں نہ بوجھیں ۔۔۔ دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع

قطب شہ نبی صدقے آپی کیا ہے ۔۔۔ نوا (نیا) طرح جگ مین بچن کوں مرصع

نبی صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں سب بازی

اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لے (کئی) بحوراں میں

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں (سے) ۔۔۔ بخشیا فصیح شعر معانی کے تیں خدا

یہ واقعہ ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے اُردو شاعری کو بالکل نئی طرح سے مرصع کر دیا ہے اس سے قبل زیادہ تر مذہبی نظمیں لکھی جاتی تھیں۔ اُس نے ہر قسم کے موضوعوں پر پوری قدرت کے ساتھ طبع آزمائی کی اور اردو شاعروں کے لئے

نئے نئے میدانِ عمل پیدا کر گیا۔ ابھی ایک شعر میں اس نے اپنے اشعار کو حافظ کے اشعار پر ترجیح دی ہے لیکن وہ اس پر قانع نہیں ہے۔ وہ آگے بڑھ کر عام دعویٰ استادی کرتا ہے اور خود کو نہ صرف اپنے زمانہ کے شاعروں کا استاد بلکہ خاقانی و نظامی کا بھی استاد سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

قطبِ زماں سب شاعراں کا شعر میں شاگرد ہے   صدقے نبی باندیا کر جیوں لشکریاں میں لشکری

خاقانی و نظامی کا (جس طرح) قطب شہ ہے شاگرد[1]

شہناے کی کہانیاں ہر تھے سناتی منجکوں

ایک قصیدے میں اس نے خود کو (پھرے) اپنے زمانہ کا انوری (بھی) قرار دیا ہے اور مختلف جگہوں پر اپنے زمانہ کا شاعر یعنے شاعرِ دوراں لکھا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا سچا شاعر تھا۔ کیونکہ اس نے اپنے عہد کی حقیقی صحیح اور کامل ترجمانی کی ہے اس دور کے کسی شاعر نے نہیں کی۔

---

[1] شاگرد کے لفظی معنی شاہ کے گرد رہنے والے۔ اس لفظ سے استاد کا مفہوم لیا جاتا تھا۔

(۸)

عیش و عشرت کی فراوانی

سلاطین قطب شاہیہ میں محمد قلی قطب شاہ ہی ایک ایسا بادشاہ ہے جس کا زمانہ زیادہ سے زیادہ امن و امان اور راحت و آرام سے گذرا۔ اور جس نے اپنی تمام زندگی عیش و عشرت اور بہجت و کامرانی میں گذار دی مغل مورخوں نے قطب شاہیوں کے آخری یادگار ابوالحسن تاناشاہ کو بدنام کرنے اور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی فتوحات کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے تاناشاہ کو بڑا عیاش اور رند بدمست مشہور کر رکھا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ سلطان محمد قلی کو عیاشی کے جو موقعے حاصل ہوئے تاناشاہ کو ان کا عشرِ عشیر بھی نصیب نہ ہو سکتا تھا۔

محمد قلی نے بچپن سے محل کے ناز و نعم میں پرورش پائی اور اگر وہ بھاگ متی والا قصہ صحیح ہے (جس کی رو سے بھاگ متی کی خاطر اس نے زبردست طغیانی

کے باوجود رود موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا اور بعد کو اس جرأت کی پاداش میں محل سرا میں نظر بند کر دیا گیا اور وہاں ملک ملک کی حسین دوشیزاؤں کو اس کے ساتھ چھوڑ دیا گیا تاکہ اس کا دل بہلائیں اور رقاصہ چھلم کا خیال اس کے دل سے دور کر دیں) تو ظاہر ہے کہ عنفوان شباب کے ساتھ ہی وہ مہ جبینوں کے ماحول میں رہنے لگا جن میں سے ہر ایک اس پر جان و دل فدا کرنے تیار تھی۔

اس حسین و رنگین ماحول کے ثبوت خود محمد قلی کے کلام سے بھی دستیاب ہوتے ہیں۔ ہر تقریب میں اس کے اطراف خوبرویوں کا جمگھٹا رہتا اور رمضان اور محرم کے مہینوں کے سوا اس کی زندگی کے بہت کم لمحے ایسے ہوں گے جب شاہد و شراب و نغمہ اس سے دور رہتے ہوں۔ اتنا ضرور ہے کہ رمضان اور محرم میں وہ شراب قطعاً ترک کر دیتا تھا اور عیش و عشرت چھوڑ کر ایسا زاہد مرتاض اور متقی و پرہیزگار بن جاتا تھا کہ اس کے رند شاہد باز ہونے پر شائبہ شبہ ہونے لگتا۔ یہ اس کی طبیعت کا استقلال اور تربیت کی خوبی تھی۔

بھاگ متی کے متعلق تفصیل سے آئندہ لکھا جائے گا لیکن اس کے علاوہ سلطان محمد قلی کی بیسیوں اور معشوقائیں تھیں جن میں سے حسب ذیل کے نام یا عرف اس کے کلیات میں بار بار دستیاب ہوتے ہیں :-

(۱) ننھی (۲) ساولی (۳) کونلی (۴) پیاری (۵) گوری (۶) چھبیلی (۷) لالا (۸) لالن (۹) موہن (۱۰) محبوب (۱۱) بلقیس زمانی (۱۲) حاتم (۱۳) ہندی چھوری (۱۴) پدمنی (۱۵) سندر (۱۶) سجن (۱۷) رنگیلی (۱۸) مشتری (۱۹) حیدر محل۔

ان بیسیوں مہ جبینوں میں بارہ ایسی ہیں جو خاص طور پر اس کی منظورِ نظر تھیں۔ کیونکہ محمد قلی بارہ اماموں کی رعایت سے ہر چیز میں بارہ کے عدد کا لحاظ رکھتا تھا چنانچہ جب اس نے حیدر آباد کے جانبِ جنوب کی خوش منظر پہاڑی پر (جہاں اب قصر فلک نما واقع ہے) ایک عالی شان قصر "محل کوہ طور" کی تعمیر کی تو اس میں انہی دوازدہ ائمہ معصومین کی رعایت سے بارہ بُرج بنائے تھے چنانچہ اس محل سے متعلق اس نے ایک نظم بھی لکھی ہے جس میں ان برجوں کا ذکر اس طرح کرتا ہے :۔

"چونکہ ان بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظر عنایت ہے اسی لئے ان پر ایمان کی تجلی جھلکتی رہتی ہے۔"

اس کا شعر ہے ؎

بارہ بروج پر ہے بارہ امام دِٹھی نظر   تو اس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا

بارہ پیاریوں کی تخصیص کے متعلق بھی اس کے کلام سے مستند شہادت ملتی ہے۔

شہر حیدرآباد کی تعمیر کے وقت محمد قلی نے کئی عالیشان قصر تعمیر کیے تھے اور خاص کر اپنے لئے ایک رفیع الشان محل بنوایا تھا جس کا نام خداداد محل رکھا تھا۔ اس محل کی آرائش و زیبائش کے متعلق اس کی ایک نظم اسکے کلیات میں موجود ہے (دیکھو صفحہ ۲۱۱) اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس محل میں آکر رہا تو اپنے ساتھ صرف اُن بارہ پیاریوں کو لے آیا تھا جو اس وقت اُس کی منظورِ نظر تھیں۔ اس نظم کا ایک شعر ہے ؎

نبیؐ صدقے بارا اماماں کرم تھے   کرو عیش جم بارہ پیاریاں سوں پیارے
(تھے = سے، سوں = کے ساتھ)

اسی طرح عید میلاد النبی کی ایک نظم (دیکھو صفحہ ۳۹) میں بھی اس نے ان بارہ مہ جبینوں کا پھر بارہ اماموں ہی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

مُبارک منج اچھو یو عید ہور مولود پیغمبر   ملے ہیں قطب سوں بارہ اماماں ہور نگاراں خوش
(ہور = اور، سوں = سے)

ان بارہ پیاریوں میں سے چند کی خصوصیتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے ننھی قابل ذکر ہے۔ اس کی تعریف میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں اور اکثر نظموں اور غزلوں میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ :—

ننھی کی جیسی حسین تو آسمانوں میں بھی نہیں۔ سرو اس کے قد کے مقابل
کبھی نہیں آسکتا۔ اس نے مدن پھول کے رنگ کی ساڑی باندھی ہے جس کے
کنارے عجیب وغریب موتی ٹنکے ہوئے ہیں۔ اس کی یاد کی مستی قطب شہ
کو چڑھی ہوئی ہے اور وہ اس کو ریجھانے کی خاطر دو تارے پر عجیب تان
بجاتا ہے۔

ایک دوسری نظم میں کہتا ہے :—

اے سکھیو! میں ننھی کے پریم میں موتی بکھیر رہا ہوں، تم سمیٹ کر ان کو
خوشی سے گوندھو۔ ننھی میرے ساتھ عشق کا داؤ کھیلتی ہے اور اپنے
چاند سے چہرے پر نئی بہار دکھاتی ہے۔ اے ننھی میں تیرے جسم کی خوشبو
کا ذکر کروں یا تیرے راز کی کہانی بیان کروں۔ کیونکہ تیری خوشبو کی
مہکاٹ عاشق کی روح کو مہکا دیتی ہے، خوشبو تیرے جسم سے اسی طرح مہکتی
ہے جیسے سانت کی بارش سے مہکتی ہو۔ تیری آنکھوں کی چمک میں کاجل
بہت سہانا نظر آتا ہے اور یہ تو اس لئے لگاتی ہے کہ رقیبوں کے منتر
تجھ پر کام نہ کریں۔

ایک نظم میں ننھی کے ہنستے کھیلتے اور ڈولتے ہوئے پیالہ پلانے کا ذکر کیا ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ وہ بڑی ہنس مکھ ظریف اور حاضر جواب تھی۔ وہ شراب کی صراحی ہاتھ میں لینے یا قطب شہ کو پیالہ بھر بھر کر دینے کو پسند نہیں کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ قطب شاہ زیادہ شراب نہ پیئے اس لئے طرح طرح سے ٹالتی رہتی تھی۔ اس کا ذکر سالگرہ کی ایک نظم میں بھی کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۵۰) یہ تو بعد کے اوصاف تھے ابتدا میں ننھی کی کیا حالت تھی اور بادشاہ نے اُس کو ننھی کا لقب کیوں دیا تھا۔ اس کا علم اُن دو نظموں سے ہوتا ہے جو صفحات ۲۲۸ تا ۲۲۱ میں درج ہیں جنمیں وہ کہتا ہے کہ :-

اے نازک ننھی تو ابھی محبت سے ناواقف ہے۔ تیری آنکھیں کاجل کی وجہ سے چمکتی ہیں لیکن تو نہیں جانتی کہ یہ کیا جادو جگا رہی ہیں تیرا دل عشق و عاشقی کی طرف بھی مائل نہیں نہ تو شیشہ و پیالہ میں شراب بھرتی ہے اور نہ میری عرض مانتی ہے۔ لیکن مجھے تجھ سے آس ہے۔ اگرچہ تو دل لگانے کے طریقوں سے ناواقف ہے لیکن میرا معشوق تو ہے۔ تجھے اپنے بچپن کے کھیلوں کا مول نہیں معلوم نہ یہ جانتی ہے کہ تیرے ہونٹوں میں آبِ حیات ہے۔ اس لئے تو منہ سے صاف صاف بات نہیں کرتی سچ تو یہ ہے کہ تجھے ابھی اپنی قیمت معلوم نہیں۔ تجھے چاہیئے کہ قطب زماں کو

جانے، محبت کی باتوں کو پہچانے اور عشق کی سیوا کرے تو کب تک
اِسی طرح اپنے کو کھینچتی رہے گی۔

ایک اور نظم میں محمد قلی نے ننھی کے متعلق لکھا ہے کہ :۔

جب چمن میں ننھی محوِ خرام ہوتی ہے تو شرم کے مارے آنچل ڈال لیتی ہے۔ معلوم نہیں کہ اس ننھی ڈالی پر ابھی سے شباب کے پھل کیوں لگ گئے! جب وہ غصہ یا ناز سے خط سرمہ کے اشارہ سے بات کرتی ہے اور اس کے ہونٹ عرق آلود ہو جاتے ہیں تو دل چاہتا ہے کہ اس کو لگن دیکھوں میری محبت کے نونہالوں میں سے ایک کو اچھے پھل رتن لگے ہیں۔ اے خدا وہ میرے باغ کا ایک سرو ہے اس کی حفاظت کر۔ اس کی بہشتی خوشبو سے جگ کے تمام پھول کھلتے ہیں۔ اس کی خوشبو خطا اور ختن بھی نہیں پا سکتے اے ننھی تیرے چہرے سے سب خوبرویوں کو روشنی ملی۔ تیرے چہرے کو زیور و جواہر کی کیا ضرورت! جب تو چاندنی میں نکلتی ہے تو چاند چھپ جاتا ہے اور تارے آسمان پر سے تجھ پر نثار ہونے کے لئے آتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ تو کیسے نور سے پیدا ہوئی ہے۔ سب پرند تیری چکاچوند روشنی کے لئے اپنا اپنا وطن چھوڑ آئے ہیں۔ تو غصہ سے کیوں میری طرف

بھوں کی کمان چڑھا کر دیکھتی ہے۔ تجھے تو چاہیے کہ ناز و غمزے کے ساتھ مجھے اپنے ہونٹوں کا بوسہ دے۔

کلیات میں تنمی کے بعد سانولی کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔ اس کے متعلق محمد قلی نے لکھا ہے کہ:۔

میری سانولی من کی پیاری نظر آتی ہے کیونکہ وہ رنگ، روپ میں بالکل کونلی عورت ہے۔ سب سہیلیوں میں اس کا قد ایسا بالا ہے کہ معلوم ہوتا ہے سروکو اُس پر سے نثار کر دیا گیا ہے۔ جب وہ سکھیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلتی ہے تو اس کے چہرہ کی روشنی میں چاند ذلیل و خوار نظر آتا ہے۔ کوئل اسکے بولوں کے مقابلے میں ہاری ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کی اچھی چال سب کے دل کو بھاتی ہے اور وہ اپنی ساتھیوں میں ایک نادر پھول نظر آتی ہے۔ اگرچہ سکھیوں نے اپنے چہرہ کو طرح طرح سے غازہ لگایا اور اپنے جسم کو رنگین بنایا لیکن اس کے قدرتی رنگ کی بات کسی عورت میں نہیں آتی۔

دوسری نظم میں لکھا ہے:۔

سانولی پیاری نے اپنے سبز رنگ میں نزاکت دکھا کر ہمارے دل کو موہ لیا

اس کے ہونٹوں پر پان کی رنگیلی دھڑی ایسی سہانی معلوم ہوتی ہے کہ دنیا کی تمام رنگیلیاں اس پر ریجھ جاتی ہیں۔ جب وہ ہنستی ہے تو اس کے کنول جیسے منہ سے موتی جھڑتے ہیں اور ان موتیوں سے عالم چمکنے لگتا ہے۔

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ:۔۔۔

جب سے اے سانولی تجھ پر نظر ہے ہوش و حواس گم ہیں اور بےخبر ہو گیا ہوں۔ جب تو اپنی شوخ آنکھوں سے ناز و غمزہ کرتی ہے تو میرا رواں رواں اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔ جب تو ناز سے ہنستی ہے تو تیرے دانتوں کی چمک چاند کی طرح جھلکتی ہے۔ تیرا سرو جیسا قد جب محوخرام ہوتا ہے تو تیرے بالوں کا لمبا جوڑا چنور کا کام کرنے لگتا ہے۔ جب تو لباس پہن کر صحن میں نکل آتی ہے تو تیرے چمکدار کپڑوں سے آسمان روشن ہو جاتا ہے۔ جب تو موتی کے رنگ کی نیم تنی پہنتی ہے تو مجھے ایک بہشتی حور نظر آتی ہے۔ قطب شہ تیری نزاکت سے ناواقف نہیں۔

سانولی کے بعد محمد قلی کونلی کی تعریف میں رطب اللساں ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

کونلی اپنے ہاتھ میں پیالہ لے کر کھڑی ہے اور اتنی دُبلی پتلی ہے کہ

ہوا سے ہل رہی ہے۔ وہ بالوں میں پھول جماتی ہے اور چوٹی میں دونا و بالا باندھتی ہے اپنے کونلائے ہوئے چہرہ پر وہ اپنی بھوؤں کو اس طرح چڑھاتی ہے کہ نورانی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اگرچہ بظاہر شرم وناز سے کھنچی کھچاتی کھڑی ہے لیکن آنچل کے اندر سے اپنی آنکھوں کی چنچل پتلیوں کو نچا رہی ہے۔ اس کے جسم کے رنگ سے نور تن کو روشنی ملی ہے۔ اور اس کے گلے میں چاند سورج کے حمائل بنا کر ڈالے گئے ہیں۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

اے کونلی تیرا قد دیکھ کر چمن کے سرو اشارے کرنے لگتے ہیں تیرا قد باغ فردوس کے لئے بھی باعث زینت ہے۔ میں نے اپنی پلکوں کو تکیے بنا کر رکھا ہے تاکہ اے ہندی پتلی تو میری آنکھ میں آکر آرام کرے تیرے دونوں ہونٹ ایسے رنگیلے ہیں کہ یاقوت نے ان سے رنگ مانگا اور عقیقوں نے یمن میں ان سے بھیک لی۔ تیری باریک کمر کے عشق میں میں بال کی طرح باریک ہو گیا ہوں۔ یہ اتنی باریک ہے کہ پیرہن کا کوئی تار اتنا باریک نہ ہوگا۔ دکھن کی اس کونلی سکھی کو دیکھ کر میری جتنی کالی اور گوری سہیلیاں تھیں، میں اُن سب کو بھول گیا۔

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

اے اچھی پیاری جب تو نظر بازی کرنے کے لئے آنکھ سے آنکھ ملا کر کھڑی ہوتی ہے تو میرے لئے نظر ٹکانا دشوار ہوجاتا ہے۔ تو کندنی رنگ کی ایک پُتلی ہے۔ جس کا روپ کونلا ہے۔ تیری گلابی آنکھوں میں سمندر موجیں مارتا رہتا ہے۔ اور تیرے سورج سے گالوں میں دانت نورتن کی طرح جڑے ہوئے ہیں، تو بالے بال رنگا رنگ اور چنچل ہے۔ خوبرویوں پر راج کرنا تجھے سجتا ہے، اے گلابی آنکھ والی سہیلی تو میرے دل کی پیاری ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

یہ شگفتہ چنچل پھر میرے یہاں سبز آنچل اوڑھے اور پھولوں کی کلغی لگائی ہوئی آئی۔ اس کی الھڑ چال سے شراب کا خمار اور آنکھوں میں رنگ کے ڈورے نظر آرہے ہیں۔ اس حسین کی محبت اور اس کے پاؤں کی جھنکار دل کے لئے امید، تن کے لئے عیش اور کان کے لئے ذوق کا باعث ہے۔ وہ گالی دیتی ہے اور دکھ سے کاری ہو کر گھات کرتی اور لاکھ خوشامد اور لوچ سے دروازے میں میرے آڑے آتی ہے۔ یہ سب میں ہوشیار عورت ہے، کیونکہ بھید کو جانتی، عشق کو پہچانتی اور

اپنے گھر میں تخت پر بیٹھتی ہے۔

پیاری بھی محمد قلی کی نہایت چہیتی تھی۔ لیکن وہ اپنے حسن و نزاکت پر اتنی مغرور تھی کہ ہمیشہ محمد قلی کو ترساتی اور ستاتی رہتی تھی اور وہ ہمیشہ اس کو منانے کی فکر میں رہتا۔ چنانچہ کہتا ہے کہ :—

اے سکھیو تم آج جا کر پیاری کو سمجھا منا کر لے آؤ کیونکہ تمام عشوہ طرازوں کا تاج اُسی کے سر سجتا ہے۔ اس سے کہو کہ قطب شہ نے اپنے مکان کو بہت ہی زیبائش و آرائش سے سنوارا ہے لیکن تیرے بغیر گذارنا مشکل ہے اگر تجھے عشق ستاتا ہے تو آ اور دیوانہ بنا لے کیونکہ یہاں تیرا ہی راج ہے۔ تیرا لباس حسن ایسا عجیب ہے کہ اس کے ساتھ یہ عشوے تجھے زیب دیتے ہیں۔ تو اپنے روپ کی وجہ سے شاہ خوباں ہے اس لئے سب تجھے خراجِ عشق ادا کرتے ہیں۔ جس وقت میں تیرے چہرہ کا نور دیکھتا ہوں تو وہ ایک لمحہ میرے لئے سو برس کی عشرت کے برابر ہے۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :—

اے پیاری تو مجھ سے غرور نہ کر۔ جب یہ جوانی چلی جائے گی تو خمیدہ

1564

ہو جائے گی۔ یقین جان کہ یہ بات دنیا میں مشہور ہے کہ ٹوٹے ہوئے موتی کا مول کم ہو جاتا ہے۔ جوانی اور جوبن اسی لئے ہے کہ اپنے سائیں کیلئے باعث عیش ہو۔ تو اپنے دل میں سائیں کی محبت قائم رکھ کیونکہ تیری ہی وجہ سے اس کا عیش ہے۔ جب تو عشوہ وناز کے ساتھ نکھار کر کے آتی ہے تو تیرے چہرے پر پسینہ کی بوندیں اسی طرح بھلی معلوم ہوتی ہیں جس طرح پھول پر شبنم۔ تو اپنی شراب حسن سے سکیوں کو فیض یاب کرتی ہے اور تمام خوبرویوں میں اپنا علم سرفرازی بلند رکھتی ہے۔

دوسری نظم میں یوں لکھا ہے:۔

اے پیاری تیرے بچھڑنے کی وجہ سے مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی تجھے قدرت نے ایسا اچھا گھڑا ہے کہ تیرے بغیر مجھے ایک گھڑی بھی محبت نہیں بھاتی۔ جو دل سے تیرا عاشق ہے اس کو رات اور دن کچھ بھی سجائی نہیں دیتا۔ تیری یاد کچھ اس طرح لگی ہوئی ہے کہ پھر کچھ بھی یاد نہیں آتا۔ تیرے بیمارِ محبت کا علاج لقمان بھی نہیں کر سکتا۔ جب تک تو اپنے ہونٹوں کا شربت نہ چکائے گی تیرے عاشق کو کیونکر صحت ہوگی؟ یہ سچ ہے کہ تیرے ساتھ ایک رات رہنا میرے لئے سو راتوں کے برابر ہے۔ تو ہی کہہ جب تو

مجھے اپنے سیج پر نہ بلائے تو میں پھر کس کے سیج پر رہوں۔ تیری اس وقت کی آگ میں میرا دل موم کی بتی کی طرح پگھل رہا ہے۔ لیکن تو مصری کی طرح سخت اور گھٹ ہے اور خود کو ذرا بھی نہیں پگھلاتی۔

تیری رفتار، تیری گفتار، تیرے تیور طرح طرح کے ہیں۔ تو جو کچھ برا بھلا کہنا چاہتی ہے کہہ لے لیکن مجھے ناامید نہ کر۔ تجھ کو خدا نے اتنی قدرت دی ہے کہ تو قطب شاہ کو سمجھا لے سکتی ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے :-

اے پیاری تیرا بول مجھے مارے ڈالتا ہے۔ تیری ہر بات مجھے کٹاری نظر آتی ہے۔ تیری چوٹی ناگ کی طرح ہے، جس کا زہر کڑوا ہوتا ہے۔ تو کھیلتے وقت اپنی اس ناگ جیسی چوٹی کی وجہ سے سچ مچ سنپیرا معلوم ہوتی ہے۔ میں بھنورے کی طرح تیرے اطراف پھر پھر کر تیری خوشبو لیتا ہوں کیونکہ اس خوشبو میں نرگس کی طرح خمار نہیں ہے۔ تیرے جسم سے صندل اور مشک کی خوشبو نکلتی رہتی ہے۔ تو کانچ کی چوڑیاں پہنی ہوئی ہے اور ہاتھ میں اچھری باندھی ہے۔ ٹھیکری اور کانچ میں وہ ہندوی گنوار کیا فرق کر سکتی ہے (پھر بگڑ کر لکھتا ہے) تیرے بول میں نمک اور تیرے ہونٹوں میں

رس نہیں ہے۔ تیری چولی کسی ہوئی نہیں ہے اور تیری چوٹی اندھیرا ہے۔

محمد قلی کی بارہ پیاریوں میں ایک گوری بھی ہے۔ اس کی نسبت ایک نظم میں لکھتا ہے :—

گوری کا چہرہ حسن کی وجہ سے اس قدر سہانا معلوم ہوتا ہے کہ اس چاند سے چہرہ سے شرما کر خود چاند نقاب پوش ہوجاتا ہے۔ وہ سرو جیسا قد نہیں بلکہ ایک کندنی درخت ہے جس سے سورج جیسی روشنی نکلتی ہے۔ اے گوری تو رنگ اور رس کے باغ کی کلی ہے اس لئے تیرے چہرہ سے زندگانی کا پانی ٹپکتا ہے۔ تیرے رسیلے ہونٹوں میں شراب بھری ہے۔ یہ عاشقوں کے دل کو جلا کر کباب بنا دیتے ہیں۔

ان کو میں زلفیں کہوں یا تازہ سنبل جو تیرے پھول جیسے چہرہ پر اس طرح بکھرتی ہیں جیسے چاند پر ابر۔

تیری مستانہ چال سے ہاتھی شرماتے ہیں کیونکہ ان میں یہ ناز اور شوخی نہیں۔ اے قطب نبیؐ کے صدقے میں تجھے گوری ملی ہے تو اس کے گلے میں باہیں ڈال اور اس کے ساتھ شراب پی۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :۔

گوری عشق کی ایک رنگیلی پتلی ہے جو تمام خوبرویوں میں چھبیلی نظر آتی ہے۔ تجھے پدمنیوں کے چہروں کی بزم آرائیاں زیب دیتی ہیں۔ کیونکہ تو چاند جیسی صورت رکھنے والیوں میں سب سے زیادہ رسیلی ہے سولہ سنگار صرف تیرے جسم کی سج دھج کو دیکھ کر بنائے گئے ہیں کیونکہ تمام مہ جبینوں میں تو ہی سب سے زیادہ حسین ہے۔ تیرے سر پر نور کا جلوہ برستا ہے۔ تیری جیسی سندر سہیلی اور کوئی نظر نہیں آئی۔ نبی کے صدقے میں قطب شاہ سے ایسی پیاری حسن کا پراوا پہن کر آملی۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :۔

اے عشق کی تپلی تو میرے دل میں کھڑی ہوئی ہے۔ اور عشق کی وجہ سے تجھے تو پر لگ گئے ہیں۔ اس تپلی کو عشق و محبت پر ناز کرنا زیب دیتا ہے۔ وہ عشق بازی کے لئے کمر باندھ کر تیار اور جوبن کے پیالے اپنے ہاتھ میں لے کر کھڑی ہوئی ہے۔ اے پریم کی سہیلیو بتاؤ کہ پریم کے باغ میں یہ پیاری سجتی ہے کہ نہیں؟ اے گوری تیرے جسم پر سرتا قدم پھول ہی پھول ہیں۔ تو اپنی پرستش کرانے کے لئے کھڑی ہے۔ تو مجھے عشق کی صحبتوں میں

پیالہ پلا۔ مجھ پر تیرے عشق کی بھٹی کی مستی چڑھی ہوئی ہے۔ نبیؐ کے صدقے میں
مجھے ایسی گوری ملی ہے کہ سورج اور مشتری جس کے عکس ہیں۔

اسی طرح بارہ پیاریوں میں سے ہر ایک پر کئی کئی نظمیں لکھی ہیں جو کلیات کے صفحات ۲۲۴ تا ۲۶۴ پر درج ہیں اور ان خاص پیاریوں کے علاوہ اور دوسری پیاریوں پر بھی اس کی نظمیں موجود ہیں جو کلیات کے صفحات ۲۶۵ تا ۲۸۱ پر شائع ہوئی ہیں۔

ان سب پیاریوں کی نظموں کے خاکے یا خلاصے پیش کرنا موجب طوالت ہے اس لئے ہم یہاں اس کی صرف خاص خاص پیاریوں کے سراپا اسی کی نظموں سے اخذ کر کے نہایت مجمل الفاظ میں پیش کر دیتے ہیں :۔

۱۔ ننھی | بالا قد۔ چاند سا روشن چہرہ۔ چمکدار آنکھیں۔ جسم میں ایک خاص خوشبو۔ ابتدا میں نہایت شرمیلی اور سیدھی سادھی لڑکی تھی جو بہت جلد عنفوانِ شباب کو پہنچ گئی۔ ملنے اور بات کرنے سے جھجکتی تھی شراب سے نفرت کرتی تھی اور شراب کی صراحی اور پیالہ ہاتھ میں لینے اور پینے پلانے سے ہمیشہ بچتی تھی۔ آنکھوں میں کاجل لگاتی اور خطِ سرمہ کھینچتی تھی۔ بدن پھول کے رنگ کی ساری باندھتی جس کے کنارے عجیب و غریب موتی

نکلے ہوتے۔ وہ بعد کو بڑی ہنس مکھ ظریف اور حاضر جواب ہو گئی تھی۔

۲۔ساؤنلی بلند و بالا قد۔ دلفریب ساونلا سلونا رنگ جس کی وجہ سے وہ بہت نازک اور کومل معلوم ہوتی تھی۔ خوش آواز۔ خوش خرام۔ موتی کی طرح دانت۔ شوخ آنکھیں۔ زرق برق لباس پہننے والی۔ موتی کے رنگ کی نیم تی زیب بر کرتی۔

۳۔کومَلی ایسی دبلی پتلی کہ ہوا سے ہلنے والی۔ جسم کو شرم و ناز سے اتنا چرائے رکھتی کہ کمر کے ہونے نہ ہونے کا شبہ ہوتا۔ دکنی تہ جبیں کندنی رنگ۔ گلابی آنکھیں جو رنگین ڈوروں کی وجہ سے ہمیشہ خماری نظر آتیں چڑھی ہوئی بھویں، یاقوت اور عقیق یمن کو شرمانے والے ہونٹ۔ چمکدار رخسار نورتن جیسے دانت۔ سرتاپا رنگا رنگ اور چنچل۔ سبز آنچل اوڑھتی۔ بالوں کو پھولوں سے سجاتی۔ بہت ہی ہوشیار۔

۴۔پیاری ہمیشہ روٹھنے اور بگڑنے والی۔ بہت ہی خوبصورت اور اپنے حسن پر بہت مغرور۔ روشن چہرہ۔ جب بن سنور کر نکلتی تو چہرہ پر پسینہ کی بوندیں ایسی بھلی لگتیں جیسے پھول پر شبنم۔ تندمزاج اور تلخ گفتگو کرنے والی۔ ناگ کی طرح سیاہ بل کھائی ہوئی لانبی چوٹی۔ خوشبودار

جسم۔ کانچ کی چوڑیاں پہنتی اور ہاتھ میں اچھری باندھتی۔ بیحد عشوہ طراز۔

۵۔ گوری | چاند سا چمکتا چہرہ۔ روشن پیشانی۔ پراگندہ زلفیں۔ رسیلے ہونٹ۔ مستانہ چال۔ اُبھرا ہوا سینہ۔ پتلی جیسا خوبصورت اور پھولوں کی طرح نرم و نازک اور شگفتہ جسم۔

۶۔ چھبیلی | رخسار پر تل۔ ژولیدہ زلفیں۔ شکاری آنکھیں۔ خط سر کھنچا ہوا۔

۷۔ لالا | ہونٹوں میں آب حیات۔ گلابی پھولوں کی طرح دانت۔ سر پستاں سے جوانی ٹپکتی ہوئی۔ مست کرنے والی چال ہنسی سے رات کو دن بنانے والی۔ عشق و محبت کی پیاسی۔ غمزدۂ فراق۔

۸۔ لالن | نقل جیسے ہونٹ۔ ہنس جیسی چال۔ پھول کی کلی سے نازک۔ کم عمر اور ناداں۔

۹۔ موہن | جادو سے بھری ہوئی آنکھیں۔ عشوہ طراز اور گُن والی چہرہ پر عیش و صال کی کیفیت نمایاں۔ آنکھیں رات کی خماری سے متوالی۔ سہانی سبز ساری جس پر شفق رنگ کی کناری لگی ہوئی۔ محبت میں دیوانی۔

۱۰۔ محبوب — گلاب کے پھول ایسے گال۔ باریک کمر۔ زریں پٹکہ کسی ہوئی یوسف سے زیادہ حسین۔

۱۱۔ مشتری

۱۲۔ حیدر محل — ان دونوں کا تذکرہ آئندہ تفصیل سے آئے گا۔

ان پیاریوں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد نظمیں ایسی بھی لکھی ہیں جو اس کی عیش و عشرت کی داستانیں ہیں اور عشق عاشقی کی زندگی کی دلچسپ داستانوں کا کام دیتی ہیں۔ ان نظموں میں بعض بہت عریاں ہیں جن میں اس نے وصال کے پرکیف مرقعے پیش کئے ہیں۔ اور بعض نظمیں اس کی جوانی کی راتوں اور مرادوں کے دنوں کے تفصیلی اور دلچسپ نظام العمل ہیں۔ حسن و عشق کے راز و نیاز کا شائد ہی کوئی موضوع ہو جو چھوٹ گیا ہو۔ شباب کی رنگا رنگیوں اور جذبات کی جولانیوں کے اظہار میں اس کا قلم غیر معمولی قدرت رکھتا تھا۔ اور یہ قدرت تخیلی یا فرضی عشق عاشقی سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ محمد قلی صحیح معنوں میں اس میدان کا مرد تھا۔ اس کے رفیع الشان محل نہ تھے بلکہ اصل میں بین قومی حسن و نغمہ کی وسیع اور آراستہ و پیراستہ نمائش گاہیں تھیں۔ ان میں کئی ملکوں اور کئی مذہبوں اور ہر وضع و قطع کی نازنینیں آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ اپنے حسن و جمال کی

آرائش وزیبائش میں مصروف ومنہمک، اور عشق وسستی کی عجیب وغریب کیفیتوں اور جوانی ورعنائی کے بے پناہ جذبات کے مظاہرے کرتی رہتی تھیں۔



بھاگ متی (حیدر محل) محمد قلی قطب شاہ کی مشہور محبوبہ

(۹)

بھاگ متی یا حیدر محل

تعجب ہے کہ قطب شاہی تاریخوں کے علاوہ کلیات محمد قلی سے بھاگ متی کے واقعہ کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اشعار میں اپنے متعدد محبوبوں کے نام لئے ہیں اور ان میں سے بعض کی تعریف و توصیف میں کئی کئی نظمیں بھی لکھی ہیں لیکن بھاگ متی کا نام کہیں نظر سے نہیں گذرتا۔ بعض شعروں سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ :۔

"قطب شاہ اپنے اس بخت پر نازاں ہے کہ اس کا معشوق اس کی محفل میں رقاص بنا جس کے شکرانہ میں وہ اس کے طاق ابرو میں سجدہ کرنا چاہتا ہے"

ایک اور شعر میں لکھا ہے :۔

"قطب شاہ کو ایک ایسا بے بہا دُر مل گیا جو اپنے رقص میں کامل الفن ہے"

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ :۔

"نبیؐ کے صدقے میں اے معشوق میں اُس شہر میں رہتا ہوں جو تیری

محبت میں آباد ہوا ہے اور جس کے مقابلہ میں مجھے کوئی شہر پسند نہیں آتا۔"

بھاگ کا لفظ اُس نے کئی اشعار میں استعمال کیا ہے لیکن اس کے معنی حصہ یا قسمت کے ہیں، اور اکثر جگہ یہ لفظ اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے ٹھیک بیٹھتا ہے اس لئے یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بھاگ متی ہی کیلئے ہوگا۔ اس سلسلہ میں محمد قلی کے حسب ذیل شعر قابل ذکر ہیں:—

کن موتی ہے نورانی زہرا و مشتری کا ٹیلا سوتج پیشانی ات بھاگ کی نشانی

نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ نبی صدقے تج نینہ شہر میں ہے قطب

ہوئے سائیں مری محفل میں رقاص بھواں کے طاق میں سجدا کروں میں

ہوی اپ تاج تھے کامل میں رقاص قطب شہ پائیا ہے بہا دُر

شب برات کے موضوع پر سلطان محمد قلی نے متعدد نظمیں لکھی ہیں جن میں ایک نظم بھاگ متی سے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ:—

شب برات کی سہانی تقریب میں میری محبوبہ ایک اور بار میرے گھر آرہی ہے۔ اور اپنے زرق برق کپڑوں کی وجہ سے اپنے ساتھ آسمان کے چاند اور سورج سے زیادہ روشنی والے لاکھوں چاند اور سورج لے آرہی ہے جس کی وجہ سے کیا تعجب کہ زمین آسمان پر طعنہ زنی کرے کیونکہ میری پیاری نے

زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح جھلکا دیا ہے۔ اور میری سکھیوں کو اپنے چمن اور مکہ کے لیے جن جن چیزوں کی آرزو تھی ان سب کو اس نے ان کی خواہش کے مطابق مہیا کر دیا ہے۔
دنیا سال بھر سے اس بت کے درشن کی مشتاق تھی اس لئے اس نے اپنا دیدار دکھا کر میری دنیا کو اپنا دیوانہ بنا لیا۔
اس نے پھول جیسے جسم کو عروسی خوشبوؤں سے خوب مہکا لیا ہے تاکہ میں لطف کے ساتھ اس سے بغلگیر ہو سکوں۔
اے قطب شاہ نبی کے صدقے میں بھاگ متی سے مل کر تو اپنے من کی یا ہوس کے مطابق وصال کا مزہ اڑا کیونکہ وہ خود کو قطب شاہ کی داسی سمجھ کر خوب سج سجا کر آئی ہے۔"

بھاگ متی کے ساتھ عشق عاشقی کا تذکرہ سب سے پہلے خود محمد قلی قطب شاہی کی زندگی میں تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دو کتابوں میں لکھا گیا۔ قطب مشتری کے مصنف نے تو اس واقعہ کو استعارہ کے پیرایہ میں بیان کیا لیکن مورخ فرشتہ نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ:-

"و آں قطب فلک اجلال در اوائل پادشاہی بر فاحشہ بھاگ متی عاشق شدہ ہزار سوار ملازم او گردانیدہ تا بطریق امرائے کبار بہ دربار آمد و شد می نمودہ باشد۔ و در آں ایام چوں از زبونی آب و ہوائے گولکنڈہ خلایق متنفر و بر اندوہ بودند قطب شاہ در چہار کروہے بلدہ مذکور شہرے .... ساختہ موسوم بہ بھاگ نگر گردانیدہ۔ و در آخر از آں نام پشیمان گشتہ موسوم بہ حیدر آباد ساختہ لیکن در میان خلایق مشہور بہ بھاگ نگر است نہ حیدر آباد"
(صفحہ ۱۷۳)

محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد گولکنڈہ میں جو تاریخیں لکھی گئیں ان میں بھاگ متی کا حال درج نہیں ہے۔ البتہ بعد کی تاریخوں مثلاً حدیقۃ العالم، تاریخ قطب شاہی (قادر خاں) اور گلزار آصفی میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ موخر الذکر تاریخ میں ابراہیم قطب شاہ کے بیان میں لکھا ہے:

"پل دریائے موسیٰ بسبب تعشق شہزادہ مرزا محمد قلی کہ بر حسن جانفزائے بھاگ متی طوایف میلے کلی داشت تیار گردید۔ حقیقت آں این کہ شہزادہ مذکور بر طبق عادت معہود کہ مواصلت خفیہ لذت بسیار میدہد ہموارہ بوقت شب از قلعہ محمد نگر بخانۂ طوایف مذکورہ در موضع چچلم کہ آبادی بلدہ حیدر آباد بر زمین ہموں موضع واقع است آمد و شد می داشت۔ روزے موسم باراں موافق معمول خود بوقت شب قصد نمودہ چوں بر سر دریائے موسیٰ رسید دید کہ طغیانی آب از حد زیادہ است کہ فیل نہ دستی کوہ پیکر نمی تواند قدم اندرونش گذارد فوراً

در بعد بہ عشق محبت اسپ سواری خود را بے اندیشہ در تلاطم تموج آب انداخت و بنزور حفظ حقیقی بسلامت بر آمد۔" (صفحات ۱۴ و ۱۵)۔

یہ واقعہ حیدر آباد میں زبان زد خاص و عام ہے اور راقم الحروف نے اس تاریخی واقعہ کو افسانے کی شکل میں پیش کرکے "چھلم کی رقاصہ" کے عنوان کے تحت کتاب سیر گولکنڈہ میں شامل کیا ہے۔

گلزار آصفی سے تقریباً پچاس سال قبل حیدر آباد میں ایک اور تاریخ حدیقۃ العالم لکھی گئی تھی اس میں بھی بھاگ متی کا ذکر موجود ہے کہ:۔

"بادشاہ در آں ایام بزمانہ بھاگ متی نام تعلق خاطر داشت۔ چنانچہ ہزار سوار ملازم او گردانید تا ہمراہ اے کبار بدربار آمد و شد می نمودہ باشد۔ لہذا نخست آں شہر حیدر آباد را بہ بھاگ نگر موسوم ساخت و منتقر سریر سلطنت خود گردانید۔ و بعد چندے کہ بھاگ متی ازیں جہاں درگذشت تنبہ شدہ تبدیل آں نام بحیدر آباد نمود۔" (صفحہ ۲۱۵)

ان شہادتوں کے مقابلے میں ماہ نامہ کی یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدر آباد کا نام اپنی ماں بھاگیہ رتی کے نام پر بھاگ نگر رکھا تھا۔ کیونکہ ماہ نامے سے تقریباً دو سو سال قبل فرشتہ نے اور پھر ماہ نامہ کی کم و بیش معاصر تاریخوں (حدیقۃ العالم، تاریخ قطب شاہی، زفاد رخاں) اور گلزار آصفی میں بھی بھاگ متی محبوبۂ محمد قلی کے نام پر اس شہر کا موسوم ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اس محبوبہ بھاگ متی کے علاوہ محمد قلی کی ماں کے نام بھاگیہ رتی میں بھی لفظ بھاگ شامل ہو۔

ل بھاگ متی کا ذکر مولوی سید علی اصغر صاحب۔ بلگرامی نے بھی اپنی کتاب ماثر دکن صفحات ۲ و ۹ اور ۱۰۶ پر کیا ہے

غرض اس طرح دو ناموں کے لحاظ سے اس شہر کا نام بھاگ نگر کہہ دیا گیا ہوگا اگرچہ یہ بات یقینی نہیں ہے کہ محمد قلی کی اس کا نام بھاگیہ رنی تھا بھی یا نہیں۔

بہرحال موجودہ معلومات کی بنا پر اتنا یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ محمد قلی عنفوان شباب ہی میں (یعنی ۱۴ سال کی عمر میں) بھاگ متی پر عاشق ہوا اور اس کی خاطر طغیانی رود موسی میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ جب اس خطرناک جرات کی خبر اس کے باپ ابراہیم قطب شاہ کو ہوئی تو اس نے ندی پر پل بنوا دیا۔ اس کے کچھ دن بعد ہی ابراہیم کا انتقال ہو گیا اور محمد قلی نے تخت نشین ہوتے ہی اپنی محبوبہ کے اعزاز و اکرام میں اضافہ کی خاطر ہزار سوار اس کے یہاں متعین کر دیئے جو ہر وقت اس کے جلوس میں رہتے اور وہ اسی شان و شوکت کے ساتھ موضع چچلم سے گولکنڈہ آیا کرتی تھی اور خود محمد قلی بھی اس کے یہاں جایا کرتا۔ اسی اثناء میں اس نے اپنی محبوبہ کے گاؤں کو ایک عظیم الشان شہر میں تبدیل کرنے کی ٹھانی اور جب یہ شہر بن گیا تو اسی کے نام پر اس کا نام بھاگ نگر رکھا۔

حیدر آباد میں خود دولت خانۂ عالی اور دیگر محلات کے بن جانے کے ساتھ ہی محمد قلی نے بھاگ متی کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ اور شادی کے بعد مشتری اور بعد کو حیدر محل کا خطاب دیا۔ اور اس کے لئے ایک خاص محل بھی بنوا دیا جس کا نام حیدر محل یا حیدر منڈوہ رکھا گیا۔ پھر اس خطاب کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام بھی حیدر آباد میں تبدیل کر دیا گیا۔ بعض مورخین کا یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ محمد قلی نے بھاگ متی کے انتقال کے بعد پشیمان ہو کر

شہر کا نام بدل دیا۔ کیونکہ اس نے خود اپنی نظموں میں اپنی محبوبہ حیدر محل کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھاگ متی ہی کو دیا جا سکتا تھا جو آخر وقت تک جملہ مورخین کے قول کے مطابق اس کی چہیتی محبوبہ تھی۔ اتنا ضرور ہے کہ حیدر محل کا خطاب دینے کے بعد محمد قلی نے اس امر کی کوشش کی تھی کہ بھاگ متی اور بھاگ نگر کا نام لوگوں کے ذہن سے محو ہو جائے اور حیدر محل اور حیدر آباد رائج ہو جائیں چنانچہ جب وجہی نے بھاگ متی سے عشق عاشقی کا قصہ لکھا تو اس میں بھی اس نام کو چھپائے رکھا اور خود محمد قلی نے بھی اپنے کلیات میں اس نام کے بجائے جگہ جگہ حیدر محل کا نام لکھا ہے۔ ورنہ لازمی تھا کہ جب وجہی مشتری کے سامنے محمد قلی کی معشوقاؤں کا تذکرہ کراتا ہے تو بھاگ متی کا بھی ضرور ذکر کرتا لیکن اس نے تو خود بھاگ متی ہی کو مشتری کے نام سے ظاہر کیا ہے۔ اور اس مشتری یا بھاگ متی کے متعلق محمد قلی نے اپنے کلیات میں دو نظمیں اور مختلف جگہوں پر اشعار لکھے ہیں۔

یہ نظمیں کلیات کے صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۴ پر درج ہیں۔ ایک نظم میں وہ مشتری کو اپنی آنکھ کی پتلی کہتا ہے اور اس کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے کہ:۔

سب کو تیرے جوبن سے عشق ہے۔ تیرے ہونٹ کوثر کا پیالہ پلاتے ہیں، ان پر محبت کا نشان ہے اور ان کے چومنے سے نبات شرما جاتی ہے ہوشیار سے ہوشیار عورتوں میں تو ہوشیار ہے اسی لئے میں تجھے منا کر اپنے دل میں بٹھاتا ہوں وغیرہ۔"

ایک دوسری نظم میں وہ کہتا ہے:۔

اے قطب شاہ تو اپنے معشوق کی سلامتی کے لئے دعا کر کیونکہ اس کے جینے سے

تمام دنیا پر تیری فرمانروائی ہے۔ زندگی اسی کا نام ہے کہ جسم میں دل ہو۔ اور ہمارا دل ہمارا معشوق ہے جس میں عشق کی مستی ہے جس کی وجہ سے وہ ہمارے دل میں مزے سے جگہ پائے ہوئے ہے، جہاں اس کا نور سورج کی شعاعوں سے زیادہ خوشنما اور روشن ہے۔ زحل نے بہت سے دشمنوں کے طالعوں کو میٹ دیا ہے اور مشتری کے طالع کی وجہ سے ہمارے طالع کو بقا حاصل ہے۔ اس لئے اے خدا قطب شاہ کے اس تارے کو اپنی عنایت سے سرافراز رکھ۔"

ان نظموں کے علاوہ محمد قلی نے مختلف جگہوں پر حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے کہ:۔

اے قطب شاہ تو شادی و خوشی کر کہ تیرا رشتہ اس کے رشتہ سے بندھا ہوا ہے اور مشتری تیرے لیے باعث برکت ثابت ہو رہی ہے۔

تو ثانی سلیمان ہے اور فتح و فیروزی تیرے ہی لئے ہے۔ اور تو نے اپنا منظور نظر بنا کر مشتری کو بھی شرف یاب کر دیا۔

اس کے شعر ہیں ؎

شادی و خوشی کر کہ اے مشتری نبی راس ۔۔۔ رشتہ ترا اس رشتہ سوں ہے بند معانی

مشتری پایا شرف تیری نظر منظور تجھے ۔۔۔ توں سلیمان ثانی و تجھ برج فیروزی و فتح

بعض شعروں میں وہ مشتری کو اپنی بزم میں رقص کناں ظاہر کرتا ہے، جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ بھاگ متی ہی کا پہلا خطاب تھا۔۔۔

ع کرے مشتری رقص مجہ بزم میں نت ۔۔۔ ع زہرہ و مشتری سوں پاتر نبھار چاؤ

سو زہرہ مشتری کے ہت پلا ڈالا ئے آج ۔۔۔ ندی رو ماولی موتیاں کی آرتی بھر کر

اسی طرح حیدر محل یا حیدر پیاری کے متعلق بھی اس کے کلیات میں تین نظمیں اور مختلف

اشعار دستیاب ہوتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیدر محل فن موسیقی کی ماہر تھی اور محمد قلی کی خاص معشوقہ۔ وہ ایک نظم میں کہتا ہے کہ :۔

حیدر محل محبت سے نبات گھولتی اور روز بروز عیش و عشرت کے ساتھ عشق کے طبل بجاتی ہے۔ اس کے سرو جیسے قد پر نورتن کا جلوہ نظر آتا ہے اور سب معشوقائیں اس کو دیکھ کر شرماتی ہیں۔ وہ اپنی پیشانی پر عشق کا ٹیکا (قشقہ) لگاتی ہے اور چاروں طرف نورتن کے تار بجتے ہیں وہ عشق کی چادر اوڑھ کر بیر بہوٹی کی طرح سرخ نظر آتی ہے۔ اے قطب شہ تو شکر کر کہ حیدر کی غلامی کی وجہ سے نبی کو یہ نعمت ملی جس کی وجہ سے تیرے سر پر تاج سجتا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵۰)

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

نبی کے صدقے میں حیدر پیاری ملی ہے جس نے اپنے مختلف انداز سے میرے دل کو اپنے دل سے باندھ لیا ہے۔ وہ عشق کے پراسرار راگ گاتی ہے، اس کے بال میں کنول کی تازگی اور آفتاب کی چمک ہے وہ اپنی بھوؤں میں کاجل لگاتی ہے۔ جسم میں نارنجی رنگ کی تنگ چولی پہنتی ہے۔ اور آنکھوں کے خط سرمہ کے ذریعے سے میرے دل پر حملہ کرتی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵۰)

ایک دوسری نظم میں جو نامکمل دستیاب ہوئی ہے لکھا ہے کہ :۔

حیدر محل محبت و عشق کا جلوہ گائے اور یزدانی نغمہ بجائے۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں جوبن کے لئے کنگن پہن رکھا ہے، وہ اپنی آنکھوں کی پتلیوں کو تیلیوں کی طرح نچائے وغیرہ (دیکھو صفحہ ۲۵۰)

محمد قلی نے اس حیدر محل یا حیدر پیاری کے لئے ایک محل بھی بنا دیا تھا جس کا نام حیدر محل یا حیدر منڈوہ رکھا تھا اس کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔ اس نظم میں لکھتا ہے :۔

حیدر محل میں حیدر پیاری کا جلوہ گاؤ اور اس خوشی میں زمین آسمان اور عرش پر فتح و نصرت کے طبل بجاؤ۔ اے ساقی سیم ساق میری بزم میں صراحی لے آ۔ اور پیالے کی

روشنی میں مجھے اپنے سائیں کی صورت دکھا۔ (یہ قاعدہ ہے کہ جلوہ کے وقت
آئینہ میں دولھا کو دلہن کی صورت دکھاتے ہیں)۔ ورسوح کے طبق سے لے کر نقل و
شراب اپنے رخساروں میں رکھ لو اور پیاری کی محبت کے ہار پیارے کے گلے میں ڈالو۔
اس نیک ساعت میں سینوں پر پستانیں زیب دیتی ہیں۔ دودھ اور مصری سے
آبحیات کے ان گھڑوں کو بھر دو۔

اس جلوے کے وقت بادشاہ اتنا اچھا نظر آتا ہے کہ پدمنیاں اور چتنیاں
سب شاہ کے روپ کی دیوانی ہو گئی ہیں۔ اے سکھیو ان کے ہاتھ سے قول کا بیڑا اٹھا کر
شہ کو کھلاؤ۔ نبیؐ کے صدقے میں آج قطب شاہ کو جلوے میں بیٹھنا نصیب ہوا ہے
اس لئے حوروں اور پریوں کو چاہئے کہ شہ پر سے خود کو واریں۔" (صفحہ ۲۱۷)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظم حیدر محل کے ساتھ شادی کرنے کی تقریب میں لکھی گئی ہے۔ اور بھاگ متی کو نکاح کے وقت ہی حیدر محل کا خطاب دیا گیا تھا۔ اور بعد کو اسی کے خطاب کے لحاظ سے بھاگ نگر کا نام حیدر آباد میں تبدیل کر دیا گیا۔

بھاگ متی نے محمد قلی کی زندگی میں ۱۰۱۸ھ سے قبل چالیس بیالیس سال ہی کی عمر میں وفات پائی۔ کیونکہ تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دونوں کی تصنیف کے وقت اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کے زمانۂ وفات کا یہ اندازہ اس وجہ سے صحیح نکلتا ہے کہ

بعض مورخوں نے شہر کے نام کی تبدیلی کو بھاگ متی کی وفات سے لازم و ملزوم قرار دے کر بتایا ہے کہ تعمیر کے سترہ سال بعد اس کا نام حیدرآباد رکھا گیا[1]۔ گویا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۱۰۱۶ھ کے لگ بھگ گولکنڈہ کی یہ مشہور مہ جبیں اپنے عاشق جانباز کو داغ مفارقت دے گئی۔

---

[1] تاریخ قطب شاہی مولفہ قادر خاں بیدری ۱۲۴۹ھ میں لکھا ہے:۔
"بعد ہفدہ سال بہ حیدرآباد موسوم گردید" (صفحہ ۱۶)

(۱۰)

مذہبی میلان اور مخالفتیں

کلام کے مطالعہ سے محمد قلی قطب شاہ کے مذہبی شغف اور دینداری کے متعلق جو تفصیلی معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ نہایت بیش بہا اور مفید ہیں۔ نہ صرف اس لئے کہ اُس نے مذہبی معاملات میں ایک اجتہادی شان پیدا کرلی تھی بلکہ اسکے معتقدات کی پختگی اور اہل بیت نبیؐ و ائمہ معصومینؑ کے ساتھ دلی اور مستحکم ارادت کی وجہ سے اس کو بعض دفعہ مشکلات اور بغاوتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اور یہ وہ واقعات ہیں جن کے متعلق تاریخوں سے زیادہ علم حاصل نہیں ہوتا۔ محمد قلی کی امن وامان اور عیش وعشرت کی زندگی میں اگر کہیں کوئی خلل نظر آتا ہے تو وہ انہی مذہبی اعتقادات کے اختلاف کا اندیشہ ہے جو کبھی کبھی اس کو سخت پریشان کردیا کرتا تھا۔ لیکن اس میں اُس نے ہمیشہ کامیابی حاصل کی۔ اور ہر کامیابی کے وقت وہ خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ وہ ہر موقع پر فتح و نصرت کی طویل اور بلند آہنگ نظمیں لکھتا اور اپنے ہم شہریوں کو مبارکباد اور مخالفوں کو بددعا یا

دشنام دیتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیجاپور یا احمدنگر سے مقابلہ کرتے وقت اس کو اتنی تشویش اور فکر نہ ہوتی تھی جتنی اپنے عقاید کے خلاف آواز بلند کرنیوالوں اور بغاوت کی دھمکی دینے والوں سے ہوتی تھی۔ محمد قلی اپنی اس فکر و تشویش میں حق بجانب بھی تھا کیونکہ ہمسایہ سلطنتوں کے ساتھ جب اس کو مقابلہ کرنا پڑتا تو یہ اس کی ذات کا کوئی سوال نہ ہوتا۔ ایسی صورت میں فتح و شکست کا اثر سلطنت پر پڑتا اور شکست کے موقع پر زیادہ سے زیادہ اس کا ایک قطعۂ ملک غنیم کے قبضہ میں چلا جاتا۔ لیکن جب خود اس کی رعایا کا ایک حصہ مذہبی اختلاف کی بنا پر اس کے خلاف ہو جاتا اور اس کے بھائیوں میں سے کسی کو تخت نشیں کرنے کی سازش کرتا تو خود اس کی بادشاہت بلکہ زندگی خطرے میں پڑ جاتی تھی۔

تاریخ کے مطالعہ سے ہم کو صرف اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے خلاف دو وقت خاص اہتمام کے ساتھ علم بغاوت بلند کیا گیا۔ لیکن نہ معلوم ایسی اور کتنی دفعہ ناکام کوششیں کی گئیں جو تاریخ میں درج ہونے کے قابل نہ تھیں۔ جن دو باغیانہ کوششوں کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے اُن میں سے ایک وہ ہے جو ۱۰۰۰ھ میں اس کے بڑے بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب کے نام سے کی گئی۔ اور غالباً دعویٰ کیا گیا کہ بڑا بھائی زندہ ہوتے ہوئے چھوٹے کو

تخت نشین کرنا انصاف کے خلاف ہے اور دوسری باغیانہ سازش محمد قلی کے حقیقی بھائی خدا بندہ کی بغاوت[1] ہے جو ۱۰۰۱ھ کا واقعہ ہے۔ ان دونوں بغاوتوں کے تفصیلی حالات تاریخوں میں درج نہیں۔ اتنا ضرور معلوم ہے کہ بیدر کے مشائخین اور گولکنڈہ کے بعض عمایدین نے محمد قلی قطب شاہ کے مقابلہ میں ایک دعویدار سلطنت کو کھڑا کر دیا جو سمجھا جاتا تھا کہ اس کا بڑا بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب تھا جو اپنے باپ کی زندگی میں ۹۷۴ھ میں مورد عتاب ہوا تھا اور باغیانہ مقابلہ میں جان بچا کر فرار ہو گیا تھا۔ قطب شاہی تاریخیں لکھتی ہیں کہ وہ لڑائی ہی میں مارا گیا۔ لیکن محمد قلی کی اس دلی تشویش سے جو کلیات کے بعض اشعار سے ظاہر ہوتی ہے شبہ ہوتا ہے کہ شاید محمد قلی بھی اپنے اس رقیب کو زندہ ہی سمجھتا تھا اور اس لئے اُسے ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ اور یہ خطرہ اس وجہ سے اہمیت رکھتا تھا کہ شاید وہ ڈرتا رہتا تھا کہ کہیں دکن کے طاقتور سنی امرا اس کے شیعہ ہونے کی وجہ سے اس کے خلاف متحد کوشش نہ کریں۔ جس طرح اس سے قبل یوسف عادل شاہ کے خلاف کی گئی تھی۔ چنانچہ جس خطرہ کو وہ محسوس کرتا تھا وہ واقعہ بن کر اس کے سامنے پیش بھی ہوا۔ یعنی جب اُس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے نام سے

[1] اس بغاوت میں شاہ راجو صاحب اور اُن کے اکثر معتقدین مثلاً عبدالکریم حوالدار، انور خاں، فتح الملک حوالدار، داؤد حسن علی وغیرہ نے حصہ لیا۔ لیکن محمد قلی نے جملہ اہل سازش کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ شاہ راجو صاحب تو ہاتھ نہ آسکے لیکن خدا بندہ معہ زن و فرزند اسیر ہو کر تمام فوائد دنیوی سے محروم ہو گیا۔

علم بغاوت بلند کیا گیا تو ملک و بیرون ملک کے اکثر امرا و عمائدین و مشائخین کو اس نے دعویدار سلطنت سے ہمدردی پیدا ہو گئی۔ یہ سمجھ میں نہ آیا کہ سنی امرا و مشائخین مثلاً خداوند خاں حبشی، خیرات خاں پسر دلاور خاں، اور شاہ نعمت اللہ کے اہل خاندان محمد قلی سے کیوں ناراض ہو گئے تھے۔ تاریخ سے اس بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں البتہ کلیات محمد قلی سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی شیعیت پر بہت زور دیتا تھا اور ساتھ ہی بعض جگہ سنیوں کو خارجی کے نام سے یاد کرکے برا بھلا بھی کہتا تھا[۱]۔ لیکن یہ سب و شتم ان کی بغاوت کی وجہ سے ظہور پذیر ہوا ہوگا۔ سنیوں کی مخالفت کے آغاز کی جو وجہ سمجھ میں آسکتی ہے وہ یہی ہے کہ محمد قلی تخت نشین ہونے کے ساتھ ہی اپنی شیعیت پر فخر و مباہات کرنے کے ساتھ شیعہ عقاید کی ترویج و اشاعت پر زور دینے لگا ہوگا اور یہ چیز گولکنڈہ کے لئے نئی تھی۔ کیونکہ محمد قلی سے قبل کے حکمران ابراہیم قلی، جمشید قلی، اور سلطان قلی، تینوں میں سے کسی نے اس امر پر زور نہیں دیا تھا[۲]۔ اور خاص کر

۱؎ اس بارے میں دیکھو حصۂ قصائد اور خاصکر قصیدۂ میلاد نبی صفحہ ۱۱ تا ۱۳ اور قصیدہ بسنت صفحہ ۳۶۔

۲؎ قطب شاہی تاریخوں میں جہاں یوم عزا کا ذکر ہے ماہ محرم کے جملہ رسوم و لوازم کے آغاز کا سہرا سلطان محمد قلی ہی کے سر باندھا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیقۃ السلاطین میں ذکر ماتم و تعزیہ داشتن کے سلسلہ میں "خصوصاً از زمان خاقان جنت بارگاہ محمد قلی قطب شاہ طاب ثراہ" لکھا ہے۔

ابراہیم قلی نے تو ایک ایسی بین قومی فضا پیدا کر دی تھی کہ کسی کو شکایت کی گنجائش ہی باقی نہ رہی تھی۔ اس پرینہ خاموش فضا کو شاید محمد قلی کے مذہبی جوش نے متحرک کر دیا تھا جس کی وجہ سے سوئے ہوئے فتنے جاگ اُٹھے۔

شبہ ہوتا ہے کہ محمد قلی بھی بچپن سے شیعہ عقائد کا پیرو نہیں تھا۔ اور جیسا کہ ہم نے ابھی کہا کہ اس کے باپ ابراہیم قلی کو کسی خاص عقیدے سے دلچسپی ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ چونکہ اس نے محض اپنی ذاتی مقبولیت اور ہندو اور مسلمان دوستوں کی مدد کے بادشاہت حاصل کی تھی اسلئے وہ عمر بھر وسیع المشرب رہا۔ سنیوں، شیعوں اور ہندؤں سب کو برابر کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اور اس کی بیگمات میں بھی ہر مذہب کی عورتیں شامل تھیں۔ چنانچہ ماہ نامہ کی روایت کے مطابق محمد قلی کی ماں بھاگ رتی ایک ہندو عورت تھی۔ اسی طرح شاہ عبدالقادر کی ماں گلبرگہ کی مشائخ زادی تھی۔ یہ ابراہیم کی وسیع المشربی ہی کا ثبوت ہے کہ اس نے اپنے ایک لڑکے کا نام عبدالقادر رکھا اور اپنی لڑکیاں سنی عمائدین اور مشائخین مثلاً حسین شاہ ولی، شاہ قطب الدین وغیرہ کو بیاہ دیں۔ ان حالات کے پیش نظر یہ امر ممکن ہے کہ محمد قلی بھی بچپن میں شیعہ عقیدہ نہ رکھتا ہو اور اس شبہ میں اس وجہ سے بھی تقویت پیدا ہوتی ہے کہ اس نے اپنے کلام میں بعض ایسے شعر چھوڑے ہیں جو اس قیاس کو یقین کی طرف مائل کرتے ہیں

وہ عیدِ مولودِ علیؓ سے متعلق ایک نظم میں حضرت علیؓ کی ولادت اور اُس کی خصوصیتوں کے ذکر کے سلسلہ میں صاف صاف لکھتا ہے :—

میں نے اپنا دین چھوڑ کر اس دین کا راستہ پکڑا ہے ورنہ میں آج ایک ہندو ہوتا۔ چونکہ میں نے آپ (حضرت علیؓ) سے میل پیدا کر لیا ہے اس لئے خوشی و خرمی کی طرف میلان ہے۔ (پھر رقیبوں سے کہتا ہے کہ) اے رقیبو تم اپنی بڑائی اپنی حد تک ہی رکھو کیونکہ خدا نے قطب شاہ کو نیک خصلت عطا کر دی ہے۔ اس کے شعر ہیں ؎

تولد ہوئے آج کے دن امامؑ ‏ ‏ ‏ ‏ دیسے جیوں نواچندا برو ئے فرخ
میں اپ دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ ‏ ‏ ‏ ‏ نیاتے اچھوں ہو کو ہندوئے فرخ
ہمن میل باندے تمن میل سیتی ‏ ‏ ‏ ‏ اُسی تھے ہمن میل ہے سوئے فرخ
رقیباں بڑائی تمن تم اچھونت ‏ ‏ ‏ ‏ دیا حق معانی کے تئیں خوئے فرخ

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :—

اے قطب شاہ تجھ پر ہزاروں رحمتیں ہوں کہ تو نے حیدر کرارؓ کا دامن پکڑا ہے اور اس وجہ سے تجھے دونوں عالم میں سرفرازی ہے۔

ہزاراں رحمت ہے تجھ پر جو حیدر کا دھریا دامن ‏ ‏ ‏ ‏ قطب شہ دو جگت میں سروری ہے تجھ وہ سرور سے تھے
تجھے اُس

ایک اور شعر میں لکھتا ہے کہ :-

قطب شاہ نے علیؑ کا دامن پکڑ لیا ہے کیونکہ وہ ہر جگہ کے ہیر اور چھڑانے والے ہیں ؎

نبی صدقے قطب شہ نے علیؑ کا پکڑیا ہے دامن — کہ او منجکوں چھڑاون ہار ہو سب ٹھار رہبر سے

ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :-

میں ایک جان اور ایک دل کے ساتھ حیدر پر ایمان لایا ہوں

یک جیاں ایک چت سوں دل ہور جیو میرا — حیدرؑ سوں صدق لایا صلوات بر محمدؐ

بارہ امام پنجتن کا جھرجم ہما ہو — منج سیس چھاؤں چھایا صلوات بر محمدؐ

اوپر ایک جگہ اس نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر میں اس راستہ پر نہ پڑتا تو اب تک ہندو ہوتا اس سے یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ وہ پہلے ہندو تھا۔ ممکن ہے کہ ہندو ماں کے بطن سے ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کہتا ہو یا شاید سنی ہونے کو وہ ہندو ہونے کے برابر سمجھتا ہو۔[1]
اکثر شعروں میں اس نے خود کو ابتدا سے مسلمان ظاہر کیا ہے۔ عید غدیر کی ایک نظم میں وہ کہتا ہے کہ :-

اگرچہ میں ازل سے مسلمان اور غلامِ مصطفےٰ ہوں یعنی میرا نام محمد قلی

---

[1] ایک آدھ شعر میں اس نے سنی کے ساتھ کافر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۱ قصائد)۔

یا غلامِ محمد ہے لیکن میں اب آپ کا بندہ ہو گیا ہوں اس لئے اے امیرؔ آپ میرا ہاتھ پکڑیں۔

اس کا شعر ہے ؎

از ازل تھے ہی غلامِ مصطفیٰ قطب زماں
مج غلام کمتریں کو دست پکڑو یا امیرؔ

اس امر کا امکان ہے کہ ابتدا میں اس کو شیعہ عقائد کی نشر و اشاعت کرتا دیکھ کر سنی امراء و علماء نے اس کو اہل سنت کے عقائد کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی ہو اور اس کا میلان نہ پا کر اس کو مخالفت کا ڈر بھی بتایا ہو چنانچہ وہ عید غدیری کی نظم میں ایک جگہ کہتا ہے ؎

رکھ مجھے حضرت کے صدقے یا الٰہی امن میں
ہور رکھ ایماں درست دو جگ میں ہو و منجہ نصیر

ساتھ ہی اپنے امامیہ ہونے کے اعلان، ترک مذہب نہ کرنے کی طرف اشارہ اور سنیوں کی دشمنی کا ذکر بھی کر دیتا ہے۔ اس کے چند شعر ہیں ؎

ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام
میں جو عاجز داس تیرا یا علیؑ منج دستگیر

منجے پائے ہیں بھن پن کھوتے اس چاہ زنخداں میں
کریں کیوں ترک اپے مذہب ازل تھے پایا ہوں ملت

ہمن میں شیعہ کر کر نئے خوارج دشمنی سب ل
علیؑ ابن ابی طالب ان کوں مارو ہے نصرت

یہاں یہ امر واضح رہے کہ دکن میں خارجیوں کے وجود کا کبھی پتہ نہیں چلتا۔

اس لئے محمد قلی کے کلیات میں جہاں خارجی کا ذکر ہے وہاں غالباً سنی ہی مراد ہے چنانچہ بعض شعروں میں اُس نے دونوں لفظ اس طرح استعمال کئے ہیں کہ ان کے مخاطب ایک ہی سمجھے جاسکتے ہیں۔ مثلاً ؎

سنی کافر کے تخانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی سب ۔۔۔ سو معجز تجھے خوارج کوں ہے ہیبت گرُبڑی کا

محمد قلی نے اپنے کلام میں بار بار اس امر پر زور دیا ہے کہ (دوسرے بھائیوں کی موجودگی میں) اس کو جو بادشاہت نصیب ہوی وہ محض شیعہ ہونے کی وجہ سے۔ اس کے اس قسم کے چند اشعار یہ ہیں ؎

پایا ہوں اماماں کی دعا تاج شہانی ۔۔۔ مج تاج میں ہے نور الٰہی جھلکارا

حق کی نظر تھے قطبا تیرا بڑا ہے رتبا ۔۔۔ صدقے نبی علی ہے تج باعث ہو ربانی
(میرے)

بارہ امام پنجتن کا مہر جسم ہما ہو ۔۔۔ مج سیس چھپا نو چھایا صلوٰت بر محمد
(تیرا) (اور)

سدا بارہ اماماں میرے نگہ دار ہیں ۔۔۔ ہوا ہوں ان کی غلامی تھی قطب راج دھیراج
(میرے سر پر)

قطب شہ ہے تج غلاماں میں غلامِ کمتریں ۔۔۔ دیو میرا ہت پکڑ جلوا سکل شاہاں ستیں
(ہاتھ)

اماماں میا ہے محمد قطب پر ۔۔۔ نبی ہور علی کی دیاسوں سہایا
(تیرے) (سب)

خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کرکر ۔۔۔ سو سارے جگت میں دوراہی پھرایا

محمد قطب شہ کے سارے دنداں کوں ۔۔۔ سونا بود کر کر جگت تھے گنوایا
(دشمنوں کو) (سے)

پایا ہوں ملک کوٹ ان پیار تجھ میں | منج کوں ہے مدد حیدر کرار معاذ
محمد بال پن تھے ہے محمدؐ کے غلاماں میں | تو جیتا داؤ میں نپتھاں سوں سارے سنیاں سیتی
نبی کا ناؤں ہے تیرا محمد قطب شہ ناڈر | قصۂ موسیٰ و فرعون شیعہ کن ہے رہیا
نبی صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ پنجتن کے | سکل شاہاں کا سو سرتاج ہو مشہور دستا ہے
نظر آتا

نبی ہور آل کے صدقے علی کا داس ہے قطبا
تو جگ میں پایا رتبہ سو جم خاقان سکندر کا

جب نبی صدقے ہوا ہے داس قنبر کا قطب | دو جگت میں ہیں ترکما عاقبت محمود کا

اس آخری شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شاید پہلے قنبر کا غلام نہیں تھا جب سے غلام قنبر ہوا ہے اس کی عاقبت محمود ہو گئی۔ اور اسی طرح وہ کہتا ہے کہ جو کوئی عید میلاد علیؑ کرتا ہے اس کے طالع مسعود ہیں ع جن کرے یہ عید ہے وہ طالع مسعود کا

ایک اور شعر ہے ؎

صدقے نبی کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم | حیدرؑ کی برکت تھے مدد سب جگ اپر فرماں کرو

غرض نہ صرف حکومت کو بلکہ زندگی اور دولت اور عروج ہر چیز کو وہ حضرت علیؑ اور پنجتن اور بارہ اماموں پر عقیدت رکھنے اور ان کی نظر عنایت کا ثمرہ سمجھتا ہے ؎

دعائے اماماں تھے منج راج قایم | خدا زندگانی کا پانی پلایا



حسینی علم (گولکنڈہ)

سب سے پہلا علم جس پر محمد قلی قطب شاہ کا نام اور تاریخ درج ہے

قطبؔ شہ کوں مبارک کردیا موں پنجتن دائم — حیات ہور بخت دولت سوں خوشی نت جلاتے ہیں

آخر میں ایک شعر اور درج کردیا جاتا ہے جس میں وہ شیعیت کو جوہاں کرنے کی طرف ایک اور دفعہ اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ :۔

اسی وجہ سے میری عیش کی انگوٹھی میں چاند اور سورج کو نگینہ کی طرح جڑ دیا گیا ہے ۔

قطب پنجتن کی غلامی فیس لیا — تو اس عیش انگوٹھی میں چند سور پائے

محمد قلی نے اپنے شیعہ عقائد کی تبلیغ سنہ ۱۰۰۰ھ میں عمل کی جب کہ اس نے گولکنڈہ میں پہلی دفعہ دوازدہ ائمہ معصومین کے نام کا علم استاد کیا یہ شاندار تاریخی علم اب تک موجود اور حسینی علم کے نام سے مشہور ہے اور ہر سال محرم میں گولکنڈہ کے قدیم عاشور خانہ میں استاد کیا جاتا ہے اس علم پر وبشر المومنین نصر من اللہ فتح قریب کے نیچے غلام علی محمد قلی قطب شاہ اور سنہ الف منقوش ہے ۔ اور اس درمیانی طغرے کے اطراف پندرہ تختیوں میں پنجتن اور دوازدہ ائمہ کے اسماء منقوش ہیں ۔

شیعہ عقاید کے قبول نے یا اُن پر زور دینے کی وجہ سے اسکو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے اہم اس کے مخالفوں کی لگائی ہوئی آگ کو بجھانا اور

اپنے رقیبانِ سلطنت کے فتنہ کو کچل دینا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے دیوان کو اسی واقعہ کے اظہار سے شروع کرتا ہے۔ پہلی ہی غزل اس کی ان سیاسی پریشانیوں کا آئینہ ہے جس میں وہ خدا سے توقع رکھتا ہے کہ :—

وہی مجھے کامیاب کرے گا اور میرے مرادوں کے جاموں کو بھر دیگا خوارج کی لگائی ہوئی آگ کو اپنے قہر کے پانی سے بجھائے گا، مجھکو ابراہیم کی طرح اس آگ میں بھی سکھ اور آرام بخشے گا اور جس دل میں علیؑ اور آلِ علی کی محبت نہیں اُسے خونِ جگر پلائے گا۔ اے قطب شاہ تو زمانہ کی مخالفت کا غم نہ کھا، خدا تجھے کامیاب کرے گا اور ہر پستی میں سے تجھکو بلند کرے گا۔ اے قطب شاہ تو رقیبوں کے دکھ دینے سے غم نہ کھا خدا تیرے سارے رقیبوں کے گلے میں پھانسی ڈال دے گا۔

اسکی غزل کے چند شعر ہیں ؎

ولا منگ خدا کن کہ خدا کام دویگا — تمن من کے مراداں کے بھرے جام دویگا
خوارج کی اگن قہر کے پانی سو بجھاگا — براہیم نمن مجکوں سکھ آرام دو یگا
جے دل میں محبت علی و آل علی ماہ — اُسے خون جگر دار وئے ناکام دویگا
نہ کھا غم توں زمانے کا ترا کام خدا سوں — ہر اک پستی منے تجکوں بلند نام دویگا

رقیباں کے دکھوں سیتے قطب شہ توں کر غم　　　خداسارے رقیباں کے گلے دام دیگا

ان دشمنوں کے خطرے کا اظہار اس نے اپنے اکثر اشعار میں کیا ہے۔ جب وہ آسمان پر نیا چاند دیکھتا ہے تو اس کو خنجر کی تشبیہہ سجھائی دیتی ہے اور اس کے دل کا خطرہ فوراً اس شعر میں ظاہر ہوتا ہے ؎

نبی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھنس جوں　　　نوا چند کابلی خنجر پکڑ کر رت میں آیا ہے

یعنی قطب شاہ کے دشمنوں کو گھانس کی طرح کاٹنے کے لئے نیا چاند کابلی خنجر ہاتھ میں لے کر آیا ہے۔

ایک نظم میں جناب امیرؑ سے خوارج کے اس فتنے اور بغاوت کے خلاف مدد مانگتا ہے ؎

کھا نشتراں دل رگ منے جلتے خوارج اگ منے　　　منجکوں سوں دونوں جگ منے تج بن نہیں کوئی یا علی

اپ پیالتے اب جم مجھے غم تے سو کر بے غم مجھے　　　توں ہے مدد ہر دم منجے تج بن نہیں کوئی یا علی

وہ اس قدر راسخ العقیدہ تھا کہ اسکو یقین تھا کہ دشمن اگر میرے ساتھ دشمنی پر اتر آئینگے تو حضرت علی کی تلوار اُن کے گھر بار کو تباہ کردے گی وہ کہتا ہے ؎

دشمن ار منج پر کرے گا دشمنی کی جب نظر
مرتضیٰ کے کھرگ تے گھر بار اس ہوگا تباہ

معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں پر اس نے ماہ گرما میں فتح حاصل کی تھی اور جب گرمی کے ختم پر برسات کا آغاز ہوا اور مرگ لگا تو وہ معمول کے مطابق اس سال بھی برسات کا استقبال ایک نظم سے کرتا ہے، لیکن اس دفعہ اسکو دونی خوشی تھی ایک تو آمد بہار کی اور دوسرے دشمنوں پر فتحیابی کی۔ چنانچہ وہ اس نظم میں اپنی اس خوشی کا اظہار یوں کرتا ہے کہ :-

آج پھر مرگ، سلطانی ستارہ بن کر آیا ہے۔ اور سب درخت پھر سے سرسبز ہو کر سروں پر لال تاج رکھنے لگے۔ اس موقعہ پر لعل کے چہرے پر بھی لال رنگ زیب دینے لگا کیونکہ اس رنگ سے سورج شرما کر ہر رات منہ چھپا لیتا ہے۔

اے قطب شاہ تیرے چہرہ پر بادشاہانہ کروفر جھلک رہا ہے اس وجہ سے ترکستان کے بادشاہ بھی تجھے خراج دیں تو کیا تعجب۔ تیری تلوار سے آج تیغ رستم بھی پست ہے۔ تو تمام رستموں میں شجاعت و بہادری کا چراغ نظر آتا ہے۔ تیری تلوار کی چمک بجلی ہو کر آسمان پر چمکے تو عجب نہیں۔ کیونکہ اُسکے کڑکنے کی آواز سے سب دشمنوں پر تیرا راج قائم ہے۔

اے محمد قطب شاہ تو اپنی دعاؤں سے نا امید سا ہونے لگا تھا لیکن اب تیری دعا بامدعا ثابت ہوئی ہے اور تو محمد کی طرح اب کامیاب حکومت کر۔

اس نظم کے چند شعر یہ ہیں :-

مِرگ سلطانی ستارہ جگ میں آیا پھر کر آج
رُکھ (درخت) سکل سر سبز ہو کر سر تھے کھلے لعل تاج

لال رنگ کھلیا ہے مکھ پر لال کے لعل بدخشں
تو سرج اس رنگ تھی ہر رات جاوے لاج لاج

تیرے مکھ پر خسروی فر منور دیپتا
تو ہی ترکستاں کے شاہاں دیوتے تجکوں خراج

تج کھرگ تھے تیغ رستم پست ہے عالم منے
رستماں میں تجکوں گنتے ہیں شجاعت کا سراج

وو کھرگ جھلکا زبجلی ہو کے جھمکے کھن منے
کڑاکڑ اپر کڑ کیا ہے سب ہی دشمن کوں براج

اے قطب شہ توں دعا تھے ہو رہیا تھا نا امید
تج دعا بامدعا ہے کر محمد نمنے (مانند) راج

اسی طرح کی ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ :-

اب کے بارش انند اور اطمینان سے آئی ہے کیونکہ دشمن پامال ہو چکے ہیں اور عزیز خوشحال ہیں۔ آسمان کے کنارے یہ شفق کا رنگ نہیں ہے بلکہ دشمنوں کے مارے جانیکی وجہ سے ان کا خون اچھل کر جا لگا ہے۔ آسمان پر یہ گرج کی آواز نہیں ہے بلکہ ہاتھی مست ہو کر چنگھاڑ رہا ہے کہ بادشاہ کے رہے سہے دشمنوں کو بھی پامال کروں۔

انکی مدافعت کی مجھے ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود اب ساتویں پاتال کے نیچے جا چھپے ہیں یہ توس قزح نہیں ہے بلکہ مجھے سلطنت دینے اور دشمنوں کو مارنے کیلئے کمان تانی گئی ہے۔ چونکہ بادشاہ نے سب دشمنوں پر فتح پائی ہے اسلئے زہرہ خوشی سے نغمہ زن ہے اے قطب شاہ اب تو کوئی غم نہ کر کیونکہ علیؑ اور ان کی آل ہمیشہ تیری حفاظت کرتی رہیگی

جس نظم میں یہ خیالات ظاہر کئے گئے ہیں وہ حسب ذیل ہے ؎

انداں سیتے بھی آیا مرگ سال — دندیاں پامال عزیزاں ہو خوشحال
کنارے آسماں کے نیں شفق رنگ — دندیاں مارے گئے اچھلیا رگت لال
فلک میں گڑ گڑا آتا مت ہی بست — کہ شہ کے درجناں کو کرنے پامال
ان کے وصلے تیں کچھ نیں مجے کام — کہ آپی سب چھپے اس پیت پاتال
کماں توس قزح دینے ملک کوں — دندیاں مارن کوں لا محو رتے تس بھال
ظفر شہ پائے کر سب درجناں پر — خوشی سوں گاوے زہرہ فتح بر مال
نبیؐ صدقے نکو کر غم توں قطبا — علیؑ ہور آل دایم تیرے رکھوال

یوں تو کلیات محمد قلی میں متعدد نظمیں اور بیسیوں شعر ایسے ملتے ہیں جنمیں فتح و نصرت کی خوشی کے دمامے بجائے گئے ہیں لیکن یہاں انہی اشعار اور نظموں کا ذکر کیا گیا جو اس موقع سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتی ہیں ۔

(۱۰)

بھاگ نگر یا حیدرآباد
اور
اُسکی زیبائش و آرائش

شہر حیدرآباد کی تعمیر و تزئین سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ایک زندہ جاوید کارنامہ ہے لیکن تعجب ہے کہ جس طرح بھاگ متی کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوتیں بھاگ نگر یا حیدرآباد کی بنا کے متعلق بھی محمد قلی کے موجودہ کلام سے بہت کم علم حاصل ہوتا ہے۔ خاص کر بھاگ نگر کا تو محمد قلی قطب شاہ نے کہیں نام[1] ہی نہیں لیا۔ البتہ ایک جگہ "شہر حیدر" کا ذکر کیا ہے گویا حیدرآباد کا۔ وہ کہتا ہے کہ قطب کے اشعار

---

[1] سلطان محمد قلی کے علاوہ قطب شاہی تاریخوں میں بھی بھاگ نگر کا نام نہیں ملتا۔ البتہ اُس دور کی دوسری تاریخوں میں حیدرآباد کو بھاگ نگر بھی لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو قطب شاہیوں نے کوشش کی کہ اس شہر کا نام حیدرآباد مشہور ہو جائے۔ لیکن بیجاپوری اور مغل تاریخوں نے اس نام کو مٹنے نہ دیا۔

بے بہا ہیں۔ کسی شہر میں ان کا مول نہ ہوگا، اس لئے اگر فروخت کی توقع ہو تو حیدرآباد میں لے آؤں ؎

رتن قطبا کے ہیں زمول نہیں کس شہر میں اُس
لے کر آؤں جو بکھرا ہوے اُس کا شہر حیدر میں

یہ شہر حیدر یا حیدرآباد سلطنت قطب شاہیہ کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لحاظ سے دسویں صدی ہجری کے اواخر میں خود بخود آباد ہونے لگا تھا۔ کیونکہ اس سلطنت کے پایۂ تخت گولکنڈہ میں مزید آبادی کی گنجائش نہ رہی تھی اور سب سے پہلے وہاں کے امرانے اس قلعہ کے اطراف و جوانب میں اپنے لئے باغ اور شبستان تعمیر کرنے شروع کر دئے تھے۔ خاص کر قلعہ کے جانبِ مشرق موسی ندی کے کنارے کنارے یہ آبادی بڑھنے لگی یہاں تک کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے ۱۰۰۰ھ میں سرکاری طور پر ایک عالیشان شہر کا سنگ بنیاد رکھا۔ اگرچہ حیدرآباد جیسے وسیع شہر کی زد میں کئی قصبے اور گاؤں آگئے ہوں[1] گے لیکن جس جگہ اب چارمنار واقع ہے وہاں وہ موضع چچلم واقع تھا جس میں

---

[1] شہر حیدرآباد کی وسعت اور شادابی کا اندازہ تاریخ ظفرہ کے حسب ذیل بیان سے ہو سکتا ہے:۔

کثرت خلائق و وفور بدائع مواضع و فراوانی باغ و بساتین بدرجہ انجامید کہ ساحتِ کوہ و دشت سمت تضائق پذیرفت۔ چنانچہ از دار السلطنت حیدرآباد تا

بعض تاریخوں کے بیان اور مشہور روایتوں کے مطابق بھاگ متی رقاصہ تھی۔

اس موقعہ پر یہ امر واضح کر دینا ضروری ہے کہ ماہ نامہ کے مصنف نے بھاگ متی کے قصہ کو غلط بتا کر یہ لکھا ہے کہ اصل میں محمد قلی قطب شاہ کی والدہ کا نام بھاگ رتی تھا اور اُس نے اسی کے نام پر شہر بھاگ نگر آباد کیا۔ اس اختلافِ روایت کا تصفیہ اُسی وقت ہو سکے گا جب چند اور قطب شاہی تاریخیں دستیاب ہوں گی اور محمد قلی کا مکمل کلام مل جائے گا۔ بحالت موجودہ اتنا تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ماں ہو یا محبوب، بھاگ رتی ہو یا بھاگ متی، محمد قلی نے اپنی محبت کی یادگار کے طور پر بھاگ نگر کو بسایا تھا۔ اُس نے سب سے پہلے شہر کے وسط میں چار منار کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہ عمارت ۱۰۹ فیٹ بلند ہے۔ اور اس کے اوپر ایک مسجد اور مسجد کے ساتھ ایک حوض بنایا گیا تھا جس میں تالاب جل پلی سے پانی پہنچایا گیا۔ اوپر کا یہ حوض اس وقت باقی نہیں ہے لیکن یہ ۱۱۸۵ھ تک موجود تھا۔ چنانچہ تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے کہ :-

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قصبہ نرکھوڑہ ابراہیم پٹن و بھونگیر و پٹن جرو کہ در چہار جہت واقع است و مساحت بقدر دہ فرسنگ است مجموعۂ فضائے دشت و صحرا باغ و بستان شدہ و کثرت احداثِ مساجد و بقاع و سرائے دلکش و نزاہت ریاض فردوس کل غیرت افزائے سپہر اخضر گردید (صنا)۔

حوضے است در غایت لطافت وصفا۔ آب نہر تالاب جلیلی درآں میرد" (ص۱)

اُس بالائی حوض کے علاوہ نیچے بھی ایک گول حوض بنایا گیا جس میں ایک بہت بڑا فوارہ پتھر میں تیار کیا گیا جس میں دو ہاتھی اور دو شرزے (جو پتھر کے تراشے گئے تھے) ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ایک دوسرے پر پانی پھینکتے تھے[1]۔ یہ فوارہ مغل قبضہ کے بعد بت پرستی کی علامت سمجھ کر توڑ دیا گیا اور ان ہاتھیوں اور شرزوں کے شکستہ پتھر عہدِ آصفجاہ ثانی تک چار منار کے قریب (جہاں اب پولس کا ٹھانہ ہے) پڑے ہوئے تھے۔

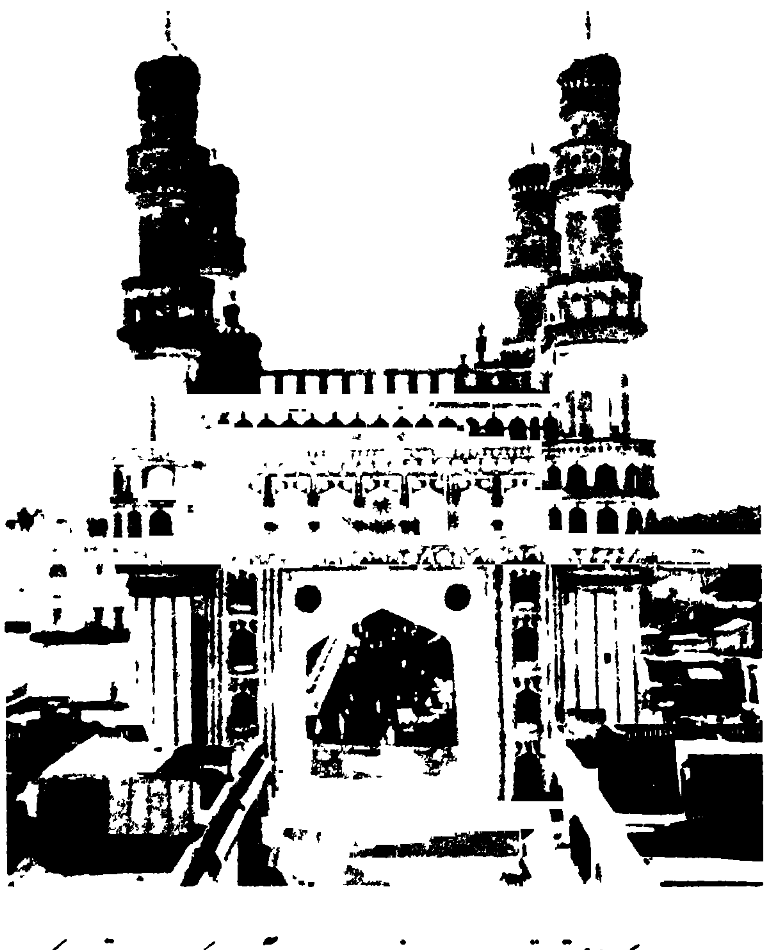
چار منار کی تعمیر میں ایک روایت کی رو سے تین لاکھ اور دوسری کے مطابق دو لاکھ باون ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ **یاحافظ** سے اسکی تاریخ نکلتی ہے۔

چار منار کے ساتھ ہی شہر میں چار بازار ترتیب دئے گئے جن میں چودہ ہزار دکانیں بنائی گئیں۔ گلزار آصفی میں لکھا ہے کہ:۔

"امر فرمود کہ دست بدست بنائے شہر مشتمل بر چہار بازار و بر سرِ ہر بازار طاق و رواق با چہار دہ ہزار دکاکین و ایوان و سائبان و دوازدہ ہزار محلہ متساوی الاضلاع باحداث در آرند۔" (ص۱۹)

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۲۱۔



چار مینار ۔ جسکو محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد کے ساتھ تعمیر کیا تھا

ایک ایسے عظیم الشان شہر کی تعمیر جس ولولہ اور بے تابانہ شوق سے ہوئی اور اس کی جلد سے جلد تکمیل و آبادی کے لئے جو کوششیں کی گئیں اس کا اندازہ خود محمد قلی کے کلام سے ہوتا ہے چنانچہ وہ ایک جگہ مناجات میں خدائے تعالیٰ سے جہاں بہت سی باتوں کی التجا کرتا ہے اپنے شہر کی معموری کے لئے بھی دعا کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنے آباد کئے ہوئے شہر سے کتنی محبت تھی اور وہ اسکی آبادی اور آرائش و زیبائش کے لئے کتنا بے چین تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :-

اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اسی طرح معمور کر دے جس طرح

تو نے سمندر میں مچھلیاں بھر دی ہیں۔

بڑی اچھی مناجات لکھی ہے جس کے چند شعر ہیں ؎

مناجات میرا تو سن یا سمیع
منجے خوش تو ں رکھ رات دن یا سمیع

مرے دوستاں کوں تو نت دے جنت
مرے دشمناں کوں اگن یا سمیع

اباد ان کر ملک میرا سو توں
بسا سو توں دے میرا سن یا سمیع

سکل تخت پر میرا یوں تخت کر
انگوٹھی پہ جوں ہے نگین یا سمیع

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر
رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع

مرادات کا جم ترنگ سار قطب
اُسے سار ہت دے عنین یا سمیع

عید میلاد النبی کے سلسلہ میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں جن میں سے ایک میں وہ بازاروں، محلوں اور قصروں کی زیبائش و آرائش کا ذکر کرتا ہے وہ کہتا ہے ؎

سنوارے جگت سب جنت جو جڑت سوں   نگارے سو بازار قصراں محلاں

بازار اور محلے جس شوق سے تعمیر کئے گئے اس کا ذکر تو گذر چکا ہے اب قصروں کی تعمیر کے سلسلہ میں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ سب سے پہلے چار منار کے جانب شمال مغرب دولت خانۂ عالی بنایا گیا جس کے جلوخانہ میں چاروں طرف چار بلند کمانیں کھڑی کی گئیں اور وسط جلوخانہ میں ایک ہشت پہلو حوض، تا کہ فوجیوں اور ان کے جانوروں کو ہر وقت کافی پانی میسر آسکے۔ اس جلوخانہ کے مغرب کی طرف محلاتِ شاہی کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ اس طرف کی کمان دروازۂ دولت خانہ یا دروازۂ شیرِ علی کہلاتی تھی۔ اس کمان میں ۶۰ فیٹ بلند اور ۶ فیٹ چوڑے یشب کی طرح سیاہ و مصفا دو سنگ خارا کھڑا کرکے اور ان کے اوپر ۳۶ فیٹ کا ایک اور پتھر رکھ کر بابِ عالی کی چوکھٹ بنائی گئی۔ اس چوکھٹ میں صندل، ہاتھی دانت، اور سونے کا ایک دروازہ لگایا گیا۔ اس دروازے سے اندر داخل ہوتے تو ایک وسیع فضا میں کئی قصر نظر آتے۔ یہاں جنوب کی طرف دفتر خانۂ شاہی اور مغرب کی طرف جامدار خانہ

اور کارخانہائے عامرہ وغیرہ بنائے گئے۔ اس وسیع فضا میں جانب شمال ایک دوسرا دروازہ لگایا گیا تھا جس میں داخل ہونے کے بعد ایک اور وسیع میدان ملتا جس کے چاروں طرف لشکریوں، حوالداروں، شب نویسوں اور سلحداروں کے لئے بڑے بڑے ہال یا ایوان بنے ہوئے تھے۔

ان سے گذرنے کے بعد چندن محل تھا جو ایک "عمارتِ رفیع و دلکشا" تھی۔ اس محل میں بھی چند سلحدار نوبت بہ نوبت جمع رہتے۔ چندن محل کے آگے گلگن محل تھا جو نہایت وسیع تھا اور اس میں خاص ترک، عرب اور دکنی سلحدار حاضر رہتے اس کے بعد صدر صفہ تھا جس میں مقرب و معتبر ملازمانِ قدیم ہی ٹھہر سکتے تھے۔ صدر صفہ کے بعد سجن محل تھا جو نہایت خوبصورت اور عالیشان عمارتوں پر مشتمل تھا جن میں اعیان و فضلا مقام کرتے تھے۔ اس محل کے جانبِ مشرق تین سو فیٹ طویل ایک ہال تھا جس میں رات اور دن مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور تقریباً دس ہزار مجلسی، سادات، علما، فضلا، اور امرا ہر روز اس شاہی دسترخوان پر کھانا کھاتے۔

یہ تو دولت خانۂ عالی کی بیرونی عمارتیں ہوئیں۔ اصل شاہی قیام گاہ خداداد محل تھا جس کے متعلق محمد قلی کی ایک نظم دستیاب ہوئی ہے اس لئے بعد کو اس کا

ذکر کیا جائے گا۔ دولت خانۂ عالی کی عمارتوں کے علاوہ محمد قلی نے ایک داد محل بھی بنایا تھا جو انہی محلات کی پشت پر یعنی مغرب اور جنوب کی طرف بنایا گیا تھا اور قلعہ گولکنڈہ سے جو سڑک چار منار کو آتی ہے اس کی طرف اس کا رخ رکھا گیا تھا۔ حیدرآباد کے موجودہ محلۂ چوک و شاہ گنج و محبوب گنج کی جگہ قطب شاہی دور میں ایک وسیع میدان تھا جس کے درمیان ایک عالیشان حوض ۱۸۰ فیٹ طویل اور ۱۲۰ فیٹ عریض بنایا گیا تھا اور اس میدان کے اطراف بازار بنائے گئے تھے۔

داد محل کا رخ اسی میدان اور بازاروں کی طرف رکھا گیا چنانچہ اُس کے وسیع ایوانوں کے دروازے اِسی طرف کھول دیئے گئے تھے تاکہ مظلوموں اور آفت رسیدوں کو بلا روک ٹوک بادشاہ کی نظروں کے سامنے پہنچنے میں سہولت ہو۔ اور وہ اعیان و اکابر و دربانانِ شاہی کے توسط کے بغیر راست سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پہنچکر اپنا دُکھڑا بیان کر سکیں اور بادشاہ اکثر اِسی کے بیرونی جھروکے میں بیٹھا رہتا تھا۔

داد محل چار منزلہ تھا اور اس طرح بنایا گیا تھا کہ سامنے سے چار جدا جدا محل نظر آتے تھے۔

داد محل کے سامنے جو تالاب نما حوض بنایا گیا تھا اس کی تعریف میں اُس

زمانہ کے سیاح اور مورخین خاص طور پر رطب اللساں ہیں۔ چنانچہ قزوینی استرابادی اُسی زمانہ میں حیدرآباد آیا تھا اور وہ اپنی تاریخ فتوحات عادل شاہی میں نورسپور کی تعریف کے سلسلہ میں دوسرے شہروں کی عجائبات کا بھی تذکرہ کرتا ہے اور حیدرآباد کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ :-

"دریاچہ کہ در برابر داد محل قرار دادہ اند بنوعے کہ فیلے از طلا ساختہ اند چنانچہ آب از خرطوم فیل مثل فوارہ لا ینقطع در دریاچہ می ریزد کہ بر ہوا ساختہ اند نوعے کہ طاقہا زدہ اند کہ حوضے بدیں بزرگی را کہ زیر او خالی ست و محل مرور مردم است پرداختہ اند۔ در اں عمارات و مواضع، اعجوبہ کار آں راوقت بسیار بکار رفتہ" (نسخہ برٹش میوزیم ورق ۲۱۷)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حوض سطح زمین سے کافی بلندی پر بنایا گیا تھا اور اُس کے نیچے بلند کمانیں بنادی گئی تھیں جن میں سے لوگ گذرتے تھے۔

یہ محل زوال سلطنت تک باقی تھا اور مغلوں کے قبضہ کے بعد توڑ دیا گیا چنانچہ لچھمی نارائن شفیق نے اپنی کتاب احوال حیدرآباد میں (جو ۱۲۱۴ھ کی تالیف ہے) جہاں اُس روایت کو نقل کر دیا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کی نظر جب داد محل پر پڑی تو اس کی زبان سے نکلا :-

"این بلند بلند چیست" ؟

نعمت خاں عالی نے عرض کیا :۔ "داد محل است"

اورنگ زیب نے کہا :۔ "آرے شداد محل است"

داد محل کے توڑنے کا بھی واقعہ ان الفاظ میں درج کیا ہے :۔

ہرگاہ داد محل را شکستند، درعرصۂ سی سال بشکست رسید ..... اکثر عمارات عمدۂ شہر تباہ شد و ہنوز تہ خانہ ہائے آں بعضے جا قایم "

غرض محمد قلی قطب شاہ کے بنائے ہوئے جن محلوں کا اب تک ذکر کیا گیا وہ سرکاری محل تھے۔ لیکن اُس نے کئی ایسے محل بھی بنائے تھے جو خود اس کی خانگی ضرورتوں اور ذوق کی تکمیل کی خاطر وجود میں آئے تھے۔ انہی میں "ندی محل" بھی شامل تھا جو موسیٰ ندی کے کنارے پانی کا نظارہ کرنے اور خانگی تفریح کی خاطر بنایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ "محل کوہ طور" بھی ایک خانگی محل تھا جس کا ذکر آگے آئیگا۔

افسوس ہے کہ محمد قلی قطب شاہ کے طویل قصیدے، مثنویاں اور ترجیع بند دستیاب نہ ہوسکے ورنہ اس موضوع کے تحت ہم اور کچھ لکھہ سکتے۔ کیونکہ اس نے اپنے محلوں، باغوں، اور دیگر عمارتوں پر تفصیل سے قصیدے اور مثنویاں لکھی ہیں۔ اس وقت اس کے کلام سے جو مواد ہمیں مل سکا ہے وہ صرف چھہ سات محلوں

(یعنے خداداد محل، سجن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، نعل کوہ طور، قطب مندر اور حناں محل) اور ایک باغِ محمد شاہی کی تعمیر و آرایش سے متعلق ہے۔ لیکن ان میں بھی صرف تین کے متعلق اُس نے تفصیل سے لکھا ہے اور باقی کی نسبت بہت ہی کم لکھا ہے۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ سجن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، حناں محل اور قطب مندر پانچوں اسکی رہائش گاہیں تھیں۔ اور غالباً ان میں سے اکثر (سوائے قطب مندر کے) ایک ایک بیگم کے لئے مخصوص تھے۔ البتہ قطب مندر ایک ایسا مقام تھا جہاں خود بادشاہ رہتا تھا اور جہاں بڑی بڑی محفلیں اور تقریبیں انجام پاتی تھیں۔ لیکن یہ محفلیں اور بزم آرائیاں بھی زنانہ ہوا کرتی تھیں۔ مردوں کی محفلوں اور دربار آرائی کیلئے جو مقام مقرر تھے وہ دوسرے ہی تھے جن کا ذکر گذر چکا ہے اور جن پر کوئی نظم افسوس ہے اس وقت تک دستیاب نہ ہو سکی۔

خداداد محل اور محل کوہ طور کی زیبائش و آرائش کے بارے میں محمد قلی کے کلام سے نہایت مستند اور مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ باغِ محمد شاہی پر جو قصیدہ محمد قلی نے لکھا تھا وہ بھی نامکمل دستیاب ہوا ہے۔ اسی طرح اور باغوں اور محلوں پر بھی اُس نے لکھا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کا مکمل کلیات کتب خانہ آصفیہ میں اس وقت موجود نہیں ہے۔

خداداد محل محمد قلی کے کلام میں سب سے پہلے نظم خداداد محل قابل ذکر ہے۔ یہ حیدر آباد کا سب سے بڑا اور عظیم الشان آٹھ منزلہ محل تھا۔ اس محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں :۔

معماران نادرہ کار متصل بہ عمارت "داد محل" طرح منزل عالی افگندہ دراندک زمانے سقف عالیش از ایوان کیوان گذرانیدہ بذروہ لامکاں رسانیدند۔ از زیر تا بالا ہفت طبقہ ..... مشتمل بر قصرہائے مقرنس و غرفہ ہائے عالی حسن زینت پذیرفت مجموع ایں طبقات بہ "خداداد محل" موسوم گردید۔ ..... ہر یک ازیں طبقات را بہ ایں وجہ موسوم ساختند طبقہ ہفتم کہ پہلو از عرش می زد بخطاب الٰہی محل مشرف گردید۔ طبقہ ششم بہ لقب محمدی محل ..... طبقہ پنجم بہ حیدر محل ..... طبقات چہارم وسیوم ..... یعنے حسنی محل وحسینی محل ..... طبقہ دوم جعفری محل وطبقہ اول موسوی محل نامزد شد۔ چوں ایں قصر عالی اتمام یافت شاہ کامگار بادل شاد جشن شاہانہ آراستہ ارکان دولت وخاص وعام سلطنت را از احسان وانعام سرفراز گردانید۔ درآں مجلس میرک معین سبزواری حاجب نظام شاہ کہ در سخنوری دست رسا داشت تاریخ تازہ بعرض رسانیدہ صلۂ گراں مایہ

یافت۔ رباعی تاریخ ؎

این قصر کہ ہست رشکِ فردائے بہشت ایام بآب زندگانیش سرشت
تاریخ مرتب شدنش کلک قضا برلوحِ بقا بنائے جاں بخش نوشت

(تاریخ ظفرہ ص۶)

مشہور قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ:۔

"قصر ہائے الٰہی محل و محمدی محل و حیدر محل و نوابع و لواحق آں کہ بہ ہفت طبقہ خاقان جنت مکان سلطان محمد قلی قطب شاہ ساختہ بودند و چند لک ہون خرچ آں شدہ بود و مثل آں قصر ہا بر روے زمیں بنا نہ شدہ۔" (مطبوعہ ص۲۲)

اس عجیب و غریب محل کے متعلق خود اس کے بانی نے جو لکھا ہے اس سے زیادہ معتبر و مستند کسی مورخ کا بیان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ کلیات محمد قلی قطب شاہ میں جو نظم خداداد محل کے متعلق موجود ہے اُس میں قطب شاہ لکھتا ہے کہ:۔

محمدؐ نے خداداد محل کو سنوارا اور اس میں جنت سے حسینوں کو لا کر رکھا تاکہ محل کی آرائش ہو۔ اس محل کی بلندی آسمان جیسی ہے جس کی وجہ سے سورج چاند اور تاروں کی رونق بڑھ گئی ہے۔ روئے زمین پر ایسا محل کسی نے نہ دیکھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس کو بھی قدسیوں نے زمین پر

لاکر رکھ دیا ہے۔ اسکی آٹھ منزلیں آٹھوں بہشتوں کی طرح ہیں جن میں آب حیات کے چشمے بہتے رہتے ہیں۔ یہ محل اتنا ہوادار ہے کہ اسکی آٹھوں منزلوں میں دم عیسیٰ جیسی ہوائیں چلتی رہتی ہیں تاکہ دنیا کو زندگی بخشیں۔ اس محل میں جو نازنینیں رہتی ہیں اُن کے رُخسار لعل بدخشاں کی برابری کرتے ہیں اور وہ سورج اور چاند جیسے پیالوں میں آب حیات بھر کر پلاتی ہیں۔ ان کے چہرے یمن ہیں تو ان کے ہونٹ عقیقِ یمن۔ اور ان کا مکھڑا سہیلِ یمن کی طرح روشنی پھیلاتا ہے۔

یہ ساری خوبرویاں جنت کی حوریں ہیں کیونکہ ہوا سے زیادہ نازک اور پانی سے زیادہ پتلی (لطیف) ہیں۔

جب یہ نغمہ زن ہوتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے زہرہ زمین پر گانے بجانے کے لئے اتر آئی ہے۔ جب یہ نازنینیں ہاتھوں اور آنکھوں سے ارت دکھاتی ہیں تو فرشتے ان کا نظارہ کرنے کے لئے آسمان کی کھڑکیاں کھول کر جھانکنے لگتے ہیں۔

یہ چھبیلیاں آسمانی[1] دوپٹے یا ساڑیاں باندھتی ہیں جن کے کنارے

---

[1] آسمانی رنگ قطب شاہیوں کا شاہی رنگ تھا اور محمد قلی اپنے کلام میں اس کا خاص طور پر کئی جگہ ذکر کرتا ہے۔

سورج کی کرنوں کی طرح جھلمل کرتے رہتے ہیں۔ ان کی بھویں آسمانی کمان

کا کام کرکے رقیبوں کے دلوں کو ہدف بنا کر گھائل کرتی ہیں۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں اور بارہ اماموں کے کرم سے تم

اس محل میں اپنی بارہ پیاریوں کے ساتھ ہمیشہ عیش کرتے رہو۔"

اس نظم سے ایک چیز نئی یہ معلوم ہوتی ہے کہ خداداد محل آٹھ منزلہ تھا نہ کہ سات منزلہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے۔ البتہ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ آٹھویں محل کا نام کیا تھا؟ ایک چیز اور قابل ذکر ہے وہ ہر ایک منزل کا نہایت ہوادار اور کافی بلند ہونا۔ اس خصوصیت پر محمد قلی نے بہت زور دیا ہے اور تاریخیں ساکت ہیں۔

افسوس ہے کہ ایسا عجیب و غریب محل محمد قلی کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں عین اُس روز جل گیا جب کہ سلطان محمد کے یہاں اس کی دوسری بیوی (جو ابراہیم عادل شاہ کی دختر تھی) کے بطن سے شاہزادہ ابراہیم مرزا پیدا ہوا تھا۔ اسکے متعلق مورخ لکھتا ہے کہ:۔

"شعلہائے آں بفلک اثیر رسید و مدت چند روز کہ می سوخت احدے

را میسر نبود کہ ہزار قدم و دو ہزار قدم راہ بحوالی آں گذار نماید و ایں قضیہ

از قضایائے عجیبۂ غریبۂ روزگار بود۔" (حدیقۃ السلاطین ص۲۲)

خداداد محل کے ساتھ نہ معلوم فنون لطیفہ کے کیا کیا خزانے جل گئے کیونکہ اسکی ہر منزل بجائے خود کسی نہ کسی آرٹ کی نمایش گاہ تھی۔ ایک میں کتب خانہ تھا ایک میں مصوروں اور نقاشوں کے کمالات جمع تھے اور ایک میں جلد سازوں اور کاغذ کو صاف اور مزین کرنے والوں کی نشست تھی۔ یہی وجہ ہے کہ محمد قلی کے عہد اور اُس سے قبل کی اردو کتابیں بھی ہمیں دستیاب نہیں ہو رہی ہیں۔ بعد کو اس نقصان عظیم کی تلافی کرنے کی کوشش کی گئی چنانچہ اس محل کی جگہ پر سلطان محمد نے بجائے ہشت منزلہ عمارت کے صرف چہار منزلہ عمارت بنادی۔ لیکن یہ قصر بھی زوال گولکنڈہ کے بعد تباہ و تاراج ہو گیا۔ اور آج خداداد محل کا نام و نشان بھی حیدرآباد میں باقی نہیں۔

محل کوہ طور یہ بھی حیدرآباد کے عظیم الشان محلوں میں سے تھا اور اُسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب قصرِ فلک نما واقع ہے جو جدید حیدرآباد کا سب سے بہتر محل سمجھا جاتا ہے۔ محلِ کوہ طور سہ منزلہ تھا۔ اُس محل کے متعلق تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے:۔

درجانبِ جنوب کوہے مانند کوہ طور پر فیض و سرور بود خسرو زماں
فرمود کہ برآں کوہ والاشکوہ عمارتے شاہانہ ترتیب دادہ اطراف و جوانب
آں انہار و آبشار حوضہائے فوارہ دار و اسمار بے شمار تیار سازند۔
ہنرمندانِ ماہر بموجب اشارہ ہمین اہتمام شہریار جہاں باتمام رسانیدند۔

نشیمنِ کوہ بریں و گلگشتِ آں سرزمیں بفرِ قدوم و جلوسِ خسروِ نو آئیں بغایت
مطبوع و شیریں می نمود۔ اکثر مجالس شربِ مدام مدام درآں مکان می بود

(تاریخ ظفرہ ص۱)

اس محل کے متعلق سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد کی تاریخ حدیقۃ السلاطین
میں ذرا تفصیل سے لکھا ہے کہ :۔

جانبِ جنوب متصل بدروازۂ دارالسلطنت کوہے واقع ست کہ پنداری
خلقت اورا از روزِ ازل باجزاے عشرت و سرور نمودہ اند۔ و احجار و طینِ
اورا بزلالِ خرمی و شادی مخمر و منجمد ساختہ اند، ہموارہ فیوضاتِ نامتناہی
از ہبوطِ انوارِ الٰہی بر فرازِ آں کوہ نازل، و غایتِ فرح و نہایتِ شادمانی از
سیرِ آں نزہت گاہ خاقانِ جہاں را حاصل، و سلطانِ علیین بارگاہ محمد قلی
قطب شاہ طاب ثراہ بربالائے آں کوہ عمارت و قصرے بغایت رفیع مشتمل
بر سہ طبقہ و ایوانہائے وسیع، و شاہ نشینہا، و غرفہا بہ تکلفاتِ گوناگوں تصرفات
موزوں ساختہ اند۔ و پیش آں قصر فلک منظر طاقہائے بلند ساختہ فضائے
وسیع محاذیِ آں از آہک و سنگ ترتیب دادہ اند و بر زیر آں حوضے
بطولِ پنجاہ گز و عرض سی گز بستہ اند و در اندرونِ آں قصر و ایوانہا

وشاہ نشینہا حوضہا ساختہ بجرہائے ثقیل آب را از نشیب آں کوہ بفراز بردہ جمیع حوضہا را از آب مملو ساختہ فوارہائے بلند را از آں زلال کوثر مثال جوشندہ و چوں ابر مطیر در فضائے ہوا وسطح آب بارندہ گردانیدہ اند در دامنہ کوہ فلک شکوہ شمایہ بروج عمارات دیگر کہ تجملات سلطنت و اثاثہ ہائے شاہی دراں گنجد جابجا بنا نمودہ اند و آں جبل پرصفا و نور را مسمی بہ کوہ طور گردانیدہ اند۔ (ص۵)

مطلب یہ کہ کوہ طور بہت پرفضا جگہ تھی۔ وہاں کی سرسبزی و شادابی کو دیکھکر محمد قلی قطب شاہ نے وہاں ایک سہ منزلہ محل بنوایا جس کے ایوان وسیع، اورشاہ نشین اور کمرے نہایت پرتکلف تھے۔ اس محل کے سامنے اونچی اونچی کمانیں بناکر سامنے کے صحن کو پتھر اور چونے سے ترتیب دیا۔ اس کے نیچے ایک بہت بڑا حوض ۱۵۰ فیٹ لانبا اور ۹۰ فیٹ چوڑا بنایا گیا۔ اس محل میں اور اس کے جملہ ایوانوں اورشاہ نشینوں میں ہر جگہ حوض اور فوارے بنائے گئے۔ اور نیچے سے پانی اوپر اس طرح پہنچایا گیا کہ تمام فوارے بادل کی طرح فضا میں پانی برساتے رہتے تھے۔ پہاڑ کے دامن میں بھی برجوں کی طرح عمارتیں بنائی گئیں تاکہ دوسری شاہی ضرورتوں کے کام آئیں۔

تاریخ محمد قطب شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس محل کے شاہ نشین کا طول ۹۰ فٹ

اور عرض ۶۰ فیٹ تھا۔ اور اس کا حوض ۱۳۵ فیٹ لانبا اور ۹۰ فیٹ چوڑا تھا اور اس کی عمارت میں چار ایوان تھے ۔ (نسخہ نواب سالار جنگ بحوالہ صفحہ ۲۶۹)

محمد قلی قطب شاہ نے جو نظم محل کوہ طور لکھی ہے اس میں اس نے حسبِ ذیل باتیں بیان کی ہیں :-

چونکہ کوہ طور پر ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی تجلی نظر آتی ہے اسلئے خلقِ خدا اس کو دیکھنے آتی ہے اور اسکی روشنی سرمہ بنکر لوگوں کی آنکھوں کو روشن کرتی ہے ۔

اس طور کا منظر ہشت بہشت کے مانند ہے۔ آسمان کی روشنی اس کے نور کے تلے چھپ جاتی ہے ۔

اس محل کو دیکھ کر سب لوگ اپنی بھوک پیاس بھول جاتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر شاہ مرداں کی تجلی جھلک رہی ہے ۔

اس کے بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظر عنایت ہے اسی وجہ سے اس محل پر ایمان کی روشنی چمکتی رہتی ہے ۔

اس محل کا ہر ایک کنگورا اتنا بلند ہے کہ اس پر چڑھنے سے اسطرح تمام عالم نظر آتا ہے جس طرح جام جہاں نما سے نظر آتا تھا۔ اس کے ہر

منارے پر شاہِ کنعاں کا حسن جھلکتا رہتا ہے۔

یہ محل اپنی بلندی اور روشنی کی وجہ سے ساتویں آسمان کا قطب تارا معلوم ہوتا ہے۔ اور تختِ سلیمان اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے جو فرامین نکلتے ہیں وہ اُجالے کی طرح تمام عالم میں جاری ہو جاتے ہیں۔

اس محل کا صحن آئینہ سکندر ہے جس میں ایران و توران کی روشنی بھی منعکس نظر آتی ہے۔

اس محل کے اطراف جو میدان ہے وہ اتنا نورانی اور بارونق ہے کہ اس کے مقابلہ میں چاند اور سورج بھی خود کو بے رونق سمجھ کر اسکو دیکھنے کے لئے روزانہ بیتاب ہو کر آتے ہیں۔

ساتوں اقلیموں میں اس محل کی نظیر نہیں۔ اس کی روشنی کے آگے سورج کا اجالا تارے کی روشنی نظر آتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت سے چاند اور سورج کو لیکر اس محل کی بنیاد میں رکھ دیا گیا ہے اسی لئے یہ روشنی کی ایک کان نظر آتا ہے جسکی روشنی جواہرات کی تمام کانوں میں بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس محل کے کنگورے اتنے بلند ہیں کہ عرش کے قدم سے جا لگے ہیں

اسی لئے اس جگہ کا اجالا تمام دنیا کے لئے قبلہ گاہ بن گیا ہے۔

اس محل کے ہر شہ نشیں میں اور ہر برج پر بادشاہ کے حکم سے ہر روز

مہ جبینوں کی مجلس آرائیوں کی وجہ سے روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اے قطب شاہ نبی کے صدقے میں تو اس محل میں آرام واطمینان سے

زندگی بسر کر کیونکہ اس میں شیر یزداں کی تجلی بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس نظم سے ظاہر ہوتا ہے کہ محل کوہ طور اصل میں ایک شبستان کا کام دیتا تھا۔ جہاں بادشاہ اپنی پیاریوں کو لے کر اپنی زندگی عیش ونشاط کے ساتھ بسر کرنے جاتا تھا۔ ایسی اچھی تفریح کا مقام شاید پوری سلطنت میں کوئی نہ تھا۔ کیونکہ وہاں سے نہ صرف شہر حیدرآباد اور گولکنڈہ کی آبادی نظر آتی تھی بلکہ اطراف واکناف کے باغوں اور محلوں کی اور رات کے وقت پورے پایہ تخت کی روشنی پیش نظر ہو جاتی تھی۔ اس مقام کی ان خصوصیتوں کی طرف قطب شاہی مورخ نظام الدین احمد نے بھی خاص طور پر توجہ کی ہے اور اس کی حسب ذیل فارسی عبارت محمد قلی قطب شاہ کی اردو نظم کا بعینہ ترجمہ ہے۔ کیا تعجب ہے کہ یہ عبارت لکھتے وقت مورخ کے پیش نظر بانیٔ محل کی اصل نظم بھی ہو! مورخ لکھتا ہے:—

"بر بالائے آں کوہ و عمارتِ فلک شکوہ، برآمدہ جہاں بین و خرم سواد

عمارات وخضرتِ بساتین وباغات چند انکہ حس بصر مشاہدہ نماید از اطراف بنظر در آوردہ از غایتِ فرح ونشاطِ عیش وعشرتِ انبساط فرمودند وماہرویانِ زہرہ جبیں وشاہدانِ حور العین بہ اطراف اورنگ شہریار خسرو آئیں حلقہ زدہ بخدمت قیام نمودند۔ وصراحی ہائے راح ارغوانی چوں آفتاب نورانی برفراز آں کوہ تجلی نمود۔ وجامہا چوں بدر منیر از آب آتش انگیز لبریز شد۔ صلائے نوشانوش بہ محبوبان بادہ نوش دردادند" (ص ۵۵)

یہ محل اور اس کے باغ کی سرسبزی وشادابی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں بھی اسی طرح بہار پر تھی اور وہ اسی طرح استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ سلطان عبداللہ نے ۱۰۳۷ھ کے موسم برسات میں وہاں ایک مہینہ تک قیام کیا اور اپنے نانا محمد قلی کی سنت کو (بقول حدیقۃ السلاطین" دراں عشرت سرا روز وشب بہ عیش وعشرت وطرب اشتغال نمودند") پورا کیا۔

قطب شاہی سلطنت کے خاتمہ کے بعد یہ محل بھی ختم ہو گیا اور اسی کے کھنڈروں پر بعد کو قصر فلک نما بنایا گیا۔ نواب شمس الامرا کا قصرِ جہاں نما بھی محلِ کوہ طور ہی کے احاطہ میں تھا۔ اور امرا کی فرودگاہ کے کام آتا تھا۔ ان ہی

کھنڈروں پر جہاں نما بھی آباد ہوا ہے۔

خداداد محل اور محلِ کوہ طور کے بعد سجن محل کا ذکر ملتا ہے جو ان نو عدد محلات میں سے ایک تھا جو شہر کے وسط میں تعمیر کئے گئے تھے اور جنہیں دولت خانۂ عالی کہتے تھے اور جنکی تعمیر اور خصوصیتوں کی تفصیل کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔

سجن محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ:۔

"درگاہ ہفتم سجن محل است۔ عمارتِ عالی مقدار با صفا کہ بہ رشکِ فردوسِ بریں بروئے زمین تزئیں یافتہ جمعے از اعیان و فضلا در آں مکان مقام دارند" (تاریخ ظفرہ ص۱۱)

اسی سجن محل سے متصل جانب مشرق ۔۔۲ فیٹ لانبا وہ مشہور و معروف ہال تھا جہاں صبح و شام مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور دس ہزار اشخاص (جن میں زیادہ تر سادات، علماء، فضلاء، امرا اور مجلسی شریک تھے) ہر وقت شاہی دسترخوان سے بہرہ مند ہوتے۔

سجن محل کے متعلق محمد قلی نے جو نظم لکھی ہے اس میں محل سے زیادہ اُس نازنین کا تذکرہ کیا ہے جو اس محل میں اس کے دل پر قابض ہو گئی تھی۔ اس نظم کے مطالعہ سے مورخوں کی وہ توضیح مشتبہ ثابت ہوتی ہے کہ اس محل میں اعیان و

فصلا ظاہر کرتے ۔ یہ محل اصل میں شاہی زنانہ محل تھا جیسا کہ خود نام سے بھی ظاہر ہے ۔ مزید ثبوت خود یہ نظم ہے جس میں بادشاہ لکھتا ہے کہ :۔

میری پیاری سجن محل میں بن سنور کر ناز و غمزہ کے ساتھ آئی ۔ اور میری جانِ جاں بن کر اس نے مجھے زندگی کا پیالا پلایا ۔ اس کا اثر میرے سر میں پھر سے چڑھ گیا ہے ۔ کیونکہ پھر اس نے اپنی خماری آنکھوں کی بھٹی تاز سے چڑھائی ہے ۔

اس نے اپنے بالوں میں چاند اور سورج اور تاروں کی طرح پھول گوندھے ہیں ۔ ان پھولوں اور ان بالوں سے مجھے ایک دوسرا آسمان نظر آنے لگا ۔

بھوؤں میں گرہ ڈالکر مجھ سے کہتی ہے کہ پیالا پیو اور اپنے ہونٹوں کے نقل کے ساتھ مجھ کو ملائی کھلاتی ہے ۔

اپنے گلابی گالوں پر اس نے پھولوں کا طرہ گوندھ کر لگایا ہے ، اپنے گلے میں نورتن کے ہار ڈالے ہیں اور اپنے آنچل کی چمک میں سو ہزاروں بجلیوں کا منظر پیدا کر دیا ہے ۔

سجن محل اُس وقت لٹ گیا جب سلطان عبداللہ کے عہد میں مغلوں نے حیدر آباد پر اچانک

حملہ کیا اور بادشاہ کو یکایک محلات چھوڑ کر قلعہ گولکنڈہ میں پناہ لینی پڑی اور حملہ آوروں نے حیدر آباد کے شاہی محلات کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

اعلیٰ محل اور حیدر محل[1] کی نظموں میں بھی بجائے محل کی زیب و زینت اور خصوصیات کا بیان کرنے کے اعلیٰ بکی اور حیدر پیاری کی تعریف کے گن گائے ہیں اسی طرح قطب مندر کی نظم میں بھی زیادہ تر اپنے محبوبوں کی تعریف اور اپنی محلوں کی رونق کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "اس کے محلوں میں ہر جگہ آئینے لگے ہوئے تھے اور موتیوں کا فرش رہتا تھا۔ اور اس کی بیگمات راتوں کو چاند کی طرح چمکتیں اور باتوں باتوں میں شراب کے پیالے پی جاتیں۔ اُن کی آنکھوں کی ضیا آسمان تک پہنچ جاتی اور یہ آنکھیں باغ فردوس کو قطب مندر کے مقابلہ میں ہیچ دیکھ کر ہنسنے لگتیں۔ جواہرات ان کے نورتن جیسے جسموں پر رہ کر خوشیاں مناتے۔" اور اسی طرح کے مضامین مسلسل کئی اشعار میں باندھتا چلا گیا ہے۔

یہ تو محلات شاہی سے متعلق نظموں کا ذکر تھا۔ ان محلات کے علاوہ عید قرباں کی ایک نظم میں ایک اور محل کا ذکر کیا ہے اور وہ حنا محل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس محل میں بھی وہ ایک عرصہ تک فروکش رہا تھا۔ اور بقر عید کی محفل اسی میں سجائی

[1] حیدر محل کا نام حیدر منڈوہ بھی تھا اور یہ بھی سیر تماشا او تفریح کیلئے کام آتا تھا (گلزار آصفیہ صفحہ ۲)
یہ خداداد محل کا پانچواں طبقہ "حیدری محل" نہیں بلکہ ایک بالکل دوسرا محل تھا۔

تھی۔ وہ عید قرباں کی نظم کے آخر میں کہتا ہے:۔

اے قطب شاہ تو نے نبی کے صدقے میں حناں محل میں عشرت کو

پکڑ کر بسا دیا ہے۔

اس کا شعر ہے ؎

صدقے نبیؐ کے قطبا حناں محل بنائے   عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمدؐ

حناں محل اصل میں حنا محل ہے۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ بادشاہ نے لفظ حنا کو تشدید کے ساتھ حِنّا کیوں استعمال کیا ہے۔ یہ محل اس جگہ بنایا گیا جہاں اب سرکاری زنانہ دواخانہ یا زچگی خانہ واقع ہے۔ یہ اصل میں محمد قلی کے سپہ سالار ملک امین الملک کا باغ تھا اور اسی لئے امین باغ کے نام سے کئی سو سال سے مشہور ہے۔ اور اب بھی بعض پرانے لوگ اس کو امین باغ ہی کہتے ہیں۔ ملک امین الملک کا باغ ندی کے کنارے سے لیکر خداداد محل اور دولت خانۂ عالی تک پھیلا ہوا تھا۔ غالباً ملک امین الملک کے انتقال کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اس باغ میں ایک حنا محل بنایا جائے چنانچہ ایک مہینہ کے اندر ایک مکمل عمارت تیار کر دی گئی۔ اس کے متعلق لکھا ہے:۔

معماران در مدت یک ماہ قصر مکمل "حنا محل" را در حسن تقطیع بغایت وسیع اساس نہادہ غیرت افزائے فردوس بریں و رشک بہیسرائے

نگار خانہ چیں ساختند۔

قطعہ

زاں رفیع آمد چو قصر چرخ ایں عالیمقام　　کز علوِ قدر بانی باز می گوید ثنا
از ہوائے او صبا بوے گرفت و میدہد　　خاک را پیرانہ سر بوئے جوانی از حنا
اہل دولت را فضائے دلکشائے او بود　　در لطافت ہمچو جنت لعل روز و جانفزا (تاریخ ظفرہ)

نوٹ۔ بعض تاریخوں میں محمد قلی کے ایک جناں محل کا بھی ذکر ہے۔ معلوم نہیں کہ محمد قلی نے نظم جناں محل خدا محل سے متعلق لکھی تھی یا جناں محل سے متعلق یا یہ کسی اور محل سے متعلق ہے جس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں۔

محلات شاہی کے بعد ہمیں کلیات محمد قلی میں باغ محمد شاہی سے متعلق ایک نظم ملتی ہے جس کے مطالعہ سے اُس زمانہ کے باغوں، درختوں، پھلوں اور پھولوں کے متعلق دلچسپ علم حاصل ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ نظم بھی مکمل نہیں معلوم ہوتی ورنہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل کے دکنی باغوں کی تفصیل عہد حاضر کے صاحبانِ ذوق کی چمن بندیوں میں مفید ثابت ہوتی۔

محمد قلی قطب شاہ کا ذوق کتنا پختہ تھا کہ اُس نے کشادہ بازاروں، نفیس حماموں اور عالیشان محلوں کے ساتھ حیدرآباد کے شایان شان باغ بھی تعمیر کئے تھے۔ اس کی اس نظم سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ اس زمانہ میں

باغوں کے اطراف چار دیواری ہوتی تھی جو زیادہ بلند نہ ہوتی۔ کیونکہ اس پر سے تمام درخت اور ان کے پھل اور پھول نظر آتے تھے۔ چار دیواری کے ساتھ ساتھ سڑک بنائی جاتی جہاں سے باغ کے مناظر دکھائی دیتے تھے‘ اور جس پر اس کے پھولوں کی خوشبو مہکتی رہتی۔ پھولوں میں اُس نے چنپا کلی کا خاص کر ذکر کیا ہے۔ اور پھلوں میں انگور‘ انار‘ کھجور‘ سپیاری‘ ناریل‘ جامن‘ اور محمد پھل کا۔ محمد پھل سے مراد غالباً بادام ہے کیونکہ اس سے آنکھوں کو تشبیہہ دی ہے۔ تعجب ہے کہ محمد قلی نے آم اور جام (امرود) کا ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آم ہی کو محمد پھل کہا ہو۔ انگور اور کھجور عہد حاضر کے حیدر آبادی باغوں میں کم نظر آتے ہیں۔

باغ محمد شاہی کا محل وقوع تاریخوں سے اُس جگہ معلوم ہوتا ہے جہاں اب میر عالم کی بارہ دری‘ نئے پل کا دروازہ‘ یوسف گنج اور چمپتہ واقع ہے۔ یعنی دلی دروازہ کے جانب مغرب تو ملک امین الملک کا باغ تھا اور جانب مشرق باغ محمد شاہی۔ یہ باغ ندی سے لیکر بلدیہ اور دار الشفا کی عمارت‘ پرانی حویلی‘ اور دیوان ڈیوڑھی تک پھیلا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دار الشفائے شاہی اور ندی کے درمیان کوئی عمارت نہ تھی بلکہ باغ ہی باغ تھا کہ مریضوں کو کھلی اور صاف ہوا ملے۔ اس باغ میں ایک طرف کو ایک محل بھی بنایا گیا تھا۔ یہ محل غالباً اُسی جگہ واقع ہوگا جہاں

اب نواب میر عالم کی مشہور و معروف بارہ دری کھڑی ہے۔ اس باغ کے متعلق تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے:۔

"باغ و بستاں در اطراف آں قصر ہویدا ست۔ رشک افزائے خلد بریں و میوہ ہایش چوں عنا قد پرویں۔ مثنوی

خاکش از نیکوئی عبیر سرشت میوہ ہایش چوں میوہ ہائے بہشت
تاک انگور کج نہادہ کلاہ دیدہ در حکم خود سفید و سیاہ
شاخ نارنج و برگ تازہ ترنج نخلبندے کشادہ بر سر گنج

شاہ جم جاہ اکثر اوقات دریں باغ فردوس صفات با پری چہرگان دل ربا و اسیران ماہ لقا نہال طرب در چمن لہو و لعب نشاندہ جرعہ شادکامی بر عالم فانی می افشاند۔"

باغ محمد شاہی پر جو نظم لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے واضح ہو گا محمد قلی کس پایہ کا شاعر تھا، اور وہ درختوں، پھولوں، اور پھلوں پر کیسی نظم لکھ سکتا تھا:۔

محمد قلی کا یہ تمام چمن محمدؐ کے نام سے سر سبز و شاداب ہو رہا ہے۔ اسی وجہ سے اپنے طوبیٰ جیسے درختوں کی وجہ سے یہ چمن جنت کی طرح سہانا

معلوم ہوتا ہے۔

جس طرح فانوس کے اندر سے چراغوں کی روشنی خوبصورت نظر آتی ہے اسی طرح دیواروں کے پیچھے سے میووں اور پھولوں کے جسم نظر آ رہے ہیں۔

پھول لگانے کے لئے اس چمن کی ہوا دمِ عیسیٰ کا کام کرتی ہے اور سرسبز نہالوں کی خبر مشاطہ کی طرح لوگوں تک پہنچاتی ہے تاکہ لوگ آکر ان کی بہار دیکھیں۔

سڑک سے جب میں باغ کو دیکھتا ہوں تو خوشی سے میرے دل کی کلی کھل جاتی ہے اور اس کی خوشبو سے دنیا مہکنے لگتی ہے۔

چمن میں پھولوں کو کھلتا ہوا دیکھ کر سکھیوں کا منہ یاد آتا ہے اور محمد پھل کی طرح اُن کی آنکھیں زیب دیتی ہیں۔

چنبا کی کلی ناک کی طرح نظر آ رہی تھی جس کی دو پتیاں دو پہلوؤں کی طرح ہیں اور اس جگہ بھنورے کو تل کی طرح دیکھ کر سب کا دل حیران ہو گیا۔

لاکھوں انگوروں کے خوشے ثریا اور سنبلہ کی طرح دکھائی دیتے ہیں

―

اور اس انگور کے منڈوے کی تازگی کے سامنے آسمان پرانا نظر آتا ہے۔

اناروں میں دانے ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں جیسے یاقوت پتلیوں میں۔ اور کھجوروں کے خوشے مرجان کے ہتھوں کی طرح نظر آتے ہیں اور سپیاروں کے لال خوشے دن اور رات کیطرح سیاہ و سفید نظر آتے ہیں۔

ناریل کے پھل زمرد کے مرتبانوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور انکے تاج کو اہل دکن پیالہ کہتے ہیں۔

جامن کے پھل بن میں سالم نیلم کی طرح نظر آتے ہیں اور اس کو اس لئے رکھا ہے کہ دوسرے میووں کو نظر نہ لگے۔

اس باغ کی تعریف و توصیف کے لئے سوسن نے بھی دس باتیں کھولی ہیں اور دکن اپنی سب سندریوں اور حسینوں کی وجہ سے کھلی ہوئی نرگس کی طرح بارونق ہو گیا ہے۔

چمن کا شہرہ سن کر بلبل سب آپس میں خوشی سے الاپ رہے ہیں اور ان کی آواز سن کر جنت کی حوریں رقص کر رہی ہیں۔ جس کو دیکھکر درخت مست ہو رہے ہیں اور اپنے پتوں جیسے ہاتھوں سے تالیاں بجا رہے ہیں۔ ڈالیاں پھولوں کی شراب جیسی خوشبو سے مست ہو کر ڈول رہی ہیں۔

شاید یہ شبنم کی شراب ہے یا کسی کے ہونٹوں کے عرق کا پیالہ۔ یہ بھی اچھا ہے اور وہ بھی اچھی بشرطیکہ محبوب تیرے ساتھ ملکر پینے کا موقع ملے۔"

باغ محمد شاہی کے ذکر کے ساتھ ہی اس واقعہ کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کو سر سبزی و شادابی سے خاص دلچسپی تھی۔ وہ برسات اور پانی کا دیوانہ تھا۔ جہاں جہاں پانی مل سکتا تھا وہاں اُس نے محل، باغ، اور عمارتیں بنادیں اور جہاں پانی نہیں پہنچ سکتا تھا وہاں تک پانی لانے کی جر ثقیل وغیرہ کے ذریعہ سے ایسی ایسی ترکیبیں کیں کہ آج عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ایسے قدیم زمانہ میں یہ کیونکر ممکن تھا۔

چارمنار اور کوہ طور جیسی بلندیوں پر حوض بنا کر ان میں پانی پہنچانے کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ اس کے علاوہ دادمحل، دولت خانۂ عالی اور محل کوہ طور کے عجیب وغریب حوضوں اور فواروں کے احوال بھی درج ہو چکے ہیں۔ اسیطرح بہتے ہوئے پانی سے لطف اٹھانے کیلئے اُس نے موسی ندی کے کنارے ایک ندی محل بھی بنایا تھا جس کی تعریف میں مورخین[1] رطب اللساں ہیں۔ شاہی محلات کے علاوہ محمد قلی نے عوام کے لئے بھی بازاروں میں پانی کی نہریں دوڑادی تھیں اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ شاہ جہان آباد اور نہر چاندنی چوک کی تعمیر میں

[1] تاریخ ظفرہ ص۱۵ و ص۱۶ - اور تاریخ قطب شاہی نسخہ سالار جنگ بہادر ص۲۵۲

ابھی نصف صدی سے زیادہ زمانہ باقی تھا۔

حیدرآباد کے اکثر بازاروں میں دونوں طرف پانی کی نہریں بہتی رہتی تھیں[1]
اوران کے کنارے سایہ دار درخت لگائے گئے تھے۔ایک مغربی سیاح ولیم میتھولڈ لکھتا ہے کہ:۔

"شہر حیدرآباد اپنی خوشگوار آب وہوا اور پانی کی بہتات کی بدولت ہندوستان کا بہترین شہر ہے" (گولکنڈے کے تعلقات ص۹)

عہد اورنگ زیب کے مورخ خافی خاں نے لکھا ہے کہ:۔

"خوشنمائے آں شہر لطافت وآب وہوائے آں سرزمین، وحسن ہائے نمکین آں سبز فام، وسیر حاصلی آں مرزبوم، اگر پردازم از سر رشتۂ سخن باز می مانم" منتخب اللباب جلد دوم ص۳۶۸۔

اسی طرح شہنشاہ اورنگ زیب کے خاص مورخ محمد ساقی نے بھی جو فتح گولکنڈہ کے وقت ہمرکاب تھا حیدرآباد کی اس خصوصیت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔وہ لکھتا ہے:۔

"رطوبت ہوا، وعذوبت روانی چشمہا، شادابی سبزہ بہ مرتبہ کہ

---

[1] حدیقۃ العالم مقالہ اول ص۲۱۵ مطبوعہ مطبع سیدی حیدرآباد دکن۔

پنداری گل و سبزۂ ایں سرزمین را آب و رنگِ زمرد و لعل است ۔" (ماثر عالمگیری[۳۲])

افسوس ہے کہ محمد قلی کے بنائے ہوئے محل آج حیدر آباد میں باقی نہیں ہیں لیکن جو محل قلعہ گولکنڈہ میں اب تک شکستہ و بوسیدہ حالت میں موجود ہیں ان کے دیکھنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ چھ چھ سات سات منزلہ عمارتوں میں بھی اوپر تک پانی پہنچانے کے انتظامات موجود تھے اور بعض محلوں کی چھتوں پر اب تک حوض موجود ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام قطب شاہی سلاطین پانی کے بے حد دلدادہ تھے اور ان میں بھی محمد قلی کو تو خاص طور پر اس سے دلچسپی تھی۔ جس کا مزید ثبوت اُس عنوان کے تحت ملے گا جو محمد قلی کی مصروفیتوں اور آغازِ باراں سے متعلق آئندہ صفحات میں درج ہے۔

حوضوں اور نہروں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد حمام، مسجدیں، عاشور خانے، لنگر خانے، مدرسے، مہمان خانے، کارواں سرائیں، اور دواخانے بھی بنائے تھے۔ جن میں سے چند حماموں، اکثر مسجدوں اور عاشور خانوں، متعدد کارواں سراؤں اور شاہی دار الشفا کی عمارتیں یا اُن کے آثار اب تک باقی ہیں۔ اور اس شکستہ حالت میں بھی ظاہر کرتے ہیں کہ محمد قلی کس اعلیٰ ذوق اور شان و شوکت کا بادشاہ تھا۔ وہ نزاکتوں سے زیادہ شکوہ اور بڑائی کا دلدادہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ



دارالشفا - حیدرآباد کا قدیم ترین دواخانہ جو محمد قلی قطب شاہ نے
شہر حیدرآباد کی آبادی اور تعمیر کے بعد بنوایا تھا۔

حیدرآباد اور گولکنڈہ کی اکثر عمارتیں جسامت، مضبوطی، اور بلندی کی وجہ سے ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن اس مضبوطی اور بلندی کے ساتھ ساتھ خوبصورتی اور لطافت کا بھی خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا۔ چنانچہ ابوالقاسم فرشتہ جس نے اکبر اعظم کے بنائے ہوئے آگرہ، لاہور، اور فتح پور سیکری جیسے عظیم الشان مغلیہ شہروں میں بود و باش کی تھی حیدرآباد کے متعلق لکھتا ہے:۔

"شہرے کہ در تمامی ہندوستان شرقاً و غرباً شمالاً و جنوباً مثل آں در لطافت و صفا ہرگز یافت نمی شود" (تاریخ فرشتہ مقالہ سوم ص۱۸۲)

موسیو ٹیورنیر فرانس کا رہنے والا تھا جس کا پایہ تخت پیرس قدیم زمانہ ہی سے عروس البلاد سمجھا جاتا ہے۔ یہ جب حیدرآباد آتا ہے تو اپنے سیاحت نامہ میں لکھتا ہے کہ:۔

"شہر نہایت سلیقہ سے بنایا گیا ہے اور اس میں بڑے بڑے راستے ہیں...... چار پانچ کاروان سرائیں موجود ہیں جو دو منزلہ ہیں......" (جلد اول ص۱۲۳)

آخر میں حدیقۃ العالم کا ایک بیان نقل کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جس کے مطالعہ سے سلطان محمد قلی کے ذوق تعمیر اور شہر حیدرآباد کی ابتدائی حالت کا اندازہ

عیدوں اور تہواروں کی ترویج

سلطان محمد قلی قطب شاہ کو خدا نے قلب و دماغ کی نہایت اعلیٰ قوتیں ودیعت کی تھیں وہ نہ صرف ایک بہت بڑا بادشاہ تھا بلکہ ایک زبردست صناع تعمیر کار اور شاعر بھی تھا۔ ساتھ ہی ایک بلند مرتبہ مصلح قوم، مجتہد، قدت، جنید، رعایا پرور اور فیاض و رحمدل بھی تھا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں کسی کو سزائے موت نہیں دی۔ اس کے دسترخوان پر کسی وقت ایک ہزار سے کم آدمی نہ ہوتے اور اس کے دسترخوان کی طرح اس کے دربار اور داد محل کے دروازے بھی ہر وقت ہر کس و ناکس کے لئے کھلے رہتے۔ مشہور مورخ ابو القاسم فرشتہ نے اگر دوسرے بادشاہوں کے مقابلہ میں اس کو حلیم الروف لکھا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس میں خدا نے ایسی ایسی عجیب و غریب اور متضاد و مختلف خصوصیتیں یک جا کر دی تھیں کہ تاریخ میں ایسی مستجمع الصفات شخصیت بہت کم نظر سے گذرتی ہے۔

ہوسکتا ہے :—

”در ہر بازارے چند چہار سوکہ بہ ہندی چوراہا گویند متساوی الاضلاع وسوائے آں بازارہائے دیگر۔ ...... دکاکین چہار دہ ہزار گفتہ اند در پیش ہر دکان ایوانے، وماورائے ایں از محلہ ہا، وحمام ہا، وخانقاہ، و مدرسہ ومسجد ولنگر ومہمان خانہا۔ دو دو از دہ ہزار مکان بر لوح مہارت کشیدند۔ ...... مجموع عمارات کوچہ وبازار وغیرہ را از سنگ وآہک بہ تکلف ہر چہ تمام تر برآوردند۔ ومنازل بادشاہی بہ نوعے ساختند کہ مسافرانِ اقالیم سبعہ نظیرِ آں در ہیچ ملک نشان نمی دہند۔“

(مقالہ اول ص۲۱۵)

ابھی ہم نے اس کے عظیم الشان شہر حیدر آباد کی تعمیر و آرائش و زیبائش کے متعلق لکھا ہے اور اب ہم اُس کی تنظیمی قابلیت اور ثقافتی ذوق کے متعلق چند معلومات فراہم کریں گے۔ یہ ہم کو معلوم ہے کہ اس کے عہد میں کبھی کبھی کچھ لڑائیاں اور بغاوتیں ہوئیں لیکن اُس نے اپنی طبعی صلح پسندی کی وجہ سے اُن کو بڑھنے نہ دیا اور کشورکشائی کے مقابلہ میں صلح و آشتی کو ترجیح دی اور آخر کار ایسے کام کئے کہ رعایا کے دلوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اسی سلسلہ میں اس نے متعدد عیدوں اور تہواروں کو رائج کیا تاکہ اس کا ملک عمرانی اور سماجی نقطہ نظر سے بھی ایک خاص سطح پر پہنچ جائے۔ اور اہل ملک کو سال بھر میں مختلف مواقع ایسے حاصل ہو سکیں جن میں وہ دل کھول کر اپنے انسانی جذبات کا اظہار کر سکیں۔ ایسے مواقع یوں تو سال میں کئی دفعہ آتے ہوں گے۔ لیکن محمد قلی کے کلیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے بارہ چودہ ایسی اہم تقریبیں مقرر کر دی تھیں جو خاص اہتمام سے منائی جاتیں۔ اور عوام کے علاوہ خود بادشاہ بھی ان میں ذاتی دلچسپی لیتا۔ یہ تقریبیں حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ محرم ۲۔ عید میلاد نبیؐ ۳۔ عید بعثت نبیؐ ۴۔ عید بسوری ۵۔ عید مولود علی ۶۔ عید غدیر ۷۔ شب برات ۸۔ عید رمضان ۹۔ بقر عید ۱۰۔ نوروز ۱۱۔ بسنت ۱۲۔ سالگرہ بادشاہ ۱۳۔ مرگ سال (آغاز برسات) ۱۴۔ شب معراج۔

ان میں چار ایسی تھیں جو بین قومی سمجھی جاتیں اور جن میں ہندو اور مسلمان سب شریک ہوتے، یعنی :- ۱۔ سالگرہ بادشاہ ۲۔ آمد برسات ۳۔ نوروز اور ۴۔ محرم۔

محرم کی نسبت خود محمد قلی کے موجودہ کلام سے کچھ زیادہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اُس کے صرف چند ہی مرثیے ملے ہیں۔ حالانکہ اُس نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے جو اس کے مکمل دیوان (کتب خانہ آصفیہ) میں موجود تھے۔ اور جملہ تاریخوں میں یہ امر وضاحت کے ساتھ درج ہے کہ حیدرآباد میں محرم کی تقریبوں کا آغاز سلطان محمد قلی قطب شاہ ہی نے کیا تھا۔ تعزیہ داری اور مجلسیں اسی کی قایم کی ہوئی ہیں جو آج تک جاری ہیں۔ حیدرآباد میں سب سے پہلا علم اُسی کا بٹھایا ہوا ہے جو اب تک موجود ہے اور جس کا ذکر گذر چکا ہے۔

محرم کے مراسم کو محمد قلی نے اس خوبی سے رائج کیا کہ شیعوں کے علاوہ سنیوں اور ہندوؤں نے بھی ان ایام کو خاص اہتمام سے منانا شروع کیا اور خاص کر محرم کے ابتدائی دس بارہ روز تک تو ایسی مصروفیتیں رائج ہوگئیں جن میں سلطنت قطب شاہیہ کا ہر متنفس (خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو) حصہ لیتا تھا۔

اس کے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ :-

"قطب شاہی سلطنت کا قدیم طریقہ ہے اور خاص کر محمد قلی قطب شاہ کے

زمانہ سے یہ رواج ہے کہ محرم کا چاند دیکھتے ہی خود بادشاہ بھی اورنگ زرنگار سے اتر جاتے اور لباس شاہی کو جامۂ عزا سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ اور تمام ممالک محروسہ میں حکم نافذ ہے کہ کہیں کوس، نقارہ، طبل یا دمامہ نہ بجے، اور گانے بجانے والے بھی اپنے آلات کو غلافوں میں رکھ دیتے ہیں شاہی اور عام باورچی خانوں میں گوشت کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ تاڑی، سیندھی، بھنگ اور دیگر نشہ آور چیزوں کی دکانیں بند کر دی جاتی ہیں، نہ قصاب لوگ گوشت بیچتے ہیں اور نہ تنبولی پان۔ اسی طرح شہر کے حماموں میں حجام بھی اپنا کام بند کر دیتے ہیں۔" واحکام مذکور بر جمیع مسلم و کافر طبقات انام دریں ایام غم انجام در ممالک محروسہ جاری می دارند۔" (حدیقۃ السلاطین قطب شاہی[۴۲])

ایام محرم میں محمد قلی قطب شاہ کی دریا دلی میں اور اضافہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :—

بارہ اماموں کے لنگر میں ۶۰ ہزار ہون مجاوروں اور خادموں کے وظیفوں اور دیگر امور میں صرف ہوتے۔ اور محرم کے بعد بارہ ہزار ہون اور خرچ کیا جاتا جو زرِ عاشوری کہلاتا۔ اس کے علاوہ نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، اور دیگر مقامات کو ہر سال ایک لاکھ ہون تقسیم کے لئے



بادشاہی عاشور خانہ جسکی دیواروں پر محمدؐ قلی قطب شاہ نے کارکاشی
کا نہایت نفیس کام کرایا ہے۔

روانہ کئے جاتے۔ (تاریخ ظفرہ ص۲۱)

عزاداری کو شایانِ شان طریقہ پر منانے کے لئے محمد قلی نے محل کے عاشورخانہ کے علاوہ ۱۰۰۱ھ میں ایک بادشاہی عاشورخانہ بھی تعمیر کرایا جس میں ساٹھ ہزار روپیہ صرف ہوئے[۱]۔ یہ عمارت بارہ گز (یعنے ۳۶ فیٹ) بلند رکھی گئی اور اب تک موجود ہے اس میں چودہ معصوموں کے نام کے ۱۴ علَم استادہ کئے گئے۔ ان علموں کو استادان نادر اور ہنرمندان ماہر نے اپنے اپنے کارناموں کے طور پر بنایا ہے اور چودہ گز کے زربفتی تھان جن میں شاہی شعربافوں نے قرآنی آیتیں اور ادعیۂ ماثورہ نہایت کمال کے ساتھ بُن دی ہیں، ان علموں کو پہنائے جاتے ہیں اور عاشورخانہ کے صحن میں طاقچوں کی دس صفیں ایک دوسرے کی متوازی بنادی گئی ہیں اور ہر صف میں تقریباً ایک ہزار طاقچے ہیں تاکہ اتنے ہی چراغ روشن ہوں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ پہلی شب میں پہلی صف روشن کی جاتی ہے، اور دوسری میں پہلی اور دوسری۔ اسی طرح دسویں کی رات کو پوری دس صفیں روشن ہوجاتی ہیں اور دس ہزار چراغوں کی روشنی سے عاشورخانہ بقعۂ نور بن جاتا ہے۔ ان کے علاوہ بڑے بڑے چراغدان بھی "بصورت اشجار پُرشاخ" بنائے گئے، جن میں سے ہر ایک میں ایک سو بیس ۱۲۰ شمعوں اور چراغوں کی روشنی کا انتظام

---

[۱] تاریخ گلزار آصفیہ ص۲۵۔

کیا گیا اور ان پیتلی جھاڑوں کو عاشور خانہ کے دالانوں کے برابر رکھا جاتا ہے۔ اور خود ایوان میں اور حوض کے اطراف قدِ آدم سے بھی بلند کافوری شمعیں ہر رات روشن کی جاتی ہیں۔[۱]

عاشور خانہ میں سیاہ پوش عزاداروں کا صبح و شام اژدہام رہتا تھا۔ خوش آواز ذاکر اور خوش خواں نغمہ پرداز دلسوز مرثیئے اور غم اندوز اشعار اس درد و اثر سے پڑھتے رہتے کہ سننے والوں پر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی۔ عصر کے وقت خود بادشاہ بنفشئی رنگ کا لباس پہن کر آہستہ رفتار سواری میں یا سیاہ مخمل کے سنگاسن میں بیٹھ کر جملہ سیاہ پوش مقربوں، مجلسیوں، امیروں اور وزیروں کے ساتھ الاوہ میں آتا اور دو خوش آواز ذاکر شاہی سنگاسن کے دونوں طرف خود بادشاہ کے مصنفہ مرثیے پڑھتے ہوئے آتے۔ جب بادشاہ عاشور خانہ کے دروازہ میں داخل ہوتا تو سواری سے اتر کر برہنہ پا آتا اور اپنے ہاتھ سے علموں پر پھول چڑھاتا اور شام کے وقت تمام کافوری شمعوں اور ایوان کے برابر کے چراغوں کو بھی اپنے ہاتھ ہی سے روشن کرتا۔ اس وقت مرثیہ خوانی ہوتی رہتی اور ائمۂ معصومین کی مدحیں پڑھی جاتیں۔ چراغ روشن کرنے کے بعد ایک فصیح و بلیغ خطیب کھڑے ہو کر شہدائے کربلا کی ارواح کے لئے بآوازِ بلند

---

[۱] حدیقۃ السلاطین ص ۴۳۔

فاتحہ پڑھتا۔ جس کے بعد بادشاہ دولت خانۂ عالی کی طرف واپس ہو جاتا اور وہاں کے عاشور خانہ میں امرا و وزرا کے ساتھ آدھی رات تک ماتم و مرثیہ خوانی میں بسر کرتا۔ یہاں کندوری جو بغیر گوشت کے قسم قسم کے تکلفات سے تیار کی جاتی اور شربت اور تنک مک وغیرہ کی تقسیم عمل میں آتی۔ (حدیقہ ۴۹)

یہ اوقات حدیقۃ السلاطین میں دراصل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے متعلق درج ہیں لیکن اس بیان کی ابتدا میں صاف صاف لکھ دیا ہے کہ یہ دستور محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ سے جاری ہے۔ اس لئے سلطان محمد قلی بھی کم و بیش اسی طرح عمل کرتا ہوگا۔ کیونکہ سلطان عبداللہ کے متعلق جملہ تاریخوں میں یہی لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ سے زیادہ اپنے نانا محمد قلی کی پیروی کرتا تھا اور کوئی تعجب نہیں کہ محرم کے جملہ مراسم میں اس نے اپنے نانا ہی کی پیروی کی ہو۔

اس تفصیل سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ خود بادشاہ کے مرثیے بھی ایام محرم میں پڑھے جاتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ سلطان محمد قلی نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے جملہ مرثیئے دستیاب نہ ہو سکے۔ لیکن جو ملے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محرم کے آغاز کے ساتھ ہی مرثیہ نگاری شروع کر دیتا تھا۔ چنانچہ دیوان کے پہلے مرثیہ میں لکھتا ہے :-

محرم کے مہینے میں اماموں کا غم پھر سے آیا ہے جس کی وجہ سے زمین اور
آسمان میں دوبارہ رنج والم کا دور دورہ ہو گیا۔

زمین پر اس ستم و بلا کی وجہ سے اتنا شور و غوغا پیدا ہوا اور دلوں میں
اتنا دکھ بھر گیا کہ سانس اندر جانے کے بعد باہر نکلتے ڈرتی ہے۔

سورج اماموں کے غم میں جل جل کر آگ کا شعلہ بن گیا ہے اور پونم کے
چاند نے اس غم میں خود کو کوئلے کی طرح جلا دیا ہے۔

اے مسلمانو اپنے آنسوؤں سے ندیاں بہاؤ کیونکہ اماموں پر ستم اور
بلا پھر سے آئی ہے۔

اے مسلمانو تم کبھی محرم کا نام نہ لینا کیونکہ اس مہینہ نے قیامت
بن کر علم قیامت کو بلند کیا ہے۔

حوروں کو جنت میں کوئی دکھ درد نہ تھا لیکن حسینؑ کا غم کرنے کیلئے
وہ دوسرا جنم لیتی ہیں۔

یہ مرثیہ ناقص الآخر ہے۔ لیکن اس کے ابتدائی اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گذشتہ محرم میں بھی کوئی مرثیہ لکھ چکا ہے۔ دیوان کا مندرجہ دوسرا مرثیہ ناقص الاول دستیاب ہوا ہے۔ اس میں محمد قلی لکھتا ہے :—

بی بی فاطمہؑ حسینؑ کے لئے لہو روتی ہیں اور اس لہو کی سرخی ساتوں
آسمانوں پر شفق بن کر چھا گئی ہے ۔

اے مسلمانو اماموں پر جو دکھ ہوا ہے اس کا حال نہ پوچھو کیونکہ ہر ایک امام
پر طرح طرح کے دکھ اور ظلم ہوئے ہیں ۔

افسوس کہ دنیا میں ان پر کیسا ظلم ہوا اور یہ سب ظلم و بلا صرف فاطمہ کی خاطر۔

اے محرم تو گیارہ مہینوں کی طرح کیوں نہیں ہے سب مہینوں میں خوشیاں
کرتے ہیں لیکن تو آ کر دلوں میں دکھ بسا دیتا ہے ۔

اے محرم تو نے اماموں کی ایسی مہمانی کی کہ کربلا کے جنگل میں ان کے لئے
تمام بلاؤں کو جمع کر دیا مسلمانوں کے لئے اس مصیبت سے بڑھکر کوئی نہیں
کیونکہ اس میں آنسوؤں کے لہو سے پیالے بھر کر پینا پڑتا ہے ۔

بدبخت شامی کافروں نے امام سے قول طلب کیا اور خود بے ایمان تھے
اس لئے خدا نے ان کے لئے دوزخ بنائی ہے ۔

اس مہینے میں مومنین حسنؑ کے زہر کی وجہ سے ہرے لباس پہنتے ہیں جنکی
چھاؤں آسمان پر رنگ بھر دیتی ہے ۔

اے خدا تو اماموں کی حرمت میں قطب شاہ کو بخش دے کیونکہ انکی مدح کا

حلقۂ غلامی اُس کے کانوں میں زیب دیتا ہے۔

اگرچہ فرشتے امام کی مدد کرنے آئے تھے مگر انھوں نے قبول نہ کی سورج ان کا ماتم کرنے والوں کی آہ سے ہر روز جلتا رہتا ہے اور چاند اس شرم کے مارے گُل کر اپنا سر نیچے جھکا لیتا ہے۔

یزیدیوں کے ظلم کا قصہ کوئی بیان نہیں کر سکتا کیونکہ شیطان نے بچپن سے انہی کے یہاں جا کر تعلیم پائی ہے۔ یزید اور شمر جیسے کام شیطان بھی نہ کر سکیگا۔ اس شخص پر ہزاروں لعنتیں جسکے ایسا لڑکا پیدا ہوا۔"

تیسرا مرثیہ ناقص الاول ہے۔ نہ معلوم کس طرح ابتدا کی تھی؟ اس میں لکھا ہے کہ:—

ظالموں نے اپنے ظلم کی وجہ سے بارہ اماموں کو اتنا دکھ دیا کہ فاطمہ کا گھر اس لہو سے دھل گیا۔ یتیم پیاس پیاس پکارتے ہوئے مل کر روتے رہے اور اس دکھ درد کے آنسوؤں نے ان کے حلق کو سکھا دیا۔

زندگی کو تو ایک چراغ سمجھ جو اس غم کی وجہ سے جل رہا ہو۔ اسی غم میں پریاں اور حوریں بھی اپنی آنکھوں سے لہو کے آنسو ٹپکاتی ہیں۔

اماموں کا قصہ بیان کرنے کی زبان میں بھی طاقت نہیں کیونکہ شہیدوں کے

غم کی وجہ سے درد وغم کے بادل تمام عالم پر چھائے ہوئے ہیں۔

اے خدا تو ان ظالموں سے باز پرس کر اور ہماری آہ و فریاد کو سن

کیونکہ انھوں نے بن باپ دادا کے یتیموں پر جفا اور ستم توڑا ہے۔

اے مسلمانو اگر تم اپنے ایمان کے دعوے کرتے ہو تو دم بدم روتے جاؤ

کیونکہ یہی دوزخ کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

اے خدا اماموں کی وجہ سے قطب شاہ کو تو شفا دے کیونکہ شہیدوں کی

دوستی کی وجہ سے تمام بادشاہوں میں اسکی تعریف ہوتی ہے۔"

اس مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک محرم میں بادشاہ کی طبیعت ناساز تھی۔ اس ناسازی مزاج کا اس نے دوسری نظموں میں بھی ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکثر بیمار رہا کرتا تھا۔ اسکی تصویر سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دوسرے قطب شاہوں کے مقابلہ میں نحیف تھا۔ اس موضوع پر آئندہ بحث کی جائے گی۔

چوتھے مرثیے میں محمد قلی لکھتا ہے:—

اے ماتمیو آؤ ہم سب مل کر اس غم میں لہو روئیں اور واامام یا امام کے

ورد میں اپنے دل کھو دیں۔ آہ ہمارے درد سے دریا کو بھی جوش آتا ہے

اور ماتمیوں کے لہو کی بوندوں سے سب آگ بجھ جاتی ہے۔

سب دکھوں کی حد ہوتی ہے لیکن اس دکھ کی کوئی حد نہیں کیونکہ فرزند فاطمہؑ کے بغیر اس دنیا میں کہیں نور نہیں ہے۔ فاطمہؑ کے دکھ میں عرش و کرسی بھی غم کے آنسو روتے ہیں اور ساتوں آسمانوں اور زمینوں میں آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ مصطفٰیؐ کے باغ کے پھولوں کو پانی نہ دیکر سکھا دیا گیا اور مصطفٰیؐ و مرتضیٰؑ و فاطمہؑ کے دل کو دکھایا۔

تمام پیغمبروں نے اس غم میں نیل کے کپڑے پہن لئے ہیں۔ کیونکہ جس طرح نبیوں میں مصطفٰیؐ ہیں، اماموں میں حسینؑ ہیں جنھوں نے کفر کو توڑ کر اسلام کو رائج کیا۔"

یہ مرثیہ بھی ناقص الآخر ہے۔ محمد قلی کا ایک اور مرثیہ خاص کر قابل ذکر ہے یہ نہایت طویل اور مکمل ہے اور اس میں اُس نے نوحہ کے طرز میں اس امر کو ثابت کیا ہے کہ تمام دنیا اماموں کا غم کرتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ :-

دو جگ کے اماموں کے غم میں سب کے دل آہ و زاری کرتے ہیں اور سب کے جسموں کا رواں رواں جلتا ہے۔ ساتوں آسمان، آٹھوں جنتیں، ساتوں سمندر، اور ساتوں اقلیمیں ایک سے بڑھکر ایک اس غم سے متاثر ہیں۔ کعبہ نے بھی اس غم میں سیاہ پوشی اختیار کر لی ہے اور ظلمات بھی اسی

دکھ میں سیاہ وتاریک ہے۔

لوح وقلم' عرش وکرسی' قدسی اور غلمان سب اسی غم میں ہیں۔ اور بادلی اور بجلی بھی ساری رات اسی لئے پکارتے اور روتے چلاتے رہتے ہیں۔

آسمان کا چھجا جل گیا اور خورشید کو آگ لگ گئی۔ چاند پر بھی جلنے کی وجہ سے سیاہ دھبہ پڑ گیا۔ پرندوں نے اپنے سب پر جھڑا دیے اور گھر بار چھوڑ کر نکل گئے' اور سمندر روتے روتے بھربلور ہو گئے۔

پھول اس دُکھ میں سوکھ گئے اور بلبلیں خاموش ہیں' اور حسین کوئل اسی غم میں بن بن پکارتی پھرتی ہے۔ اے انسانو دیکھو کہ پرندوں نے غم کے مارے دانہ چگنا چھوڑ دیا ہے۔ تمام دنیا نے ماتم کی ایک دوکان کھول دی ہے۔ دونوں جگ خراب وخستہ ہو گئے' حیوان رنج وغم میں کباب بن گئے' اور سمندروں نے سراب بن کر موج زنی ترک کردی۔

اس غم کی آگ سے دنیا بن کی طرح جل رہی ہے اور آسمان اور زمین جل رہے ہیں' اور بہشت میں فرشتے بے اختیار ہو کر تڑپ رہے ہیں۔

اس کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی خصوصیات و مناقب تفصیل سے بیان کیے ہیں اور آخر میں اپنے لئے دعا کی ہے۔ یہ مرثیہ نہایت اہم اور سب سے بہتر ہے۔

علوئے تخیل اور خوبی اسلوب کے لحاظ سے محمد قلی قطب شاہ کی بہترین نظموں میں سمجھا جاسکتا ہے۔ محمد قلی کے ایک فارسی مرثیے کے چھ بند اور ایک فارسی نوحہ بھی موجود ہے۔[1]

ان تمام مرثیوں کے مضامین اس لئے پیش کر دئے گئے کہ یہ اُردو زبان کے پہلے مرثیئے ہیں اور ان میں محمد قلی کے وہ خیالات ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے ہیں جن کو اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے ملک میں رائج کر دیا اور نہ صرف اپنے ہم خیالوں بلکہ تمام اہل ملک کو محرم کی تعظیم و تکریم اور شہدائے کرام کے غم و الم میں حصہ لینے کی طرف راغب کر دیا۔

محمد قلی نے ان مرثیوں اور تعزیہ داری کے علاوہ محرم میں ایسی دلچسپ تقریبیں بھی رائج کیں کہ تمام اہل ملک اُن میں حصہ لینے لگے۔ مثلاً روشنی، کپڑوں، کھانوں، بیلوں وغیرہ کی عام تقسیم اور چھٹی محرم کو داد محل کے سامنے کا عظیم الشان منظر (جو رفتہ رفتہ ایک میلے کی شکل میں منتقل ہو گیا) ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے محرم کو سلطنت قطب شاہی کا ایک ناقابل فراموش عنصر بنا دیا۔ چنانچہ جملہ سیاح اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین سے داد محل کے سامنے کے عظیم الشان منظر کی نسبت کچھ معلومات بھی لکھ دی جاتی ہیں۔

"چھٹی محرم کو الاوۂ بیرون دولت خانہ کے علم (جن کا اہتمام کوتوال کے ذمہ رہتا ہے)

[1] یہ فارسی ترکیب بند اور نوحہ کلام الملوک میں شائع ہوا ہے (دیکھو صفحات ۵۴ تا ۵۵)۔

میدان[1] و گلشنِ وسیع الفضائے داد محل میں لاتے ہیں۔ اور اس میدان کے اطراف و اکناف کے بازاروں اور راستوں میں چراغاں کئے جاتے ہیں اور تابوت اور کتب وں (یعنی تعزیوں) کو بہترین زیب و زینت اور قسم قسم کی نقاشی اور تکلفات سے آراستہ کرکے اور ان کے اندر اور باہر بہت سی شمعیں روشن کرکے لے آتے ہیں۔ اور لکڑی سے بڑے بڑے درخت اور عظیم الشان ہیکلیں بنا کر اُن میں بھی روشنی کرتے ہیں۔ فانوسوں مشعلوں اور چراغوں کا ایک انبوہ علموں کے سامنے چلا آتا ہے۔ اور کثیر تعداد میں عربی اور عجمی لوگ اور شیعیان و محبانِ ائمہ مطہر ہاتوں میں شمعیں لئے ہوئے دونوں طرف اور ان کے درمیان ذاکران و مداحان مرثئے اور مدح پڑھتے ہوئے داد محل کے میدان میں آتے ہیں۔ داد محل کے نیچے دو طرفہ چراغ روشن رہتے ہیں اور علم درمیان میں جن کے اطراف تمام سیاہ پوش عزاداران و ذاکران وغیرہ کھڑے ہوتے ہیں۔

داد محل کی چوتھی منزل پر سے جب بادشاہ اس "چراغ زار" پر نظر ڈالتا ہے جو ماتمیوں کے پُر داغ سینے کے مشابہ ہے تو عزاداروں کے شور و شیون سے اس پر بھی رقت طاری ہو جاتی ہے اور وہ سیاہ پوشانِ دلفگار کے لئے اپنے یہاں سے نازیرہ کے خوان روانہ کرتا ہے۔ اور کوتوال تمام مجمع کے ساتھ بادشاہ اور سلطنت کی بقا کے لئے دعا کرتا ہے۔

---

[1] اس جگہ اب چوک کی مسجد، گھڑی، محبوب مارکٹ اور خزانہ عامرہ واقع ہے۔

اسی طرح ایام عاشورہ کے ختم تک شہر کے جملہ محلوں کے علم اس میدان میں آتے رہتے ہیں۔

ساتویں محرم کی صبح میں بادشاہ ندی محل میں برآمد ہوتا ہے، شاہ نشین میں کھڑا رہتا ہے اور ایران اور ہندوستان کے حاجب طلب کئے جاتے ہیں۔ اور جملہ مجلسی امیر وزیر مقرب اور ہر طبقہ کے ملازمین سیہ پوش ہو کر حاضر ہوتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس وقت تمام شہر و مضافات کے علم طلب کئے جاتے ہیں اور علموں کے ساتھ شہر کی تمام مخلوق دروازۂ بارہ امام میں سے داخل ہوتی ہے۔ ہندو اور مسلمان سب کو داخلہ کا بارعام دیا جاتا ہے اور یہ مجمع ندی محل کی فضا میں روزِ محشر کا انبوہ نظر آتا ہے۔ علموں کو ترتیب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے سے لیجاتے ہیں اور اس وقت سیاہ پوشوں کا ماتم اور شور و شیون اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ عرشِ اعظم تک پہنچتا ہے۔ اسوقت علموں، تابوتوں، گنبدوں اور تعزیوں کو دیکھ کر میدانِ کربلا میں اہل بیت کی گرفتاری اور پریشانی کا منظر دیکھنے والوں کی آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور وہ بے اختیار رونے لگتے ہیں۔ بادشاہ بھی متاثر ہوتا ہے اس کی طرف سے ہر علم کو ایک ابریشمی ڈھٹی باندھی جاتی ہے اور خادموں کو ایک خریطۂ زر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ظہر کے وقت تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

نویں محرم کی رات میں دولت خانۂ عالیہ کے اندرونی الاوہ کے علموں کو میدان دربار خسروی (یعنے چار کمان کے میدان) میں لے آتے ہیں۔ اس رات بادشاہ پھول

چڑھانے اور علموں کو آراستہ کرنے کے بعد خاصہ کی کافوری شمعیں جملہ مجاوروں، مقربوں اور حجابِ عظیم الشان کو اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتا ہے اور شاہی سپہ سالار کے ہاتھ سے کل سلحداروں اور عساکر میں تقسیم عمل میں آتی ہے۔ سرخیل شاہی کے ہاتھ میں شمشیرِ خاصہ دیجاتی ہے اور تمام مجلسی سردار، اعیان و اکابر اور دولت خانہ شاہی کے جملہ چھوٹے بڑے ملازم ہاتھوں میں شمعیں لئے ہوئے نکلتے ہیں اور دروازہ الاوہ میں سے میدان دربار (چار کمان) میں بے شمار مشعلوں، چراغوں اور فانوسوں کے ساتھ علموں کو لے آتے ہیں۔ میدان کے ایوانوں کے سامنے چالیس پینتالیس فٹ بلند ہاتھی شیر، اور درخت سرو وغیرہ کی عجیب دلپذیر شکلیں بناکر روشنی کی جاتی ہیں اور اس میدان کی چاروں کمانوں پر سر سے پاؤں تک طاقوں، محرابوں اور طرح طرح کے درختوں کے نقشے اتار کر اُن میں روشنی کیجاتی ہے۔ اور تمام میدان میں بھی لکڑیاں باندھکر چراغ لگائے جاتے ہیں۔

محل کی اس چوڑی دیوار پر جس کے برابر سے علموں کو میدان میں لیجاتے ہیں بادشاہ تقریباً پانسو قدم علموں کے ساتھ جاتا ہے اور آخرکار اس کمان پر جو چار مینار کے مقابل (اب بھی موجود) ہے پہنچ جاتا ہے۔ وہاں سے تمام میدان اور دوسری کمانوں کا منظر سرتاپا چراغاں نظر آتا ہے۔ اور بے حد و حساب مخلوق خدا جس میں شریف و وضیع چھوٹے بڑے، عورت مرد، سب ہی شامل ہوتے ہیں اس وسیع میدان میں جمع ہو کر اس چراغاں

اور آتشی گلستاں کا تماشا دیکھتے ہیں۔

علموں کو بیچ میدان میں لانے کے ساتھ ہی ذاکر اور مداح حلقوں میں تقسیم ہو کر ذکر و مدح پڑھتے ہیں اور دو گھنٹے کے بعد بادشاہ اُسی کمان اور دیوار پر سے چلتا ہوا علموں کے ساتھ واپس ہوتا ہے اور سب لوگ دعا و فاتحہ کے بعد واپس ہو جاتے ہیں۔

دسویں کی صبح کو بادشاہ پورا سیاہ پوش اور پا برہنہ ہو جاتا اور جب اس کے سیاہ پوش امیر، مقرب، وزیر، ملازم اور خاص غلام زاری و شیون کرتے اور مرثیے پڑھتے ہوئے علموں کے آگے الاوہ حضور کی طرف آتے ہیں تو بادشاہ بھی ماتم کرتا ہوا ایوانِ الاوہ کے قریب کی مسجد میں پہنچتا ہے۔ وہاں "قصۂ شہادت اور گرفتاری حرم محترم" سنتا ہے جس سے دل خوناب اور آنکھیں سیلاب بن جاتی ہیں۔ ذاکر کے بعد خطیب نہایت فصاحت کے ساتھ بآواز بلند شہدا کے لئے فاتحہ اور شاہ کے لئے دعا پڑھتا ہے، اور بادشاہ دولت خانہ کو مراجعت کرتا ہے جہاں زیارت حضرتِ سید الشہدا اور روزِ عزا کی نماز پڑھ کر خاص و عام کو کندوری تقسیم کرتا اور حکم دیتا ہے کہ دو سو یتیم سیدزادوں کو پیش کریں، جن کو نفیس لباس اور رقم دی جاتی ہے۔[1]

اگرچہ یہ تمام تفصیل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے اوقاتِ محرم کی ہے لیکن ان کا آغاز محمد قلی ہی نے کیا تھا اور یہی باتیں کم و بیش اُس کی تمام زندگی میں جاری رہیں۔

---

[1] حدیقۃ السلاطین صفحات ۱۴۹ تا ۱۵۰۔

ہم کو یہ معلوم ہے کہ سلطان عبداللہ اپنے نانا کے قدم بقدم چلتا تھا اسی لئے اس نے وہ تمام باتیں دوبارہ رائج کردیں جو اس کے باپ کے زمانہ میں موقوف ہوگئی تھیں یہی وجہ تھی کہ مورخوں اور شاعروں نے اس کو "محمد قلی کا سچا جانشین اور نمونہ" ثابت کیا ہے۔ چنانچہ غواصی نے اپنی مشہور کتاب طوطی نامہ میں سلطان عبداللہ سے مخاطب ہوکر لکھا ہے کہ تیرے حالات و واقعات دیکھ کر لوگ کہتے ہیں کہ پھر دنیا میں محمد قلی آگیا ہے۔ اس کے شعر یہ ہیں ؎

مہاراج سلطان عبداللہ ناؤں ثریا کے تارک پہ اس کا ہے پاؤں

شرافت میں گرد اس کے نعلین کا ہے سُرمہ چندر سور کے نین کا

دیکھت زور ور طالع اس راج کے صفادار روشن ولاں آج کے

کہیں یوں بحق علیؑ ولی کہ پھر جگ میں آیا محمد قلی

سچیں آج اے خسرو نیک نام ہیں اس کچ آثار تجہ میں تمام

. . . .

ڈوبے تھے ہنر مند سوپھیر کے نکل آئے تج دور میں تیر کے

دیا جیو پھر راگ ہور رنگ کوں کیا دور سینیاں پو کے زنگ کوں

(طوطی نامہ مطبوعہ صفحہ ۶ تا ۹)

عید میلاد نبیؐ ایامِ عزا کی طرح سلطان محمد نے محمد قلی کے انتقال کے بعد عید میلاد نبی کی دھوم دھام اور نمائشوں کو بھی ختم کر دیا تھا اور اس کے اخراجات میں جتنی رقم صرف ہوتی تھی وہ علما و فضلا و صلحا و اتقیا میں تقسیم کر دی جاتی تھی اس کے متعلق حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ :-

"در زمان سلطنت خاقان جنت مکان علیین بارگاہ سلطان محمد قطب شاہ .... میزبانی و سور مولود حضرت سید اولادِ آدم ..... موقوف و متروک بود و خلائق ازاین عیش و عشرت مہجور و محروم بودند و وجہ (این کہ) اخراجات آں را بہ علما و فضلا و صلحا و اتقیا قسمت می نمودند"[۱]

اور جب سلطان عبد اللہ تخت نشیں ہوا تو اس نے فرمان دیا کہ :-

"تہیۂ جشن و سور و میزبانی و استعداد آئین بندی مولود برگزیدہ حضرت ..... چناں کہ در سنوات سابق بود بازوایدو لواحق ...... و تکلفاتِ دیگر اضعافاً مضاعفۃً بکنند"[۲]

اس کے بعد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی قطب شاہ عید میلاد نبی کی بزم آرائی اور آئین بندی فضائے دلکشائے میدانِ دادمحل میں کیا کرتا تھا۔ یہ میدان محل کے جانبِ جنوب نہایت وسیع مربع مستطیل تھا۔ اس کے تینوں طرف جواہر و نفائس کی

۱و۲۔ حدیقۃ السلاطین ص۵۔

دوکانیں تھیں۔ اور اس کے مشرقی اور مغربی پہلوؤں میں دو رفیع چہار منزلہ عمارتیں ایک دوسرے کے مقابل بنائی گئی تھیں جن میں سے ایک چاوڑی تھا، اور دوسری کوتوال خانہ کہلاتی تھی۔ ان دونوں کے آگے نہایت بلند منڈوے یا دالان بنائے گئے تھے اور ہر ایک میں خاص نشیمن یا نشست گاہیں بھی ترتیب دی گئی تھیں۔ ان دونوں عمارتوں کو نیچے سے اوپر تک اور میدان کے اطراف کی دوکانوں کو بھی بڑے تکلف سے سجایا جاتا تھا اور میدان کے بیچ میں داد محل کے عین سامنے چالیس ستونوں اور چار سو طنابوں کا ایک خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اس کا وسطی حصہ مخمل و اطلس سے اور اطراف کا زردوزی نقش و نگار سے مزین ہوتا تھا۔

عید میلادالنبی کی آمد سے بہت قبل ہی صناع ہنرمند اور استادان صنعت و حرفت ان دونوں عمارتوں کے سامنے اپنے عجیب و غریب کمالات کی پیش کشی میں مشغول ہوجاتے اور آخرکار جب روز مولود یعنی ربیع الاول کی سترھویں تاریخ[1] آجاتی توکوسوں، دماموں، نقاروں، نفیریوں اور قرناؤں کی آوازوں سے میدان داد محل گونج اٹھتا۔ تمام شہر اور اطراف کے لوگ اس میدان میں جمع ہوتے اور صنعت و حرفت کے کرشموں کا تماشا دیکھتے۔ اور ان دو دلکشا قصروں کی تصویروں کی سیر کرتے۔ ان

---

[1] محمد قلی قطب شاہ نے ۱۷ ربیع الاول کو صحیح ترین تاریخ پیدائش آنحضرت صلعم قرار دیا تھا۔

دونوں قصروں کی دیواروں پر تصویریں آتاری گئی تھیں۔ درمیان میں خود قطب شاہ کے دربار کی تصویر تھی جس میں مقربانِ سریر، نزدیکانِ تخت، مجلسیانِ عظام، بزرگان رفیع اور امرا و وزرا کو اپنی اپنی جگہ بتایا گیا تھا۔ اس کی دائیں طرف خسروِ ایران کے دربار اور بائیں طرف شہنشاہ مغلیہ کے دربار کی تصویریں بھی اسی اہتمام سے بنائی گئی تھیں۔ ان عظیم الشان تصویروں کے علاوہ مذہبی اور تاریخی واقعات کو بھی بذریعہ رنگ کاری پیش کیا گیا تھا[1]۔ ان تصویروں کی خصوصیتیں اور مناظر کی تفصیل حدیقۃ السلاطین میں درج ہے اور اگرچہ یہ تاریخ سلطان عبداللہ کے عہد میں لکھی گئی لیکن جشن میلاد نبیؐ کے احیا کا تذکرہ ۱۰۲۶ھ کے واقعات کے ساتھ درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی تھیں کیونکہ اس وقت سلطان عبداللہ کی عمر صرف ۱۵ سال کی تھی اور اس کو تخت نشیں ہوئے صرف دو سال ہوئے تھے۔ اور یہ عرصہ ایسی عظیم الشان تصویروں کی تیاری کے لئے ناکافی تھا۔ اس کے علاوہ سلطان محمد جیسے زاہد تو اس کی

---

[1] حیدرآباد کی یہی تصویریں تھیں جن کی تقلید میں بعد کو سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے اپنے قصر دریا دولت باغ کی دیواروں کو تصویروں سے آراستہ کیا تھا۔ اور اب مہاراجہ میسور اپنے محل کو مصور کرکر ٹیپو سلطان کی تقلید کر رہے ہیں۔

توقع ہی نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ محلوں کی دیواروں پر تصویریں اتروائے گا۔ اسلئے یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی ہوں گی۔ البتہ سلطان عبداللہ نے اس میں ضرور اضافہ کیا ہوگا جس طرح بادشاہی عاشور خانہ کے نقش و نگار میں اضافہ کیا تھا جس کے ثبوت اب تک موجود ہیں۔

اس قصرِ صور کی چھت پر بھی طرح طرح کے نقوش بنائے گئے تھے جن میں فرشتوں کی صورتیں اور طبقہ ہائے نور کی دلفریبیاں قابل ذکر ہیں۔ اس قصر کے ستونوں کو طلائی اور لاجوردی نقاشی سے مرصع کیا گیا تھا اور خود عمارت میں جگہ جگہ تمام روئے زمین کے بادشاہوں کی محفلوں اور مجلسوں کو اُن ہی کے خاص لباسوں اور مخصوص رسم و رواج کے مطابق سجایا گیا تھا۔ اور قطب شاہی بادشاہ کی سواری کے نقشے بھی بنائے گئے تھے جن میں بادشاہ کہیں ہاتھی پر اور کہیں عربی گھوڑے پر اپنے خیل و حشم و لشکر و خدام کے ساتھ جاتا دکھائی دیتا تھا۔

ایک جگہ شکارگاہ کا منظر تھا۔ شیروں، ببروں، چرندوں، پرندوں، اور سوار اور پیادہ شکاریوں اور دوڑتے ہوئے اور گرتے ہوئے شکار کی تصویریں بھی کھینچی گئی تھیں۔ غرض یہ عجیب و غریب تصویریں نقوشِ اجنٹہ سے کم قابل قدر نہ تھیں اور بہترین صناعی کا نمونہ تھیں۔ ہم یہاں باقی ماندہ تصویروں کی فہرست بھی

اصل قطب شاہی تاریخ سے نقل کر دیتے ہیں :—

۱۔ مجلس سلیمان و مجمع دیوان و آدمیان و وحوش و طیور۔

۲۔ معراج حضرت نبی جلیل و صعود براق و جبرئیل و افواج ملایک۔

۳۔ مجلس زلیخا، زنانِ مصر و طشت و آفتابہ در دستِ یوسف و بریدن زنان ترنج با کف دست۔

۴۔ شیریں با زنان در میان آب و رسیدن خسرو پرویز و اورا در میان آب دیدن۔

۵۔ مجنون در صحرا و ہامون و الفت او با آہوان مطبوع موزون و آمدن لیلیٰ بدیدن او۔

۶۔ جنگ رستم با دیو سفید در غار و با اشکبوس در معرکۂ کارزار۔

اس کے بعد مورخ لکھتا ہے کہ :—

"و امثال ذلک بے حد و نہایت در ایں دو عمارات تصویر نمودہ اند و ہیاکلی عظیمہ و صور جسیمہ فیل و شیر و آدم و اسپ و چندیں صور مختلفۂ الہیات در ہر ضلع از اضلاع آں ابداع و اختراع نمودہ اند۔" (ص۵۲)

عید مولود نبیؐ میں عوام ان تمام تصویروں کو دیکھنے جمع ہوتے تھے۔ ان مصور منقوش

قصروں کے سامنے میدان میں اس تقریب سعید کے لئے جو خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا اسکے وسط میں ایک شامیانہ باندھا جاتا جس میں تختِ شاہی رکھا جاتا تھا جو تمام و کمال سونے کا تھا اور قیمتی جواہر سے مرصع۔ اس کے اطراف شاہی تجمل و لوازم کے مناسب زیب و زینت کی جاتی اور اس طرح مذکورۂ بالا دونوں مسور و منقوش عمارتوں کے ایوانوں میں بھی صفۂ بادشاہی آراستہ کئے جاتے اور گانے اور ناچنے والیاں اطراف سلطنت سے جمع ہوکر اپنا اپنا کمالِ فن دکھاتیں۔ ان دونوں ایوانوں اور خیمہ کے صفہ ہائے شاہی کے سامنے کوئی ایک ہزار رقاصائیں اور حسینانِ نغمہ طراز اپنے اپنے گانوں اور ناچ سے مجلس عشرت و انبساط کو گرم کرتی رہتیں۔ ان صاحبانِ حسن و جمال کے علاوہ تمام ملک کے دوسرے صاحبان کمال مثلاً بازیگر، ریسماں باز، لعبت باز، حقہ باز، مقلد، اہلِ ہزل مسخرے اور شب باز وغیرہ اس موقع پر حیدرآباد میں جمع ہو جاتے تھے اور میدانِ وسیع الفضا و دلکشائے داد محل میں اپنے اپنے کرتب دکھاتے رہتے۔ جن کے حیرت انگیز کرشموں کو دیکھنے کے لئے شہر کی تمام مخلوق رات اور دن اس میدان میں جمع رہتی۔ حیدرآباد میں رنگ اور ناچ کے جو جلسے عہد سُلطان العُلوم آصف جاہ سابع کے آغاز تک محرم میں ہوا کرتے تھے وہ دراصل عہد قطب شاہی کے ان ہی عید میلاد نبی کے

جلسوں اور رنگ رلیوں کی یادگار رہتے۔

میدانِ دلکشائے وادمحل کے علاوہ عید میلاد النبی کی خوشی میں میدان عالم پناہ کے دروازۂ شیر علی (یعنی میدانِ چار کمان) میں بھی آسمان کی طرح بلند اطلسی خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اور چبوترہ پر مسند ترتیب دے کر بڑے بڑے عہدہ دار بیٹھے رہتے اور یہاں بھی رقص و سرود کی محفلیں سجائی جاتیں۔

اسی طرح محل خاص، ہشت محل، چہار صفہ، لعل محل، نگن محل، چندن محل، صد صفہ، اور سحن محل وغیرہ میں بھی ڈیرے اور شامیانے لگائے جاتے۔ پر تکلف مسندیں بچھائی جاتیں۔ اور ہر جگہ بڑے بڑے علحدار اور حوالدار مجلس آرائیاں کرتے۔ ان تمام خیموں، محلوں اور صفوں میں زعفران، صندل اور مشک وغیرہ کو طلائی و نقروی بادیوں میں بھر کر ہر روز ایک ایک طبق پان خاصہ کے ساتھ تقسیم کرتے۔ جو ہر محل میں سو ہزار سے زیادہ صرف ہوتے۔ ساتھ ہی ہر روز قسم قسم کے کھانوں کے دستر خوان بچھائے جاتے اور تمام خاص و عام کو شاہی کندوری سے فیض یاب ہونے کا موقع ملتا۔

یہ تو بیرونی محلات اور خیموں کی مجلس آرائیاں تھیں۔ خاص شاہی محل میں مخصوص اور منتخب و مہ جمال رقاصائیں اور" استادان خوانندہ و سازندۂ ملک ایران و ہندوستان" ہی بار پا سکتے تھے۔

اس ماہ جشن و میزبانی کے آخر میں بادشاہ کی سواری نکلتی تھی تاکہ دونوں میدانوں اور عمارتوں کی آئین بندی اور آرائش و زیبائش کی سیر کی جائے۔ اس موقع کے لئے مخصوص فیلبان پانچ گز کے خاص شاہی ہاتھی کو زعفران اور صندل سے دھو کر طلائی زنجیروں موتیوں کی جھول، مرصع کلغی، اور دوسرے زیوروں سے آراستہ کرکے لے آتے تھے عصر کے وقت بادشاہ اس ہاتھی پر سوار ہو کر میدان کی طرف نکلتا اور جملہ ارکان دولت مقربانِ تخت، سردارانِ عالی شان، وزیرانِ رفیع مکان، حوالہ دار، سلحدار، لشکری اور ہر طبقہ کے بے شمار ملازمین اس شاہی ہاتھی کے اطراف پیادہ چلتے۔ اندرونی و بیرونی محلوں کی طوائفیں اور سب گانے بجانے والے ایک خاص سرخ لباس پہنکر جو اس تقریب میں بادشاہ کی طرف سے ان تمام کو عطا کیا جاتا تھا شاہی ہاتھی کے آگے آگے رقص کرتے اور گاتے ہوئے نکلتے تھے۔

اس سواری کی دھوم دھام اور بادشاہ کو دیکھنے کے لئے تمام شہر و اطراف کی مخلوق جمع ہو جاتی اور بازاروں، دوکانوں، مکانوں، اور چھتوں پر سوائے انسانی سروں کے اور کچھ نظر نہ آتا۔ خاص کر میدان میں ایک عظیم الشان مجمع رہتا۔ جب ان لوگوں کی نگاہیں بادشاہ پر پڑتیں تو وہ بے ساختہ دعائیں دینے لگتے اور تعریف کرتے۔ اسطرح میدان چار کمان سے نکلکر یہ سواری چار منار سے ہوتی ہوئی داد محل کے میدانِ دلکشا میں

پہنچتی تھی جہاں چاوڑی تھانہ و کوتوال خانہ کے پاس تھوڑی دیر کے لئے شاہی تھی ٹھیرایا جاتا۔ اس وقت عہدہ دار زر و جواہر کے طبق بادشاہ پر سے نثار کرتے اور نذر گزرانتے تھے۔ میدان کے اطراف و اکناف کے سوداگر اور تجار بھی (جو اس موقعہ پر اپنی اپنی حیثیت کے شایان شان اپنی دوکانوں کو آراستہ و پیراستہ کرتے تھے) بادشاہ کی بارگاہ میں اچھے اچھے تمغے پیش کر کے تشریف و انعام سے سرفراز ہوتے تھے۔

اس تقریب کی آخری رات میں میدان واد محل ایک تناول خانۂ عام کی صورت میں منتقل کر دیا جاتا تھا اور گروہ در گروہ لوگ ان دسترخوانوں پر کھانا کھاتے تھے۔ اس وقت میدان میں چاروں طرف چراغاں کئے جاتے اور دولت خانۂ شاہی کے اندر اور باہر بے حد آتشبازی جلائی جاتی۔ غرض صبح تک کھانے، گانے، بجانے اور تماشہ کرنے کا سلسلہ جاری رہتا۔ میلاد نبیؐ کی خوشی کا یہ جشن بارہ روز تک دن اور رات جاری رہتا تھا اور اس میں تینتیس ہزار ہون خرچ ہوتے تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو حدیقۃ السلاطین قطب شاہی صفحات ۴۹ تا ۵۶)۔

یہ تو تاریخوں کا بیان تھا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ خود سلطان محمد قلی ان کے بارے میں کیا معلومات چھوڑ گیا ہے۔ اس کے کلام میں چھ نظمیں ایسی ملی ہیں جو اس عید کے موقعہ پر لکھی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک عالیشان قصیدہ بھی اسی تقریب سے

متعلق موجود ہے۔ اس طرح گویا سات سال کی عید میلاد کے متعلق اس کے خیالات معلوم ہوسکتے ہیں۔ اس عید کی تقریب میں اس نے ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی اس طرح جملہ تینتیس[۴] نظمیں لکھی ہوں گی۔ افسوس ہے کہ بقیہ نظمیں دستیاب نہ ہوسکیں۔ جو نظمیں ملی ہیں ان کے خلاصے یہاں درج کئے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ خود اس عید کو کیا سمجھتا تھا اور اس میں کس طرح مصروف رہتا تھا۔ عید میلادالنبی کی ایک نظم میں وہ لکھتا ہے :—

"آنحضرتؐ کی ولادت کی خوشی میں عرش و کرسی کو سنوارا جاتا ہے اور فرشتے ساتوں جنتوں کو ستاروں سے سجاتے ہیں۔ عرش پر عشرت کے طبل بجنے لگتے ہیں اور تمام دنیا والے اپنی اپنی مرادیں پانے کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ دنیا خوشی کے مارے اپنے پیرہن میں نہیں سماتی۔ اور تینوں جگ اپنا تن من آنحضرتؐ پر سے نثار کرتے ہیں۔ چونکہ محمد قلی قطب شاہ نہایت اہتمام سے مولود کراتا ہے اس لئے لوگ صف در صف جمع ہو کر اس کی عمر و دولت کی ترقی کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اور فرشتے اور جن بھی صدق دل سے دعا کرنے کے علاوہ اعتراف کرتے ہیں کہ ایسا بادشاہ دین اور دنیا میں بھی نہیں ہے۔ اسی خلوص کی وجہ سے بادشاہ نے اپنا نام دونوں دنیاؤں میں

بلند کر لیا ہے۔ اور حوریں نور کے طبق لے کر بادشاہ پر نثار کرتی ہیں۔ چونکہ
نبیؐ کے صدقے میں محمد قلی قطب شاہ نے آج دعوت کی ہے اس لئے علیؑ کے
صدقے میں اس کے تارے دونوں عالموں میں بلند ہیں۔"

ثابت ہوا کہ وہ وسیع پیمانہ پر دعوتِ عام کرتا تھا اور لوگ صف درصف جمع ہوکر اس کے لئے دعائیں مانگتے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ہر روز دسترخوان پر ہزار آدمی سے کم نہ ہوتے تو اس دعوتِ عام میں کتنے لوگ جمع ہوتے ہوں گے اس لئے اس کو فرشتوں اور جنوں کے شریک ہونے کا بھی خیال پیدا ہوا ہوگا۔ بادشاہ ایک دوسری نظم میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کرتا ہے:۔

"ہر گھڑی خوشی اور رونق ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا پر
چاروں طرف سے خوشی و خرمی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ روشنی سے
تمام ملک جگمگانے لگتا ہے اور ہر طرف شادی و خوشی کا غل سنائی دیتا ہے
چونکہ آج گنہگاروں کے بخشانے والے کی پیدائش کا دن ہے اس لئے
فقیر و بادشاہ سب مل کر اپنی بخشایش کی دعا کرتے ہیں۔
لوگ دوسری عیدوں میں بھی خوشیاں مناتے ہیں لیکن اس عید کی
خوشی کے برابر کوئی خوشی نہیں۔"

خود بادشاہ اس عید کی دعوت کے اہتمام کا یوں ذکر کرتا ہے کہ:-

"جب ہمایوں محمد قطب شاہ ترکمان عید مولود نبی مناتا ہے تو تمام زمین جنت کی طرح سجائی جاتی ہے۔ بازار، قصر اور محل سب دلہن بن جاتے ہیں اور خوبصورت عورتیں بن سنور کر حور دن کی طرح ہر طرف سے جمع ہونے لگتی ہیں۔ شاہ کی نازنینیں شراب محبت کی متوالی ہو کر لاکھوں عشوہ و انداز کے ساتھ شامیانے کے نیچے ہوا کی طرح سبک رفتار چلی آتی ہیں۔ ان کے جوبن سونے کے ایسے گڑوے دکھائی دیتے ہیں جن کو دیکھ کر لوگ حیران ہو جائیں۔ ان ہنس مکھ سہیلیوں کی چال ڈھال اور بات چیت پر ہنس اور کوئلیں اپنے دلوں کو بطور تحفہ پیش کر دیں تو کوئی تعجب نہیں۔ جب بادشاہ اس تقریب میلاد میں آسمان کی طرح سرائی چتر کے نیچے بیٹھتا ہے تو اس کے آگے بڑے بڑے مدبرین وقت اور ہیرے اور لال جڑے چتر والے ملوک زمیں بوس ہوتے ہیں۔ جب بادشاہ ان ملوکوں کے ساتھ مجلس آرائی کرتے ہیں تو راستہ کے دونوں طرف ہندو راجا ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ جب حوض خانے میں لعل بدخشاں کے رنگ کی شراب بھری جاتی ہے تو اس کی روشنی سے جام اور شیشے بھی رخشاں نظر آتے ہیں۔ عجب نہیں جو

شراب کا نام سن کر آسمان کا جی بھی للچائے اور مستوں کو مے پیتا دیکھ کر
وہ بھی پیالے پینے لگے۔

شاہ کی اس بزم کا تماشا دیکھنے کے لئے آسمان سے لاکھوں فرشتے
خوشی خوشی چلے آئیں اور شہ کے عیش و عشرت کو دیکھ کر کہیں کہ اے
قطب شاہ تمہارے دن اور رات اسی طرح چین سے گذریں اور نبیؐ کی
مہربانی سے قیامت تک تم نبیؐ کے لاکھوں مولود کرواؤ۔"

معلوم ہوتا ہے کہ دعوتِ عام کے علاوہ دربار عام بھی کیا جاتا تھا جس میں دوسرے ملکوں کے نمائندے اور کبھی کبھی بیجاپور اور احمد نگر کے سلاطین اور اطراف کے ہندو راجا بھی شریک ہوتے تھے جس طرح گولکنڈہ کا شاہی رنگ آسمانی تھا بیجاپور کا سبز اور احمد نگر کا سرخ تھا۔ اس نظم میں محمد قلی نے تینوں سلطنتوں کے شاہی رنگوں کا ذکر کر دیا ہے۔ ایک اور نظم کے آغاز میں وہ اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دیتا ہے کہ وہ ہر سال عید مناتا اور اس سے متعلق نظمیں لکھتا ہے۔ اس کا بیان ہے:-

"اب کے پھر حضرت نبیؐ کی عید ولادت اپنے ساتھ عیش اور آنند لے
آئی ہے۔ اس یوم مسعود کی وجہ سے تمام عالم میں پھر عیش و عشرت کا دور
دورہ ہو گیا۔ گھر گھر میں تیاری اور اس کاج کے لئے زیبائش و آرائش

ہو رہی ہے' آج کے دن کے لئے بہت ہی سجاوٹ کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا
پر چاروں طرف عیش و آرام بادل بن کر چھا گیا ہے۔ اس تقریب میں
خود خوشی و مسرت خوش ہیں' عیش متوالا ہو گیا ہے' اور عشرت بھی
آنند کے الاپ سن کر ناچنے لگی ہے۔

ہم جس طرح کا آرام و راحت چاہتے تھے پروردگار نے ہم کو اس سے
لاکھ درجہ بڑھ کر مسرت و عیش عنایت کیا۔

چمن کے تمام درخت آج کی خوشی میں ہمارے شریک ہو کر مستی سے
جھول رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عید کی خوشی نے ان کو لالوں
کے پیالے بھر بھر کر ہوا کی شراب پلا دی ہے۔

میرے من کی مرادیں اور مقصود کے غنچے عید مولود نبیؐ کی وجہ سے
کھل کر پھول بن گئے ہیں۔ کیونکہ اس عید کی مسرت نے امیدوں کی برسات
کی جھڑی لگا دی ہے۔

ہماری قسمتوں کے بنانے والے نے جس روز ہر ایک کا حصہ تقسیم
کیا اسی دن سے اے قطب شاہ تمہاری قسمت میں یہ عیش اور انند بھی آ گیا۔

دوسری عیدیں

محرم اور عید میلاد النبی کے متعلق تاریخوں سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں ویسی کوئی معلومات دوسری عیدوں کے بارے میں نہیں ملتیں۔ ان کے متعلق ہماری واقفیت کا واحد ذریعہ محمد قلی قطب شاہ کا کلام ہی ہے، جس میں اتفاق سے بعض بے حد دلچسپ اور ضروری معلومات محفوظ ہو گئی ہیں۔ یوں تو محمد قلی نے کئی عیدوں پر نظمیں لکھی ہیں لیکن ان تقریبوں میں اس نے حسب ذیل چار پر خاص کر زور دیا ہے:

۱۔ عید بعثت نبیؐ ۲۔ عید میلاد علیؑ ۳۔ عید غدیر ۴۔ شب برات

اب ہم خود بادشاہ ہی کے بیان سے ان عیدوں کے متعلق معلومات قلمبند کرتے ہیں۔

عید بعثت نبیؐ اس موضوع پر پانچ نظمیں کلیات میں موجود ہیں۔ ان سب کا خلاصہ خود محمد قلی ہی کی زبان میں درج ہے:۔

اے موالیو خوشیاں کرو کہ عید بعثت رسول آئی ہے اور اپنے ساتھ طرح طرح کے عیش و آرام لے آئی ہے۔

پہلی عید شب برات، دوسری عید رمضان، تیسری عید قرباں اور غدیر خم
موالی جس کا رتبہ شاہوں میں عالی ہے خاص اہتمام سے محبت رسول کی عید
بھی مناتا ہے اور خوان خلیل کا احسان اپنے عہد میں، کھا کر دنیا ودین کو
جھا لیتا ہے۔

اس عید کے زمانہ میں ایسی خوشی منائی جاتی ہے کہ غم کا نشان کہیں
ڈھونڈھنے پر بھی نہیں ملتا کیونکہ آج ہی کے دن سے دین اور ایمان آشکار
ہوئے اور اسی دن کے فیض نے تمام امت کے دل وجان کو روشن کر دیا۔

عید بعثت کی خوشی حوریں بھی مناتی ہیں جس کی وجہ سے جنت کی
خوشبو تمام عالم کو مہکا دیتی ہے۔

عالم میں خدا کا نور پھیل جاتا ہے اور اس کی رحمت کی چھاؤں چھا جاتی
ہے کیونکہ اسی وقت جبرئیل خدا کے یہاں سے اس کے حبیب کے پاس وحی
لانے تھے اور بڑی خوشی سے کہا تھا کہ اے بھائی خوشی سے ہونٹ کھولو اور دو
حرف بولو کیونکہ یہ بعثت کا دن ہے اور خدا نے تم کو سب نبیوں میں سر بلندی
بخشی۔ تم تمام انبیا کے خاتم ہو اس لئے **اقرا** پڑھو۔ عرش نے تمہارے
پانچ گوہروں (پنجتن) کی وجہ سے روشنی پائی۔ اور اب فرشتوں کو تمہارے

سوا کسی اور نبی پر درود پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔
جب حضرتؐ تختِ پیغمبری پر جلوہ گر ہوئے تو نو آسمان شمس والضحیٰ کے قدم چومنے
لگے۔ فرشتوں نے خوشی کا چتر سر پر تان لیا اور دنیا خوشی و خرمی سے باغِ
فردوس کے ہم سر ہوگئی۔ اسی لئے شاہ اور گدا انسان اور فرشتہ سب کا دل
آج خورسند رہتا ہے۔ اس تقریب میں عالم منور ہوگیا اور کائنات آئینہ
کی طرح روشن ہوگئی اور تمام ستارے چاند اور سورج کی طرح چمکنے لگے۔
بعثت مصطفےٰ کے دن خوشیوں کی عید ہوتی ہے اور آنحضرتؐ کے صدقے
میں تمام شیعہ گھر گھر عیش و عشرت مناتے ہیں کیوں کہ اسی روز جبرئیلؑ نے
جنابِ پیغمبر سے یہ بھی کہا کہ "روزِ ازل سے مرتضیٰ علیؑ کو تمہارا نائب بنا دیا
گیا ہے تاکہ اُن کی ذوالفقار سے کافروں کو مار کر ان سے خراج لیا جائے۔
جبرئیل تمہاری پوری صفت نہیں بیان کر سکتا اور اس طرح اس سے خدمت
میں چوک ہوگئی اور اسی لئے وہ سب خدمتگاروں سے زیادہ شرمندہ ہے۔
جو شخص بعثت نبیؐ کی عید لکھوئی اور صدق دل سے مناتا ہے اس کے دل پر
طٰہٰ کا بیان روشن ہو جاتا ہے۔ جب قطب شاہ بعثت رسول کی یہ خوشی
مناتا ہے تو اس تقریب میں یکساں خوشی و خرمی کے لاکھوں تمو دکھائی دیتے ہیں۔

عید میلاد علیؑ اس موضوع پر جو نظمیں کلیات اُردو میں موجود ہیں چونکہ شاعر کو حضرت علیؑ سے خاص عقیدت تھی اس لئے ان نظموں میں بڑے خلوص اور جوش کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ :۔

مصطفےٰ اور مرتضےٰ دونوں کی پیدائش کا دن ایک ہی سا ہے۔ اسنے یہ عید منانا طالع مسعود ہونے کی دلیل سمجھا جاتا ہے کیوں کہ جس دن ابر رحمت عالم پر فیض بار ہوا وہ روز شیعوں کے لئے روز عید تھا۔ چونکہ حضرت کعبہ میں پیدا ہوئے اس لئے کعبہ کو دنیا میں شرف حاصل ہوا۔ اور اس نے مومنوں کو اس روز دل و سر سے اس طرف سجدہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ ظہور کی عید کا دن ہے۔ کعبہ میں پیدائش کا شرف کسی نبی کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ آپ کی پیدائش کے بعد جب آں حضرتؐ آپ کو دیکھنے آئے تو آپ کی والدہ حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ بچہ نادانی سے آپ پر ہاتھ مار رہا ہے۔ آپؐ نے جواب دیا کہ نہیں مجھ پر نہیں۔ اگر یہ ہاتھ ماریں گے تو کافر بادشاہوں پہ ماریں گے۔ ان کی پیدائش سے میرا دین قوت پا گیا اور اب مجھے کفار کے کاموں سے کوئی ڈر باقی نہیں رہا۔ اس ولادت کی وجہ سے خدا کا عرش زیادہ جھلکنے لگا۔ اور آسمان و زمین میں چاند سورج سے زیادہ روشنی پھیل گئی

دنیا جنت سے زیادہ آراستہ ہو گئی۔ اور ساتوں آسمانوں سے نور کی بارش ہونے لگی۔ حضرت علیؑ کی پیدائش کیا ہوئی کہ باری تعالیٰ کا نور عرش سے کعبہ میں اتر آیا اور اس دن ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس کا طواف کرنے کے لئے جمع ہو گئے۔

اس روز سے مومنوں کے دلوں نے اسی طرح تجلی پائی جس طرح صبح صادق آفتاب سے روشنی پاتی ہے اس خوشی کے دن ہر طرف خوشی کی آوازیں بلند ہوں۔ اس روز خوشیاں میری مہمان رہیں۔ ملہار کی خوشبو پھیلے۔ لوگ خوشی سے رنگ ڈالیں۔ اور مولود علی زور زور سے لحن داؤدی کے ساتھ گائیں تاکہ اس گانے کی آواز تار امنڈل کی گرج کی طرح ساتوں آسمانوں میں گونج اٹھے۔

عید غدیر اس موضوع پر آٹھ نظمیں موجود ہیں جن میں شاعر لکھتا ہے کہ:۔

اس کو خلافت علی کا دن سمجھا جاتا ہے کیونکہ رسول نے خود ہی جناب امیرؑ کو اپنی خلافت دے کر ان کی شرافت کا تذکرہ کیا۔ اس روز فرشتوں نے مل کر اونٹ کے زینوں کے ساتھ آسمان کے منبر کو بھی سنوارا کیونکہ پیغمبرؐ کو منبر پر چڑھ کر داد فصاحت دینی تھی۔ چنانچہ دو جگ کے شاہ نے مرتضیٰ کو

من کنت مولا کہا اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ
آپ کے رتبہ کو ظاہر کیا۔ اس خوشی میں فرشتے نکل کانے اور عرش
منڈل بناتے ہیں کیونکہ شاہ نے اپنا فیض عنایت کر کے حضرت علیؑ
کو سب میں افضل کیا۔

حق نے نبیؐ سے کہا کہ علی کی یاد ناد علی کے ذریعے رکھو۔
علی میری قدرت کا بے بہا مظہر ہے۔ قطب زماں نبیؐ کے صدقے سے
علی کی منقبت لکھا کرتا ہے کیونکہ دنیا و دین میں یہی اس کی سعادت کی
نشانی ہے۔

عید غدیر شیعوں کے لئے عید کبیر ہے اور خوارج کے لئے باعث غم۔
اس کو مل کر خوشیاں منانی چاہئیں۔ اس خوشی کے آگے دوسری تمام
خوشیاں چھوٹی نظر آتی ہیں۔ تمام مومن شاہانی کسوت زیب تن کرتے ہیں۔
اس عید میں ایک عالم کی میزبانی کی جاتی۔ مطرب گاتے اور محفل میں
عبیر لائی جاتی۔ سب مومن اس عید میں بھائی بن کے صبنے پڑتے۔ اور
تمام عیدوں کی خوشی اس ایک عید میں بھرپور نظر آتی۔ اس عید کے
طبل ساتوں جنتوں میں بجتے۔ اور چاند سورج اسی لئے جگ کو روشنی

پہنچاتے ہیں۔ بس عید کے دنوں کے سوا کوئی دن دعا کے قابل نہیں۔ اسلئے دعا کرتا ہے کہ الٰہی مجھ کو امن میں رکھ اور میرا ایمان درست رکھ اور دونوں عالم میں میری مدد کر۔

ایک نظم میں لکھتا ہے:—

نبیؐ نے خلافت دے کر کہا کہ میرے بعد یہ ہیں جو تمام مومنوں اور مسلمانوں کے لئے دونو عالم میں رہبر ہیں۔

آج علی کے لئے خدا نے اپنی عنایت سے خلافت بھیجی جس کا اعلان عرش و کرسی اور نو آسمانوں کے منبر سے کیا گیا۔

علی کفر کے توڑنے والے تھے اس لئے دین کی بنیاد ٹک گئی۔ اگر محمدؐ دین کے گھر ہیں تو علی اس گھر کے نگہبان ہیں۔

سب اولیا ایک دل سے آپ کے معتقد ہو کر کہتے ہیں کہ ہم سبھوں کے سر پر ولایتِ علی کا چھتر سایہ بان ہے۔

اس طرح جملہ آٹھ نظموں میں حضرت علی کی منقبت اور ان کی فضیلت کو قلمبند کیا ہے۔

شب برات یہ ان موضوعوں میں سے ہے جن پر محمد قلی قطب شاہ نے دل کھول کر اپنی طبیعت کی جولانی دکھائی ہے۔ چنانچہ کلیات میں

اس کے متعلق دس نہایت دلچسپ اور اہم نظمیں موجود ہیں۔ محمد قلی کو پانی اور سبزہ کی طرح روشنی سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ وہ ہر اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا جس میں اُسے جشن چراغاں سے لطف اندوزی نصیب ہو سکتی تھی اور شب برات میں تو وہ جی کھول کر چراغوں آتش بازیوں اور شاہانہ رنگ رلیوں میں منہمک ہو جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :۔

جہاں شب برات آئی کہ خوشی و خرمی کی روشنی تمام دنیا میں پھیل گئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شب برات اپنے ساتھ خوشیوں اور عشرتوں ایسی برکتیں لے کر آتی ہے کہ ان کی روشنی سے تمام عالم جگمگانے لگتا ہے۔ چونکہ محمد قلی پر ائمہ معصومین کی نظر عنایت ہے اس لئے وہ نبیؐ اور علیؑ کے کرم کی وجہ سے پھلتا پھولتا رہتا ہے۔ اور خود عیش وعشرت اس کی بارگاہ میں خوشی کے مارے ٹھمیاں بجانے لگتے ہیں۔ اسی وجہ سے خدا قطب شاہ کو شاہنشاہی کا رتبہ دے کر اس کی دہائی یا اس کی آقائی کا اعلان تمام کائنات میں پھراتا ہے۔ اور اس کے دشمنوں کو دنیا سے نیست و نابود کر کے مفقود کر دیتا ہے۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

شب برات کی وجہ سے تمام راتوں کو شرف حاصل ہوا اور سب راتوں میں شب برات ہی کو شرف حاصل ہے۔ کثرتِ چراغاں کی وجہ سے رات ایسی منور ہو گئی کہ معلوم ہوتا ہے جیسے سورج طلوع ہوئے دن نکل آیا ہے۔ زمین نے ان چراغوں کا عکس جب آسمان پر پڑا تو وہ بھی آئینہ کی طرح جھلکنے لگا۔ آتش بازی اور چراغوں کی وجہ سے دنیا ایسی روشن ہو جاتی ہے کہ اس اُجالے کو دیکھ کر آفتاب شرما گیا اور اسی شرم کے مارے رات کو کبھی اپنا منہ نہیں دکھاتا۔

شب برات میں جو مہتاب چھوڑے جاتے ہیں تو ان کی تابانی ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے ظلمات میں آبِ خضر۔ گلشن میں جب پھولبازیاں چھوڑی جاتی ہیں تو زمین پر سورج چاند اور تارے اُتر آتے ہیں اور ان کی روشنی کی جھلک آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ خدائے تعالیٰ نے قطب شاہ کو ایسی تجلی بخشی کہ اس نے رات کو دن سے زیادہ روشن کر کے چمکا دیا۔

تیسری نظم میں کہتا ہے:—

شب برات کی مبارک رات اپنے ساتھ اپنے روزی خواروں یا ملازموں یعنی خوشی، عیش انند اور عشرت کو براتی بنا کر لے آئی ہے۔

محمدؐ نے جنگ اُحد میں علیؓ کو ساتھ لے کر کامیابی حاصل کی یونہی ان ہوائی کے چلنے سے تاریکی کی فوجیں بھاگ گئیں۔

اس رات میں معشوقوں کے دہن پستے، آنکھیں شگوفے کی طرح تیز ہیں، اور ہونٹ گلکڑوں کی مصری کی طرح نازک نظر آتے ہیں۔ اور ان کے چہرہ پر پسینہ کی بوندیں خشخش کی طرح باریک نظر آتی ہیں۔

سہیلیوں کی کاجل لگی ہوئی آنکھیں سیاہ باداموں کی طرح، ٹھوڑی سیب کی طرح اور دانت چارولیوں کی طرح نظر آتے ہیں۔

اسی طرح پوری نظم میں سہیلیوں کے حسن اور لباس کی تعریف کی ہے۔ ان کا آتشبازی چھوڑنا اور اس کی جھلک سے ان کے جسم پر زیوروں کا جگمگا اٹھنا نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

چوتھی نظم کا تذکرہ بھاگ متی کے ذکر میں کیا جا چکا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شب برات کی تقریب میں دربار اور ڈیوڑھی کی خاص خاص طوائفیں بڑے اہتمام کے ساتھ سج دھج کر کے اور شاہی طمطراق کے ساتھ اپنے اپنے مکانوں سے آتی تھیں۔ بھاگ متی کی نسبت تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ وہ جب دربار کو آتی تو اس کے ایک ہزار سوار اس کی جلو میں رہتے۔ جب اس کی معمولی آمد اس شان سے ہوتی تھی تو شب برات

کی تقریب میں، وہ جو کچھ اہتمام کرتی کم تھا۔ اسی لئے بادشاہ نے اس موضوع پر ایک خاص نظم لکھدی ہے جس میں اس امر پر زور دیا ہے کہ :۔

"وہ اپنے ساتھ آسمان کے مہر و ماہ سے زیادہ روشنی رکھنے والے لاکھوں چاند سورج اپنے ساتھ لاتی ہے۔ کیا تعجب کہ زمین آسمان پر لاف زنی کرنے لگے کیونکہ وہ زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح جھلکا دیتی ہے"

پانچویں نظم میں محمد قلی لکھتا ہے کہ :۔

شب برات پھر سے مبارک سلامت کی خبر لے آئی ہے۔ کیونکہ اس رات میرے بخت کا طالع سورج کی طرح جھلکنے لگتا ہے۔

میری سکی کے چہرہ کی روشنی کے سامنے اس عید کا اُجالا شرمانے لگتا ہے۔ اس عید میں سکھ اور انند کا فوراً سر نو مجھ پر چتر کی طرح چھا جاتا ہے۔

دنیا دلہن بن کر انند کرنے والی دوشیزاؤں کے ہاتھ سے مئے عشرت پلواتی ہے اور زہرہ الحان کے ساتھ بادشاہ کے لئے نغمہ گانے لگتی ہے۔

شب برات کے عیش کی آمد نے اپنے حسن کی ایسی جھلکاریں دکھائیں کہ دنیا کے دل میں پھر سے زندگی کا نور پیدا ہونے لگا۔

شاہ کی سب پیاریاں عید کا سنگار کرتی ہیں تاکہ بادشاہ کو ایک کا سنگار دوسرے سے زیادہ پسند آئے۔

آنند کے بھیدوں اور جادوؤں کی وجہ سے پیاری (ایک خاص سہیلی) میرے دل میں کھیلنے لگتی ہے کیونکہ وہ اپنے جوبن کے چمن میں خوشبو مہکا لیتی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ لاکھوں عیدیں دیکھنی نصیب ہوں کیوں کہ عیسیٰ کی دعا اس کے لئے گلِ مسرت کی خوشبو لاتی ہے۔

چھٹی نظم میں بادشاہ نے اپنی ایک سہیلی پیاری کے آتش بازی کھیلنے کا ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں شب برات کی آتش بازیوں کے بہت سے نام بھی ہمارے لئے محفوظ کر دیئے ہیں۔ کہتا ہے :۔

شب برات نے کوہِ طور کے نور کو اب تمام عالم میں پھیلا دیا ہے اور خضر نے اپنے ہاتھ سے مجھ کو آبِ حیات پلا دیا۔

شب برات اپنے ساتھ ساتھ خوشی کی براتیں لے آئی ہے۔ اور قطب شاہ ان براتوں کو لے کر رات اور دن آنند کے ساتھ گزارتا ہے

پیاری کا سرو قد ہوائی کی طرح (بلندی کی طرف مائل) اور اس کے

ناک کی پھلواڑی پھلبازی کی طرح ہے۔ پیشانی پر مہتاب کی طرح ٹیکہ لگائی ہے اور ہونٹوں پر سورج جیسی چمک دمک نظر آتی ہے۔

اس کے رات جیسے سیاہ بالوں میں کیوڑا بھنورے کی طرح نظر آتا ہے

تالوں اور پٹاخوں کی آوازوں سے آسمان کے اندر خلل پڑتا ہے

اس کی چوٹی کا پھندنا طاؤس کی طرح ناچ رہا ہے۔ ہوائی کو اپنا حاجب بنا کر وہ اپنی درائی (مالکی) کا اعلان کرتی ہے۔

اُس کے بالوں کے جوڑے میں پھولوں کی جو لڑیاں ہیں وہ ٹوکریوں کے جھیلے کی طرح ہیں۔ . . . . .

اے قطب شاہ تجھ کو نبی کے صدقے میں بڑی اچھی پیاری ملی ہے۔

ساتویں نظم کی ردیف ہی لفظ روشن ہے جس کی وجہ سے تمام نظم شبِ برات کی روشنی سے جگمگا رہی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس عید سے قبل بادشاہ کو کسی جنگ میں کامیابی نصیب ہوئی تھی جس کی طرف مقطع میں اشارہ کرتا ہے کہ:-

دشمنوں کے سینے پھانکوں کی طرح کیوں نہ پھوٹیں اور تڑخیں جبکہ خدا نے قطب شاہ کو ایک روشن فتح اور کامرانی عطا کی ہے۔

آٹھویں نظم طویل ہے اور اس موضوع کی اچھی نظموں میں شمار ہوتی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے کہ :-

شب برات نے آکر تمام عالم اس طرح روشن کر دیا ہے جس طرح نور موسیٰ کی وجہ سے وادیٔ ایمن روشن ہوگئی تھی۔

آپ رخسار کی جھلکیں دکھا کر عاشقوں کی آنکھوں کو [illegible] سے معمور گلشن بنا دیا ہے۔ چونکہ اس رات کو زلف خوباں کے ساتھ نسبت ہے اس لئے جس طرح معشوقوں کے جسم پر زیبائش و آرائش کی وجہ سے نور جھلکنے لگتا ہے۔ اسی طرح اس رات کو بھی نورانی لباس زیب دیتا ہے

اس عید کی لطف اندوزی کی ہوس کا دنیا کو خبط ہے کیونکہ اس کی محبت کی ہواؤں کے جھونکے تن اور من کو شگفتہ کر دیتے ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں اے قطب شاہ تو لاکھ سال خوش و خرم زندہ رہ کیونکہ تیری ہی وجہ سے اس عید میں شمع عیش روشن رہتی ہے۔

محمد قلی کی "شبرات" سے متعلق نویں نظم شاعرانہ کمال کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ نظم نہایت مرصع ہے اور اس میں ایسی اعلیٰ پائے کی تشبیہیں استعمال کی گئی ہیں اور اس کو اردو شاعری کے شہ پاروں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ نثر میں اس کی

تمام خوبیوں کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ تاہم قوتِ تخیل کا کچھ نہ کچھ پتہ چل سکتا ہے
وہ کہتا ہے :۔

میری ماہ رویوں نے اپنے چہروں کی روشنی سے شب برات کو
روشن کر دیا ہے۔ ان میں سے کوئی سورج نظر آتی ہے، کوئی چاند اور
کوئی تارہ۔

ہر طرف سے ہر ایک نازنین نورتن کا لباس پہن کر آئی ہے تاکہ
بادشاہ کے ساتھ چمن میں نکلے۔ شرابِ عشق پینے سے اُن کے جسم چھلکنے
لگے ہیں۔ وہ اپنے نوجوان چہروں کے آب و رنگ، اور آفتاب جیسی
جھلک سے مہتاب کو بے تاب بنا کر پگلا رہی ہیں۔

نازنیں اس انداز سے محوِ خرام ہے کہ اس کی زلفوں کے لہرانے
کی وجہ سے خوشبو آسمان تک پہنچی ہے اور سارا آسمان مہک گیا ہے
جس کی وجہ سے فرشتے فریفتہ ہو کر لاکھوں کی تعداد میں اتر آئے ہیں۔

ایک سے ایک کے پستان زیادہ خوبصورت ہیں جن پر سیاہ
بادلوں کی لٹیں ایسی نظر آتی ہیں جیسے پہاڑیوں پر کالے کالے بادل
چڑھائی کرنے آئے ہوں۔

نازنین کے رخسار مہتاب اور پھولوں کے ہار پھول جھڑیاں نظر آتے ہیں۔ اس لیے دونوں بہو حاجیوں کی طرح ایک دوسرے پر حملہ کر رہے ہیں۔

علی جیو کے یہاں سے یہ حکم لے آئے ہیں کہ یہ جہان امن وامان کے ساتھ ہمیشہ قطب زماں کے حکم کے تلے رہے۔

شب برات کی نظموں کے سلسلے میں آخری نظم آتش بازی کی بہت سی اصطلاحوں کی آئینہ دار ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ ان میں سے اکثر اصطلاحیں اب بھی رائج ہیں۔ اس نظم کے چند شعر ذیل میں درج ہیں جن میں اصطلاحوں کے نیچے خط کھینچا گیا ہے:—

ہوائیاں سو کئی بنگڑیاں چکراں جو   گھرڑیاں بازیاں سوا چمن کری ہے
نین مستی کے گل ریزاں سو بھر کر   نلی طاؤس پک چومن کری ہے
پھلی ناسک جھمکنے تھے ہے شب رات   دھرت کوں آج مَن جوں کمن کری ہے
لڑیاں موتیاں کیاں تج ہنسنے کیا جھیلاں   تو جھیلاں تھے جگت درپن کری ہے

مذہبی عیدوں کے بیان کے آخر میں عید رمضان اور عید اضحیٰ کا کچھ ذکر بھی

ضروری ہے۔ کیونکہ اسلامی دنیا میں یہی عیدیں بہت اہم سمجھی جاتی ہیں۔

عید رمضان اس عید کی چہل پہل اور سرکاری و درباری مصروفیتوں کے متعلق تاریخوں سے کوئی معلومات حاصل نہیں ہوئیں لیکن محمد قلی قطب شاہ کی نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں رمضان کا چاند دکھائی دیتا تمام قطب شاہی سلطنت میں لہو ولعب ختم ہو جاتے۔ شراب کی دکانیں اور سیندھی خانے بند کر دئے جاتے۔ رمضان مبارک کے احترام کا یہاں تک خیال تھا کہ خود محلات شاہی میں بھی شراب اور عیش و عشرت موقوف رہتی۔

محمد قلی قطب شاہ خود روزہ رکھتا تھا اور اس کی تقلید میں تمام بیگمات و محلات شاہی بھی صوم وصلوٰۃ کی پابند ہو جاتیں۔ رمضان کے تیس دن گزر جانے کے بعد جب شوال کا چاند آسمان پر نظر آتا تو خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔ عیش و عشرت کے شادیانے بجنے لگتے۔ مصری، پستے، بادام، دودھ اور کھجور خاص اہتمام سے منگوائے جاتے اور شیر خرما اور سیویوں سے ایک دوسرے کی ضیافت کی جاتی۔

ہر عید کے وقت بادشاہ اردو میں ایک نظم بھی لکھا کرتا تھا۔ چنانچہ اس وقت عید رمضان کے متعلق سلطان محمد قلی کی گیارہ نظمیں موجود ہیں۔ جن میں سے چند کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے کہ :۔

اے ساقی لوگ کہتے ہیں کہ آج آسمان پر چاند نکل دیا اور تاریخ نے نور کے ورق پر لکھ دیا کہ انگور کی کنواری بیٹی شراب وصل مجھے ضرور چاہیے۔ ایک مہینہ سے میرا دل اس کا منتظر تھا اب اُنہیں چل لے نے چاند کا پیالہ حاصل ہوا ہے۔

اس موقع پر ساقی کنول کے پیالے میں گلال بھر کر چاروں طرف پھر رہا ہے تا کہ گلرخوں کے گالوں کو لال لال کر دے۔ اور نکیوں سے پوچھے کہ خود تمہارے ہونٹوں میں تو مصری شیر خرما اور پینے موجود ہیں پھر تم روزے کیوں رکھتی ہو۔

اے محتسب آج تو یہ نہ کہہ کہ مے پینا شرع میں منع ہے۔ لے ساقی اپنے نمکین ہونٹوں کے بوسے دے اور شراب کو حلال بنا دے۔

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے :۔

چاند نے عین عید کی آمد کی بشارت دی اور بھول بن کر ساقی کو اشارہ کیا کہ شراب پلائی جائے۔

ہونٹوں کے شراب خانے کو قفل پڑا ہوا تھا اس کو آنکھوں کے خطِ ترکی

کو نجی سے کھول کر عمارتِ دل کی حالت دکھادی۔ (یعنے ہونٹوں سے
وسے دیکر دل کے جذبات کو ظاہر کیا)

شراب کی چھیلی جو ایک ماہ سے چھپی ہوئی تھی اس نگار کو عید نے
آکر اور مشاطہ بن کر آج دکھادیا۔

مجھے چاہئے کہ اب اطمینان سے پیرِ مغاں کی سیوا کروں، کیوں کہ
اس نے مے خانے کی اجازت دے دی۔

محمد نبیؐ کے فیض سے آج عید نے آکر محمد قطب کو مجلس کی صدارت
عطا کی۔

تیسری نظم کا خلاصہ ہے :۔

عید کی رات جلوہ گر ہوئی اور روزوں کے دن گزر گئے۔ اس لئے
اے ساقی نئے چاند جیسے ساغروں میں شراب بھر۔

میں بہت دن سے صوم وصلوٰۃ کی پابندی کی وجہ سے زہد ریائی
کا مرتکب ہو کر بدنام ہو رہا تھا اس لئے اب تو محبت کے پیالے پلاکر
مجھے نیک نام کر۔

(ماہِ رمضان کی وجہ سے) صراحی مست ہو کر سرکشی کرنے لگی تھی

لیکن اب پھر جام کی طرف جھک جھک کر سلام کرنے لگی ہے ۔

ان تیس دنوں کا خمار توڑنے کے لئے اے ساقی تو مجھے دم دم شراب دے

بلکہ دم بہ دم پیالے بھر بھر کر دیتا جا ۔

نبی کے صدقے میں قطب شاہ کو مے طہور ملی اور امام کے صدقے میں کوثر سے بھرا ہوا ساغر مل گیا ۔

دوسری نظموں سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے روز خوشی کے دمامے اور طبل بجائے جاتے ہیں ۔ لوگ باغ کے پھولوں کی طرح شگفتہ ہو جاتے ہیں اور متوالوں کی طرح ایک دوسرے سے ملتے ہیں ۔ سب لوگ رنگین لباس پہنتے ہیں اور سیویوں اور شیر خرمے کے بھرے پیالے پیتے اور پلاتے ہیں ۔

معلوم ہوتا ہے کہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل بھی رمضان کی عید میں شیر خرما اور سیویوں کا دستور تھا ۔ ایک نظم میں تو رمضان کی عید کو سیوی کی عید لکھا ہے چنانچہ کہتا ہے ؎

عید سیوی لیایا سیا خوشیاں انند　　　اس انند سوں کریں خوباں انند

شیر خرما، بادام اور پستوں وغیرہ کا ذکر ان اشعار میں ملتا ہے : ؎

نابات شیر خرما پستے شکر ادھر ادھر　　　کیوں رنے رکھتی سکیا کر کر سوال ساقی

خرم خوشیاں سوں شیوے کی سویاں مر پری ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلالِ عید
تج خندہ کا شکر وے منجے شیر خرمے میں شربت پلا ادھر ستے کھلیا گلالِ عید
شیر خرما قند بداماں پستے جیواں ملا کر
صنعت سوں کیتا ہے رنگ لب لال رنگیاں کر

عیدِ قرباں

عید رمضان کی طرح اس عید سے متعلق بھی تاریخوں میں کوئی معلومات درج نہیں ہیں۔ لیکن محمد قلی نے اپنے کلام میں اس عید کی مصروفیتوں کو بھی زندۂ جاوید بنا دیا ہے۔ اس موضوع پر اس کی گیارہ نظمیں ہمیں دستیاب ہوئی ہیں۔ جن میں سے دو تو نہایت اعلیٰ پایہ کے قصیدے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ایک قصیدہ میں تو اس نے اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ شاید "مورخ میری اس مجلسِ عید کی تاریخ نہ لکھے پھر قصہ خواں اس شاندار عید کے قصے کیوں کر بیان کرے گا۔"

عید قرباں کی نظموں میں حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ کے واقعات کی تلمیحوں، حج کے لئے سفر کعبہ کی واجبیت اور حج اکبر کی فضیلت کے اظہار کے ساتھ ساتھ اپنی مجلس آرائیوں کا ذکر بھی خوبی سے کیا ہے اور عید میں عام طور پر اس زمانہ میں جو عیدی

تقسیم کی جاتی تھی اُس کی طرف کئی جگہ اشارہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب سے چند سال قبل تک حیدرآباد میں بچوں کے لئے عیدی لانے کا جو طریقہ رائج تھا وہ محمد قلی کے عہد میں عام طور پر موجود تھا۔ اس عید کی تقریب میں بھی محمد قلی مجلس آرائی کرتا تھا اور پھولوں اور خوشبوؤں سے اس کی محفل مہکنے لگتی تھی۔ تمام ملک میں عام طور پر لوگ دعوتیں مناتے، سیخوں کے کباب کھلائے جاتے، باورچی خانوں میں آگ ہمیشہ روشن رہتی اور راستوں پر ہر طرف عزیز و اقارب کے لئے حصوں کے خوان جاتے دکھائی دیتے۔ دسترخوانوں پر جنت کی نعمتیں چن دی جاتیں جن کو دیکھ کر ترلوک بھی حیران رہ جاتے۔ لوگ توؤں پر کباب تلتے تلتے آفتاب کو بھی ایک توا سمجھنے لگتے۔ عید بقر کی پہلی نظم میں وہ لکھتا ہے :—

میرے لئے خوشیوں کے ساتھ بقر عید کی خبر بھی آئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ بقر عید میری خوشیوں پر سے قربان ہونے کے لئے آرہی ہے۔

پھول میری مجلس سے رنگ پاکر سہانے دکھائی دیتے ہیں کیوں کہ اس محفل میں ساقی اپنی آنکھوں کے پیالوں سے شراب پلاکر مجھے رجھاتا ہے۔

سہیلیاں جامۂ محبت کی رنگینیوں سے خود کو سنوارتی ہیں کیوں کہ بقر عید کی آمد آمد سے تمام دنیا میں طبلِ عشرت بجنے لگتے ہیں۔

میری تی کی ماتی سکیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلنا مجھے زیب دیتا ہے۔

اور دنیا اس عشق کو دیکھ کر اچنبھے میں رہ جاتی ہے۔

چونکہ مجھے آنند اور خوشی کے راگ اور رنگ زیب دیتے ہیں اس لئے عید کی

منی میرے قدموں پر اپنا سر رکھ کر میرے دل کو راضی کر لیتی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ عید ستانہ زیب دیتی ہے کیونکہ

میرے سر پر ہمیشہ چتر شاہی سہانا نظر آتا ہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں عید کی تیاریوں خوشیوں اور رنگ رلیوں کی طرف شاعرانہ انداز میں اشارے کئے گئے ہیں۔ اور قربانی کے لحاظ سے دشمنوں اور مخالفوں کے بادشاہ پر سے قربان ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔

پانچویں نظم ذرا طویل بھی ہے اور اہم بھی۔ اس میں بادشاہ نے اپنے شاہانہ جاہ وجلال، فاتحانہ سطوت و اقبال اور عید کے کروفر کو بڑے کمال سے ظاہر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے:—

اے بادشاہ بقر عید آئی ہے تاکہ دشمن تجھ پر سے قربان کر دئے جائیں

زمین خوش دل، آسمان خوش حال اور تمام جگ شاداں و خنداں ہے۔

چونکہ تو ابراہیم کا تیسرا فرزند ہے اس لئے حضرت اسمٰعیل کی طرح

حق تعالیٰ تیری اور تیرے دوستوں کی اپنی مہربانی سے ہمیشہ نگہبانی کرتا ہے

تو علیؓ کا شیر ہے اس لئے تیرے رعب جلال اور ہیبت کی وجہ سے

آسمان کے شیر (اسد) کو مریخ تجھ پر سے قربان کر دیتا ہے۔

خدا نے تمام ہندستان کو عیدی کے طور پر تجھے دے دیا ہے اس لئے

تیرے ملک میں قیامت تک روز بروز آبادی بڑھتی رہے گی۔

جو کوئی تیرا موافق نہیں وہ محمد (محمد قلی) کا دشمن ہے، اور جو محمد کا دشمن

ہوتا ہے وہ ہمیشہ خوار اور پریشان رہتا ہے۔

تو موسیٰ کی طرح ہے، تیری تلوار عصائے موسیٰ کا کام دیتی ہے اور تیرا

چہرہ ید بیضا کی طرح روشن ہے۔ تو عیسیٰ کی طرح ہے، سورج تیرا گھوڑا ہے

اور آسمان تیری جولانگاہ ہے۔

تیری بزم میں داؤد کی طرح ہمیشہ نغمے سنائی دیتے ہیں اور خوشیوں پر

خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔

خدا نے تمام پریوں، دیووں، اور وحوش وطیور کے علاوہ انسان اور

جن اور چاروں عنصروں کو بھی تیرے حکم کے تلے کر دیا ہے کیوں کہ تو سچ مچ

سلیمان ہے۔

اگر تیری تلوار کا عکس دشمن پر پڑ جائے تو اس کے جسم کا خون جم کر عقیق اور لعل و مرجان بن جائے۔

جو کوئی تیرا دعا گو ہے اس کے لئے تمام دنیا دعا کرتی ہے اور جو کوئی تیرا ثنا خواں ہے تمام عالم اس کی ثنا کرتا ہے۔

اے قطب شاہ نبی کے صدقے میں کچھ اس طرح گھر گھر خوشی اور جگہ جگہ اطمینان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا تیرے گھر میں بقر عید لاکھ سال کیلئے مہمان بن کر آئی ہے۔

غرض بقر عید کی تمام نظمیں اور دونوں قصیدے بھی نہایت دلچسپ ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ اس یک گونہ خشک موضوع پر بھی محمد قلی نے کس خوبی سے طویل نظمیں لکھی ہیں۔

نوروز اور بسنت

یہ بات پہلے بھی بیان کی جا چکی ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے حیدرآباد میں ایک
بین قومی فضا کی ترویج میں بڑا حصہ لیا تھا اور ملک کے جملہ طبقوں کا دل موہ لینے
کے سلسلے میں تو وہ اپنے باپ سلطان ابراہیم سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ اس کا
لباس، وضع قطع، اور معاشرت بالکل ہندستانی تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر ابراہیم کے
بعد محمد قلی جیسا حکمران تخت نشین نہ ہوتا تو گولکنڈہ کا بین قومی تمدن اس انتہائی
عروج کو نہ پہنچ سکتا جس کی وجہ سے سرزمین دکن اب تک مشہور ہے۔

اس بین قومی تمدن کے پیدا کرنے کے لئے محمد قلی نے مذکورہ خالص اسلامی
عیدوں کے علاوہ اور بھی تقریبیں زور و شور سے رائج کیں جن میں نوروز۔ بسنت
اور آمدِ برسات کی تقریبوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ موخر الذکر کا تذکرہ آئندہ
ایک علٰحدہ عنوان کے تحت کیا جائے گا، یہاں صرف نوروز اور بسنت کی
مصروفیتوں کی نسبت کچھ باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

افسوس ہے کہ ان دونوں موضوعوں کے بارے میں تاریخوں سے کوئی مدد نہیں

ملتی۔ ان کے متعلق ہماری معلومات کا واحد ذریعہ کلیات محمد قلی قطب شاہ ہے۔

نوروز عید نوروز کے موضوع پر محمد قلی کی تین نظمیں اور دو اعلیٰ پایے کے قصیدے دستیاب ہوئے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس روز وہ کسی مذہبی عید سے کم خوشی نہیں مناتا تھا۔

ان نظموں میں شاعر نے علمِ نجوم کی اصطلاحوں کا دل کھول کر استعمال کیا ہے۔ اور برج حمل میں آفتاب کی تحویل سے متعلق شاعرانہ انداز میں خیال آرائی کی ہے۔ سمجھایہ جاتا ہے کہ جب آفتاب بارہ برجوں کی گردش کرتا ہوا خط استوا پر آجائے تو ایک پورا سال ختم ہوتا ہے اور جس روز آفتاب یا زمین کا ایک دور ختم ہو کر نیا دور شروع ہوتا ہے اس کو **نَوروز** کہتے ہیں اور اس دن دوسرے تمام سیارے جن جن مقامات پر ہوں ان کے لحاظ سے آنے والے پورے سال کے حالات کے متعلق پیش قیاسی کی جاتی ہے۔ گولکنڈہ کے ماہرانِ علم نجوم ہر نوروز کی خاصیتوں اور اس کے اثرات کے متعلق دربار میں تفصیل سے معلومات پیش کرتے تھے، جن کی بنا پر نوروز کے ساتھ ہی یہ سمجھا جاتا تھا کہ دنیا ایک نئی کروٹ بدل رہی ہے اور یہاں کی ہر چیز اب تروتازہ اور نئی ہو جائے گی۔ آفتاب کے برجِ حمل میں داخل ہونے کے وقت کو نہایت مسعود سمجھ کر اوراد و وظائف پڑھے جاتے اور دعائیں کی جاتیں۔ ان سب باتوں کو محمد قلی نے اپنی

نظموں میں پیش کیا ہے ۔

چنانچہ پہلی نظم کے چند شعروں کا خلاصہ یہ ہے :۔

نورانی نوروز نور کے جلووں کے ساتھ آیا اور حمل اس کے شایان شان لوازم سے آراستہ ہوگیا۔ تمام عالم میں نور جھلک رہا ہے اور سارا چمن چاند کی طرح جگ مگ کر رہا ہے ۔ ہر طرف ہر قسم کی چیزوں کی ہوا بندھی ہوئی ہے ۔ اور ہزاروں ہرے بن لہلہا رہے ہیں ۔ بادشاہ کی سہلیاں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چمن میں صف در صف اٹھلاتی جارہی ہیں گویا عقد ثریا جیسے ستارے اتر آئے ہیں جس طرح آفتاب اور برج حمل کی قربت سے نئے نئے اثرات پیدا ہوتے ہیں اسی طرح قطب شاہ اور قدرت خدا کی قربت نے قاف تا قاف قطب شاہ کا حکم جاری کردیا ہے ۔

اس نظم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے دوسرے شعر کے اکثر لفظ حرف ج سے، تیسرے کے م سے، چوتھے کے ک سے، پانچویں کے ہ (ہائے ہوز) سے، چھٹے کے س سے، اور ساتویں کے ق سے شروع ہوتے ہیں مثلاً ؎

۲) مدھر مد مستی سیا سوں منوہر مدن من کی مجلس میں مجھتر منڈایا ..... م

۵) ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا ‏ ‏ ہوس سو ہرے بن ہزاروں ہلایا......ف

۷) قرب سوں قطب شاہ قدرت خدا سوں ‏ ‏ قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا......ق

دوسری نظم ذرا طویل ہے اور طویل بحر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں نوروز کی وجہ سے دنیا پر جو سرسبزی، تر و تازگی اور رونق پیدا ہوگئی ہے اس کا نہایت خوبی اور تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً کہتا ہے کہ:۔

نئے نور رنگ کے نوروز نے نہ صرف کلی کلی کو کھلا دیا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسین عورتوں کے جوبن بھی پھر سے بہار پر آ گئے ہیں۔ پھولوں کے خوش رنگ پیالوں کو شبنم سے دھو کر ان میں گلابی شراب بھر کر سبز رنگ نہالوں جیسی حسینوں کے ہاتھ سے پلا رہا ہے۔

چمن میں بلبلیں جگہ جگہ ایسی دکھائی دے رہی ہیں جیسے حسینوں کی آنکھوں میں تلیں۔ پھولوں کے گچھوں میں کالے کالے بھونرے ایسے نظر آتے ہیں جیسے کالی کوئلیں ہری ہری ڈالیوں میں اڑتی پھر رہی ہوں....

تیسری نظم میں بھی اسی طرح کے مضامین باندھے ہیں۔ اور کہتا ہے اس سال پھر نوروز خوشیوں کی بشارت لے کر آ رہا ہے کیونکہ اب کے برج حمل میں اس کا

شرفِ عزم بھی ظاہر کر رہا ہے۔ اس کی وجہ سے میرے دل کے چمن میں امیدوں کے پھول کھل گئے ہیں۔ وغیرہ

نوروز کے موضوع پر محمد قلی قطب شاہ کے قصیدے نہایت اعلٰی پایہ ہیں۔ اور یہ دونوں قصیدے اس کی انتہائی خوشی اور مسرت کے ترجمان ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک ایسے موقع پر لکھے گئے ہیں جب نوروز اور عید رمضان ایک ہی روز یا قریب قریب آئے تھے۔ دونوں قصیدے چونکہ ایک ہی موضوع پر ہیں اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا ایک ہی وقت میں یہ قصیدے لکھے گئے تھے یا دو دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ نوروز اور عید رمضان مل کر آئے تھے۔ پہلا قصیدہ ستّائیس اشعار پر مشتمل ہے۔ اور اس میں صاف طور پر عید رمضان اور نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کا ذکر درج ہے۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے:۔

اے بادشاہ نوروز عید کے روز آکر عید کے آنے کی خبر لے آیا ہے اور پھر سے
سکھ کا کاروان اپنے ساتھ لے کر گویا عید کے اہتمام کا سامان لایا ہے۔

تمام عیدوں کے دنوں میں یہ روز عید اچھا ہے اس لئے یہ نشکر کی طرح
اپنی کمر باندھ کر عید کا خراج لے آیا ہے۔

یہ عید اتنی اچھی ہے کہ اس میں دوسری تمام عیدیں غلامی کا حلقہ اپنے کان میں ڈالکر
عید کا گلدستہ پکڑی کھڑی ہیں۔

ان دونوں شعروں میں محمد قلی نے اپنی عیدوں کے رسم ورواج کی طرف اشارہ کردیا ہے کہ کس طرح اس کے ماتحت راجہ اور امرا شکر کی طرح کمریں باندھ کر سلطنت کے خراج داخل کرنے کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اسی طرح شاہی تقریبوں اور مجلسوں میں غلام (جن کے کانوں میں حلقے پڑے ہوتے) اپنے ہاتھوں میں گلدستے لئے کھڑے رہتے تھے۔ روز عید اور نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کے متعلق اور دو شعروں میں کہتا ہے:۔

یوم عید کے پھولوں میں نوروز کے پھول بھی کھلے ہیں اور ان پھولوں کی خوشبو
کی وجہ سے دل عید کی طرف راغب ہوگیا ہے۔

نوروز اور یوم عید آپس میں بھائی پن کا صیغہ پڑھ کر ایک ہوگئے ہیں
اور عید کی خوشیاں اپنے ساتھ لائے ہیں۔

اس قصیدے میں ماہرین نجوم کے اس خیال کی طرف بھی اشارہ کردیا ہے کہ جب آفتاب برج حمل میں داخل ہونے لگتا ہے تو اس کو ساعتِ نیک کہتے ہیں اور اس مبارک وقت میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ اس لئے ماہرین نجوم کہتے ہیں کہ اس وقت صاف و پاک جگہ پر خوشبودار بخور روشن کرکے اور پاک و صاف لباس پہنکر

کسی اسم الہٰی کا ورد کریں اور آخر میں حصول مدعا کے لئے دعا مانگیں تو وہ ضرور بامراد ہوتی ہے ۔ چنانچہ اس مسعود وقت کے لئے عامل لوگ منتظر رہا کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں بڑے روپے کماتے ہیں ۔ اسی لئے محمد قلی کہتا ہے کہ :۔

اس عید کے روز امید کے پھول کھل گئے ہیں اس لئے دعا مانگو یہی
وجہ ہے کہ دوسرے دنوں کے مقابلے میں یہ دن بہت نمایاں ہے ۔

دعا کرو کہ امن و اطمینان کی بارش ہو تاکہ میرے درخت ہرے ہو جائیں
اور میرے دل کے چمن کی روشوں میں گل و ریحان کھلنے لگیں ۔

عید نوروز سے متعلق دوسرا قصیدہ ناقص الاول معلوم ہوتا ہے اس میں جملہ گیارہ شعر ہیں ۔ اس سال غالباً نجومیوں نے بادشاہ کو خبر دی تھی کہ اس کے زائچہ کے لحاظ سے یہ نوروز بہت ہی مبارک و مسعود ہے کیوں کہ اس کے برج میں زہرہ اور مشتری واقع ہوتے تھے ۔ بادشاہ خوش ہے اور یہ قصیدہ ایک طرح کا نعرۂ مسرت ہے جس میں شاعر پکار اٹھتا ہے کہ :۔

خدا مجھے عید کی سی راتیں اور نوروز جیسے دن عطا کرتا ہے اور میرے
دل کی بلبل کے لئے نئی نئی عشرتوں کے پھول کھلاتا ہے ۔

لیکن پھولوں کی عید اور چیز ہے اور نوروز کی خوشی اور ۔ کیونکہ نوروز

کیونکہ جرسے ساقی عیش کی طرح اندازی کرکے میرے دل کو محبوب سے ملا دیتا ہے۔

چونکہ میرے برج میں زہرہ اور مشتری آئے ہیں اس لیے اس دفعہ نوروز

کو برائی حاصل ہوگئی ہے اور وہ نوروزی صفائی بخش رہا ہے۔

اے مرغ دل ذوق وشوق سے پرفشاں ہو کہ نوروزی براتیں آئیں جو

بہت جلد غم کی برانوں کو پھاڑ کر تباہ کر دیں گی۔

بسنت اس عید کی تقریب میں بادشاہ کی دو نظمیں ملی ہیں جن میں ایک تو قصیدہ ہے اور دوسری نظم بقرعید اور بسنت دونوں کے ایک ساتھ آنے پر لکھی گئی ہے۔

بسنت دراصل ہندوں کی عید ہے جو موسم بہار کی آمد آمد پر منائی جاتی ہے۔ ہندوستان میں بہار کا موسم وسطِ مارچ سے مئی تک سمجھا جاتا ہے جب کہ پھول کثرت سے کھلتے ہیں۔ بسنت اصل میں سنسکرت لفظ وسنت ہے جس کے معنی ہیں سال کی پہلی فصل جو چیت اور بیساکھ تک رہتی ہے اس زمانے میں چونکہ پھولوں کی کثرت ہوتی ہے اس لئے ہندو پھول جمع کرکے دیوتاؤں کے مندروں یا تالابوں کو لے جاتے تھے۔ اس طرح رفتہ رفتہ یہ ایک عید یا میلا بن گیا۔ جس کو حضرت امیر خسرو کے زمانے سے دلی کے مسلمانوں نے بھی منانا شروع کر دیا تھا اور وہاں بزرگوں کی درگاہوں پر

مسلمان پھول لے جا کر چڑھاتے تھے۔

محمد قلی قطب شاہ نے گولکنڈہ میں اس تقریب کو خاص اہتمام اور شان و شوکت سے جاری کیا۔ اس کی وجہ صرف یہ نہ تھی کہ وہ ہندو تہوار کو بہت پسند کرتا تھا بلکہ اس کی طبیعت عیش و عشرت کی طرف زیادہ مائل تھی اور اس عید میں اس کے فطرتی رجحانات اور دل کی امنگیں جس خوبی سے ظاہر ہو سکتی تھیں شاید ہی کسی اور تقریب میں ہو سکتیں۔ موسم کا اثر انسان کی طبیعت پر ضرور پڑتا ہے۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ انسان اپنے ماحول کا بندہ ہوتا ہے۔ پھر محمد قلی جیسا حساس انسان جو اپنے اطراف و اکناف کی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے متاثر ہوتا تھا! فرق اتنا ہے کہ وہ ماحول کا بندہ بننے کی جگہ اس خوش اسلوبی سے اپنے ماحول کو کام میں لاتا تھا کہ صحیح معنوں میں اس کا آقا بن جاتا۔

اس کی رعایا میں ہندوؤں کی کثرت تھی اور اس کے محل میں بھی ہندو عورتوں اور ملازموں کی کمی نہ تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کی خاطر بسنت نہیں مناتا تھا بلکہ خود اپنی خاطر اس تقریب میں بے تکلفی سے حصہ لیتا تھا۔ بسنت کی نظموں میں اس نے جس بے ساختگی اور رنگینی کے ساتھ خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اپنی آپ نظیر ہے۔ بسنت کی آمد آمد کے ساتھ وہ پھولوں نہیں سماتا تھا۔ چونکہ اس موسم میں شہوانی جذبات بھی برانگیختہ ہو جاتے ہیں اس لئے ان نظموں میں بعض جگہ اظہار خیالات کے لئے وہ بہت

عریاں پیرایہ بھی اختیار کر لیتا ہے۔ اس خصوص میں وہ عہد حاضر کے شبابی شاعروں سے بہت مشابہ ہے۔

ان نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی اس موسم میں پھول کھیلنے کے علاوہ اپنی محبوباؤں اور کنیزوں کے ساتھ جی کھول کر رنگ بھی کھیلتا تھا۔ محلوں اور باغوں میں پھولوں کے انبار جمع کر دیئے جاتے تھے اور حوضوں کو رنگوں سے بھر دیا جاتا۔ جن پر تکلف جلسوں میں راگ، رنگ، اور شراب وشاہد کے افراط کے ساتھ محمد قلی جیسا رنگیلا بادشاہ ہو اُن کی رنگینی کا کیا پوچھنا! لیکن ان رنگینیوں اور رنگ رلیوں کی کامیاب ترجمانی بڑے سے بڑے شاعر سے بھی ممکن نہ تھی۔ یہ تو محمد قلی ہی کا حصہ تھا۔ دنیا کا کوئی شاعر اپنے کلام میں اپنی زندگی کو اتنا عریاں نہیں پیش کر سکتا تھا جتنا محمد قلی نے کیا۔ اس کا کلام اس کے قلب کی گہرائیوں سے نکلتا تھا۔ اس کو مبالغہ، تصنع، یا آورد کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ وہ ریاکاری کے ذریعے سے خود کو پاکباز یا زاہدِ مرتاض ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ہر جگہ خود کو ایک رندِ شاہد باز ظاہر کیا ہے۔

قلعہ گولکنڈہ سے متصل نئے قلعہ میں جو پرفضا تالاب اور وسیع مرغزار ہے اس میں اب بھی بسنت کے زمانے میں ایک میلہ لگا رہتا ہے۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر سے ہندو عورتیں بناؤ سنگار کر کے اور پھولوں کی ٹوکریاں لئے ہوئے گاتی اور اٹھلاتی چلی آتی ہیں۔ چونکہ یہ عہد قطب شاہیہ میں ایک سرسبز و شاداب باغ تھا اس لئے

یقین ہے کہ محمد قلی کی بسنت کی محفلیں یہاں بھی سجائی جاتی ہوں گی اور آج بھی جب کہ محمد قلی کو اس دنیا سے گزرے تین سو اسی (۳۸۰) برس گزر گئے اس جگہ ہر سال بسنت میں میلہ لگا رہتا ہے۔ یہاں کی چہل پہل موسم کی تر و تازگی اور ماحول کی شگفتگی دیکھ کر خیال گزرتا ہے کہ کیا تعجب ہے جو محمد قلی جیسے بسنت کے شیدائی کی روح اب بھی اس پر کیف منظر کے دیکھنے کے لئے اس میلے میں شریک رہتی ہو۔

بسنت کی نظموں میں سب سے پہلے قصیدۂ بسنت قابل ذکر ہے۔ کیونکہ بادشاہ کو فخر ہے کہ اس نے اس میں بڑے اچھے شعر نکالے ہیں۔ چنانچہ آخر میں وہ کہتا ہے کہ

خدا نے تجھ کو فن شعر میں ایسی نزاکت بخشی ہے کہ اسے معانی شبہ ہوتا ہے کہ یہ شعر تیرے ہیں
یا خاقانی کے۔

اس قصیدے کا آغاز بسنت کی آمد آمد کے ذکر سے کیا ہے اور لکھا ہے۔

بسنت کا پھول یاقوتِ رمانی کی طرح کھلا ہے اس لئے اے سہیلیو!
سب مل کر بسنت کو اپنے یہاں مہمان رکھو۔
بسنت کی رُت نے اپنے ساتھ خوشیاں لاکر فراق کی آگ کو بجھا دیا ہے
اے نولیو آج ایک نئی مجلس شاہانہ ترتیب دو۔
بسنت کی آمد آمد کی وجہ سے تمام درختوں کو جواہر کی طرح پھول لگے ہیں۔

تاکہ تم اپنے پیارے پھولوں کو موتیوں کی طرح نچھاور کرو۔

اے ساقی! بسنت کے پھولوں پر کی شبنم کو شراب کی طرح صراحی میں بھر لا تا کہ اس شراب کے پینے سے ایسی مستی ہو کہ ہمارا رنگ نورانی ہو جائے۔

صراحی سے شراب انڈیلتے وقت غلغل کی ایسی آواز نکلتی ہے گویا بادل مست ہو کر گرج رہا ہے۔ اس غلغل کی آواز کو ابر نیساں کی آواز سمجھ کر پیالہ پیتے جاؤ۔

اے ساقی! شراب پلاتا جا تاکہ مجھ کو کشف ہونے لگے۔ کیونکہ شراب کی وجہ سے مجھے پوشیدہ راز بھی نظر آنے لگتے ہیں۔

عنبر، عود، مشک زعفران کارت آیا ہے اسی وجہ سے ان سب کی خوشبو دنیا کو گلستان بنا دیتی ہے۔

اے سہیلیو! تم سب مل کر چاند اور سورج کے حوض خانوں کو بھی آب حیات سے بھر دو تاکہ ہم افشانی رنگ کھیلیں۔ بسنت کے پھولوں کی مالا پہن کر جبیں صحن میں نکلی آئی ہے جس کے پھولوں کے نقش و نگار کو دیکھ کر مانی بھی حیران ہے۔

سورج کی کرنوں کو پھولوں کی چھڑیاں بنا کر ہم ایک دوسرے کو مارتے ہیں۔ سہیلیوں کے ساتھ یہ کھیل خدا کرے کہ میں ہمیشہ کھیلتا رہوں۔"

اس نظم کو لکھتے وقت بادشاہ خوشی کے مارے اتنا آپے سے باہر ہو جاتا ہے کہ

اس کو اپنے دشمنوں کی شکست اور اپنی کامرانی یاد آجاتی ہے اور کہتا ہے کہ :۔

قطب شاہ پر مصطفیٰ اور مرتضیٰ کی نظر ہے اسی لئے ان کے دشمن کی
پیشانی پر حرف پشیمانی لکھ دیا گیا ہے۔
ان کے دشمنوں پر ازل ہی سے لعنت بھیجنا واجب ہے خواہ وہ
سمرقندی ہوں یا بخارائی یا ملتانی۔

نظموں میں پہلی نہایت پر لطف ہے اس میں اس نے اپنے بسنت کھیلنے کا واقعہ اور اس کے رسوم سب صاف صاف بیان کر دیے ہیں۔ یہ نظم جذبات کے اظہار سے معمور ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب بادشاہ اور اس کی سہیلیاں بسنت کھیلتی ہوتیں تو مطربان خوش گلو اس نظم کو گاتی رہتی تھیں۔ وہ لکھتا ہے :۔

"اے پیارے! آؤ عشق کی بسنت کھیلیں کیونکہ تم چاند ہو اور میں تارا ہوں۔
میرا جسم خالص کندن کی طرح چمک رہا ہے اور میں سنگار کر کے اور ہر طرح کے
چھند بند کے ساتھ تیار ہوں۔

ہم اور ہمارا ساجن اس طرح بسنت کا رنگ کھیلیں جیسے آسمان شفق کی
وجہ سے رنگا رنگ ہو جاتا ہو۔

شفق کے رنگ کے پیچھے سے [redacted]
ہمارا سورج کی کرنوں جیسے زر کے تاروں سے بنا ہوا لباس جھلکنے لگا۔

پیاری بسنت کو پیا کے قدموں سے مس کرلے آئی اور کچھ اس طرح بسنت کھیلی کہ رنگ رنگ کو سنگار حاصل ہوگیا۔

اپنے جوبن کے حوض خانوں میں عشق کا رنگ بھر کر جسم کے روئیں روئیں میں بجلی کی رو دوڑا دیتی ہے۔

رنگ سے بھیگی ہوئی چولی میں سے سرپستاں رات کی نشانی بن کر سیاہ نظر آتی ہے اور اس کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ سورج (جیسے پستان) کے بیچ میں رات کو کیسی جگہ مل گئی۔

بسنتی رنگ کے جسموں اور کندنی گالوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیسر کی آگ کی بہار پھل پھول رہی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ نے ایسی دھوم دھام کی بسنت کھیلی کہ تینوں عالم رنگیلے ہو رہے ہیں۔

بعد کی دو نظموں کے بعض مصرعے پڑھے نہیں گئے۔ ان نظموں میں محمد قلی نے

لکھا ہے کہ بسنت کی ہوا آئی اور سکیوں کے تن مشک و زعفران کی خوشبو سے معطر ہو گئے۔ چاروں طرف ہرے رنگ کی ہوا چھاگئی۔ کوئلیں نغمے گانے لگیں پور کی ؛ چھبے رس دالی آواز عالم کا دل لبھانے لگی۔ طرح طرح کے گلابی رنگ کے لباس رنگیلے چھبیلوں کے قد پر زیب دینے لگے۔ اور موتیوں کی بارش عجیب منظر دکھانے لگی۔ پپیہا میٹھے میٹھے گیت گانے لگی۔ پھول جیسے ہونٹوں کے پیالوں سے شہد جیسا رس ملنے لگا۔ پیاری اور پیا ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سرد کے بن میں گلاب کے پھولوں کی مالا پہن کر نکلے۔ کوئلوں کے گلے، چھبے، اچھے نغمے الاپنے لگے کہ تن تن تن تن تنن تن تن تلالا۔ ایسے گوسائیں کی ہمیشہ سیوا کرنا چاہیئے جو نحوست کو دور کر کے نہال کر دیتا ہو۔ قطب شاہ کو بسنت کھیلتا اور عیش مناتا ہوا دیکھ کر کیا تعجب کہ دشمنوں کے سینوں میں دکھ کے بھالے سُلگتے ہوں۔

پانچویں اور چھٹی نظمیں مکمل ہیں اور ان میں بھی بسنت کی مصروفیتوں کو بڑی خوبی اور صفائی سے بیان کیا ہے۔ ساتویں نظم بڑی طویل بحر میں اور بہت پر زور لکھی ہے۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے:۔

بادشاہ کے مندر میں بسنت سعادت کی خبر لے کر آیا۔ بسنت کے آنے کی وجہ سے آنکھوں کی پتلیوں کا چمن پھولوں اور پھلوں سے معمور ہو گیا۔

بسنت کے پھول نے تمام پھولوں کو مہمان بن کر آنے کی دعوت دی

اور اس دعوت میں گلاب کو پیالہ بنا کر خدمت کرنے کی غرض سے لے آیا۔

بسنت کی روشنی سے تمام دنیا میں پھول کھل گئے اور آسمان پر لال

رنگ چھا گیا۔ سورج کی دھوپ میں بسنت ہی کا رنگ نور بن کر جھلکتا ہے

اور چاند کے حوض کو بسنت نے چندن بھر کے مہکا دیا ہے۔

بسنت کی وجہ سے ہر گھر میں موتیوں اور یاقوتوں کے انبار لگ گئے۔ ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ بسنت نے ہر گدا کو خاقان کے ہم پلہ بنا دیا۔

اے معانی خدا کا شکر بجا لا کہ تیرے مندر میں رات اور دن خوش

اور آنند کے ساتھ بسنت منایا جاتا ہے۔

ان سات نظموں اور قصیدے کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے ایک نظم بقرعید اور بسنت کے ایک ساتھ آنے پر بھی لکھی تھی یہ بڑی اچھی نظم ہے اور اس میں بادشاہ نے بقرعید اور بسنت دونوں کی مسرت کی ترجمانی کی ہے۔ دو موضوعوں پر ایک ساتھ خیال آرائی کرنے میں محمد قلی کو بڑا کمال حاصل تھا۔ اس کی اس قسم کی نظمیں اردو شاعری میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائیں گی۔ اس کا نوروز اور روز عید کا قصیدہ اردو زبان میں اپنی آپ نظیر ہے۔ اسی طرح بقرعید اور بسنت کی نظمیں بھی نہایت ہی

پر لطف اور بلند پایہ ہے وہ لکھتا ہے:۔

* بسنت کبر ید کے ساتھ مل کر عشرت کے بعولوں کی بہار لے آیا اور

اور بسنت کا کبر ید کے ساتھ آنا میہ ہی تمام رنگ بھری سہیلیوں کے دل کو بہت بھایا

اس کی خوشبو کی مہکار سے ہر جگہ میں بہار آئی بسنت اور کبرید کی وجہ

سے عیش کے پھول باغ عالم میں چھا گئے۔

تمام جنگل آسمان کی طرح سبز ہو گئے جن پر ستاروں کی مانند پھول کھلنے لگے

بسنت نے کبرید کے ساتھ زہرہ کو مجبور کر دیا کہ وہ جنگل کے ساز پر گائے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کھلتی ہوئی کلیوں کے نازک ہونٹ کچھ بھید بیان

کرنے کے لیے ہل رہے ہیں۔ کیونکہ بسنت کبرید کے ساتھ اس لیے آیا ہے کہ

دونوں مل کر بادشاہ کی تعریف بیان کریں۔ رجو ایک ہی کے بس کی بات نہ تھی

جب بادشاہ خوبصورت سکھیوں کے چہروں پر رنگ اتنا یا ڈالتا ہے تو

ان کی آنکھوں کی پتلیں ایسی جھلکتی نظر آتی ہیں جیسے سورج نے رات میں ستاروں

پر اپنی کرنیں ڈالی ہوں۔

ہماری بزم میں عشرت کے بادل اور آب حیات کی پھوار یا جھڑی برسنے

لگتی ہے کیونکہ بسنت نے کبرید کے ساتھ آکر میرے دل کے چمن میں سکھ کی

کونپلیں اگائی ہیں۔

بسنت، اور بکریہ دونوں حضرت نبیؐ کی نظرکرم کی وجہ سے ایک جگہ مل کر آئے ہیں؛ اور قطب زماں آنند اور سکھ پا رہا ہے۔

مرگ سال یا آمد برسات

مرگ سال یا آمد برسات کے موقع پر جو عید منائی جاتی تھی اس کا تذکرہ بھی نوروز اور بسنت کے بعد ضروری ہے۔ یہ یہ اصل میں عوام کی عید ہے۔ اور خورداد اور تیر کی چلچلاتی گرمیوں کے بعد جب موسم بدلتا ہے اور بارش شروع ہونے لگتی ہے تو زمین کے ذرہ ذرہ میں جان پڑ جاتی ہے۔ پھر انسانوں کا کیا پوچھنا! اور دکن میں تو موسم باراں ہی اصل میں موسم بہار ہے یہی وجہ ہے کہ محمد قلی نے بارش کے آغاز کو بڑی اہمیت دی اور جس روز مرگ لگتا یا برسات کا موسم شروع ہوتا وہ بڑی دھوم دھام سے مجلس آرائی کرتا۔ شراب کے دور چلتے۔ مطربانِ خوش نوا رقص و سرود کے کمال دکھاتے۔ باغوں میں جھولے ڈالے جاتے عشق و شیفتگی کے جذبات برانگیختہ ہونے لگتے۔ سہیلیاں مشک و زعفران و عنبر مل کر اپنے جسم کو معطر بنائیں اور بیر بہوٹی کے رنگ کے سرخ کپڑے زیب تن کرتیں۔ پھول اور پان کے طبق تقسیم کیئے جاتے۔ تمام محلات شاہی میں زمردی رنگ کی مسندیں بچھادی جاتیں اور ہر طرف خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔

محمد قلی نے اپنے شاعرانہ کمال کا بہترین اظہار اس موضوع سے متعلقہ نظموں میں بھی کیا ہے۔ اس نے موسم باراں کی آمد پر چند نفیس نظمیں لکھیں اور گرمیوں کے بعد موسم کی تبدیلی کی وجہ سے کائنات جس طرح متاثر ہوتی ہے اُس کے ایسے پاکیزہ مرقعے چھوڑ گیا ہے جو اردو شاعری کے شاہکار سمجھے جا سکتے ہیں۔ ان نظموں میں منظر نگاری کے بہترین نمونے دستیاب ہوتے ہیں۔ اس کی یہ نظمیں زیادہ تر گائی جاتی ہوں گی کیونکہ ان میں موسیقیت کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ اور قافیے اور ردیفیں ایسی استعمال کی ہیں جو لے کے ساتھ پڑھنے میں بڑا اثر پیدا کرتی ہیں۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے :۔

بارش کا موسم آیا اور کلیوں کا راج شروع ہو گیا۔ کیونکہ اب ہری ہری ڈالیوں کے سروں پر پھولوں کے تاج پہنائے جائیں گے۔

مینہہ کی بوندوں کا پیالہ ہاتھ میں لے لو کیونکہ ہر مہ جبین بڑھ چڑھ کر سج دھج کر رہی ہے۔

جسم ٹھنڈک کی وجہ سے لرز رہے ہیں اور جوبن کپکپا رہے ہیں۔ پیا کا چہرہ دیکھتے ہی چولی خود بخود پھٹی جا رہی ہے۔

نازنین کا چہرہ بجلی کی طرح چمکنے لگا جب وہ شرم کے مارے آنچل
ہٹا کر پھر چہرے پر ڈال لینے لگی۔

اس کے بالوں میں پھول ایسے نظر آنے لگے جیسے آسمان پر تارے۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عہد کی پدمنی ہے۔

چاروں طرف گرج کی آواز سنائی دیتی ہے اور مینہہ برستا ہے۔
عشق کے ترانوں سے موروں نے چمنوں کو معمور کر دیا۔

اے قطب شاہ حضرت مصطفیٰ کے صدقے سے برسات آئی ہے
اس دن عشق و عاشقی کے ساتھ حکومت کرو۔

آمد برسات کی بعض نظموں میں بادشاہ نے اپنی فتحمندی اور خوش طالعی پر بھی بڑی مسرت کا اظہار کیا ہے اور اپنی تعریف میں اتنا زیادہ لکھا ہے کہ خود ستائی تک پہنچ گیا ہے۔ ساتھ ہی بعض دشمنوں کی بڑی مذمت کی ہے اور ان کی ذلت و رسوائی اور ناکامی کا تلخی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے بارش سے قبل بعض اہم لڑائیوں میں فتح پائی تھی۔ چنانچہ مدعیان سلطنت عبدالقادر عرف شاہ صاحب اور خدابندہ (برادران محمد قلی) کی بغاوت کے تذکرے میں بارش سے متعلق انہی نظموں میں سے ایک کا ذکر

کیا جا چکا ہے۔

بارش کی دوسری نظم میں اس نے جس طرح خوشنائی کی بات اس کا اظہار پہلے کیا جا چکا ہے۔ کیونکہ اس نظم کے بعض شعروں کا خلاصہ اس کتاب کے صفحہ ۱۰۲ پر درج ہو چکا ہے۔

مرگ سال کی پانچویں نظم تو صرف نام کو بارش سے متعلق ہے۔ ورنہ پوری نظم بادشاہ کی فتحمندی اور دشمنوں کی شکست کی خوشی سے معمور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عین بارش کے آغاز کے وقت اس کو کوئی بڑی فتح نصیب ہوئی تھی۔ یہ نظم اور اس کا خلاصہ اس کتاب کے صفحات ۱۰۳ و ۱۰۴ درج ہے۔

اسی طرح آٹھویں نظم کے خاتمہ پر بھی کسی کامیابی کی طرف اشارہ کیا ہے جب کہ کہتا ہے:۔

اے محمد قطب شاہ خوشی کی خبریں آئی ہیں۔ اس لئے مرگ کے ساتھ فتح و کامرانی کی تقریب بھی منعقد کرو۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بحث تھی لیکن اس کا تذکرہ اس لیے چھیڑا گیا کہ گولکنڈہ میں محمد قلی کے عہد حکومت میں جو لڑائیاں ہوئیں ان میں ملک کے حالات کے پیش نظر بارش سے قبل فتح حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اس طرح

عہد محمد قلی کی لڑائیوں کے مہینوں کا تعین کرنے میں ان نظموں سے مورخ کو بڑی مدد مل جاتی ہے۔

اصل موضوع یعنی آمد برسات کی رنگ رلیوں کا بھی خود محمد قلی کی زبان سے کچھ حال معلوم کر لینا دلچسپی سے خالی نہیں۔

گیارھویں نظم میں وہ مرگ کی تقریب منانے کے لئے اپنی سکیوں کو یوں دعوت دیتا ہے:۔

مرگ کے بادل گرج رہے ہیں، اے سکیو آؤ اور سنگار کرو۔ بارش کے قطرے آہستہ آہستہ گرنے لگے تم ان سے اپنی چولی بھگا لو۔ (تاکہ تمھارے جوبن کی بہار نظر آئے)

عطار نے ہواؤں کے جنگل میں پھولوں کے ڈبل کھول کر خوشبو کی جھکار اٹھادی ہے اس لیے تم پھر میرے دل میں چلے آؤ۔

جس طرح ڈالیوں پر سرخ پھول نکل آئے ہیں اسی طرح تم اپنے بازوؤں پر بازوبند کے سرخ پُھندنوں کی بہار دکھاؤ۔

بادلوں کی وجہ سے آسمان اور زمین کا ایک رنگ ہو جانا!

بڑا اچھا منظر دکھائی دے رہا ہے۔ آج عیش کا دن ہے اس لیے

اے سکھو طہار لگاؤ۔

تم سب سر سے پاؤں تک پر تکلف اور چمکدار سرخ لباس پہن لو۔

جس طرح سورج شفق میں چمکتا ہے اسی طرح اے نئے نئے گہنوں سے آپ چمکے۔

ہونٹوں کی یاقوتی پیالیوں سے شراب محبت بھر کے نئے بادشاہ محمد کو بھی پلاؤ۔ ناچنے والیوں کو اپنی آنکھوں کی پتلیوں سے شراب پلا کر مست بنادو تاکہ وہ شاہی مندر کے صحن میں موروں کی طرح ناچنے لگیں۔

یہ نظم محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے بعد ہی جب پہلی دفعہ مرگ لگا ہے اس وقت یعنی ۹۸۸ھ کی برسات کے آغاز میں لکھی گئی تھی۔ کیونکہ اس نے خود کو اس نظم میں نئے بادشاہ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اس طرح گویا وہ سولھویں سال میں تھا جب یہ نظم لکھی گئی ہے۔ اور در اصل یہی نظم گولکنڈے میں مرگ کی تقریب منانے کا آغاز کرتی ہے

ایک اور بہت اچھی نظم جو غالباً بہت بعد لکھی گئی اس سلسلہ کی نویں نظم ہے۔ اس کی تصنیف کے وقت اس تقریب کو رائج ہوئے عرصہ گزر چکا تھا کیونکہ اس میں وہ آمد برسات کی خوشیوں کا تذکرہ اس طرح کرتا ہے جیسے کوئی بارہا ان تقریبوں سے محظوظ ہو چکا ہوا اور اب اپنے گزشتہ کے تجربے بیان کر رہا ہے۔ اس نظم کی

بحرطویل اور زمین بڑی پر لطف اختیار کی گئی ہے۔ اس میں کہتا ہے :۔

مرگ کے بادلوں کو گرجتا ہوا دیکھ کر بالیاں (دوشیزائیں) چاروں طرف سے آئیں اور فوجوں کی طرح ایک جگہ جمع ہوگئیں۔ اور اپنے زرق برق لباس سے زمین پر بجلیاں چمکانے لگیں۔

ان نئی نئی اور شوخ دوشیزاؤں نے اپنی چولیاں پانی کی بوندوں سے بھگائی ہیں اور جھولوں میں بیٹھ کر جھول رہی ہیں۔

شراب عشق کے پیالوں، غمزہ کرنے والی آنکھوں کی چالوں، اور جوانی کے الالوں (ترنگوں) سے مست ہو کر یہ دوشیزائیں آپس میں ہنس رہی ہیں۔

ان چھبیلی تتلیوں جیسی دوشیزاؤں کے جوبن چولیوں کے بند سے آزاد ہو کر نکل پڑے ہیں، ان کے جسم سے شرابِ عشق ابل رہی ہے، اور وہ اپنی آنکھوں سے فریفتہ بنا رہی ہیں۔

اپنے زرق برق لباس کی وجہ سے ہر لمحہ جگمگا رہی ہیں، رہ رہ کر بادشاہ کے گلے لگ رہی ہیں، اور چال میں ایسی ڈگمگا رہی ہیں جیسی کہ باولی لڑکیاں ہیں۔

ایک سے زیادہ دوسری چمک دمک دکھاتی ہیں جس کو دیکھ کر دنیا کے

بڑے بڑے سیانے راہ بھٹک جائیں۔ جب یہ چلبلی لڑکیاں مست خرام ہوتی ہیں تو ڈھلے ہوئے موتی بھی ان کو دیکھ کر مارے شرم کے پانی پانی ہو جاتے ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں یہ پاک و صاف دوشیزائیں ناز و انداز کے ساتھ رات اور دن قطب شاہ کے ساتھ رہتی ہیں اور اپنا من بھاتا سکھ حاصل کرتی ہیں۔

اس نظم کی ردیف لفظ بالیاں (یعنی دوشیزائیں) ہے۔ اور قافیے چلبلیاں، پتلیاں، نرلیاں، بجلیاں، ملیاں، اور باولیاں وغیرہ۔

ایک اور نظم (نمبر ۱۲) کی ردیف "میں" اور قافیے گگناں، چمناں، اور جوبناں وغیرہ ہیں۔ اس کی بحر بھی خاص ہے۔ چونکہ اس میں بارش کے مناظر کے لیے بڑی اچھی تشبیہیں استعمال کی ہیں اس لئے اس کے چند اشعار کا خلاصہ بھی درج کیا جاتا ہے:۔

آسمان پر فرشتوں نے مرگ کے مہینے کو دعوت دی اور اس خوشی میں سمندر کے موتیوں کو آسمان سے برسایا جن سے ہمارے صحن بھر گئے۔

زمین نے سر پر جواہر کی پگڑی باندھ لی اور آنگن میں کانچ کے رنگ

کی چولی پہن لی۔ اور لعل یمن جیسی بیر بہوٹیاں تمام ملکوں میں نکل آئیں۔

ہر طرف ہرے بھرے جنگل دیکھ کر چاروں طرف سے مور کوک رہے
اور رنگ برنگ کے پرندے چمنوں میں مست ہو کر نغمے گا رہے ہیں۔

ہرے جنگل میں لال لال پھول نہیں ہیں بلکہ زمرد کی لگنوں میں شبنمی
تیل سے شمعیں جل رہی ہیں۔

اس تازگی اور طراوت کو دیکھ کر موہنیاں اپنے خوشرنگ جسموں
پر رنگ برنگ کے لباس پہنے، اپنے جوبنوں کی بہار دکھاتی ہوئی، نازو
انداز کے ساتھ محو خرام ہیں۔

ان کے آب حیات جیسے صاف و شفاف پستانوں کے ساتھ سیاہ
بھیٹنیں دمہ پستان، ظلمات کی طرح لگی ہوئی ہیں۔ یا جوبن کے پاک وصاف
آسمانوں پر ڈو کالے کالے بادل چڑھ آئے ہیں۔

ہوا کا نظارہ کرنے کے لیے مست سہیلیوں نے شراب پی لی ہے
اور چنبیلی کے پھولوں میں بھنورے ملہار کے گیت گاتے پھر رہے ہیں۔
یہ مشک جیسے سیاہ بھنورے نہیں ہیں جو پھولوں کو اپنا وطن بنائے
ہوئے ہیں بلکہ چنبیلی جیسی نرم تھوڑیوں کی کالی کالی تلیں ہیں۔

زر ینے کے لباس میں سکیاں سر سے پاؤں تک زرق برق نظر آ رہی ہیں اور
اُن کے گھنگروؤں اور پیجنوں نے میرے دل کو لبھا کر مچھلی کی طرح بے تاب بنا دیا ہے۔

آخر میں ایک اور نظم کے تذکرے کے بعد اس موضوع کو ختم کیا جاتا ہے۔ یہ نظم ایک ایسے وقت لکھی گئی تھی جب کہ عید میلاد نبی کے زمانے میں یعنی وسط ماہ ربیع الاول میں دھوپ کا خاتمہ ہو کر بارش کا آغاز ہو رہا تھا۔ بادشاہ اس سال آمد برسات کو خاص اہمیت دیتا ہے اور کہتا ہے۔

یوم میلاد نبی میں آنے کی وجہ سے مرگ سال کو وہ لطف حاصل ہوا جو عام طور پر دنیا میں نہیں ملتا۔
مرگ سال نے یوم نبیؐ کی خوشی میں چاروں طرف بادل کے منڈپ تان دیئے
ہیں اور بجلیوں کے تار امنڈل گرج رہے ہیں۔

اس دفعہ کچھ ایسے طریقے سے مرگ سال فضا پر چھایا ہوا ہے کہ زمین
تازہ ہو کر مارے خوشی کے ہنس رہی ہے۔

ہرے ہرے فرش پر مرگ سال نے خود فراش بن کر موتیوں کے بچھونے بچھائے ہیں۔
اور دنیا میں جملہ مخلوق کو (مساوی طور پر فیض پہنچا کر) ایک طرح سے عیش
کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور پاک وصاف بارش کے قطروں کو گلاب بنا کر عالم کے سینے پر چھڑک دیا ہے
قطب شاہ کو عید میلاد نبی مناتا ہوا دیکھ کر مرگ بھی بڑے شوق سے نبیؐ کا
سہیلا گا رہا ہے۔

رسم و رواج اور دیگر مصروفیتیں

عیدوں اور تہواروں کی دھوم دھام اور مصروفیتیں معلوم کرنے کے بعد ہمارا خیال محمد قلی قطب شاہ کی خانگی دلچسپیوں اور روزمرہ کی مصروفیتوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ جب ہم اس موضوع کی خاطر تاریخوں اور کلیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ محمد قلی گولکنڈہ یا قطب شاہی تمدن و معاشرت کا سب سے بڑا تعمیر کار تھا۔ اس کے عہد میں جو رسم و رواج چل پڑے وہ اس کے بعد بھی صدیوں تک باقی رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جس کو آج دکنی تہذیب و معاشرت کہا جاتا ہے وہ زیادہ تر محمد قلی ہی کی مرہونِ منت ہے۔

دکن میں شادیوں کے سلسلے میں جو رسم اب تک رائج تھے ان میں سے اکثر محمد قلی کے رائج کردہ ہیں۔ یہ معلوم کرکے حیرت ہوتی ہے کہ حیدرآباد اور مضافات میں اب تک (یعنی ساڑھے تین سو سال گزر جانے کے بعد بھی) جلوہ کے وقت محمد قلی قطب شاہ ہی کے لکھے ہوئے گیت گائے جاتے ہیں۔ مہندی اور ساچق کے رسوم بھی

اس نے بڑی دھوم دھام سے جاری کئے تھے ۔ اور سالگرہ کی تقریب منانے پر تو اس نے خاص طور پر توجہ کی تھی ۔

اس باب میں پہلے انہی مذکورہ رسوم سے متعلق معلومات پیش کرنے کے بعد محمد قلی کی دوسری روزمرہ کی مصروفیتوں اور دلچسپیوں کے متعلق اجمال کے ساتھ لکھا جائیگا۔

سالگرہ

محمد قلی اپنی سالگرہ کی تقریب بھی عیدوں اور تہواروں کی طرح بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام کے ساتھ مناتا تھا ۔ یہ اگرچہ اس کا خانگی کاج تھا لیکن ہر طبقہ اور ہر قوم کی رعایا کے لیے یہ ایک مشترکہ قومی تقریب بن گئی تھی۔ خود بادشاہ نے اس کو تمام اہل ملک کے لئے ایک سرکاری عید کے طور پر رائج کر دیا۔

یوں تو محمد قلی قطب شاہ ۱۴ رمضان کو جمعہ کے دن پہلے پہر میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس کی سالگرہ کی تقریب ہر سال اسی تاریخ کو نہیں منائی جاتی تھی بلکہ رمضان کا چاند دیکھنے کے ساتھ ہی ماہرین نجوم کے مشورہ سے ستاروں کو دیکھ کر مبارک ساعت اور اچھی گھڑی کا تعین کر کے بادشاہ کی سالگرہ منانے کا دن تاریخ اور وقت مقرر کیا جاتا تھا ۔

دن اور وقت کا تعین ہوتے ہی تمام محلاتِ شاہی کو آراستہ کیا جاتا بڑے بڑے شامیانے یا منڈپ اور آسمان گیریاں تانی جاتیں جن کے اونچے اونچے

تھموں کے کلس چاند اور سورج کی طرح چمکتے رہتے تھے ۔ خوشی کے دمامے بجنے لگتے ۔ ٹمٹمیاں بجائی جائیں اور تارا منڈل چھوڑے جاتے ۔

جہاں سالگرہ کے پھول پہنائے جاتے تھے اس جگہ نیلگوں رنگ (جو قطب شاہیوں کا سرکاری رنگ تھا) کا چتر لگایا جاتا ۔ اور جب بادشاہ مرصع لباس زیب تن کیے اور سر پر شاہی تاج رکھے اس چتر کے نیچے مسند پر بیٹھتا نو سات سہیلیاں پھولوں کا منڈپ پکڑی کھڑی رہتیں ۔ یہ منڈپ نیشکر یعنی گنے کی چھڑیوں پر باندھا جاتا تھا ۔ اور گنے کی ان چھڑیوں کو یہ سات نازنینیں تھامی رہتی تھیں ۔

بڑے بڑے طبقوں میں مشک و زعفران بھر کر لایا جاتا تھا جو بادشاہ کے ساتھ تمام حاضرین محفل کو بھی لگایا جاتا ۔ اس دعوت میزبانی میں اتنے لوگ جمع ہوتے کہ تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی ۔ بادشاہ قبلہ رو بیٹھتا تھا ۔ اور چودہ ائمہ معصومین کے نام لے کر سہرا باندھتے ۔ حضرت علیؑ کا نام لے کر گلے میں ہار پہناتے اور مصری چبانے کے لئے پیش کی جاتی ۔ اس کے بعد نظر اتاری جاتی اور زر و جواہرات نثار کئے جاتے ۔

بادشاہ کے مصری چبانے کے ساتھ ہی تمام مخلوق میں مصری تقسیم کی جاتی تھی اس اثنا میں گانے اور ناچنے والیاں اپنے اپنے کمال دکھاتی رہتیں دعوت میزبانی کے آخر میں اتنے پھول پان تقسیم ہوتے کہ ان کا خرچ لکھنا مشکل تھا ۔

جس روز بادشاہ کی سالگرہ منائی جاتی تمام ملک میں ہر مذہب و ملت کے لوگ سجدے کرکے یا ہاتھ اٹھا اٹھاکر بادشاہ کی درازیٔ عمر کے لئے دعا کرتے شاہی باورچی خانوں سے لال لال طبقوں میں الوان نعمت کی تقسیم عمل میں آتی۔

یہ تمام معلومات تاریخوں سے نہیں بلکہ خود محمد قلی قطب شاہ کے کلام سے حاصل ہوئی ہیں۔ اس نے اپنی سالگرہ سے متعلق ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی تھی جو ہمارے اس کلیات میں شائع ہوئی ہیں ان نظموں کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں اپنے خدائے تعالیٰ کی عنایتوں کا بڑی عاجزی سے اعتراف کیا ہے۔ اس کے احسان مندی کے جذبات جتنے ان نظموں میں نمایاں ہیں کہیں اور نہیں۔ وہ ہر سالگرہ کے وقت سرتاپا عجز و انکسار کا پتلا اور خدا کا سچا سپاس گزار بندہ بن جاتا تھا۔ وہ اپنی درازیٔ عمر اور ترقی اقبال کے لئے بڑے عجز و الحاح کے ساتھ دعائیں مانگتا ہے اور اس کو یقین تھا کہ وہ اپنی ہر سالگرہ محض نبیؐ اور اہل بیت نبیؐ کے مہر و کرم کی وجہ سے دیکھ سکتا ہے۔ اس لیے وہ ان سب کی مدح و منقبت میں رطب اللسان ہے۔ ان نظموں میں اس نے خودستائی بھی کی ہے لیکن اس میں بھی اس کو نبیؐ و آل نبیؐ ہی کی توصیف و مدحت منصود تھی مثلاً تیسری نظم میں لکھتا ہے :۔

خدا کی رضا سے سالگرہ آئی ہے۔ اس لئے تو اس کا ہزار بار شکر ادا کر۔

میرا راج ماموں کی دعا کی وجہ سے قائم ہے اور اسی لیے خدا نے گویا آب حیات پلا دیا ہے۔

نبیؐ کی دعا میرے سر پر ایک منڈپ کی طرح ہے اور اس منڈپ کی طنابیں ماموں کی دعائیں ہیں۔

تیرے جسم کا ہر رواں ایک زبان ہے اور تو ان تمام زبانوں سے شکر ادا کر کہ تیری قسمت کے تارے کو شرف بخشا گیا۔

اے معانی تو محمد پر صلواۃ بھیج کیونکہ انہی کی وجہ سے تو بچپن سے دنیا میں سرخرو ہے۔

اس سلسلے کی پانچویں نظم بہت اچھی اور اعلیٰ پائے کی ہے اس میں محمد قلی قطب شاہ کہتا ہے:۔

حبیب حق کی عنایت سے میری سالگرہ کے دن آئے ہیں اور علی کی محبت کی وجہ سے میری محفل معمور ہے۔

محمد قلی کے سر پر پھولوں کا منڈپ اس طرح اٹھائے کھڑا ہے گویا خدا نے آسمان کو تاروں سے سجا دیا۔

میرے سر پر محمد کا نام لے کر سہرا باندھا گیا اور گلے میں علیؑ کے نام سے حمایل پہنائے گئے۔

سکھیوں نے اس تقریب میں اپنے سینے کے صدر پر جو بنوں کو پھولوں کی گیندوں کی طرح ہزاروں چھند بند سے سجایا ہے۔

سہیل ساقی بن کر سنبلہ کی صراحی سے مشتری کے پیالے میں شراب پلانے کے لیے آیا ہے۔

فرشتے مجھے چمکانے کے لیے آسمان کے طبق میں تاروں کے نقل بھر کر اپنے ساتھ لائے ہیں

سکھیاں سرخ رخساروں کے طبق میں عشق و محبت کی نعمت رکھ کر اپنے
پیارے بادشاہ کو بڑے انداز سے کھلا رہی ہیں۔

آسمان کے طبق میں سورج اور چاند کے کاسے رکھ کر ان کو زعفران اور مشک
سے بھر دیا گیا ہے تاکہ میری محفل میں کام آئیں۔

آسمان نے بادلوں کے منڈل اور فرشتوں نے چاند اور سورج سے تالیاں
بجا کر میری دلچسپی کے لئے سکھیوں کو نچایا ہے۔

محمد قلی ہمیشہ محمد کا غلام ہے اور اس نے آج علیؑ کی مہربانی کی وجہ سے سکھ اور انند حاصل کیا۔
نبی کے صدقے میں اے قطب شاہ علیؑ سے مدد مانگ تاکہ تو آج کے دن لاکھ برس
تک سالگرہ مناتا رہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں خوشی کے اظہار کے ساتھ ساتھ خدا نبیؐ اور اہل بیت نبی کی منقبت بڑی پاکیزگی سے قلمبند کی گئی ہے۔ یوں تو سالگرہ کی اکثر نظمیں اس قابل ہیں کہ ان کو پڑھ کر بادشاہ کے خلوص اور تخیل کی صفائی سے لطف اندوز ہوسکتے ہیں لیکن یہاں ایک اور نظم کا خلاصہ درج کر کے بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ ساتویں نظم میں لکھتا ہے :۔

فرشتے عرش کے اوپر بادشاہ کی سالگرہ مناتے ہیں اور ساتوں آسمان کے محلوں
میں بادل فراش بن کر فرش بچھاتے ہیں۔

پنجتن، بارہ اماموں، اور چودہ معصوموں کے کرم کی وجہ سے بادشاہ کو آج لاکھ

برس کی سالگرہ بڑی آرزو اور ارمان سے حاصل ہو رہی ہے۔

تمام حوروں نے سجدہ کیا تاکہ بادشاہ ہمیشہ زندہ رہے اور فرشتے ہاتھ اٹھا کر

اس دعا میں آمین کہہ رہے ہیں۔

آسمان پر خوبریوں کے چہروں کے افشاں کی طرح تارے ہنس رہے ہیں بلکہ بادشاہ

کی سالگرہوں کی گرہیں ہیں جو دو عالم کے لئے باعث زینت بن گئی ہیں۔

بادشاہ کے گھر میں مہمانی (دعوت) ہوتی دیکھ کر سورج اور چاند بھی مہمان بن کر

آئے ہیں بجلیاں خوشی سے ناچ رہی ہیں اور عشرت کے بادل چھا رہے ہیں۔

چاروں طرف سے بادل مل مل کر دوڑے آ رہے ہیں گویا فرشتے اس تقریب میں

آسمان کے سینے کو ملنے کے لئے مشک لے آئے ہیں۔

پنجتن پاک قطب شاہ کو اپنی عنایت سے حیات اور بخت و دولت دیکر خضر کی طرح جلا رکھیں۔

مہندی سالگرہ کے بیان کے ساتھ ہی مہندی کے رسم کی تفصیل بھی قابل ذکر ہے۔

اس موضوع پر ایک ہی نظم سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ جس میں وہ کہتا ہے کہ :—

خوشیوں کے طبل بجائے جا رہے ہیں اور قطب زماں کو طرح طرح سے آب حیات پلایا جا رہا ہے۔

مجھے اس بارگاہ میں بٹھایا جا رہا ہے جہاں کا رنگ بڑا سہانا ہے اور جہاں بتی کا کام

ہے کہ سورج جیسی شمعیں لگائی گئی ہیں۔

وہاں کی مسندیں زرنگار ہیں جس کے کندن میں تارے جڑے ہوئے ہیں۔ اور وہاں سونے سے بنائے ہوئے سرو کے درخت خاص آرائش و زیبائش کے ساتھ سجائے گئے ہیں۔

اس بارگاہ کے صحن میں زہرہ کی طرح زرّیں برق محافے روشن ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورج کی کرنیں چمک دمک کے ساتھ اٹھائی کھڑی ہیں۔

ایک خوبصورت رنگیلی بڑی نزاکت و رنگینی کے ساتھ بہت سے رنگ لا کر مہندی بادشاہ کے پاؤں کو کوئی ایک جاذوں کے ساتھ لگاتی ہے۔

مہندی لگانے کے بعد تمام پیارے یکے بعد دیگرے بادشاہ پر سے بل بل جاتی ہیں (بلائیں لیتے ہیں) اور خوش بخت سندریاں رنگ اور رس کے ساتھ ناچتی ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو یہ خوشیاں زیب دیتی ہیں کیونکہ وہ ان خوشیوں میں تمام دنیا کو شریک کرکے اپنا فریفتہ بنا لیتا ہے۔

اس خلاصے کے بعد کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ مہندی کے رسم سے متعلق اور کچھ لکھا جائے یہ محمد قلی قطب شاہ کے شاعرانہ کمال کا طفیل ہے کہ اس کی زندگی کے اکثر واقعات کے نہایت نفیس اور مکمل مرقعے ہمارے لیے محفوظ رہ گئے۔

جلوہ اس موضوع سے متعلق محمد قلی نے جو نظمیں لکھی ہیں وہ بڑی دلاویز ہیں۔ چھ نظمیں تو محض جلوہ پر ہیں اور ایک جلوہ کی گھڑیوں اور پہروں سے متعلق ہے جو تقسیم ابتدائی کے عنوان سے درج کلیات ہے۔

یہ تو یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سب نظمیں محمد قلی نے اپنی شادیوں کی تقریب میں لکھی ہوں گی البتہ اتنا ضرور ہے کہ ان میں سے اکثر خود اس کی زندگی سے متعلق ہیں۔ محمد قلی نے دو تین شادیاں دھوم دھام سے شرعی طریقے پر کی تھیں جن کا ذکر "تاہل اور اولاد" کے عنوان میں درج ہے۔ لیکن ان باضابطہ نکاحوں کے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کئی نازنینوں سے جملہ رسوم کے ساتھ شادیاں رچائیں اور جلوہ کی یہ نظمیں زیادہ تر انہی تقریبوں میں لکھی گئی ہونگی۔ اس کی بارہ پیاریوں کا تذکرہ گذر چکا ہے چنانچہ ان پیاریوں میں سے بعض کے نام بھی ان نظموں میں اس نے لکھ دیے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری، چوتھی، پانچویں، اور چھٹی نظم علی الترتیب کنولی، پیاری، موہن اور ننھی کے جلوے کی تقریب میں لکھی گئی تھی۔

ان نظموں کے مطالعے سے اس عہد کی دلہنوں کے بناؤ سنگھار اور رسم جلوہ کے طریقے واضح ہوتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف بڑے اہتمام سے جلوے کا تخت سجایا جاتا تھا اور چوکی کو چاروں طرف سے موتیوں سے آراستہ کرتے تھے۔ اور دوسری طرف مشاطائیں دلہن کے ہاتھوں اور پاؤں کو مہندی لگاتیں کندنی کلیوں کے ہار گوندھے جاتے۔ تمام عورتوں کو اس تقریب میں موتیوں کے کناروں کی ساڑیاں بندھوائی جاتیں۔

سات سہاگنیں مل کر دلہن کے بالوں میں تیل لگاتیں، کنگھی کرتیں، چوٹی گوندھتیں۔ مانگ میں موتی پروئے جاتے۔ مشاطہ ہاتھوں کا بناؤ سنگھار کرتی۔ پیشانی پر چاند سا ٹیکہ لگایا جاتا۔ آنکھوں میں

کاجل اور سرمے کے خط کھینچے جاتے۔ ایسے مہین کپڑے کا زرّیں لباس پہنایا جاتا کہ دلہن کا تمام جسم اس میں سے جھلکنے لگتا اور اس کے جوبن ایسے نظر آتے جیسے کہ سونے کے طبق میں سونوں کی گیندیں رکھدی گئی ہوں اور ان پر دو کالے کالے بھونرے بیٹھے ہوں۔ اس طرح آراستہ وپیراستہ کرکے ساتوں سہیلیاں دلہن کو جلوے کے تخت پر لاکر بٹھائیں اور اس کے سر پر سہرا اور گلے میں پھولوں کے ہار پہنائیں۔ اس وقت اگرچہ دلہن کے جسم اور سر پر جلوے کی چادر یا آنچل اوڑھایا جاتا تھا لیکن وہ بھی اتنے مہین کپڑے کا ہوتا کہ سہرا اور گلے کے ہاروں کے علاوہ جگہ جگہ سے اس کا جسم ایسا جھلکنے لگتا جیسے کہ بجلیاں ابر میں چمک رہی ہوں۔ پھول پہنانے کے بعد دولہا اور دلہن دونوں کو شربت پلایا جاتا اور دونوں کے ہاتھوں میں پان کے بیڑے دئے جاتے تاکہ ایک دوسرے کو کھلائیں۔

ان تفصیل کے بعد نمونے کے طور پر جلوے کی صرف ایک نظم یہاں نقل کردیجاتی ہے جو اس سلسلے کی پہلی نظم ہے۔

پریم پیاری کا جلوہ گاؤ سارے — اسے چند سوروں پریاں نگارے
(چاند سورج)
سہاگاں بھاگ پھل منک کھلے ہیں — سہیلیاں آرتی تارے نوارے
رچاؤ تخت جلوے کا خوشی سوں — کہ چوندہر چوک موتیاں سوں سنوارے
چڑو نیل اب ساتوں سہاگان — مشاطہ ہو کے زہرہ ہٹ نگارے
پلا شربت دیو و ہاتاں میں بیڑے — بنداو وسا ریاں موتیاں کنارے
محمد قطب شاہ ہو راس پری کوں — خدایا رکھ جداں لگ ہیں ستارے

جلوہ کی نظموں کے سلسلے میں ایک اور طویل نظم کا تذکرہ ضروری ہے جو جلوے کی گھڑیوں اور پہروں کی مصروفیتوں پر قلمبند کی گئی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے :۔

نازنین پہلی گھڑی میں ساتھی کی بارش کے موتی جیسے قطروں سے غسل کرتی ہے اور دوسری گھڑی میں عشق کی چادر اوڑھتی ہے ۔

تیسری گھڑی میں اپنے گلے میں پریم کی گلسر باندھتی ہے اور چوتھی گھڑی میں چوکی پر بیٹھ کر مجھ کو شراب حیدری پلاتی ہے ۔

پانچویں گھڑی میں پانچویں رنگوں کو آگ کی طرح نغموں سے روشن کرتی ہے اور اور چھٹی گھڑی میں اپنی چھاتی کی عنبری خوشبوئیں سنگھاتی ہے ۔

ساتویں گھڑی میں ساتوں سکھیاں مل کر مجھے چیرا باندھتی ہیں اور آٹھویں گھڑی میں بڑے پھندوں کے ساتھ ہوا کی چادر اوڑھتی ہے ۔

گھڑیوں کو گننا چھوڑ کر میں اب پہروں کو گنتا ہوں پہلے پہر میں کنوئی کے بالوں میں کیوڑے کے پھولوں کی خوشبو مہکتی ہے ۔

دوسرے پہر میں سکی اپنے کان میں دوپہری پھول لگاتی ہے۔ یہ شراب میرے کس کام کی مجھے تو شراب کوثر پلانا چاہیئے ۔

تیسرا پہر عبادت اور اللہ و محمدؐ و علیؑ کے ذکر کے لیے ہے جب کہ غلام قنبر خوشیوں کے پیالوں کی طرح بجنے لگتا ہے ۔

چوتھے پہر میں پدمنی قطب زماں سے آکر ملتی ہے کیونکہ نبیؐ کے صدقہ میں قطب زماں اس عہد کا انوری ہے ۔

اس نظم کے ہم معنی اور ہم قافیہ ایک نظم جلوہ کی گھڑیوں پر رسالہ سب رس بابتہ جولائی ۱۹۴۰ء میں شایع ہوئی ہے ۔ جس کو ایک صاحب جمال الدین حیدر ساکن اسی سال جگتیال (ضلع عادل آباد)

میں جلوہ کی رسم میں عورتوں کو گاتے ہوئے سنا تھا۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی محمد قلی ہی کی لکھی ہوئی ہوگی یا اس کے قریبی زمانے میں کسی نے اس کی نظموں کی تقلید میں یہ نظم لکھی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرورِ ایام کی وجہ سے اس نظم میں چند الفاظ بدل گئے ہیں تاہم اس کا محمد قلی کی اس نظم سے مقابلہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی شخص یا ایک ہی زمانے کی تحریر ہیں۔ یہاں ہم ان دونوں نظموں کے چند شعر پہلو بہ پہلو پیش کرتے ہیں تاکہ محمد قلی کے کلام کی مقبولیت کا اندازہ ہو سکے

محمد قلی کی نظم

پہلی گھڑی سانئی کے مینہ موتیاں سیتی نھائی پری
دوسری گھڑی میں عشق چادر اوڑھے ہے او استری
تسری گھڑی باندھے پرم کی گلسری اپ کنٹھ میں
چوتھی گھڑی چوکاں پچے پیلانی منج مد حیدری
ساتویں گھڑی ساتوں سکیاں مل کر بند او چھپر منج
آٹھویں گھڑی چھنداں سیتی اوڑھے پون کا چادری

عہدِ حاضر میں مستعملہ نظم

پہلی گھڑی سر نہا دہو کر پھول پہنی جوڑا ڈال کر
تن بینے خوشبو لاؤ کر پھول پہنی چند امشتری
دوسری گھڑی پاوں پا بجنا گھنگرو جو بجتے رم جھما
گھنگرو کی صنعت کیا کہوں پاؤں پہنی چند امشتری
تیسری گھڑی ڈنڈ کے کڑے مانگی کے موتی بول جڑے
چو نسر ناراں یوں گھڑے اس مول اس کا بن دھری

کھیل کود اور دوسری مصروفیتیں

سالگرہ، ہندی، اور جلوہ وغیرہ کی رسموں اور مصروفیتوں کے بعد اب ہم محمد قلی قطب شاہ کی دوسری مصروفیتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم نٹوں اور بھانڈوں کی ایک محفل کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ

اس عہد میں ہر محفل اور ہر تقریب میں رقص و سرود ضروری تھا چنانچہ عیدوں اور تہواروں اور رسوم کی جملہ محفلوں میں محمد قلی نے ناچ اور گانے کا التزام سے تذکرہ کیا ہے لیکن رقاصاؤں کے علاوہ ایک اور طبقہ نٹوں یا نٹووں کا تھا جو اپنے اعضا کی حرکتوں اور بغیر نقلی اداکاری کے ذریعے سے عجیب عجیب کرتب دکھاتے تھے۔ جن کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے جسم میں ہڈی ہی نہیں ہے۔

ناٹک یا نٹوں کے کرتب

محمد قلی کے عہد میں بڑے باکمال نٹ یا نٹوے موجود تھے۔ اور وہ ناٹک کی طرح ایک محفل ترتیب دیا کرتا تھا جس میں یہ باکمال اپنی اداکاری کے جوہر دکھاتے تھے۔ اس موضوع پر اس نے ایک اعلیٰ پائے کی نظم لکھی ہے جس کے حسب ذیل خلاصے سے اس محفل کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں:۔

> آج بادشاہ زرین پر تکلف لباس سے آراستہ ہوا ہے اور اس کے جسم اور چہرہ کا نور موتیوں کی طرح چاروں طرف جھلک رہا ہے۔
>
> دنیا کے تمام باکمال دخوباں شاہ کے دربار میں خدمت گزاری کے لئے موجود ہیں چاروں طرف یوسف جیسی صورت والے اور نازک اور کم عمر حسین استادہ ہیں۔ ان خدمتگاروں کے ہاتھوں میں موتی جڑے ہوئے کہکشاں جیسے ڈنڈے (عصا) ہیں جن کے کلس سورج جیسے چمکدار اور جسم سونے کی طرح ہیں۔
>
> زرتار کی ڈوریاں کرنوں کی طرح اور نٹوے درمیان میں تاروں کی طرح رقصاں ہیں یہ تارے (یعنی نٹ) ایسا چمکدار لباس پہنے ہوئے ہیں کہ ان کا نور سورج سے زیادہ چمک رہا ہے۔ ان کو جب دور سے فرشتے دیکھتے ہیں تو بیچارے حیران ہو جاتے ہیں۔
>
> ان کے کانوں میں بجلیوں کے ٹکڑوں کی طرح آویزے چمکتے ہیں۔ اور یہ کئی طرح

کے چھند بند کر کے کولانٹ کھیلتے، کولاٹیاں یا قلابازیاں کھاتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ یہ مہ پارے کیسے شوخ ہیں!

ان نٹوں نے اپنے چہروں کو اس طرح بنایا ہے کہ ان کی آنکھوں کے قریب سو کر یا خطِ سرمہ ایسا نظر آتا ہے جیسے بھوجنگ (اژدہا) بازیں نکالے کھڑے ہوں۔ آنکھوں کے لال رنگ کے ڈورے جنگاریاں ہیں اور رخسار شعلے کی طرح دہکتے ہیں۔

ان کے ہاتھوں میں جگہ جگہ مہندی کے بوند ایسے نظر آتے ہیں جیسے ہرے ہرے پتوں میں لال پھول ہوں۔ اداکاری کے ساتھ ساتھ یہ ایسی اچھی گفتگو بھی کرتے ہیں کہ گویا موتی جھڑ رہے ہیں جن کے رشک سے سمندر کھارے ہو گئے ہیں۔

طرح طرح سے چہرے بنا کر یہ نٹوے ایسی قلابازیاں کھاتے ہیں کہ ان کی پتلی کمر دیکھ کر دنیا والے چیتے کی کمر بھول جاتے ہیں۔

یہ بھاری بھرکم ہاتھیوں کی طرح مستی اور تنومندی دکھاتے ہیں اور ان کے قد ایسے سیدھے ہیں جیسے تیر۔ جب یہ آہستہ چلتے ہیں تو پانی کی طرح اور تیزی میں آتے ہیں تو ہوا بن جاتے ہیں۔

نٹ ناٹک میں ایسا گاتے ہیں کہ سب خوش ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ طنبورے اور نال بجتے رہتے ہیں اور ڈھول کے دھماکوں کی آوازیں آتی ہیں۔

یہ ایسے چنچل، چتر، باکمال اور صاحب فن ہیں کہ لاکھوں تک ان کے درشن کرنے والے ہیں۔ انہی تماشوں نے قطب شاہ کو تمام عالم کے دل کا پیارا بنا دیا ہے۔

کھیل ناٹک کے بعد قطب شاہ کے کلام سے میدانی اور خانگی کھیلوں کی نسبت بھی کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ایک نظم اس نے چوگان کھیلنے کے متعلق لکھی ہے لیکن اصل میں چوگان بازی کا استعارہ قرار دے کر عشق بازی کی طرف توجہ کی ہے۔ تاہم

اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اچھے موسم میں چوگان ضرور کھیلا کرتا تھا وہ کہتا ہے ؎

کھیلو چوگان اب کہ ہے بستان خوش   ہر طرف رنگاں سیتی کھلیئے ہیں پھول

یعنی ہر طرف رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوے ہیں اور بستاں اچھا نظر آرہا ہے

اس لئے چوگان کھیلو ۔ یہ نظم کلیات کے ص ۱۵۸ پر شایع ہوئی اور قابل مطالعہ ہے ۔ اس میں

گھوڑے کی سواری، گیند، میدان، اور زور کے چھند سے کھیل جیتنے کا تذکرہ کیا ہے ۔

پھوکڑی پھو اور ڈھان ڈھکنی

چوگان کے ساتھ ان دو کھیلوں کا تذکرہ بھی ایک نظم میں ملتا ہے ۔ جس کا مطلع ہے ۔

کہ ڈھان ڈھکنی کھیل کر ہنستی کھڑی   سکی تال دے منج ٹھکتی کھڑی

پھر کہتا ہے کہ اس نے ابھی پھوکڑی پھو کھیلنا نہیں سیکھا اور ڈھان ڈھکنی کھیلنے آئی

ہے! اول الذکر کھیل اب تک دکن میں لڑکیوں کا مشہور و مقبول کھیل ہے ۔

حقہ

اسی نظم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی حقہ بھی پیا کرتا تھا

اس میں اس نے سکی کے حقہ بھر بھر کے دینے کی طرف اشارہ کیا ہے ۔

تدبر وسیاست

محمد قلی قطب شاہ ایک اقبالمند بادشاہ تھا، لیکن اس کی اقبال مندی کی تعمیر میں اسکے قلب و دماغ کی صلاحیتوں کا بڑا حصہ ہے۔ اس کی سلامتی طبع، اس کی صلح جوئی، اس کی بہادری، بروقت کام کرنا، باوجود عیش و عشرت کی فراوانی کے جملہ حالاتِ ملک اور ہر سازش اور خفیہ کارروائی سے واقف ہوجانا، اس کی دریادلی اور رعایا پروری — وہ خصوصیتیں ہیں جو ایک ہی شخص میں کم جمع ہوسکتی ہیں۔

اس کی معرکہ آرائیوں کے حالات معلوم کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ وہ ایک اعلیٰ مدبر اور سیاست داں بھی تھا۔ لڑائیوں کے اسباب، ان کا آغاز، مقابلے کے لئے جلد از جلد تیاری، اور اثنائے جنگ میں بروقت فوجی کمکوں کا انتظام، سپہ سالاروں اور سرداروں کا انتخاب نیز لڑائیوں کے اختتام کے طریقے اور مفتوحین کے ساتھ برتاؤ۔ یہ سب ایسے امور ہیں جن پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی نے کبھی افراط و تفریط سے کام نہیں لیا۔ نہ وہ کبھی مغلوب الغضب ہوا، نہ اسے ملک گیری کی ہوس تھی، نہ اس نے لوٹ مار کی خاطر کہیں

چڑھائی کی یا مفتوحین کے قلعوں اور شہروں کو تباہ و برباد کر دینے کا حکم دیا۔ حالانکہ اس کا ایک میر جملہ ملک امین الملک بڑا سخت گیر اور خشمناک سپاہی تھا لیکن وہ خود ہمیشہ سلامت روی کو پسند کرتا تھا اور اکثر یہ تاکید کرتا تھا کہ دشمن یا باغیوں کو پہلے پوری طرح سے سمجھا منا کر لڑائی سے باز رکھنا چاہیے۔ چنانچہ مکندراج کے مقابلے میں فوجوں کو بھیجتے وقت اس نے اس کی بڑی سخت تاکید کی اور آخر میں اسی خیال سے کہ شاید اس کے سپہ سالار اسکی اس حکمت عملی کا خیال نہ کریں گے وہ خود لڑائی کے میدان میں نکلنا چاہتا ہے۔ اسیطرح اس کا ایک دوسرا میر جملہ مرزا محمد امین اپنے پیشرو ملک امین الملک کے مقابلے میں ایک بہت ہی عشرت پسند اور امن دوست امیر تھا لیکن محمد قلی کو لڑائی کے معاملہ میں ایسی سستی اور غفلت بھی پسند نہ تھی چنانچہ جب فتنہ انگیزی کی اطلاع ملتی ہے تو میرزا محمد امین کو تاکید کرتا ہے کہ باغیوں کی طرف سب سے پہلے متوجہ ہونا چاہئیے کیونکہ یہ دوسری تمام مہمات سے اہم ترین مہم ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کے تدبر اور اعلیٰ فہم و فراست کا اندازہ کرنے کے لیے حسب ذیل موضوعوں پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس زمانے کے حالات اور سیاست کے مطابق محمد قلی نے ان امور کو اس خوبی سے سرانجام کیا کہ شائد ہی اس کی جگہ کوئی دوسرا بادشاہ کر سکتا۔

۱۔ دکن کے سیاسی توازن کا خیال۔ ۲۔ بیرونی تعلقات۔ ۳۔ ہندو رعایا کی سرپرستی

۴۔ ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت۔

دراصل یہی وہ اہم کام ہیں جن کی طرف ہمیشہ خوش اسلوبی اور کمال ہنرمندی کیسا تھ متوجہ رہنے کی وجہ سے محمد قلی نے ایک کامیاب بادشاہت کی اور اپنی سلطنت کو ایک عرصے تک امن وامان اور ترقی کی شاہراہ پر چلاتا رہا۔

—(۱)—

دکن کے سیاسی توازن کا خیال

اس بارے میں محمد قلی نے اپنے پیشرو ابراہیم قلی کی حکمت عملی کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس سلسلے میں بعض ایسے کام کیے کہ وہ بہت مستحکم ہو گئی۔ تالیکوٹ کی لڑائی کے بعد سے دکن کی مسلمان سلطنتیں ایک دوسرے سے دست گریباں ہو گئی تھیں۔ اور اس طرح فتح تالیکوٹ سے فائدہ اٹھانے کے مواقع ہاتھ سے نکلے جا رہے تھے۔ یہ طوائف الملوکی جاری ہی تھی کہ بیجاپور کے علی عادل شاہ اور گولکنڈہ کے ابراہیم قلی قطب شاہ کا انتقال ہو جاتا ہے اور حسن اتفاق سے ان دونوں کے جانشین یعنی ابراہیم عادل شاہ نورس اور محمد قلی قطب شاہ ملک گیری اور جنگجوئی سے زیادہ امن وامان اور صلح پسندی کی طرف مائل تھے۔ اور دونوں میں تدبر وفراست کی کمی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۰۰۰ھ کے بعد سے دکن کی تہذیب وشائستگی کے جو سرچشمے جاری ہوئے وہ عرصے تک قائم رہے۔

چاند بی بی ہمشیرہ محمد قلی کی شادی

پہلے پہل محمد قلی نے باپ کی حکمت عملی کے مطابق اور

افضائے وقت کے لحاظ سے نظام شاہیوں کی مدد کے لئے اپنی فوجیں روانہ کیں اور
خود بھی میدان جنگ میں نکل آیا۔ لیکن جب عین میدان کارزار میں ابراہیم عادل شاہ کا
مکتوب صلح وصول ہوا تو اس نے لڑائی سے ہاتھ دھو کر گولکنڈہ کا رخ کیا اور نظام شاہیوں
کو بھی واپس چلے جانے کی ترغیب دی۔ اس طرح سے بیجاپور کے ساتھ گولکنڈہ کے
تعلقات جو عرصے سے خراب تھے پھر اتنے خوشگوار ہو گئے کہ اس واقعہ کے تین چار سال بعد
بیجاپور کی طرف سے ملک التجار خواجہ علی شیرازی گولکنڈہ آیا اور محمد قلی قطب شاہ کی بہن
شہزادی چاند بی بی کو بیجاپور کے نوجوان حکمران ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں دینے کا
پیام لے آیا۔ اس پیام مواصلت کی سب سے بڑی وجہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے
یہی تھی کہ بیجاپوری سلطنت قطب شاہیوں کی مخالفت سے محفوظ رہنا چاہتی تھی چنانچہ
اس گفت وشنید کی خبر معلوم کر کے نظام شاہی وکیل السلطنت صلابت خاں بہت چراغ پا ہوا
اور اس نے کوشش بھی کی کہ پیام وسلام کا یہ سلسلہ منقطع ہو جائے لیکن اس کو ناکامی ہوئی۔
غرض ۹۹۵ھ میں خواجہ علی ملک التجار بیجاپور کے چند اعیان سلطنت کے ساتھ متعدد
تحائف و ہدایا لے کر محمد قلی کے دربار میں حاضر ہوا۔ محمد قلی نے دکن کے سیاسی توازن کیلئے
اس نئے رشتے کو مناسب خیال کیا اور سفیر کے ذریعہ تصفیہ کرایا کہ خود ابراہیم عادل شاہ
گولکنڈہ کی سرحد پر قلعہ نلدرگ تک آکر دلہن کا استقبال کرے اور وہاں عقد نکاح کے مراسم

طے پائیں۔ چنانچہ اس تصفیہ کے مطابق جب ابراہیم عادل شاہ کے قلعہ نلدرگ کے پاس پہنچنے کی اطلاع ملی[1] تو محمد قلی قطب شاہ نے میرامیر زبیل مصطفیٰ خاں استرابادی، ملک امین الملک اعتبار خاں یزدی، ملک فخرالملک اور امین خاں دبیر کو ۹۹۶ھ میں شہزادی کی پالکی کیساتھ نلدرگ کی طرف روانہ کیا۔ جب ابراہیم عادل شاہ کو شہزادی کی آمد آمد کی اطلاع ملی تو اس نے مقربان خاص کو استقبال کے لیے بھیجا اس کے بعد شریعت کے مطابق نکاح پڑھا گیا اور بادشاہ نے شاہ درگ پہنچ کر ایک ہفتے تک جشن شاہانہ منایا جس کے بعد قطب شاہی امرا کو تشریف فاخرہ کے ساتھ گولکنڈہ کو واپس کیا اور خاص کر مصطفیٰ خاں کو بارہ ہاتھی اور بارہ ہزار ہون اور دیگر تحف و ہدایا کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ گولکنڈہ کی طرف سے بھی عادل شاہی امرا کے لئے خلعتیں روانہ کی گئی تھیں۔

عادل شاہی شہزادہ اسمٰعیل کی بغاوت

قطب شاہی شہزادی کے بیجاپور جانے کے بعد عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں کے تعلقات بہت مستحکم ہو گئے۔ حالانکہ اس قسم کی سیاسی شادیاں دکن میں بھی ناکام ثابت ہوئی ہیں اور جہیز یا کسی اور مسئلہ سے متعلق ایسے جھگڑے کھڑے ہو گئے ہیں کہ اتحاد و یکجہتی کی جگہ الٹی لڑائیاں لڑنی پڑی ہیں۔ لیکن محمد قلی نے اس رشتہ کو بڑی خوبی سے نباہا۔ چنانچہ اس شادی کے چند سال

[1] مورخ فرشتہ لکھتا ہے کہ ابراہیم عادل شاہ نلدرگ تک نہیں گیا بلکہ امرائے عادل شاہی گئے تھے۔

بعد ہی جب ابراہیم عادل شاہ کا چھوٹا بھائی اسمٰعیل تخت بیجاپور کا دعویدار ہوا اور بھائی کے خلاف، رمضان [illegible]ھ میں علم بغاوت بلند کرکے بہت سے عادل شاہی امرا کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ساتھ ہی برہان نظام شاہ والی احمد نگر کو بھی مدد کے لیے طلب کیا تو یہ ابراہیم کے لیے بڑا نازک وقت تھا اس کے بڑے بڑے امرا و عمائدین مثلاً عین الملک، الیاس خاں، رومی خاں، دیونائک، اور پنڈت آپاجی وغیرہ کے علاوہ خاص خاص ملازمین بھی غداری پر تلے ہوئے تھے۔ اور شمال سے شاہ احمد نگر ایک جرار فوج کے ساتھ بیجاپور کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ان پریشانیوں میں ابراہیم کو محمد قلی یاد آیا اور اس نے فوراً اپنے ایک امیر شاہ نوار خاں کو اس کی خدمت میں روانہ کرکے مدد طلب کی۔ محمد قلی امداد روانہ کر ہی رہا تھا کہ ۶ ربیع الثانی [illegible]ھ کو شاہزادہ اسمٰعیل کو شکست ہوئی اور وہ قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ کی اطلاع سن کر برہان نظام شاہ احمد نگر کی طرف واپس ہو گیا اور محمد قلی کو فوجی امداد روانہ کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔

علی برید پر حملہ

اسی طرح محمد قلی نے ایک اور دفعہ ابراہیم عادل شاہ کی خاطر نظام شاہیوں کے خلاف اپنی فوجیں روانہ کیں۔ برہان نظام شاہ شہزادہ اسمٰعیل کی شکست سے مایوس ہو کر واپس ہوا تھا کہ علی برید والی بیدر نے اس کو اپنی تائید میں بیجاپور پر حملہ کرنے کے لئے مدعو کیا۔ علی برید نے ابراہیم کو اوسہ، قندھار اور کلیانی

دینے کا وعدہ کرکے بیدر پر دوبارہ قبضہ حاصل کیا تھا اور اب اس ڈر سے کہ کہیں ابراہیم ان قلعوں کو طلب نہ کرے برہان کی مدد چاہی۔ چنانچہ پہلی جمادی الاول ۱۰۳۰ھ کو دس بارہ ہزار سواروں کی فوج روانہ کی۔ اب ابراہیم نے دکن کے سیاسی توازن کو برقرار رکھنے کے لئے محمد قلی سے مدد مانگی اور چونکہ وہ اسی حکمت عملی پر کاربند تھا اس لیے بیدر پر حملہ آور ہوا۔ لیکن بعد کو جب علی برید کے ایما سے وینکٹا دری نے قطب شاہی سلطنت پر حملہ کیا تو محمد قلی کی فوجیں بیدر کا رخ چھوڑ کر کرناٹک کی طرف روانہ ہوگئیں۔

مغلوں کے مقابلے میں احمد نگر کی امداد

ان واقعات سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ محمد قلی نظام شاہیوں کا دشمن ہی بن گیا تھا۔ اب تک اس نے ان کے خلاف جو کچھ بھی کیا وہ محض سیاسی توازن کے برقرار رکھنے کے لئے تھا لیکن جب اس کے بعد ہی احمد نگر پر مغلوں نے حملہ کیا تو وہ گزشتہ چند سال کے ناخوشگوار تعلقات کو بالکل بھول گیا اور اپنے ایک ترکمان بہادر مہدی قلی سلطان کے ساتھ چھ سات ہزار سوار اور ہزارہا پیادے نظام شاہیوں کی مدد کے لیے روانہ کیے حالانکہ یہ قطب شاہی سلطنت کے لیے خطرناک تھا کیونکہ وینکٹ پتی رائے پینکنڈہ اس کی سرحد پر موقع کا منتظر بیٹھا تھا۔ چنانچہ اس وقت اس نے فوراً حملہ بھی کر دیا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ کی اس کمک کی وجہ سے مغلوں کے مقابلے کیلئے ساٹھ ستر ہزار کی ایک ایسی بڑی فوج جمع ہوگئی جو جنگ تالیکوٹ کے بعد سے سرزمین دکن میں

کبھی جمع نہ ہوئی تھی۔ لیکن اس عظیم الشان فوج کے احمد نگر پہنچنے سے قبل ہی مغلوں نے چاند بی بی سے صلح کرلی کیونکہ وہ اتنی بڑی لڑائی کے لیے تیار نہ تھے۔ اس طرح ۱۵۹۶ء میں محمد قلی کا سپہ سالار مہدی قلی سلطان اپنی فوجوں کے ساتھ حیدر آباد واپس آگیا۔[1]

اس وقت اگر ملکہ چاند سلطانہ دکنی فوج کی آمد کا انتظار کرتی اور مغلوں سے صلح نہ کرتی تو شاید دکن کی تاریخ بدل جاتی۔ کیونکہ برار کا علاقہ مغلوں کو تفویض کر کے صلح کر لینے میں سب سے بڑی خرابی یہ ہوئی کہ مغلوں کے قدم دکن میں جم گئے اور وہ دکن کی ان تین باقی ماندہ سلطنتوں (نظام شاہی، عادل شاہی، اور قطب شاہی) کی سرحد پر بیٹھے ہوئے تاک میں لگے رہے کہ جہاں موقع ملے ان تینوں میں سے کسی پر حملہ کر دیں۔

مغلوں سے لڑائی

چنانچہ اس صلح کے ایک سال کے اندر ہی مغلوں نے نقض عہد کیا اور اکبر اعظم کی فوجوں نے قصبہ پاتری پر قبضہ کر لیا جو علاقہ برار کے حدود میں نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چاند سلطانہ نے ابراہیم عادل شاہ اور محمد قلی قطب شاہ کو صورت حال سے مطلع کر کے مدد طلب کی۔ دونوں نے فوراً فوجیں روانہ کیں۔ ۱۷ جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ کو علی الصباح ناندیڑ کے قریب دریائے گوداوری کے کنارے مغلوں کے مقابلے میں صف آرا ہوئیں۔ عادل شاہی فوجیں وسط میں اور میمنہ پر نظام شاہی اور میسرہ پر قطب شاہی

[1] صاحب برہان ماثر نے اس قطب شاہی فوج کی تعداد بیس ہزار پیادہ اور دس ہزار سوار بتائی ہے صفحہ ۶۱۴ و ۶۲۵۔

فوجیں جم گئیں۔

عصر کے قریب لڑائی شروع ہوئی اور سہیل خاں سپہ سالار بیجاپور کی بہادری کی وجہ سے مغلوں کو شکست ہوئی۔ ان کے چار ہزار آدمی مارے گئے اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ان کی طرف کے دو بڑے سردار یعنی راجہ علی خاں والی برہان پور اور راجہ رام چند بھی میدان جنگ میں کام آئے۔ لیکن دوسرے روز مغلوں نے پھر اپنی منتشر فوجوں کو جمع کر کے قبل از طلوع آفتاب دکنی فوج پر حملہ کر دیا۔ اس وقت طرفین نے دل توڑ کر ایک ایک انچ زمین کے لئے جان دی۔ اسی مقابلے میں خود سہیل خاں سپہ سالار افواج دکن زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور اس کی فوجیں میدان سے پسپا ہو کر شاہ درگ چلی آئیں۔ اور قطب شاہی فوج حیدرآباد واپس ہو گئی۔

امیر برید والی بیدر کی پناہ گزینی اگرچہ والی بیدر سے سلطان محمد قلی کے تعلقات کچھ اچھے نہ تھے لیکن اس خاندان کے آخری حکمران امیر بریدثانی کو جب ۱۰۰۰ھ میں اپنے ایک باغی مرزا علی کی سازش سے اپنا پایہ تخت چھوڑنا پڑا تو وہ محمد قلی کے رحم و کرم کو پیش نظر رکھ کر سیدھا حیدرآباد چلا آیا۔ یہاں محمد قلی نے اس کے ساتھ بڑی ہمدردی کی اور اس کو اپنے دربار میں شریک کر لیا۔ اس کی آمد کے سال ڈیڑھ سال بعد ہی محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا ورنہ کیا تعجب کہ وہ امیر بریدثانی کو دوبارہ بیدر کا تخت و تاج حاصل کرنے میں مدد بھی دیتا تاکہ دکن کا سیاسی توازن برابر باقی رہے۔

(۲)

بیرونی تعلقات

محمد قلی کا اعلیٰ تدبر و سیاست بیرونی ممالک سے اس کے خوشگوار تعلقات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ مغل چونکہ دکن پر حملہ آور ہونے لگے تھے اور احمد نگر کی سلطنت ان کا نشانہ بن چکی تھی اس لئے محمد قلی قطب شاہ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس سلطنت کے ساتھ تعلقات پیدا کرنا دکنی سیاست کو کمزور کرنا ہے اس لئے ان کے برخلاف اس نے شاہ ایران اور دکن کے ہمسایہ سلاطین کے ساتھ رشتۂ مودت باندھنے کی کوشش کی یہ خیال پوری طرح صحیح نہیں ہے کہ وہ شاہ ایران کو اپنا ہم مذہب سمجھ کر اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اور مغلوں کا اس لئے مخالف تھا کہ وہ سنی تھے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مغلوں کے ہوس ملک گیری کی اس نے پیش قیاسی کرلی تھی اور سمجھتا تھا کہ اگر احمد نگر ختم ہوگیا تو دکن کی آزادی باقی نہ رہے گی۔ اس لئے وہ ہمیشہ احمد نگر کی مدد کے لئے فوجیں بھیجتا رہا۔ اور ایران سے اس لئے تعلقات بڑھانے کی کوشش کی کہ شائد کسی روز اس کو یا اس کے جانشینوں کو مغلوں کے مقابلے میں شاہ ایران کی مدد کی ضرورت پڑے۔

اغزلو سلطان سفیر ایران

اسی حکمت کے پیش نظر جب ۱۰۱۲ھ میں ابوالمظفر شاہ عباس صفوی نے اغزلو سلطان کو اپنا سفیر بنا کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا اور یہ ایرانی ایلچی بندر گوا تک پہنچ گیا تو محمد قلی قطب شاہ نے امیر ضیا الدین محمد نیشا پوری

کو تشریف شاہانہ کے علاوہ سفیر ایران کو اپنے ساتھ لانے کے اخراجات دے کر روانہ کیا۔ امیر ضیاء الدین کی شائستگی اور فہم و فراست کا محمد قلی بہت قدر دان تھا۔ چنانچہ یہ امیر گوا پہنچ کر اغزالسلطان سے بڑے تزک و احتشام سے ملا۔ اور مراسم تعظیم و لوازم تکریم بجا لا کر اپنے ساتھ گولکنڈہ لے آیا۔ راستے میں ہر منزل اور ہر مقام پر محمد قلی کے حسب ایما ضیافت کی گئی اور جب یہ سفیر قطب شاہی سرحد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے خاص امراء و خوانین کو استقبال کے لیے روانہ کیا۔ غرض ایران کا یہ سفیر بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ جب دارالسلطنت حیدرآباد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ خود قلعہ محمد نگر تک آگے بڑھ کر کالا چبوترہ کے پاس اغزالسلطان کو اپنے حضور میں باریاب کیا۔ اغزالسلطان نے شاہ ایران کی طرف سے موافقت و مصادقت کا پیام پہنچانے کے بعد مکتوب شاہی اور بہت سے تحفے پیش کئے۔ ان تحفوں میں حسب ذیل زیادہ قابل ذکر تھے۔ اچھے چکدار موتیوں کا ایک تاج، نفیس جواہر سے مرصع خنجر اور چالیس عربی گھوڑے جن کی لگام اور زین مرصع اور عبا زریفتی تھے۔

اغزالسلطان کے ساتھ اس ایرانی سفارت میں اور سو اصحاب بھی شامل تھے۔ محمد قلی قطب شاہ نے ان سب کو خلعت ہائے فاخرہ سے سرفراز کیا اور ہر ایک کے شایان شان دلکشا مقامات سکونت کے لئے معین کیے۔ کالا ڈیرہ میں ایرانی تحف و تحائف اور مکتوب شاہی ملاحظہ کرنے کے بعد بادشاہ نے دربار برخواست کیا اور حیدرآباد کی طرف روانہ ہوا یہاں

شاہ عباس کا ایرانی سفیر پانچ سال کے طویل عرصے تک مقیم رہا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اس زمانے میں مغلوں نے احمد نگر پر یورش کی تھی اور واپسی کا راستہ صاف نہ تھا۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ شاہ عباس نے اظہار مودت و یگانگت کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی دختر حیات بخشی بیگم کی شادی اپنے لڑکے کے ساتھ کر دینے کی بابت پیام بھی روانہ کیا تھا۔ اور شائد محمد قلی عرصے تک اسی پس و پیش میں رہا کہ کیا جواب دیا جائے۔ تاریخ فرشتہ اس کو ایک ہندوستانی بادشاہ کے لئے بہت بڑا اعزاز قرار دیتا ہے اور اس نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ محمد قلی نے اس پیام کو قبول کر لیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو اس نے زیادہ تر حضرت میر مومن کے مشورے سے یہ رائے بدل دی اور اپنی اکلوتی لڑکی کی شادی فوراً اپنے نوجوان بھتیجے شہزادہ سلطان مرزا ابن مرزا محمد امین سے بڑی شان و شوکت اور خاص اہتمام کے ساتھ کر دی حضرت میر مومن اس جوان صالح کے بڑے مداح و قدردان تھے کچھ ان کی خاطر اور کچھ اس لیے کہ شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی کا سفیر ایران کی روانگی سے قبل ہو جانا ضروری تھا محمد قلی نے اس تقریب کو بہت عجلت کے ساتھ اور بڑے اہتمام سے انجام دیا چنانچہ اغزلوسلطان سفیر ایران نے بھی اس میں شرکت کی۔ اس طرح شاہ عباس صفوی کے پیام کا جواب دینے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ اور کوئی بدنمائی بھی پیدا نہ ہو سکی کیونکہ یہ بیان کیا گیا کہ یہ شہزادی بچپن ہی سے شہزادہ سلطان مرزا سے منسوب تھی اور اسی لیے

بادشاہ نے اس شہزادہ کی تربیت خاص اپنی نگرانی میں کی تھی، اور ظل اللہ کا لقب عنایت کر کے اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ اس تدبیر سے اگرچہ شاہ ایران کے پیام کا خود بخود جواب مل گیا لیکن بادشاہ کے حقیقی بھائی خدابندہ کی دل شکنی ہوئی جو بعد میں بغاوت کی شکل میں رونما ہوئی۔

غرض سفیر ایران اس شادی کے بعد ہی ۱۰۲۱ھ میں حیدرآباد سے ایران کی طرف روانہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض اس مقصد کے لئے حیدرآباد میں اتنے عرصے تک ٹھہرایا گیا تھا۔ لیکن جتنے دن وہ حیدرآباد میں رہا اس کی آؤ بھگت اور خاطر داری میں کسی طرح کی کمی نہ کی گئی۔ کیونکہ موقع بہ موقع انعامات کے علاوہ دو ہزار تومان سالانہ اس کو عطا کئے جاتے تھے۔ اس طرح جملہ دس ہزار تومان تو بطور منصب یا سالانہ تنخواہ کے عطا کئے گئے اور ہر دربار یا تقریب میں محمد قلی جیسے فیاض بادشاہ نے جس بیش بہا انعام واکرام سے سرفراز کیا ہوگا اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔

ایلچی کے واپس ہونے سے قبل محمد قلی نے ایک اور تدبیر یہ کی کہ اپنے معتمد خاص حاجی قنبر علی کو شاہانہ تحف وہدایا کے ساتھ شاہ ایران کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ اعز السلطان کی واپسی کی تعویق وغیرہ سے متعلق اگر شاہ عباس کے دل میں کوئی شبہات پیدا ہوئے ہوں تو ان کو رفع کرے۔ اس وقت جو تحفے روانہ کئے گئے ان میں جواہر آبدار اور ہندوستان کی نفیس ترین

اشیا شامل نہیں۔

جب اغزلو سلطان واپس ہونے لگا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دربار کے ایک بڑے امیر مہدی قلی سلطان کو اس کا رفیق سفر اور ایرانی دربار میں اپنا ایلچی بنا کر روانہ کیا۔ اس وقت شاہ عباس کے لئے کئی اعلیٰ اور نادر تحفے مثلاً گراں قیمت جواہر سے مرصع طرح طرح کے آلات اور پٹن کے بنائے ہوئے نفیس کپڑے (جو خاص شاہ ایران کے لیے پانچ سال سے بنائے جا رہے تھے) بھجوائے گئے۔ لیکن مہدی قلی سلطان کی ایران سے واپسی میں اتنی تعویق ہوئی کہ اس اثنا میں خود محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اور سلطان محمد قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد پھر شاہ ایران نے مرحوم بادشاہ کی تعزیت اور نئے بادشاہ کے جلوس کی مبارکباد دینے کے لئے اپنا سفیر روانہ کیا۔ اس طرح محمد قلی نے ایران کے ساتھ جو تعلقات مستحکم کئے تھے وہ باقی رہے اور اس کے جانشینوں نے اس کی حکمت عملی سے یک گونہ فائدہ اٹھایا۔

ایران کے اس ایلچی کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں دکن کی ہمسایہ سلطنتوں کے سفیر بھی کئی دفعہ حاضر ہوئے تھے اور ان سب کے ساتھ بادشاہ نے بڑے حسن سلوک اور فیاضی کے ساتھ برتاؤ کیا۔

میرک معین سبزواری سفیر احمد نگر

محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد احمد نگر کی طرف سے میرک معین سبزواری جیسے مشہور و معروف شاعر کو سفیر بنا کر گولکنڈہ روانہ کیا گیا تھا۔ اس وقت احمد نگر اور گولکنڈہ کی سلطنتیں ایک دوسرے کی حلیف تھیں اور دونوں کی فوجیں بیجاپور کے مقابلے میں میدان کارزار میں مصروف پیکار۔ میرک معین کی آمد کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ دکن کا سیاسی توازن برقرار رکھنے کے لئے احمد نگر کی امداد اور رفاقت کی جس حکمت عملی پر محمد قلی کا باپ ابراہیم قلی کاربند تھا اسکو جاری رکھنے کی اس نوجوان حکمران سے استدعا کیجائے۔

محمد قلی میں شروع ہی سے تدبر و فراست کی کمی نہ تھی۔ چنانچہ وہ تخت نشینی کے ساتھ ہی اپنے باپ کے مجرب اصول پر کاربند ہوگیا تھا۔ اس لیے اس نے اس سفیر کی بڑی آؤ بھگت کی۔ میرک معین اپنے اس سفر میں اتنا کامیاب رہا کہ بعد کو کئی دفعہ گولکنڈہ آیا۔ اور مہینوں قیام پذیر رہ کر محمد قلی قطب شاہ کے بذل و نوال سے شاد کام ہوا۔ چنانچہ جب اغزلو سلطان حاجب ایران کی آمد کی خبر مشہور ہوئی تو میرک معین بھی گولکنڈہ آیا۔ اور ماہ ربیع الاول ۱۰۱۶ھ میں محمد قلی قطب شاہ کی اکلوتی لڑکی حیات بخشی بیگم کی شادی کی تقریب میں شرکت کی۔ اس موقع پر متعدد شعرا نے مبارکبادی کی نظمیں اور قصیدے سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پیش کئے تھے۔ اور میرک معین نے بھی ذیل کا قطعہ تاریخ لکھا تھا جو

تاریخوں میں محفوظ ہے ؎

دوش سرکردہ خیالم رو بزمے چو بہشت * اہل آں بزم چو حوران ہمہ نورانی چہر
بزم عیشی کہ ملائک بہ تماشا شدہ چشم * سر بروں کردہ چو انجم ہمہ از جیب سپہر
گفتم ایں بزم کہ و عیش چہ تاریخش چیست * کہ از افلاک برایام ہمی بارد مہر
عقل کو بود چو من مست مے حیرت گفت * عید مولودی و بزم شہ و عقد بہ وہر
چار بنیے بکن ایں قطعہ معین می شاید * در چنیں نظم ترا بگذرد ز قافیہ سحر

اس واقعہ کے دو تین سال بعد جب ۱۰۱۹ھ[1] میں خداداد محل کی تعمیر مکمل ہوئی اور بادشاہ نے اس میں جشن خسروانہ ترتیب دے کر ارکان مملکت، اعیانِ دربار، امراء مقربین اور علماء و شعرا کو طرح طرح کے انعام و اکرام سے سرفراز کیا تو اس مجلس عیش و طرب میں میر کت معین سبزواری بھی موجود تھا اس نے فی البدیہہ قطعۂ تاریخ لکھ کر پیش کیا اور بہت بڑا انعام حاصل کیا۔ قطعہ

ایں قصر کہ ہست رشک فرمائے بہشت * ایام بآب زندگانیش سرشت[2]
تاریخ مرتب شدنش کلک قضا * برلوح بقا بنائے جاں بخش نوشت

---

[1] مولف تاریخ دکن حصہ دوم سلسلۂ آصفیہ نے ۱۰۲۰ھ لکھا ہے جو غلط ہے۔ (صفحہ ۳۳۱)
[2] مولف تاریخ ظفرہ نے قافیہ سرشت لکھا ہے (ص ۱۷۱) لیکن تاریخ قطب شاہی اور حدیقۃ السلاطین میں نوشت لکھا ہے جو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔

خواجہ علی شیرازی سفیر بیجاپور

۹۹۵ھ میں ملک التجار خواجہ علی شیرازی بیجاپور سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں آیا تھا تاکہ اس کی ہمشیرہ چاند سلطانہ کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں لانے کے لیے درخواست کرے۔ یہ سفارت بھی کامیاب رہی۔ کیونکہ محمد قلی کے تدبر و سیاست کا اقتضا یہی تھا کہ دکنی سلطنتیں آپس میں متحد و متفق رہیں۔ اس سفارت اور شہزادی چاند سلطانہ کی شادی کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے (صفحہ ۲۴۴)

شہنواز خاں سفیر بیجاپور

اس سفیر کی آمد کا ذکر بھی گذشتہ صفحات میں قلمبند کیا جا چکا ہے۔ دیکھو صفحات ۲۴۵۔ ۲۴۶۔

محمد قلی قطب شاہ کے سفیر

دوسری سلطنتوں کے سفیروں کی آمد کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے اپنی طرف سے جو سفیران سلطنتوں کو روانہ کئے ان کا بھی کچھ ذکر کر دیا جائے کیونکہ تالی ہمیشہ دو ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اور اعلیٰ تدبر کا اقتضا یہ تھا کہ دکنی سیاست کے توازن کو برقرار رکھنے کیلئے خود محمد قلی بھی موقعہ بموقعہ اپنے سفیر دوسری سلطنتوں کے یہاں روانہ کرتا۔

مولانا حاجی محمد اصفہانی

ایک متبحر عالم و فاضل تھا جس کو محمد قلی نے احمد نگر کے دربار میں روانہ کیا تھا۔ چنانچہ جس وقت مغلوں نے نظام شاہی حکومت پر حملے شروع کئے تو یہ وہاں موجود تھا صاحب برہان مآثر جو احمد نگر میں اس سے مل چکا تھا۔ اس کا ذکر ان القاب کے ساتھ کرتا ہے :-

افادت و افاضت انتباہ حقایق و معارف آگاہ مقرب درگاہ ربانی حاجی محمد اصفہانی (صفحہ ۵۹۰)

دوسری جگہ بھی اسی تعظیم و تکریم سے نام لکھا ہے:-

زبدۂ اصحاب صدق و ایقان مولانا محمد (صفحہ ۶۱۷)

سنہ ۱۰۰۴ھ میں جب احمد نگر میں تخت سلطنت کے لیے کئی دعویدار کھڑے کر دیے گئے تھے اور میاں منجھو اور چاند بی بی کے آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا تو محمد قلی قطب شاہ کے اس حاجب نے چاند بی بی کا ساتھ دیا اور میاں منجھو کی مخالفت کی۔

اس طرح جب مغلوں نے سرنگ لگا کر قلعہ احمد نگر کی فصیل میں رخنہ ڈال دیا اور اس کے ذریعہ سے انکی فوجیں قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کرنے لگیں تو چاند سلطانہ بنفس نفیس اس خطرناک مقام پر کھڑی ہو گئی اور مردانہ وار مقابلہ کرنے لگی۔ جب اس نازک حالت کی خبر احمد نگر میں مشہور ہوئی تو حاجی محمد اصفہانی بھی اپنے ملازمین کو لے کر چاند بی بی کی مدد کے لئے اس رخنہ پر پہنچ گیا اور اگرچہ وہ ایک عالم و فاضل بزرگ تھا لیکن وقت پر جنگجو بہادر رزم جو کی طرح سرفروشی کے لیے تیار ہو گیا اس واقعہ کی نسبت برہان مآثر میں لکھا ہے کہ:۔

"زبدۂ اصحاب صدق و ایقان مولنا حاجی محمد حاجب عالی حضرت سلطنت نصفت پناہ گردون بارگاہ محمد قلی قطب شاہ .... در منازل خویش ازیں واقعہ خبر یافتند بسرعت برق و باد بسوئے آں رخنہ شتافتند۔ و بضرب پیکان خارا گزار راہ آمد و شد بر جنود اعداء مسدود ساختند" (صفحہ ۶۱۷)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی سفارت کی خدمت کے لئے نہایت وفادار اور قابل اصحاب کا انتخاب کرتا تھا جو ہر موقعہ پر وہی کام کرتے جو محمد قلی کے حسب منشا ہوتا تھا۔

مہدی قلی سلطان

یہ بہت بڑا سپہ سالار اور مدبر تھا چنانچہ مغلوں کے مقابلے میں جب محمد قلی نے اپنی

فوجیں روانہ کیں تو اسی کو سپہ سالار بنا کر بھیجا تھا۔ اس کی شجاعت و بہادری کی نسبت اس کے ایک معصر علی بن عزیز اللہ طباطبا کی اتنی اچھی رائے تھی کہ وہ اس کو ان الفاظ سے یاد کرتا ہے:۔

"امارت و ایالت پناہ شجاعت و جلالت دستگاہ مہدی قلی سلطان طالش کہ در رسوم دلاوری و مردانگی ناسخ داستان دستان بود" (برہان ماثر صفحہ ۶۱۴)

احمد نگر کے مورخ کے یہ الفاظ حقیقت پر مبنی ہوں گے جب ہی تو محمد قلی نے ایک زبردست دشمن کے مقابلہ میں اس کو دو دفعہ روانہ کیا تھا لیکن مہدی قلی صرف ایک بہادر ہی نہیں بلکہ اعلیٰ مدبر بھی تھا کیونکہ اس کو ۱۰۱۱ھ میں ایران کا سفیر بنا کر روانہ کیا گیا اور یہ ظاہر ہے کہ اس خدمت کے لئے اس سے بہتر امیر محمد قلی کے یہاں کوئی نہ ہوگا۔ ورنہ وہ اس کو روانہ نہ کرتا جب کہ اس کو معلوم تھا کہ احمد نگر پر ابھی مغلوں کے حملے کا اندیشہ موجود ہے۔

مہدی قلی سلطان کے ساتھ سلطان محمد قلی نے شاہ ایران کو جو بیش بہا تحفے روانہ کئے تھے ان کا تذکرہ ابھی ابھی گذر چکا ہے۔

جنوب کی ریاستیں محمد قلی قطب شاہ کے بیرونی تعلقات کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کر دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں اس نے شمال کی طرف مغلوں کے تگ و تاز پر نظر رکھی اپنی سلطنت کے جنوب کی طرف بیجا نگر اور کرناٹک کے ہندو حکمرانوں کو بھی ابھرنے نہ دیا۔ چنانچہ وجیا نگر کے جانشین پینکنڈہ کی حکومت سے اس کے عہد میں جو طویل معرکے ہوتے رہے وہ اسی حکمت عملی کا نتیجہ تھے۔ اس نے ہمیشہ پینکنڈہ کے حکمران وینکٹ پتی کے ساتھ صلح و آشتی کو لڑائی پر ترجیح دی لیکن جب دیکھا کہ وہ اس کے باغیوں مثلاً

علی خاں لرستانی، علم خاں پٹھان، اور رکن دراج والی کشنکوٹ کو پناہ دیتا یا ان کی مدد کے لیے فوجیں بھیجتا ہے تو برابر اس سے مقابلہ کرتا اور اس کی سازشوں کو اپنے ملک سے باہر رکھنے کی کوشش کرتا ہے بعض وقت اس کو ایسے مواقع بھی دستیاب ہوئے کہ اس کی فوجیں دور تک پنکنڈہ اور دھیانگ کے علاقوں پر حملہ کرتی ہوئی گھس گئیں اور وہ چاہتا تو مزید حملوں کے ذریعہ سے اس سلطنت کو ختم کر سکتا تھا لیکن اس نے ونکٹ پتی کی صلح کی درخواستوں کو قبول کر کے اپنی فوجوں کو واپس بلا لیا۔

اسی طرح بعض باجگزار راجاؤں کو بھی ان کی بغاوتوں اور نافرمانیوں کے باوجود اس نے برقرار رکھا ورنہ راجچندر والی پناپور اور بھاؤ بلندر والی کشتم کوٹ کو وہ پہلے ہی ختم کر کے ان کے علاقے اپنی سلطنت میں شامل کر لیتا۔ اسی طرح ردیوار قوم کی استدعا پر اس نے اپنی فوجوں کو ان کے بالکلیہ تباہ و برباد کرنے سے منع کر دیا۔ یہ اس کے اعلیٰ تدبر کا نتیجہ تھا کہ اس نے ان ہندو ریاستوں کو قائم رکھا اور اس طرح اپنی ہندو رعایا کو اپنی سلطنت سے بدظن اور شکستہ خاطر نہ ہونے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آخر تک گولکنڈہ کی سلطنت کے استحکام و بقا کے لئے دکن کے ہندوؤں نے جان توڑ کوششیں کیں اور اس سلطنت کو اپنی سلطنت سمجھ کر مغلوں کے مقابلے میں اس کا ساتھ دیا۔

---

(۳)

ہندو رعایا کی سرپرستی

اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں اکثر ہندو راجاؤں سے معرکہ آرائیاں رہیں اور بعض ہندو امرا نے بغاوت بھی کی لیکن یہ اُسکے اعلیٰ تدبیر کا نتیجہ تھا کہ اُس کے عمائدین سلطنت اور مقربان و ملازمان خاص میں ہمیشہ بہت سے ہندو شامل رہے۔ اور ان میں سے بعض تو اپنی فہم و فراست اور بہادری کی وجہ سے ایسے بلند مرتبہ پر پہنچ گئے تھے کہ بادشاہ کو ان پر بڑا اعتماد تھا اور ان کی رائے اور اشارے سے بڑے بڑے مسلمان امیر اور سپہ سالار بھی بدل دیے جاتے تھے۔

محمد قلی نے اپنی ہندو رعایا اور امیروں کے ساتھ ہر وقت فراخدلی اور لطف و کرم کا برتاؤ کیا بعض موقعوں پر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں امتیاز ہی نہ کرتا تھا۔ اور ہمیشہ دونوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اکثر ہندو راجاؤں اور باغیوں کے مقابلے میں اُس نے اپنے ہندو امیروں اور بہادروں ہی کو روانہ کیا جنھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ بڑے سخت مقابلے کئے اور ان کی حکومتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ ہر مذہب و ملت کی رعایا کے ساتھ یکساں شفقت سے پیش آنے اور ان پر اعتماد کرنے میں محمد قلی نے کس اعلیٰ تدبر سے کام لیا تھا۔ یہاں ہم نمونے کے طور پر اس کے دو مشہور و معتمد ہندو امرا و عمائد کا تفصیلی اور بقیہ کا سرسری ذکر کرتے ہیں جس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ محمد قلی کے حسن اخلاق اور مذہبی رواداری نے گولکنڈہ کے ہندوؤں میں بھی کیسے کیسے جاں نثار سورما اور اعلیٰ پایہ کے امیر پیدا کر دیے تھے۔

آسیراؤ

محمد قلی کے ان معتبرین خاص میں تھا جنھوں نے آخر زمانے تک اس کے دست و بازو کا کام دیا اس پر بادشاہ کو اتنا اعتماد تھا کہ [illegible]ء میں خود محمد قلی میدان جنگ میں نکلا تو یہ اس کے ساتھ تھا اور موسلمورگ نندیال، کلکور، کندی کوٹ اور چنکینڈہ کی لڑائیوں میں برابر داد مردانگی دیتا رہا۔ آخر کار جب چنکینڈہ کا محاصرہ اٹھا کر محمد قلی دارالسلطنت کی طرف واپس ہونے لگا اور روانگی سے قبل اپنے مفتوحہ علاقوں کا انتظام کرنا شروع کیا تو قلعہ مسلمورگ پر آسیراؤ کو حاکم بنا کر اطراف و اکناف کا علاقہ اس کے تفویض کر گیا۔

آسیراؤ نے اس علاقہ میں ڈیڑھ دو سال تک قیام کر کے وہاں قطب شاہی حکومت کو اتنا مستحکم کر دیا کہ پھر موسلمورگ میں کوئی اندیشہ باقی نہ رہا۔ اس اثناء میں [illegible]ء میں جب کندراج والی کشتم کوٹ نے بغاوت کی تو آسیراؤ کو بھی اپنی فوجوں کے ساتھ امین الملک میر جملہ کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ کشتم کوٹ، سیکاکول، مدواڑہ، اور پنیاپور پر حملہ آور ہوا۔ اور جب پنیاپور کا راجہ رامچندر مطیع و منقاد ہو گیا اور اس کے بعض علاقے قطب شاہی سرحد میں شامل ہو گئے تو ان علاقوں کے انتظام کے لئے آسیراؤ اور ملک نائب کو وہیں چھوڑ کر ملک امین الملک کشتم کوٹ کی طرف واپس ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے علاوہ وزیر اعظم کو بھی اس پر پورا بھروسہ تھا۔

[illegible]ء میں جب کشتم راج ولد راوت راؤ کے اکسانے سے کندراج بنگالے کی طرف سے واپس ہو کر کشتم کوٹ پر حملہ آور ہوا تو آسیراؤ کو زین العابدین سپہ سالار کی مدد کے لئے روانہ کیا گیا۔

اور اس کی فوجیں کمندراج کو شکست دینے میں قطب شاہی لشکر کے پہلو بہ پہلو رہیں۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آسیراؤ شاہی دربار میں منسلک اور زیادہ تر حیدرآباد ہی میں قیام پذیر رہا کیونکہ اس کے بعد تاریخوں میں آسیراؤ کا نام پھر اس وقت آتا ہے جب کہ محمد قلی کا عہد حکومت ختم ہو رہا تھا اس اثناء میں کئی میر جملہ اور سپہ سالار بدل چکے تھے۔ اور عرصے کے امن و امان کے بعد ۱۰۱۹ھ میں پرتاب شاہ والی دستر نے قطب شاہی حدود میں دست اندازی شروع کی تھی۔ اس وقت جب عمال شاہی نے پایۂ تخت کو اطلاع بھیجی تو مرزا محمد امین جملۃ الملک نے اس مہم کو سر کرنے کے لیے قدیم جانباز آسیراؤ ہی کا انتخاب کیا اور اس کو سپہ سالار بنا کر سید حیدر اور امجد الملک کو اس کے ماتحت روانہ کیا۔ اس وقت تک آسیراؤ بڑا مقتدر اور صاحب جاہ و جلال امیر بن گیا تھا۔ اور خود اس کی اپنی فوجیں نہایت کثیر التعداد تھیں۔ اس وقت اسکو تشریفات شاہانہ سے سرفراز کر کے روانہ کیا گیا تھا یہ آخری خلعت تھی جو آسیراؤ کو محمد قلی قطب شاہ کے دربار سے عطا ہوئی تھی کیونکہ اس کے میدان جنگ سے واپس آنے سے قبل ہی یہ فرخندہ بادشاہ انتقال کر گیا۔

غرض آسیراؤ ۱۰۰۳ھ سے ۱۰۲۰ھ تک مسلسل ۱۷ سال محمد قلی کی فوجوں کا سردار رہا اور آخر کار ۱۰۱۹ھ میں تو سپہ سالار بھی بنایا گیا یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ مسلمان امراء و عائد مثلاً امجد الملک اور سید حیدر وغیرہ اس کے ماتحت میدان جنگ میں روانہ کئے گئے۔

دھرما راؤ | یہ ابتداء میں ایک معمولی شخص تھا چنانچہ ۱۰۰۶ھ میں جب دیوار قوم نے قطب شاہی حکومت

کے خلاف بغاوت کی اور راجمندری کا علاقہ خالی پا کر ایلور، نردول اور بھارجلی میں ہنگامہ آرا ہو گئے تو محمد قلی قطب شاہ نے بنفس نفیس کر کے سپہ سالار عادل خاں اور سر نوبت چنگیز خاں کو حکم دیا کہ فوراً راجمندری اور کاموریہ کے علاقہ میں پہنچ کر مخالفین کو سزا دیں۔ اور بعد کو میر زین العابدین اور عبدالکریم و الدار کو بھی انکی مدد کے لئے راجمندری سے روانہ کیا غالباً اسی فوج کے سرداروں میں دھرماراؤ بھی شامل تھا۔ اس وقت باغی دریا کے ایسے حصہ پر قابض تھے جہاں سے شاہی فوجوں کو عبور کرنا تھا۔ لیکن مخالفوں کی شرارت کی وجہ سے اس جگہ عبور کرنا مشکل ہو گیا اور کئی روز اسی پریشانی میں گزر گئے تو سپہ سالار نے دھرماراؤ کو روانہ کیا تاکہ کوئی دوسرا عبور کرنے کے قابل مقام تلاش کر آئے۔ چنانچہ دھرماراؤ نے دس بارہ کوس تک ندی کے کنارے کنارے سفر کر کے ایک راستہ نکال ہی لیا جہاں سے چنگیز خاں اور دیگر سردار دریا کو عبور کر کے باغیوں کے سر پر جا پہنچے غرض ردیوار قوم کو مطیع کرنے میں دھرماراؤ کی بہادری اور فراست کا بھی کچھ حصہ ضرور تھا۔

اس کے بعد سے زین العابدین کی نظر خاص دھرماراؤ پر پڑنے لگی جس کو اس نے اپنے ساتھ ہی میدان جنگ میں رکھا۔ اس اثنا میں ۱۰۰۰ھ میں جب راوت راؤ ملک امین الملک سے ناراض ہو کر حکومت کے خلاف بغاوت کی اور ہری چندر کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا تو ہری چندر نے وسنادیو کو اپنی مدد پر بلایا۔ وسنادیو بڑا مدبر اور طاقتور دشمن تھا جس نے نہایت ہوشیاری اور فن حرب کی پوری مہارت کے ساتھ قطب شاہیوں کا مقابلہ کیا اور جگہ جگہ ان کو پریشان کیا۔ اس وقت زین العابدین نے دھرماراؤ سے کام لیا جس نے دوسرے سرداروں مثلاً عبدالکریم، چنگیز خاں اور بھالے راؤ کے ساتھ قلعہ جلمور کا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ وسنادیو کو قلعہ والوں کی مدد کیلئے

ایک زبردست فوج روانہ کرنی پڑی لیکن دھرماراؤ اور اس کے ساتھیوں نے ایسا مردانہ وار مقابلہ کیا کہ بہت سے دشمن یا تو قید ہوگئے یا فرار ہوگئے۔ ان مسلسل ناکامیوں کو دیکھ کر وسناد دیو نے دھرماراؤ سے پناہ مانگی اور اسکے توسط سے پچاس ہزار ہون اور پچاس ہاتھی سپہ سالار کے یہاں روانہ کیے اور اتنا ہی خراج ہر سال ادا کرنے اور مستقل اطاعت گزار رہنے کا وعدہ کیا۔

اس صلح اور اطاعت گزاری میں معلوم ہوتا ہے کہ دھرماراؤ کا بڑا حصہ تھا۔ وہ بہادر ہونے کے علاوہ بڑا مدبر بھی تھا اور دشمن بھی اسکی راستبازی پر بھروسہ کرتے تھے۔ چنانچہ دھرماراؤ نے نہ صرف وسناد دیو کو مطیع و منقاد بنایا بلکہ ہری چندر کے بھتیجے بول بانترکو جو بانی فساد تھا وسناد دیو ہی کے ذریعے سے گرفتار کر لیا۔ اور اس کے بدلے میں وسناد دیو کے اعزہ واقربا کو آزاد کرا دیا۔ یہ ایک ایسی سیاسی چال تھی جس کی وجہ سے سلطنت میں بڑا امن وامان قائم ہوگیا۔

اس خدمت کی بناء پر محمد قلی نے دھرماراؤ کی جو قدر افزائی کی افسوس ہے کہ اس کا تاریخوں میں درج نہیں لیکن آثار سے ضرور پتہ چلتا ہے کہ روز بروز دھرماراؤ کی شخصیت اور اہمیت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا چنانچہ اس کے بعد ہی ۱۰۰۰ھ میں جب کشتم راج دلدراون راؤ نے بغاوت کی تو اس وقت بھی دھرماراؤ میدان جنگ میں اس کے مقابلے کے لئے موجود تھا۔ اور اب کے اس کی شخصیت اور اثر خود میر زین العابدین سالار سے زیادہ اہم ہوگئی تھی۔ چونکہ کشتم کوٹ کے علاقہ پر قبضہ کر لینے کے بعد سے مسلسل لڑائیاں جاری تھیں اور سمت مرتضیٰ نگر کی قطب شاہی فوج کا امن چین غائب ہوگیا تھا اس لئے اس موقعہ پر دھرماراؤ کی یہ رائے تھی کہ قلعۂ مداوڑہ کے فتح کرنے کی زحمتیں اٹھانے کی جگہ بہتر یہ ہے کہ کشتم کوٹ کے بعض علاقے وہاں کے سابق والی بلندر بھائی

کو عطا کر دیئے جائیں اور اسے مطیع و فرماں بردار رہنے اور سال بسال خراج روانہ کرنے کا وعدہ لیا جائے میر زین العابدین ایک جنگجو سپہ سالار تھا۔ وہ اس قسم کی مصلحت اندیشیوں کا قائل نہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جب عرصہ سے ہم اس مہم میں سرگرم ہیں تو پورے ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کرنے کے بعد ہی دم لینا چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دہرماراؤ نے اس کو بہت کچھ سمجھایا لیکن جب وہ اپنے خیال پر اڑا رہا تو سلطان محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں عریضہ روانہ کیا کہ عرصے سے شاہی لشکر باغیوں کا مقابلہ کر رہا ہے اور اب صورت حال اس امر کی متقاضی ہے کہ بھائی بلندر کو پہلے کی طرح ایک باجگذار راجہ بنا کر کچھ علاقے اس کے سپرد کر دیے جائیں۔

دہرماراؤ بادشاہ کی طبیعت سے واقف تھا اور اسی لیے سپہ سالار سے مایوس ہو کر اس کے خلاف اس نے اپنی رائے راست بارگاہ عالی میں روانہ کی۔ محمد قلی نے اس خط سے اتنا اثر لیا کہ زین العابدین کو سپہ سالاری سے ہٹا کر واپس بلا لیا اور سید حسن ابن مصطفیٰ خاں کو روانہ کیا۔ یہ مقابلتہً کم عمر تھا اور چونکہ اس کو شاہی خاندان سے قرابت تھی اس لیے دہرماراؤ نے اس حیثیت اور سپہ سالار کی تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر بلندر بھائی کے بھتیجے ہری چند کو معافی مانگ لینے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ ہری چند اس علاقے کے بہت سے بہادروں کے ساتھ دہرماراؤ سے آملا۔ اور بھائی بلندر کے بالکلیہ استیصال میں اس کا مددگار ثابت ہوا۔ غرض دہرماراؤ کی ہوشیاری سے کشم کوٹ کا علاقہ پھر باغیوں سے خالی ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد آٹھ نو سال تک قطب شاہی سلطنت میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور دہرماراؤ دربار شاہی میں باریاب رہا۔ آخر کار ۱۰۱۸ھ میں جب وسنا دیو نے کشم کوٹ کے علاقے میں داخل ہو کر تاخت و تاراج کرنا

شروع کیا تو محمد قلی قطب شاہ نے دہرماراؤ اور چنگیز خاں کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اس زبردست فوج کے ڈر سے ونسادیو قلعوں میں محصور ہو گیا اور اس کے علاقوں کو شاہی فوجوں نے پامال کرنا شروع کیا۔ اس موقعہ پر بھی دہرماراؤ کی سیاسی جوڑ توڑ نے اپنا رنگ دکھایا یعنی جس طرح پہلے بھائی بلند کے بھتیجے ہری چندر کو اس نے مخالفین سے توڑ لیا اسی طرح ونسادیو کا بھتیجا کشناراج بھی اس جنگ میں شاہی لشکر سے آملا۔ اس دفعہ بھی یقیناً دہرماراؤ کا ہاتھ ہوگا۔ وہ خفیہ مراسلت اور نامہ و پیام کے ذریعے سے لوگوں کا دل موہ لینے میں استاد تھا۔ غرض جب کشناراج قطب شاہی لشکر کی طرف آیا تو دہرماراؤ اور چنگیز خاں دونوں نے بڑے اعزاز و اکرام سے اس کا استقبال کیا۔ اس قدر افزائی کا حال سن کر اور بہت سے ہندو بہادر بھی کشناراج اور دہرماراؤ سے آملے۔ اس واقعہ کا ونسادیو پر اتنا اثر پڑا کہ وہ بیمار ہو گیا اور آخر کار وفات پائی۔

اب دہرماراؤ کے تدبر و سیاست کے لئے ایک نئی جولانگاہ نکل آئی۔ اس نے ایک طرف تو ونسادیو کے اعیان سلطنت کو لکھ بھیجا کہ اب لڑنا بے سود ہے اس لیے اطاعت قبول کرلیں[1]۔ اور دوسری طرف کشناراج کو وہاں کا راجہ بنانے کے امکانات پر غور کرنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود ونسادیو کے امرا

---

[1] دہرماراؤ کے خط کے الفاظ تاریخوں میں اس طرح مرقوم ہیں:۔
"خسرو زماں خان اعظم چنگیز خاں را با لشکر عظیم بعزم تسخیر آں بلاد روانہ فرمود دولت۔ باید کہ بدستور جمیع راجہائے ایں بلاد مطیع و منقاد گردیدہ مالگزار شوید۔ و الا خان اعظم مملکت موروثی را از دست تصرف شما انتزاع خواہد کرد" تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸) تاریخ حدیقۃ العالم صفحہ (۲۵۳)

لے کشناراج کو جانشین بنانے کی استدعا کی۔ اور دھرماراؤ نے کشناراج سے کہا کہ اگر تم کو وناد دیو کا جانشین بنائیں تو بادشاہ کی خدمت میں کیا نذر دو گے اور ہر سال کتنا باج روانہ کرو گے۔ کرشناراج کے لیے تو یہ ایک غیر متوقعہ خبر تھی اس نے جی کھول کر وعدے کر لئے اور ان کے ایفا کے لئے بڑی بڑی قسمیں کھائیں۔ غرض دھرماراؤ نے ہر طرح سے مطمئن ہو کر کرشناراج کو خود اپنے سامنے راجہ بنا کر وناد دیو کے پایہ تخت کیطرف روانہ کیا۔ تاریخ کے حسب ذیل جملہ سے کہ :۔

"بتشریفات شاہانہ واسپ بازین زرد کلاہ و کمر از جامدار خانہ بادشاہی ہمراہ خود داشتہ سرفرازش گردانیدہ باشوکت تمام بجانب متقروناد دیو روانہ کرد"[1]

پتہ چلتا ہے کہ دھرماراؤ پہلے سے یہ سوچ کر نکلا تھا کہ کرشناراج کو وناد دیو سے توڑ لونگا اور اس کو راجہ بنا کر روانہ کرونگا۔ ورنہ ان تمام لوازمات کے جامدار خانہ شاہی سے لے کر نکلنے کا کیا موقع تھا۔ اور نہ کسی دوسری لڑائی کے وقت فوج کے ساتھ ایسے لوازم کے روانہ کرنے کا تاریخوں میں ذکر ملتا ہے۔ غرض دھرماراؤ اپنے منصوبے میں کامیاب رہا اور کرشناراج سے ایکسو پچاس ہزار ہون اور ایکسو پچاس ہاتھی وصول کر کے محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیے۔ اس کے بعد اگرچہ بقیہ نصف رقم اور ہاتھیوں کے دینے میں کرشناراج نے کچھ عرصے تک عذر کیا لیکن آخر کار وہ پوری طرح مطیع و منقاد ہو گیا۔ اور پھر کبھی بغاوت نہ کی۔ اس طرح دھرماراؤ کے تدبر نے محمد قلی قطب شاہ کے ماتحت ایک نئے

[1] تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸)

باجگزار راجہ کا اضافہ کیا۔

دوسرے ہندو امیر

آسپراؤ اور دہرمار اؤ کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے اور دس حسب ذیل ہندو امراء و عمائد بھی قابل ذکر ہیں۔ ۱) جگپت راؤ ۲) سری راؤ ۳) سابا جی ۴) بھالے راؤ ۵) اکندراج ۶) شنکر راج ۷) ہری چندر ۸) رامچندر ۹) راوت راؤ ۱۰) کرشنا راج

جگپت راؤ

وہ قطب شاہی امیر ہے جس کو محمد قلی نے ۱۰۰۳ھ میں قلعہ نندیال اور اس کے اطراف و اکناف کی حکومت سپرد کی۔ یہ قلعہ خود بادشاہ نے بڑے سخت مقابلے کے بعد فتح کیا تھا۔

سری راؤ

۱۰۰۹ھ میں قلعہ کشم کوٹ اور اس کے اطراف کے علاقوں کا حاکم بنایا گیا تھا۔ یہ قلعہ سالہا سال کی لڑائیوں اور تباہیوں کے بعد فتح ہوا تھا اور جب اس کی فتح کی اطلاع حسین سپہ سالار نے بادشاہ کے یہاں روانہ کی تو اس کی حکومت کے لئے اس نے فوراً اپنے اس امیر سری راؤ کو نامزد کیا۔

سابا جی

قطب شاہی لشکر میں سر نوبت کے عہدہ پر فائز تھا اور جب محمد قلی ۱۰۰۲ھ میں موسلمورگ، نندیال، کندی کوٹ اور پینکنڈہ وغیرہ قلعوں پر معرکہ آرا ہوا تو یہ اس کے ساتھ تھا اور جب بادشاہ پایہ تخت واپس ہونے لگا تو اس کو دوسرے سرداروں کے ساتھ نئے مفتوحہ علاقے کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا تھا۔ اس کے بعد جب وینکٹ پتی نے قطب شاہی علاقے میں ریشہ دوانی شروع کی تو سابا جی کو بادشاہ نے حکم دیا کہ اعتبار خاں یزدی کے ساتھ بیجانگر کے علاقہ پر حملہ کرے، چنانچہ سابا جی کی فوجوں نے بیجانگر میں گھس کر قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ و برباد کیا۔ اس اثناء میں جب راجہ اودگیر مقابلے کے لئے نکلا تو سابا جی کو دوسرے سرداروں

[redacted]

کے ساتھ روانہ کیا گیا جنھوں نے ایسا دل توڑ کر مقابلہ کیا کہ دشمن کے تین چار ہزار سپاہی مارے گئے۔ اس فتح کے بعد ساباجی قطب شاہی فوجوں کے ساتھ بیجانگر کی سرحد میں ایک مہینہ کا راستہ طے کرکے شہر کالیر پر حملہ آور ہوا اور اس دولتمند شہر کو لوٹ لیا۔

ان کامیابیوں کے کچھ عرصہ بعد جب ۱۵۸۱ء میں ساباجی کے بعض ساتھی مثلاً بھالے راؤ خانخاناں اور علم خاں نے امین الملک کی سختی سے تنگ آکر قطب شاہی حکومت کے خلاف بغاوت کی تو غالباً یہ بھی ان میں شریک تھا۔ اور بعد کو معافی مانگ لی چنانچہ ۱۵۸۵ء میں جب راجمندری میں ردیوار قوم کی بغاوت کچلنے کے لئے مرتضیٰ نگر سے فوجیں روانہ کی گئیں تو ساباجی بھی ان کے ساتھ تھا اور اس نے سپہ سالار میر زین العابدین کی خواہش پر دو ہزار فوج کے ساتھ دریائے کرشنا کو عبور کرنے کا ایک نیا راستہ ڈھونڈ نکالا اور قطب شاہی فوج کو تباہی سے بچا لیا۔

بھالے راؤ ساباجی کا دوست اور رفیق کار تھا اور اپنی جاگیر واقع مرتضیٰ نگر سے بادشاہ کے حکم پر پینکنڈہ پر حملہ کرنے کے لئے اعتبار خاں کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ اور جب یہ مہم فتح ہوگئی تو مرتضیٰ نگر ہی کے علاقے میں مقیم تھا کہ علم خاں وغیرہ کے ساتھ بغاوت میں شریک ہوکر بیجانگر کی طرف بھاگ گیا بعد کو شاید معذرت خواہ ہوکر پھر محمد قلی کی ملازمت اختیار کرلی تھی کیونکہ ۱۵۸۸ء میں جب راوت راؤ اور دوسرے منصبداروں نے بغاوت کی تو بھالے راؤ کو دھرما راؤ عبدالکریم اور چنگیز خاں کے ساتھ قلعہ جلور کے محاصرہ کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔ جہاں اس نے دو مہینوں تک اہل قلعہ کا مقابلہ کیا۔

ساباجی اور بھالے راؤ کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کے لطف و کرم کے بھروسے پر

ہندو امرا باغی ہو جانے پر بھی معافی مانگ لیتے اور دوبارہ شاہی نوازشات سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

مکند راج | بھائی بندروالی کشم کوٹ کا بیٹا تھا اور اپنے باپ کے انتقال کے بعد جب بارہ سال کی عمر میں کشم کوٹ کا راجہ ہوا تو نذر پیش کرنے کے لیے محمد قلی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ بھائی بلند تیس سال سے شاہی خراج پابندی سے ادا کرتا رہا تھا اس لیے جب اس کا لڑکا مکند راج محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو بادشاہ اس کے ساتھ بہت لطف و کرم سے پیش آیا اور اس کی جو قدر افزائی کی اس کا حال خود تاریخ کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"فرمان ہمایوں بنام امرا و راجہائے کشم کوٹ شرف نفاذ یافت کہ حکومت آں بلاد بہ مکند راج مرحمت فرمودیم باید کہ از اطاعت او تخلف نورزید........ با تحف و ہدایای لائق او بدرگاہ والا آوردہ بشرف آستان بوسی مشرف گشت۔ و تشریفات شاہانہ و اسپ بازین زر و کلاہ و کمر و آفتاب گیر سرفراز گردید۔ بشوکت تمام مراجعت نمود"

لیکن یہ صرف بارہ سال کا تھا اس لیے جب اپنی راجدھانی کو واپس ہوا تو بعض مفسدوں کے بہکانے سے اپنے ایک عزیز دیوراج کو قتل کر دیا جس کی وجہ سے محمد قلی بہت ناراض ہوا اسکے بعد مکند راج ویدیادر کے بہکانے سے خراج ادا کرنے میں بھی عذر کرنے لگا اور برلاس خاں کو جو کشم کوٹ میں قطب شاہی رزیڈنٹ تھا قید کر لیا۔ محمد قلی نے اس کی کم عمری کا لحاظ کر کے اس کو سمجھانے کے لیے کئی آدمی روانہ کئے اور بعد کو خود بھی جانا چاہتا تھا لیکن امین الملک نے منع کیا اور خود فوج لے کر چڑھ آیا۔

[redacted]

مکندراج نے امین الملک کی پند و نصیحت کی بھی کوئی پروا نہ کی اور آخر کار تمام عمر پریشان رہا۔

بادشاہ نے کشم کوٹ کے علاقہ کو پوری طرح سے فتح کر کے اپنے ایک امیر ہری راؤ کے سپرد کر دیا۔

شنکر راج بھائی بلندر کا بھتیجا اور مکندراج کا عم زاد بھائی تھا۔ یہ اپنے چچا کے زمانے ہی سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار کے عمائدین میں شامل تھا جب کم عمر مکندراج بغاوت پر تل گیا تو بادشاہ نے اسکے اس چچیرے بھائی کو علی خاں اور مجاہد خاں کے ساتھ ملک امین الملک کے ماتحت روانہ کیا۔ شنکر راج کو محض اس لئے روانہ کیا گیا تھا کہ مکندراج کم از کم اس کے اثر سے بغاوت سے باز آئے لیکن جب شنکر راج نے دیکھا کہ وہ کسی طرح باز نہیں آتا تو اس کے خلاف صف آرا ہوا اور میدانِ کارزار میں اس جانبازی کے ساتھ مکندراج کی فوجوں میں گھس پڑا کہ آخر کار وہ شکست کھا کر بھاگ نکلیں لیکن افسوس ہے کہ خود شنکر راج اس لڑائی میں ۱۰۰۰ھ میں کام آیا۔

ہری چندر یہ بھی بھائی بلندر کا بھتیجا اور غالباً شنکر راج کا حقیقی بھائی تھا۔ اور اسی کے ساتھ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں منسلک تھا۔ اس نے بھی شنکر راج کے ساتھ مکندراج کے مقابلے میں کارنمایاں انجام دیئے تھے۔ اور اپنے بھائی کے مرنے کے بعد محمد قلی ہی کے دربار میں معزز و ممتاز تھا۔ لیکن ۱۰۰۱ھ میں جب راوت راو ملک امین الملک کے برتاؤ سے ناراض ہو کر قطب شاہی فوج سے نکل گیا اور حکومت کے خلاف بغاوت کی تو اس نے ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور خفیہ طور پر لکھ بھیجا کہ اگر اس وقت تم میرا ساتھ دو تو میں تمہیں کشم کوٹ کا راجہ بننے میں مدد دوں گا

حکومت کا لالچ بڑا برا ہوتا ہے۔ ہری چند محمد قلی جیسے مہربان بادشاہ کے خلاف راؤ ت راؤ کے ساتھ شریک ہوگیا۔ اور عرصہ تک شاہی فوج کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار ۱۰۰۰ھ میں جب دھرم راؤ کی شکایات پر سید حسن سپہ سالار مقرر ہو کر آیا اور زین العابدین واپس بلا لیا گیا تو اس تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر غالباً دھرم راؤ کے اشارے سے ہری چند بہت سے بہادروں کے ساتھ قطب شاہی لشکر میں آملا۔ اور گزشتہ بغاوت کی تلافی کرنے کے لئے یہ رائے دی کہ جانی بلندر کا استیصال اس طرح ہو سکتا ہے کہ سرحد پر اور بعض راستوں پر جہاں سے وہ بھاگ سکتا ہے یا جہاں سے اس کو رسد مل سکتی ہے چند قلعوں کو مستحکم کیا جائے اور بڑی بڑی فوجیں متعین کی جائیں۔ ہری چند کی یہ رائے بڑی معقول تھی اور اس پر عمل کر کے سید حسن نے تین قلعے مصطفیٰ آباد، شاہ آباد اور محمد آباد بنائے اور ان میں زبردست فوجیں ملک نائب کی نگرانی میں متعین کیں۔ اس طرح سے باغیوں کی آمد و رفت اور رسد کی فراہمی مشکل ہوگئی۔ آخر کار قلعہ کشم کوٹ پر قطب شاہی فوج کا قبضہ ہو گیا اور ہری راؤ کو وہاں کی حکومت سپرد کر دی گئی۔ اس طرح کشم کوٹ کی بغاوت کے استیصال اور تین مشہور قطب شاہی قلعوں کی تعمیر میں ہری چند نے بہت بڑا حصہ لیا۔

رام چندر پتاپور کا راجہ تھا جو کشم کوٹ کی سرحد پر ایک چھوٹی سی ریاست تھی اس نے مکند راج کی مدد کے لئے ۱۰۰۰ھ میں قطب شاہی سلطنت سے لڑائی مول لی۔ جس کی وجہ سے امین الملک اس کے ملک پر حملہ آور ہوا اور راستے کے پورے جنگل کو آگ لگا دی۔ امین الملک کی فوج کا

[redacted]

اتنا رعب پڑا کہ آخر کار رام چندر نے اطاعت قبول کر لی اور سال بسال خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا اس طرح سے اس کا ملک تباہی سے بچ گیا اور وہ قطب شاہی باجگزار راجاؤں میں شامل ہو کر امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگا۔

راوت راؤ بڑا زبردست ہندو سردار تھا جو اپنی کثیر التعداد پیادہ فوج اور بہادری و جاہ و جلال کی وجہ سے ممتاز تھا۔ اور عرصہ تک محمد قلی قطب شاہ کی فوج کے ساتھ اخلاص اور دولت خواہی کی خدمات انجام دیتا رہا۔ آخر کار ۱۰۰۹ھ میں میر جملہ امین الملک کے بعض احکام سے ناراض ہو کر رات کے وقت فوج شاہی سے علٰحدہ ہو گیا اور ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کر لیا لیکن بہت جلد قطب شاہی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔

کرشنا راج وسنادیو کا بھتیجا تھا اور ۱۰۱۸ھ میں اپنے چچا سے کسی بات پر ناراض ہو کر دہرما راؤ کے اشارے سے میدان جنگ میں قطب شاہی فوج سے آملا اور اس کے بعد جب وسنادیو کا انتقال ہو گیا تو دہرما راؤ نے اس کو راجہ بنا کر روانہ کیا۔ اس کا حال دہرما راؤ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔ یہ محمد قلی قطب شاہ کا ایک باجگزار راجہ تھا۔

مذکورۂ بالا خاص شخصیتوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں اور متعدد برہمن، نائک، داڑی، متعدم اور ردیوار قوم کے ہندو سردار بھی موجود تھے جن پر اس کو کامل اعتماد تھا اور جو مسلمانوں کے دوش بدوش قطب شاہی سلطنت کے استحکام اور ترقی میں کوشاں رہتے تھے۔

(۴)

ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت و قدر افزائی

بعض مورخوں نے سلطان محمد قلی پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ مذہبی تعصب کی وجہ سے ملک کے سنی باشندوں کے مقابلے میں شیعہ ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کیا کرتا تھا۔[1] لیکن یہ بات بالکلیہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو اس کے امراء و عمائدین میں امین الملک، فتح الملک، خداوند خاں، خیرات خاں، عبدالکریم، حسن علی، اور انور خاں وغیرہ جیسے بڑے بڑے دکنی اور سنی شامل تھے۔ اور دوسری بات یہ کہ ایرانی نوواردوں کی سرپرستی اور قدر افزائی مذہبی سے زیادہ سیاسی اسباب کا نتیجہ تھی۔ سب سے پہلا اور سب سے اہم سبب تو یہ تھا کہ ہر شخصی حکومت میں بادشاہ اپنی حفاظت اور استحکام کے لئے بالعموم نئے نئے ملازموں کو مامور کرتا ہے اور بعض وقت قدیم ملازموں کو ہٹانا بھی ضروری سمجھتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ ؏

[1] مثلاً تاریخ دکن، سلسلۂ آصفیہ، حصہ دوم صفحہ ۲۹۴ پر لکھا ہے:۔

"محمد قلی بھی پکا شیعہ تھا اس لئے اس سلطنت میں تمام سرکار دربار میں شیعہ ہی شیعہ امرا تھے۔ اور اس لیے وہ کسی سنی کو ہرگز امورات سلطنت میں دخیل نہیں ہونے دیتے تھے۔ مگر چونکہ شیعہ آدمی اس کثرت سے نہیں مل سکتے تھے کہ جو تمام امورات سلطنت کا بندوبست کر سکیں اس لیے تمام مالگزاری کے اور نیز متفرق کام ہندوؤں کے ہاتھ میں رہتے تھے۔"

اسی قسم کا خیال تقریباً انہی الفاظ میں تاریخ دربار آصف گلزار دوم صفحہ ۱۹۱ پر بھی درج ہے۔

ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت

نئے ملازموں اور مددگاروں میں بھی باہر سے آئے ہوئے یا غیر ملکی اشخاص کا تقرر اور بھی زیادہ قرین مصلحت سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ملک اور اہل ملک کی دیرینہ خوبیوں یا خرابیوں سے ناواقف ہوتے ہیں اور جو کوئی ان کی سرپرستی کرتا ہے وہ اس کے دست گرفتہ ہونے کی وجہ سے اسی کی خدمت گزاری کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ اور اپنے آقا کے کام میں خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق اپنی جان تک دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

ملک کے موروثی امرا اور قدیم معاشدار اور جاگیردار لوگ جہاں اکثر سلطنت کی قوت ثابت ہوتے ہیں بعض وقت کسی ملک یا بادشاہ کے لئے خطرناک بھی بن جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی جڑیں ملک میں دور دور تک گڑی ہوتی ہیں اور ان کا اثر و اقتدار جس وقت چاہے بادشاہ کی ذات کے خلاف کام کر سکتا ہے۔ چنانچہ اکثر بادشاہوں کی جانشینی کے مسائل ایسے ہی امرا کی مصلحتوں اور دیگر اغراض کی وجہ سے الجھنوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ جب کبھی اپنے بادشاہ سے کسی وجہ سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کے بھائی یا قرابتدار کو تخت کا دعویدار بنا کر بادشاہ کے خلاف سازش کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ خود محمد قلی کی زندگی میں ایسا واقعہ دو دفعہ پیش آ چکا ہے کہ ملک کے قدیم امرا شاہ عبدالقادر اور شہزادہ خدابندہ کو اس کے مقابلہ میں ٹکرا کر کے اس کی زندگی کے لئے خطرہ کا باعث بن گئے تھے۔

اسی وجہ سے ہر ملک کے خود مختار بادشاہ ہمیشہ اجنبیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کر کے انہی سے اپنی حفاظت کا کام لیتے رہے ہیں۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اسی حکمت عملی پر کاربند تھا۔ بادشاہوں اور وزیروں کی یہی سیاسی چال تھی جس کی بنا پر دکن میں ہمیشہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑا پیدا ہوتا رہا۔ ہر بادشاہ یا مقتدر امیر نے نئے اور زیادہ تر غیر ملکی لوگوں کو اپنا مشیر و مددگار بنانے کی کوشش کی اور اس طرح جو لوگ پہلے سے ملک میں موجود تھے وہ ہمیشہ ان نوواردوں سے رشک و حسد اور ان کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ اور اگرچہ بعض وقت وہ اپنی کوششوں میں کامیاب بھی رہے لیکن اکثر ناکام ہونا پڑا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اور اُن کی اولاد ناقدری اور ذلت کی زندگی گذارتے گذارتے اپنی اکثر اعلیٰ صلاحیتوں کو بھی کھو بیٹھی۔

غرض محمد قلی قطب شاہ بھی ایک مطلق العنان بادشاہ تھا اور اگر اس نے اپنے پیشروؤں کی دیرینہ سنت پر شدت سے عمل کیا تو کوئی تعجب کا مقام نہ تھا۔ رہا شیعوں کی سرپرستی کرنا تو اس پر بھی وہ مجبور تھا کیونکہ اس زمانے میں جتنے لوگ دہلی، آگرہ، بیجاپور کا رخ نہ کر کے گولکنڈہ آتے تھے وہ زیادہ تر شیعہ ہی ہوتے تھے۔ اس لیے کہ محمد قلی کے مذہبی عقائد اور خاص کر حبِ اہلبیت نبی کا دور دور تک چرچا تھا۔ چنانچہ اس کی زندگی ہی میں، جب کہ وہ حیدرآباد کا شہر بنا اور بسا رہا تھا، احمد نگر میں ایک تاریخ برہان مآثر لکھی جا رہی تھی۔ اس کا مصنف جب محمد قلی کا نام لیتا ہے تو اس کی اسی خصوصیت پر زور دیتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"عالی حضرت اعظم ہمایون سلیمان ظل سبحانی المؤید بتائید اللہ خادم اہل بیت رسول اللہ
محمد قلی قطب شاہ" صفحہ ۵۹۰

"عالی حضرت سلطنت و حشمت پناہ نصفت و معدلت دستگاہ خادم اہل بیت رسول اللہ
محمد قلی قطب شاہ" صفحہ ۶۲۵

حالانکہ اس کتاب میں دوسرے ہمعصر بادشاہوں خاص کر ابراہیم عادل شاہ ثانی کا نام بھی کئی جگہ بڑے ادب و احترام سے لکھا گیا ہے لیکن ابراہیم کو یا کسی اور بادشاہ کو کسی جگہ خادم اہلبیت رسول اللہ نہیں لکھا گیا۔

اس کے علاوہ محمد قلی کے سنی امرا و عمائدین نے چونکہ دو تین وقت اس کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا تھا اس لیے وہ حق بجانب تھا اگر اس کو سنیوں پر کوئی اعتماد باقی نہ رہا اور اس نے عمداً شیعوں اور ایرانیوں کی سرپرستی شروع کر دی تھی۔

ان حالات کے تحت حیدرآباد میں کثرت سے اہل ایران جمع ہو گئے۔ جو لوگ محمد قلی کے عہد سے پہلے ہی یہاں موجود تھے ان میں میر شاہ میر اصفہانی، امیر زنبیل استرابادی، ہندی قلی سلطان، اور اعتبار خاں یزدی بہت بڑے امیر او رعمائدین سلطنت میں شمار کیے جاتے تھے۔
اس کے عہد میں جو ایرانی حیدرآباد آئے ان میں میر مومن استرابادی، میر ضیاء الدین محمد نیشاپوری علی بن عزیز اللہ طباطبا، اور مرزا محمد امین بہت مشہور ہوئے۔ خاص کر میر مومن اور مرزا محمد امین

نے تو وہ رتبہ حاصل کیا کہ شاید ہی کسی بادشاہ کے زمانے میں کسی نووارد کو حاصل ہوا ہو۔ چونکہ ان دونوں کو محمد قلی سے خاص تعلق رہا ہے اس لئے ان سے متعلق چند امور کا یہاں درج کرنا ضروری ہے

میر مومن استراباد کے مشاہیر سادات میں سید شرف الدین ساکی کے فرزند اور سید فخر الدین ساکی کے خواہرزادے اور شاگرد تھے۔ یہ مؤخر الذکر میر غیاث الدین منصور کے کے اعظم تلامذہ میں شمار کیا جاتا تھا اور اسی کے ساتھ میر مومن شاہ طہماسپ کے دربار میں آئے اور شاہزادہ سلطان حیدر مرزا کی تعلیم اور اتالیقی کی خدمت پر مامور ہوئے تھے[1]۔ کچھ عرصہ بعد جب شاہزادہ کا انتقال ہو گیا اور میر صاحب کے مخالفین اور حاسدین نے ان کے خلاف دہریت اور الحاد کا الزام لگا کر ان کو خارج البلد کرنے کی کوشش کی تو وہ خود قزوین سے ۹۸۶ھ میں عراق و عرب کے سفر پر نکل کھڑے ہوئے اور حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد محرم ۹۸۹ھ میں گولکنڈہ پہنچے۔

چونکہ بڑے عالم و فاضل اور مدبر و دانشمند اور خلیق و منکسر مزاج تھے اس لئے یہاں رفتہ رفتہ ان کی شہرت پھیلنے لگی۔ ان کو درس و تدریس کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اکثر طلبہ اور علماء ان سے استفادہ کرتے تھے۔ آخر کار پانچ چھ سال کے عرصے میں اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ

---

[1] حضرت میر مومن کے تفصیلی حالات زندگی پر راقم نے ایک علٰحدہ مبسوط کتاب لکھ کر شائع کی ہے اس لیے یہاں صرف مختصر اور ضروری باتیں درج ہیں۔

[redacted]

کی وجہ سے محمد قلی قطب شاہ کو اپنا اتنا زیادہ معتقد بنا لیا کہ وہ ان کو اپنی سرکار و دربار میں دخیل کئے بغیر نہ رہا چنانچہ پیشوائے سلطنت جیسی اہم خدمت ان کے سپرد کی یہ عہدہ نائب بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور سلطنت میں سب سے بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا۔

میر مومن کے پیشوائے سلطنت بننے کے بعد ہی تاریخ دکن میں دو اہم واقعات ظہور پذیر ہوئے یعنی شہر حیدرآباد کی بنا اور شہدائے کربلا کے نام کے علم مبارک کی استادگی۔ اور ان دونوں امور میں میر صاحب کی دلچسپی کو بھی دخل تھا۔ اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کیا جا سکتا کہ محمد قلی نے اپنے عقائد میں جو پختگی پیدا کی اور خادم اہل بیت رسول اللہ کا لقب حاصل کیا اس کا سہرا میر مومن ہی کے سر ہے۔ حیدرآباد میں شیعہ عقائد کی عام طور پر ترویج اور عاشور خانوں اور علموں کا قیام اور دیگر مذہبی مراسم کا آغاز محمد قلی نے ۱۰۰۰ھ کے لگ بھگ کیا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امور میر صاحب کے عہدۂ پیشوائی کے اولین ثمرات ہیں۔

اس پیشوائی کے قیام کے بعد دوسرا اہم واقعہ جو پہلے کے ساتھ ساتھ یعنی تقریباً ایک ہی زمانے میں وقوع پذیر ہوا شہر حیدرآباد کی بنا تھا۔ اس وقت محمد قلی نے ایک متمدن اور ترقی یافتہ شہر کا جو نقشہ ڈالا اس کے بنانے میں میر مومن پیشوائے سلطنت کی رائے بھی ضرور شامل ہوگی۔ چارمینار کی وجہ تعمیر میں تعزیہ کو دخل ہو یا نہ ہو اس کا روضۂ حضرت امام رضا کی طرح شہر کے درمیان میں بنایا جانا اور اس کے چاروں طرف بڑی بڑی سڑکوں کی تعمیر حضرت میر مومن ہی کا

مشورہ ہوسکتا ہے۔ اس سے زیادہ اہم واقعہ جس میں میر صاحب نے ذاتی دلچسپی لی یہ تھا کہ شہر کے بازاروں، محلوں، مسجدوں، عاشور خانوں اور حماموں کے ساتھ ساتھ اہل شہر کے لئے ایک پاک صاف قبرستان کی جگہ کا تعین بھی پہلے ہی سے کر لیا گیا۔

اس کام کے لئے میر صاحب نے جس مقام کا انتخاب کیا اس میں کونسی خوبیاں پیش نظر تھیں اس کا تفصیلی بیان ہم نے "سوانح میر مومن" میں درج کر دیا ہے اس لئے یہاں اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ انھوں نے اپنے صرفے سے اس قبرستان کو چمنستان کی طرح آراستہ کیا اور اس میں کربلائے معلی سے خاک پاک منگوا کر بچھوائی۔

میر مومن صاحب اگرچہ بظاہر مولوی اور دیندار آدمی تھے لیکن محمد قلی قطب شاہ اور اس کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں جملہ امور سلطنت انہی کی رائے اور مشورے سے انجام پاتے تھے۔ چنانچہ سنہ ۱۰۲۰ء میں شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی اور سنہ ۱۰۲۱ء میں مرزا محمد امین میر جملہ کا تقرر انہی کی رائے سے انجام پایا۔ اس زمانے میں بیرون ہند سے جتنے عالم اور قابل لوگ آتے وہ میر صاحب ہی کی سعی و سفارش سے دربار قطب شاہیہ میں باریابی پاتے تھے۔ چنانچہ علامہ محمد ابن خاتون انہی کا شاگرد اور فیضیافتہ تھا جو بعد کو سلطان محمد کے عہد میں ایران کی سفارت پر بھیجا گیا اور سلطان عبد اللہ کے عہد میں پیشوائے سلطنت بنایا گیا۔

وہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ چنانچہ جب سنہ ۱۰۲۲ء میں سلطان محمد قطب شاہ پیدا ہوا تو

انھوں نے [illegible] محمد قلی کے حضور میں پیش کیا تھا ؎

باز عالم [illegible] کامرانی [illegible] است	صد بشیر کامرانی می برد ہر سو خبر
[illegible]	پیر شہزادہ بر چرخ می تابد دگر
رونق عز و شرف سلطان محمد زان کہ ہست	ہر دو عالم یک صدف زین آں عالی گہر
خواستم تاریخ آں فرخندہ گوہر عقل گفت	اول کام است فیروزی و اقبال ظفر
[illegible]	سرور عالم شوی در ظل اقبال پدر

[illegible] میر مومن نے خاص حصہ لیا تھا جب ہی تو وہ ایسا زاہد مرتاض اور پاک باز بادشاہ ثابت ہوا۔ میر مومن اس کو بہت چاہتے تھے۔ چنانچہ شہزادے کے ساتھ اس کی شادی انہی کی ایما سے کی گئی اور محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد سلطان محمد کی تخت نشینی کے وقت بھی میر مومن نے ذاتی دلچسپی اور مستعدی سے کام لیا تھا۔ میر صاحب کی بقیہ زندگی سے متعلق تفصیلی معلومات ان کے سوانح حیات میں درج ہیں یہاں تاریخ فرشتہ کا یہ خیال ظاہر کرنا ضروری ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے تذکرے کے آخر میں اس کی تین خوش قسمتیوں کا ذکر کرتا ہے جن میں سب سے پہلی اور سب سے اہم خوش قسمتی فرشتہ کی نظر میں یہی تھی کہ میر مومن جیسا معتمد علیہ [illegible] محمد قلی کو ملا تھا جس نے اپنی دانشمندی اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے محمد قلی کے دور کو عظیم الشان بنا دیا۔

مرزا محمد امین اصفہانی شہرستانی الاصل تھا۔ اور بقول علی بن طیفور "در فن انشاء لیاقت بمرتبۂ مہارت داشت کہ ہیچ کس از ابنائے روزگار باوے جواب [illegible] نگاشت"[1] غرض وہ بڑا عالم و فاضل اور صاحب فہم و فراست تھا۔

جس وقت مرزا محمد امین حیدرآباد آیا ہے تو محمد قلی قطب شاہ کی حکومت ہر قسم کی ترقیوں کے لحاظ سے معراج کمال پر پہنچ چکا تھا۔ اور اس کے میر جملہ [illegible] کو انتقال کیے ہوئے دو تین سال گزر چکے تھے۔ یہ عہدہ خالی تھا [illegible] عارضی طور پر یہ خدمت انجام دے رہا تھا لیکن بقول تاریخ قطب شاہی جیسا کہ چاہئے مملکت کا انتظام نہیں ہو رہا تھا اور محمد قلی کسی قابل آدمی کی تلاش میں تھا۔

اس موقعہ پر جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے جملہ اعیان دربار اپنے اپنے دوستوں اور محسنوں کے لیے کوشش کر رہے تھے لیکن میر مومن پیشوائے سلطنت نے مرزا محمد امین کو اس خدمت کے لئے منتخب کیا اور محمد قلی نے یہ سفارش قبول کر کے ۱۰۱۱ھ میں مرزا کو میر جملۃ الملک اور وزیر مختار بنا لیا۔ اور اس کے لئے ایک ایسا بیش بہا قلمدان وزارت روانہ کیا جو اعلیٰ درجے کے جواہرات سے مرصع تھا۔ [illegible] اس وقت کسی بادشاہ نے اپنے وزیر کو عطا نہیں کیا تھا [illegible] کسی کو نہ ملا اور آخر کار رجب ۱۰۳۸ھ میں سلطان عبداللہ قطب شاہ نے محمد قلی کو شریف الملک کا خطاب دیکر

---

[1] حدائق السلاطین ورق ۱۸۲ ا۔

[redacted]

سرخیل بنایا تو کمال مہربانی سے یہی قلمدان اس کو عطا کیا تھا۔

مرزا محمد امین کی سالانہ تنخواہ دو لاکھ ہون یعنی زمانۂ حال کے نو لاکھ روپے مقرر کی گئی تھی۔ اور اس مقررہ رقم کے علاوہ موقع بموقع بقول تاریخ قطب شاہی :۔

"بانواع تشریفات شاہانہ و اسپان بازین زر و فیلان کوہ پیکر معزز و ممتاز گردید"

جن عنایتوں سے مرزا محمد امین کو سرفراز کیا جاتا تھا۔ یہ اتنی بڑی رقمیں اور اعزاز تھا کہ آج ہندوستان کے وزیر اعظم کو بھی شاید نصیب ہو۔ اس سے محمد قلی کے جاہ و جلال اور شاہانہ فیاضی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

محمد امین نے خدمت پر فائز ہوتے ہی زور و شور کے ساتھ مہمات مملکت کو سرانجام کرنا شروع کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے سوری راؤ برہمن جو عرصہ سے بادشاہ کا منہ چڑھا تھا اس کی تحقیقات کی زد میں آیا اور کثیر رقم اس کے ذمے بقایا نکلی۔ اس طرح کئی ہندو عہدہ داروں کا زور کم ہو گیا اور بڑی بڑی رقمیں وصول ہوئیں۔ وہ بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخیل ہو گیا تھا اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ سنہ ۱۰۱۱ھ میں جب ایک رات چند غیر ملکی اوباشوں نے محل بنات گھاٹ میں جبراً داخل ہو کر جلسہ منایا اور دوسرے روز صبح بادشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے غصہ میں آکر ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی خبر جب اہل حیدرآباد کو ہوئی تو ان کی سالہا سال کی امید برآئی۔ کیونکہ وہ غیر ملکیوں کے اقتدار اور غرور سے تنگ آچکے تھے۔ اب انھوں نے کوتوالی کے ملازموں کے ساتھ مل کر خود بھی غیر ملکیوں کو لوٹنا اور تباہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سو آدمی قتل کر دیے گئے

اور تمام شہر میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا اس وقت مرزا محمد امین جامدار خانۂ عامرہ میں مصروف کار تھا۔ جب اس کو اس بدامنی کی اطلاع ملی تو فوراً محمد قلی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ بادشاہ آرام کر رہا تھا اور ملازمین درگاہ نے اس کو بیدار کرنے سے انکار کر دیا۔ مرزا محمد امین نے دیکھا کہ جتنی دیر ہوتی جائے گی اتنا ہی زیادہ کشت و خون ہوگا اس لئے آداب شاہی کے خلاف دروازہ کو زور سے کھٹکھٹایا جس کی آواز سے محمد قلی قطب شاہ بیدار ہوگیا اور وجہ دریافت کی۔ مرزا محمد امین نے بڑی عاجزی کے ساتھ حقیقت حال سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ بادشاہ خود اپنی خوابگاہ کی کھڑکیوں سے بازار کی طرف نظر ڈالے۔ جب محمد قلی نے اس فتنہ و فساد کو دیکھا تو آگ بگولہ ہوگیا۔ چنانچہ علی آقا کوتوال پر عتاب نازل ہوا اور مرزا محمد امین نے اہل شہر کو سخت سزا دلوائی۔ جن جن لوگوں نے غیر ملکیوں کو لوٹنے اور قتل کرنے میں حصہ لیا تھا ان کو ہاتھیوں کے پاؤں سے بندھوا دیا گیا اور بہت سے اہل شہر قتل بھی کرا دیئے گئے۔

اس واقعہ کے چند ماہ بعد ۱۰۱۱ھ میں مرزا محمد امین نے محمد قلی قطب شاہ کو اپنے محل میں مدعو کیا۔ اور اس دھوم دھام کے ساتھ دعوت کی کہ تاریخیں اس کے بیان میں خاص طور پر رطب اللسان ہیں اس دعوت کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ مرزا محمد امین وہ تمام تزک و احتشام اور مال و دولت اپنے بادشاہ کو دکھانا چاہتا تھا جو شاہانہ عنایتوں کی وجہ سے اس کو سات سال کے عرصہ میں حاصل ہوئی تھی اس موقعہ پر اس نے اپنے تمام محل کو سات رنگ کے دیبا سے سجایا تھا۔ اور جملہ راستے

عنبر و گلاب و مشک سے خوشبودار بنائے گئے تھے۔

بادشاہ صبح کے وقت جب اس کے محل میں داخل ہوا تو مرزا محمد امین نے زربفت، اطلس مخمل اور مشجر کو پا انداز کر کے اپنی ڈیوڑھی کو رشک گلستانِ ارم بنا دیا۔ بادشاہ کی آمد سے قبل ہی حیدرآباد کے تمام امرا، اعیان دولت، سلاحدار، اور قدیم المخدمت ملازمین وزیر اعظم کے محل میں جمع ہو کر اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے انشا پرداز اور شاعروں نے اس مجلس میں بادشاہ کی مدح میں قصیدے اور مضامین نثر پڑھ کر سنائے جن میں وزیر کو اس اعزاز و افتخار پر مبارکباد دی گئی تھی۔ اس کے بعد ماہرین رقص و سرود نے اپنے اپنے کمال فن کے اظہار سے مجلس کو مسرور کیا۔ پھر مرزا محمد امین نے اس سرفرازی کی نذر کے طور پر قسم قسم کی نادر و بیش بہا اشیا بادشاہ کی خدمت میں پیش کیں۔ مثلاً

(۱) تیس[۳۰] عربی نسل کے گھوڑے جن میں سے ہر ایک کی زین اور لگام مرصع تھی۔
(۲) بیس[۲۰] ہاتھی۔ (۳) ایک سونے کا کمر بند جس میں ۱۴ جواہر جڑے ہوئے تھے۔ (۴) صاف بلور کا ایک گول آئینہ جس کے اطراف جواہر اور آبدار موتی جڑے ہوئے تھے اور جس کا چوکھٹا سونے کا تھا اور اس میں بھی جواہر لگے ہوئے تھے۔ (۵) قرآن شریف اور دوسری کتابوں کی چودہ خوشخط و مطلا و مذہب جلدیں (۶) دو سو عجیب و غریب سنکری غوری (۷) دو سو[۲۰۰] باریک اور نفیس کشمیری شال (۸) زربفت، مخمل، کمخاب، مشجر، اور اطلس کے چودہ چودہ تھان

(۹) خوشقانی قالینوں کی تیس جوڑیاں (۱۰) تیس عدد نمد کرمانی خوش رنگ و خوش قماش کافی طویل و عریض (۱۱) چند سونے کی کشتیاں جن میں قسم قسم کے جواہر اور شمامہائے عنبر تھے۔
(۱۲) ان کے علاوہ اور بہت سے بڑی او بحری تحفے۔

اس عالیشان نذر کے بعد دسترخوان چنا گیا جس پر انتی قسم کے کھانوں، شربتوں اور میووں کے خوان جمائے گئے کہ مورخوں نے لکھا ہے کہ "بتخیلہ نگنجد و بشمار نیاید" یعنی کسی کے قیاس میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد محمد امین نے جملہ ندیموں، نغمہ خوانوں شاعروں، اور اہل نغمہ کو جو اس مجلس میں موجود تھے تشریفات فاخرہ سے سرفراز کرکے پچاس ہزار ہون انعام عطا کیا۔

اس دعوت کی تفصیل معلوم کرنے کے بعد عہد محمد قلی قطب شاہ کی فراغ بالی اور عیش و کامرانی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ بادشاہ نے اپنے میرجملہ کی پیش کی ہوئی نذر کو پسند کرکے قبول کیا۔ ان اشیا کی قیمت کا اندازہ ایک سو پچاس ہزار ہون بتایا جاتا ہے۔ نذر قبول کرکے جب بادشاہ واپس ہونے لگا تو از راہ مرحمت اپنے کندھوں سے زرین چادر نکال کر مرزا محمد امین کو عنایت کی یہ انتہا درجے کی سرفرازی سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زرنگار خلعت ہائے فاخرہ، پانچ ہاتھی اور پانچ عربی گھوڑے بھی جن کی زین اور لگام مرصع تھی، مرحمت کیے گئے اور آخر کار اظہار پسندیدگی کے طور پر مرزا محمد امین کے پیش کیے ہوئے گھوڑوں میں سے ایک پر سوار ہو کر

[redacted]

محمد قلی قطب شاہ دولت خانۂ عالی کو واپس ہوا۔

مرزا محمد امین نے مہمات سلطنت میں کیا حصہ لیا اور کون کون سے کام انجام دیئے ان کے ذکر سے تاریخوں کے اوراق خالی ہیں۔ البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب سنہ ۱۰۱۹ھ میں پرتاب شاہ نے بغاوت کی اور بادشاہ نے اس کے فرو کرنے کے لئے مرزا کو متوجہ کیا تو اس نے آسیراؤ کو سپہ سالار بنا کر حیدر آباد سے ایک فوج روانہ کی۔ اور اس کے بعد جب معلوم ہوا کہ یہ بغاوت فرو نہیں ہو رہی ہے تو محمد قلی قطب شاہ کے حکم سے خود مرزا محمد امین حیدر آباد سے باہر نکلا لیکن وہ بزم آرائی کا جتنا دلدادہ تھا میدان جنگ سے اتنا ہی گریزاں رہتا تھا۔ یہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ وہ لڑائی کے لئے نکلا تھا لیکن اس وقت بھی اس نے جس حزم و احتیاط سے کام لیا اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ اس میدان کا مرد ہی نہ تھا۔ چنانچہ جب وہ حیدر آباد سے نکلا تو پرتاب شاہ پر حملہ کرنے کی جگہ قطب شاہی حدود پر جا کر ٹھہر گیا۔ آخر کار جب مکت خاں، زبردست خاں، خیرات خاں، اعتبار خاں اور امجد الملک وغیرہ جیسے سپہ سالار اپنی فوجوں کے ساتھ اس کی مدد کے لئے پہنچ گئے اس وقت دستر کے علاقے میں داخل ہو کر چند مقامات پر قبضہ کر لیا لیکن پرتاب شاہ والیٔ دستر نے اتنا ستایا کہ مرزا محمد امین اپنی سرحد میں واپس چلا آیا اور بادشاہ کو اطلاع دی۔

محمد قلی ناامید ہونے والا شخص نہ تھا اس نے مالک پرست خاں کو ایک فوج کے ساتھ مرزا کی مدد کے لئے روانہ کیا لیکن اس اثناء میں جب خود محمد قلی کی طبیعت بے حد ناساز ہو گئی تو مرزا محمد امین

لڑائی کا خیال ترک کر کے حیدرآباد چلا آیا۔ اس کے بعد تو محمد قلی کا انتقال ہی ہو گیا۔ اور سلطان محمد تخت نشین ہوا۔ میر حملہ کی ناکام واپسی اس نوجوان بادشاہ کی ناخوشی کا باعث ہوئی۔ اور اس کے علاوہ نہ معلوم اور کیا اسباب ہوئے[1]۔ مرزا محمد امین خود کو محفوظ نہ پا کر سلطان محمد قطب شاہ کی خدمت میں رخصت کی درخواست پیش کی۔ وہ تو پہلے ہی سے ناراض تھا فوراً درخواست قبول کر لی لیکن اپنی نیک نفسی کی وجہ سے مرزا محمد امین کو اپنے پورے مال و متاع کے ساتھ حیدرآباد سے چلے جانے کی اجازت دے دی بلکہ دس ہزار ہون اور بھی اپنی طرف سے خرچ راہ کے لئے عطا کئے[2]۔ برہان مآثر میں لکھا ہے کہ :-

"فتورے در مرتبہ استقلال خود مشاہدہ نمود از روئے حزم و عاقبت اندیشی استعفائے خدمت کردہ استدعائے رخصت مراجعت بوطن مالوف نمود۔ اما از فرط ہمت بلند نظر بمال و منال او نگرو ند"[3]

---

[1] اس کا امکان ہے کہ مرزا محمد امین محمد قلی قطب شاہ کی جانشینی کے مسئلے میں میر مومن کا ہم خیال نہ ہو۔ کیونکہ بادشاہ کی نازک حالت کی خبر سنتے ہی اس کا میدان جنگ چھوڑ کر حیدرآباد چلا آنا اور پھر سلطان محمد کی تخت نشینی میں میر مومن صاحب کا غیر معمولی دلچسپی اور مستعدی سے کام لینا ظاہر کرتا ہے کہ ان کو ضرور کوئی اندیشہ تھا۔ ورنہ ہر تاریخ میں اس واقعہ پر زور نہ دیا جاتا۔ اور ایک بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ اس تخت نشینی کے واقعات میں کہیں مرزا محمد امین کا نام نہیں آتا۔

[2] گلزار آصفی صفحہ ۳۰ ۔ [3] حدیقۃ السلاطین ورق ۱۰۴ (

[redacted]

یہ عجیب بات ہے کہ بالکل اس طرح کا واقعہ سلطان محمد کے پیشرو محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے وقت بھی پیش آیا تھا جب کہ ابراہیم قطب شاہ کا وزیر مختار میر شاہ میر اپنے وطن کو بھجوا دیا گیا تھا۔

محمد امین ربیع الاول ۱۰۲۱ھ میں[1] بہت بڑا خزانہ لے کر نکلا اور سیدھا بیجا پور کا رخ کیا لیکن وہاں ابراہیم عادل شاہ حکمران تھا جس نے اپنی ایک حلیف سلطنت کے معزول میر جملہ کو اپنے یہاں معزز و ممتاز کرنا سیاسی مصلحت کے خلاف سمجھا۔ جس کی وجہ سے مرزا محمد امین کو مجبوراً ایران کا سفر کرنا پڑا۔ وہاں شاہ عباس کی خدمت میں اس نے اپنے حیدرآبادی خزانے میں سے ایک لاکھ روپے کے جواہرات بطور نذر پیش کئے لیکن وہاں بھی اس کی وہ قدر و منزلت نہ ہوسکی جو محمد قلی جیسا لکھ لٹ بادشاہ ہی کر سکتا تھا۔ آخر کار دوبارہ ہندوستان آیا اور ۱۰۲۷ھ میں جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہو کر حیدرآباد سے کمائی ہوئی دولت میں سے پچاس ہزار روپے نذر دیے۔ جہانگیر اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا۔ اور شاہ جہاں کے عہد میں وہ پنجہزاری امیر اور میر بخشی بنا دیا گیا۔ آخر کار ۱۰۴۶ھ میں فالج و لقوہ سے انتقال کیا۔

مرزا محمد امین کو شعر و سخن کا بھی بڑا اچھا ذوق تھا۔ اس کے متعدد شعر حدائق السلاطین میں بطور نمونہ نقل کیے گئے ہیں[2]۔ اس کی طبیعت میں شان و شوکت اور زرق و احتشام کی بڑی

۱؎ گلزار آصفی صفحہ ۳۰ ۔ ۲؎ دیکھو ورق ۱۸۴ ب تا ۱۸۷ الف

صلاحیت تھی۔ حیدرآباد کے قیام کے زمانے میں اس نے ندی کے کنارے ایک عالی شان باغ بنایا تھا جو عرصے تک باقی رہا اور اس کے چلے جانے کے بعد شاہی تفریح گاہ اور سلطنت کے بہترین مہمان خانے کے طور پر کام آتا تھا۔ یہ باغ اب تک حیدرآباد میں موجود ہے اور اس میں اب زنانہ ہسپتال بازچہ خانہ بنا دیا گیا ہے۔ کتاب مآثر دکن میں اس کو سہوا نظام الملک امین الملک خاں کا بنایا ہوا قرار دیا گیا ہے[1] تاریخ حدیقۃ السلاطین میں اس باغ کی بڑی تعریف کی گئی ہے چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے:

"باغ میرزا محمد امین میر جملۂ ماضی کہ قطعۂ ایست از بہشت بریں"[2]

ایک اور جگہ نظام الدین احمد اس باغ کو شہر حیدرآباد کے بہترین مقامات میں سے قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے:-

"باغ مرزا محمد امین میر جملۂ ماضی را کہ بہترین مقامات و منازل دار السلطنت است..."[3]

یہ باغ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد تک ایسا آراستہ و پیراستہ تھا کہ اس سے بہتر تفریح کا مقام شہر میں کوئی نہ تھا۔ چنانچہ جب شاہ جہاں نے ۱۰۳۶ھ میں شیخ محی الدین پیرزادہ اجین کو ایلچی بنا کر حیدرآباد روانہ کیا تو عبداللہ نے اس کو اسی باغ میں فروکش ہونے کا حکم دیا۔ اور اسی طرح اسکے ایک عرصہ بعد جب ۱۰۴۲ھ میں شاہ ایران کا سفیر امام قلی بیگ

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۷

[2] دیکھو صفحہ ۶۲

[3] دیکھو صفحہ ۱۳۳

[redacted]

شاملو حیدرآباد آیا تو پھر عبداللہ قطب شاہ نے اسی باغ کو اپنے اس مہمان کی قیام گاہ بنانے کا حکم دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ باغ اور اس کی عمارتیں ایسی اعلیٰ پایہ کی تھیں کہ جب کبھی کسی بڑی سلطنت کا ایلچی آتا تو اس کو وہیں ٹھہرایا جاتا۔ غرض محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اس ایرانی وزیر اعظم کو جس کثیر مال و دولت سے سرفراز کیا تھا وہ بالکلیہ بیکار نہیں گئی۔ کیونکہ اس دولت میں سے کچھ نہ کچھ رقم تو اس میر جملہ نے حیدرآباد ہی میں امین باغ کی تزئین و آرائش میں صرف کی۔ اور اس طرح محمد قلی کے جانشین مدت دراز تک اس باغ سے مستفید ہوتے رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس باغ کی بہار اب تک باقی ہے جب کہ خود محمد قلی قطب شاہ کی نسل بھی دنیا سے نیست و نابود ہو چکی۔

بعض غیر ملکیوں پر عتاب

ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کی ایسی اعلیٰ مثالیں دیکھ کر نہیں سمجھنا چاہیئے کہ محمد قلی قطب شاہ ان کے ساتھ اندھا دھند رعایت کیا کرتا تھا۔ اس نے جہاں ملکیوں اور سنیوں کے ساتھ ان کی بے وفائیوں کی وجہ سے خراب برتاؤ کیا، ایرانیوں اور غیر ملکیوں کو بھی اپنی سیاست کے تحت برابر سزا دی۔ وہ صحیح معنوں میں ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر اور سیاست داں تھا اور جس کسی نے اس کی ذات کے خلاف سازش یا اس کی حکمتِ عملی اور اس کے قانون کی خلاف ورزی کی وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ سنیوں کی ناقدری یا سنی امراء و عمائد کو اس کے بھائیوں کے ساتھ مل کر بغاوت کرنے کی پاداش میں جو سزائیں دی گئیں ان کا

تذکرہ تو گزر چکا ہے۔ اس لئے یہاں صرف ایسے چند واقعات کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے جن سے معلوم ہوگا کہ اس نے ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے ساتھ ہمدردی اور رعایت کا برتاؤ نہیں کیا۔

اس قسم کے ایک واقعہ کا ذکر ابھی مرزا محمد امین کے بیان میں گزر چکا ہے۔ یعنی جب چند غیر ملکی لوگ اس کے محل بنات گھاٹ میں اجازت کے بغیر داخل ہو کر بے ادبی کے مرتکب ہوئے تو اس نے ان کو سزا دینے کے احکام جاری کئے جن کی بنا پر تقریباً سو ایرانی اور غیر ملکی مار ڈالے گئے اور بہت سے لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔

دوسرا واقعہ رستم خاں کو بے عزتی کے ساتھ قطب شاہی لشکر سے نکلوا دینے سے متعلق ہے۔ یہ شخص نیا نیا حیدرآباد آیا تھا اور ۱۰۰۰ھ میں جب وینکٹ پتی کے مقابلے کے لئے فوج روانہ کی جا رہی تھی تو اس نے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں ایسی باتیں بنائیں کہ بادشاہ نے اس کو سپہ سالار بنا دیا لیکن جب لڑائی کے میدان میں وہ مخالفین سے ڈر کر بھاگ نکلا تو محمد قلی نے اس کے چہرے کو رنگ کر اور زنانہ لباس پہنا کر قطب شاہی سرحد سے باہر نکلوا دیا۔

علی بن عزیز اللہ طباطبا بھی ایک اور مشہور ادیب اور مورخ تھا اور نلدرگ کے محاصرے کے وقت ۹۸۸ھ میں ایران سے آ کر محمد قلی قطب شاہ کا ملازم ہوا تھا۔ لیکن بعد کو

نہ معلوم کیا واقعہ پیش آیا کہ محمد قلی کی سرپرستی سے محروم ہوگیا اور نظام شاہیوں کی ملازمت اختیار کر لی ۔

اس قسم کا سب سے اہم واقعہ امیر شاہ میر کی برطرفی سے متعلق ہے ۔ یہ امیر سلطان محمد قطب شاہ کا وزیر مختار اور نہایت وفادار دوست تھا ۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اس کی بہت تعظیم کرتا تھا ۔ چنانچہ اس کی تخت نشینی کے بعد جب امیر نلدرگ سے آیا ہے تو بادشاہ اس کے استقبال کے لیے نکلا اور احترام کے خیال سے گھوڑے پر سے اتر گیا ۔ بعد کو اس کی لڑکی سے بڑی دھوم دھام سے شادی بھی کی ۔ لیکن آخر میں امیر شاہ میر مورد عتاب ہوا اور اس کو سلطنت سے باہر بھجوا دیا گیا ۔ اس کے اسباب وغیرہ آئندہ محمد قلی قطب شاہ کی شادی کے بیان میں درج ہیں ۔ یہ شادی بھی محمد قلی کے اعلیٰ تدبر کا پہلا کارنامہ ہے کیونکہ امیر شاہ میر کی لڑکی اصل میں محمد قلی کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی اور جب بخت و اتفاق سے حسین قلی کی جگہ محمد قلی تخت نشین ہوگیا تو اس نے امیر شاہ میر کو اپنا طرفدار بنا لینے کے لیے خود ہی اس کی لڑکی سے شادی کر لی ۔

دکن کی محبت

ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے تعلقات کے تذکرے میں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سیاسی حالات اور مجبوریوں کو چھوڑ کر باقی تمام معاملات میں محمد قلی قطب شاہ ایک ٹھیٹ دکنی حکمران تھا ۔ وہ اور اس کا باپ ابراہیم دونوں دکن میں

پیدا ہونے تھے اور محمد قلی نے تو پوری طرح دکنی لباس اور وضع قطع اختیار کر لی تھی۔ اگر اس کے والد، چچا اور دادا کی تصویروں سے اس کی تصویر کا مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کا حلیہ اور لباس اس کے پیشرووں سے کتنا مختلف تھا۔ وہ پہلا قطب شاہی حکمران تھا جس نے ڈاڑھی منڈوائی تھی۔ وہ اہل دکن کی طرح کاندھے پر چادر اوڑھتا تھا اور ایرانی وضع کے کوٹوں، نیمچوں اور شملوں کا استعمال چھوڑ کر اپنے ملک کی آب و ہوا کے مطابق ہلکے پھلکے اور مہین کپڑوں کے لباس کی ترویج کی طرف مائل تھا۔

وہ دکن کو اپنا ملک اور وطن سمجھ کر اپنے کلام میں جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے۔ اگر ماونامے کی روایت صحیح ہے تو اس کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی تھی۔ اور ایسی صورت میں تو دکن اور تلنگانہ سے اس کو جتنی بھی محبت ہوتی کم تھی۔ اگرچہ اس کا تلنگی کلام اب تک دستیاب نہ ہوا لیکن اس کے اردو اشعار میں چند تلنگی لفظ مثلاً دُرّا (آقا) ایم رے ایم (کیا ہے کیا) موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تلنگی بول چال سے واقف تھا۔ اس نے متعدد اشعار میں دکن کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں ؎

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں نھیاں سو لیایا — کونلی سکی کوں دیکھت میں سد بھولیا دکھن میں

بھوت تیک میا سیتے اپن دیتا قطب کوں سب دکن — سیوں نبی کانت چرن جب لگ ہے تن بیاجیا

سو بارہ اماماں مدد ہے قطب کوں — اسی تھے یو سارا دکن ہے متابع

نبی صدقے ترکماں کوں بیا تھے　　　دیتے دکن کی شاہی پنجتن خاص

اسی طرح کلیاتِ محمد قلی کی تین نظمیں فتنۂ دکھن (صفحہ ۳۲۱) ۔ ایک تلنگن (صفحہ ۳۲۲) اور دکن کی پتلی (صفحہ ۳۲۳) ظاہر کرتی ہیں کہ اس کو اپنے وطن سے کتنی محبت تھی ۔

اسی طرح حیدرآباد کی آبادی اور تہواروں کے ذکر میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ کس طرح وہ اپنے ملک کو آباد اور خوشحال دیکھنا چاہتا تھا۔ اور اہل ملک کی ترقی اور فارغ البالی کے لیے وہ کیا کیا جتن کرتا تھا اس کا ایک شعر ہے ؎

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر　　　رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع

یعنی اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اسی طرح معمور کر دے جس طرح تو نے دریا میں مچھلیاں بھر دی ہیں ۔

☆



محمد قلی قطب شاہ کے [illegible] کا [illegible]



تاہل، اولاد اور وفات

محمد قلی قطب شاہ کی سیاست اور تدبر کے بیان میں اس امر کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ اس نے میر شاہ میر کی دختر سے جو شادی کی وہ اصل میں سیاسی اسباب کی بنا پر تھی۔ اس کی وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ پہلے شاہ میر کی اہمیت کا اندازہ لگا لیا جائے۔ اور چونکہ وہ محمد قلی قطب شاہ کا پہلا وزیر مختار یا میر جملہ بھی تھا اس لئے اس کی نسبت محمد قلی کی تاریخ میں تفصیل سے کچھ لکھنا مناسب نہ ہوگا۔

میر شاہ میر طباطبا محمد قلی کا خسر اور پہلا میر جملہ

اس کا اصل نام میر شاہ تقی تھا[1]۔ اور اس کی نسبت اس کے ایک ہمعصر علی ابن عزیز اللہ نے (جو احمد نگر کا مشہور مورخ تھا) لکھا ہے:-

"از مشاہیر فضلائے زماں و معارف ظرفائے دوراں بود"[2]

ایک اور جگہ لکھا ہے:-

"از جملہ ندما و فضلاء دوراں بہ بلاغت بیان و طلاقت لسان امتیاز تمام داشت"[3]

---

[1] حدیقۃ السلاطین جلد اول صفحہ ۲۰ پر لکھا ہے:- "زبدۂ آل طٰہٰ و یٰسین میر شاہ تقی معروف بہ میر شاہ میر"
[2] برہان ماثر صفحہ ۵۱۴ [3] برہان ماثر صفحہ ۶۰۴۔

[redacted]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عالم و فاضل ہونے کے علاوہ اچھا مقرر، ندیم اور ظریف بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان ابراہیم نے اس کو اپنا میر جملہ بنا کر اکثر مہمات سلطنت میں اس سے کام لیا تھا علم و فضل اور آداب مجلس کے علاوہ وہ بہادری اور سپہ سالاری میں بھی ممتاز تھا۔ اور ساتھ ہی وفادار ایسا تھا کہ نازک سے نازک موقعوں پر بھی ابراہیم قطب شاہ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ چنانچہ برہان مآثر میں اس کی وفاداری اور رفاقت کا ایک دلچسپ واقعہ درج ہے جس کو مورخ نے شاہ میر ہی کی زبان سے سنا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک وقت جب ابراہیم کی فوج نظام شاہیوں سے شکست کھا کر بھاگ نکلی اور قطب شاہی خیمہ و خرگاہ پر احمد نگر والوں کا قبضہ ہو گیا تو ابراہیم قطب شاہ کو بھی مجبوراً راہِ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اس وقت شاہ میر کے سوا اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا[1] اور بادشاہ اپنے ملازموں اور دوستوں کی بیوفائی پر بہت تاسف کر رہا تھا۔ اثنائے گفتگو میں اس نے شاہ میر سے کہا :۔

"ایں گروہ کہ با ما عہد و میثاق را بنقض پیمان و نفاق مبدل ساختند آیا شامت خلف ایمان بر روزگار شاں عائد نخواہد شد؟"

شاہ میر نے دلیری سے جواب دیا :۔

حالا نتیجۂ آں بما عائد شدہ۔ زود تر خود را ازیں ورطہ بکنار باید کشید۔ مبادا کہ بوخامت آں گرفتار شویم۔" (برہان مآثر صفحہ ۴۵۲)

---

[1] چنانچہ شاہ میر کہتا ہے کہ "در روز فرار قطب شاہ از سپاہ ظفر پناہ از جملہ مقربان درگاہ جز من دیگرے با قطب شاہ ہم عنان و ہمراہ نبود" برہان مآثر صفحہ ۴۵۲۔

شاہ میر کی سفارتیں

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جب نظام شاہ اودگیر میں قیام پذیر ہوا تو ابراہیم قطب شاہ نے میر شاہ میری کو سفیر بناکر اس کے یہاں روانہ کیا تاکہ آیندہ دونوں سلطنتوں میں صلح و اتفاق قایم ہو جائے۔ جب نظام شاہ کو شاہ میر کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے سرداروں مثلاً چنگیز خاں، خان زماں، جمشید خاں، خداوند خاں اور بحری خاں وغیرہ کو ساتھ لے کر اپنے لشکر سے باہر آیا اور اس قطب شاہی سفیر سے ملاقات کی۔ آخر کار میر شاہ میر اپنے مقاصد میں کامیاب و کامگار واپس ہوا۔[1]

ایک اور دفعہ بھی شاہ میر کو نظام شاہ کی بارگاہ میں سفارت کی خدمت انجام دینی پڑی۔ چنانچہ برہان مآثر میں لکھا ہے کہ جب نظام شاہ بالاپور پہنچا تو ابراہیم قطب شاہ نے شاہ میر کو تحفوں کے ساتھ اس کے یہاں روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر قطب شاہ کی تائید میں نظام شاہ قلعہ بیجاپور پر حملہ کرے گا تو ہر منزل میں پانچ ہزار ہون بطور سفر خرچ کے ادا کئے جائیں گے اور اسی طرح بیجانگر کی طرف سے ساتھ لاکھ ہون نعل بہا کے طور پر دلوائے جائیں گے۔[2]

شاہ میر کی فتوحات

یہ تو سفارت کی خدمات کا ذکر تھا۔ شاہ میر کی بہادری اور سپہ سالاری کے سلسلے میں صرف اس واقعہ کا ذکر کافی ہے کہ جب ابراہیم قطب شاہ قلعہ کونڈبیر فتح کرنے کے لئے شاہ میر کو روانہ کیا تو اس نے حیدری اور حسینی توپوں سے اس قلعہ پر اتنا سخت حملہ کیا کہ فصیل ٹوٹ گئی

---

[1] برہان ماثر صفحہ ۴۷۶۔ [2] برہان ماثر صفحہ ۴۸۲۔

اور اسکے بعد ماہ صفر ۹۵۳ھ میں یہ قلعہ قطب شاہیوں کے قبضہ میں آگیا۔ شاہ میر ملتمم راج داما در رام راج کو قید کر کے اپنے ساتھ سلطان ابراہیم قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں لے آیا اور عواطف خسروی سے سرفراز ہوا۔ اس کامیابی کے بعد سلطان ابراہیم نے شاہ میر کو نلدرگ کے محاصرہ کے لئے بھیجا۔ اس وقت اس کے ساتھ دس ہزار جرار سواروں کی فوج روانہ کی گئی تھی[1]۔ اور اس فوج نے شاہ میر کی سرداری میں بڑی دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا چنانچہ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے :۔

"دلیران لشکر قطب شاہی درآں روز داد مردی و دلاوری دادہ داستان رستم داستاں را منسوخ ساختند۔ وچند مرتبہ بکوہ ہائے مردانہ تیر تفرقہ در صفوف سپاہ کینہ خواہ عادل شاہ انداختند[2]"

اسی طرح بیجاپوری فوجیں شکست پر شکست کھانے لگیں تو اب انھوں نے اس امر کی کوشش کی کہ نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں میں پھوٹ ڈالدی جائے۔ چنانچہ سید مرتضیٰ امیر الامرائے نظام شاہی کو انھوں نے ہموار کر کے قطب شاہی فوج کو دھوکے سے تباہ کرنے کا معاہدہ کر لیا لیکن شاہ میر بھی غافل نہیں تھا۔ اس کو اس خفیہ معاہدے کی اطلاع مل گئی۔ اس نے بھی جوابی کارروائی کی اور فوراً امرائے بیجاپور سے مراسلت شروع کردی اور بہت جلد سید مرتضیٰ کی طرف سے ان کے دل میں شبہات پیدا کر دیئے۔ اس کے بعد وہ سیدھا سید مرتضیٰ کے خیمہ میں پہنچا اور خلوت میں لیجا کر اس معاندانہ معاہدہ کا حال دریافت کیا۔ سید مرتضیٰ کو مجبوراً سب باتیں کہنی پڑیں۔

---

[1] برہان مآثر صفحہ ۳۱۸ [2] برہان مآثر صفحہ ۳۱۹

اس وقت شاہ میر ہی کی فراست و تدبر تھا جس نے سید مرتضیٰ کو بیجاپوریوں سے دوبارہ لڑوالیا چنانچہ مورخ لکھتا ہے کہ :۔

" چوں سید شاہ میر بحسن تقریر و لطف کلام مشہور و معروف خاص و عام بود سوئے تدبیر دشمنان را بعبارات دلپذیر خاطر نشان سید مرتضیٰ نمود و وخامت و ندامت عاقبت آں را بدلائل و براہین مبین و مبرہن ساخت تا سید مرتضیٰ از معاہدۂ اعدا پشیمان گشتہ بتجدید عہد و پیمان شاہ میر و قطب شاہ پرداخت "[1]

غرض اُدھر میدان جنگ میں شاہ میر ابراہیم قطب شاہ کی حکمت عملی پر کاربند ہو کر نظام شاہیوں کو اپنے موافق رکھنے کی ترکیبیں کر رہا تھا کہ اِدھر گولکنڈہ میں خود ابراہیم قطب شاہ نے میدان ہستی کو خیرباد کہا۔ اور اس کا دوسرا لڑکا محمد قلی تخت نشین کر دیا گیا۔ اگر ابراہیم کے انتقال کے وقت شاہ میر گولکنڈہ میں موجود رہتا تو کیا عجب کہ ابراہیم کا بڑا فرزند حسین قلی قطب شاہی تخت و تاج کا مالک ہوتا کیونکہ شاہ میر نے اس کو ولی عہد سلطنت سمجھ کر اپنی لڑکی اس سے منسوب کر دی تھی۔

شاہ میر کی گولکنڈہ کو واپسی اور محمد قلی سے ملاقات

بہر حال وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اپنے باپ کے پرانے رفیق کار، وزیر مطلق اور سپہ سالار میر شاہ میر کے یہاں ابراہیم قلی کے انتقال اور اپنی تخت نشینی کی اطلاع

[1] برہان مآثر صفحہ ٥٢٥ ۔

روانہ کی۔ یہ دونوں خبریں اس بوڑھے مدبر اور میر جملہ کے لئے غیر متوقع تھیں۔ وہ بہت پریشان ہوا۔ چنانچہ علی بن عزیز اللہ طباطبا (جو اس کا دوست تھا اور اس واقعہ کے چند روز بعد ہی اسی میدان جنگ میں شاہ میر سے اس کی دوستی ہوئی تھی) لکھتا ہے کہ:۔

"این خبر در مقام نانڈگام نزدیک قلعہ نلدرگ بہ شاہ میر رسیدہ موجب ازدیاد مواد خوف و ہراسش گردید" (ب۔م صفحہ ۵۲۸)

لیکن شاہ میر بڑا عقلمند اور فریس تھا اس لئے سید مرتضیٰ اور دیگر امرائے نظام شاہی سے موافقت و وفاق کا عہد و پیمان لے کر سیدھا گولکنڈہ کا رخ کیا۔ اور اپنی روانگی سے قبل نظام شاہیوں کی طرف سے میرک معین سبزواری اور خواجہ محمد سمنانی کو مراسم تعزیت اور مبارکباد جلوس ادا کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ اس سفارت سے شاہ میر کا ایک مقصد یہ بھی ہوگا کہ یہ لوگ نئے بادشاہ کو میدان [illegible] اعلیٰ خدمات سے آگاہ کریں۔ بہرحال ان کے پہنچ جانے کے بعد خود شاہ میر بھی گولکنڈہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ حوالی گولکنڈہ میں پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے تمام خیل و سپاہ کے ساتھ باہر نکل کر اس کا استقبال کیا اور قریب پہنچنے کے بعد گھوڑے سے اتر کر پیادہ چلتا ہوا شاہ میر سے بغل گیر ہوا۔ اس کے بعد جب قلعہ گولکنڈہ میں داخل ہوئے تو خلعت خاص عنایت کر کے جملہ امور سلطنت کا اس کو مختار یعنی میر جملہ بنا دیا[1] اور ہر معاملے میں اس کی رائے و مشورہ پر عمل کرنے لگا۔

---

[1] برہان مآثر صفحات ۲۲۸ و ۲۲۹ ۔ تاریخ قطب شاہی ورق ۲۲۷ ب۔

یہ سب اصل میں محمد قلی کی شاہانہ تدبیر و فراست تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شاہ میر فطرتاً حسین قلی کا طرفدار ہے۔ اور اگر اس وقت وہ ناراض ہو جائے تو اس کی بادشاہت میں خلل ڈال سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب شاہ میر نے رائے دی کہ محمد قلی کو بہ نفس نفیس میدان جنگ میں نکلنا چاہئے تو وہ بخوشی گولکنڈہ سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوگی کہ میدان جنگ میں گولکنڈہ کی بہت بڑی فوج مصروف پیکار تھی اور محمد قلی اپنی اس اہم فوج کی باگ خود اپنے ہی ہاتھ میں لینا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کے باپ کی بھیجی ہوئی یہی فوج اس کی مخالفت اور حسین قلی کی موافقت کے لیے بھی آمادہ کر لی جا سکتی تھی۔

محمد قلی کے محاصرہ نلدرگ اور پھر گولکنڈہ کو واپسی کے حالات پہلے بیان کیے جا چکے ہیں اس سفر میں شاہ میر نے محمد قلی کو اپنا دوست بنانے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ اس کے مخالفین اور خاص کر امرائے بیجاپور نے بہت کوشش کی کہ محمد قلی قطب شاہ اس سے بدظن ہو جائے اور نلدرگ کے محاصرے میں جو ناکامی اور ندامت ہوئی تھی اس کا باعث شاہ میر ہی کو قرار دیا جائے۔

شاہ میر کی دختر سے شادی

گولکنڈہ واپس ہونے کے بعد محمد قلی قطب شاہ نے شاہ میر کے ساتھ اپنے تعلقات اور زیادہ استوار کرنے کے لئے اس کی لڑکی سے جو اصل میں اس کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی ۹۱ھ میں بڑی دھوم دھام سے

شادی رچائی۔ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے:۔

"قطب شاہ چوں بمستقر سریر سلطنت خود رسیدہ بر مسند کامرانی تکیہ فرمودہ مقدرہ جملہ عصمت سید شاہ میر را کہ نامزد برادر بزرگش بود خطبہ نمودہ طوے بادشاہانہ ترتیب داد۔ والوا مسرت وحضور بروے آشنا و بیگانہ کشاد" ب۔ ھ۔ صفحہ ۵۳۵

تاریخ قطب شاہی اور بعد کی تاریخوں میں اس شادی کے تفصیلی واقعات درج ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مہینے تک اس کے جشن منائے گئے۔ اور دھوئیں ہوتی رہیں نجومیوں نے نیک ساعت دیکھ کر عقد نکاح کی تاریخ اور وقت مقرر کیا۔ جس کی بنا پر اصحاب علم وفضل جمع ہوئے اور مجلس نکاح منعقد ہوئی۔ جشن کے اختتام پر بادشاہ نے شادی کی مسرت میں بڑی دریادلی کے ساتھ اعیان وارکان اور جملہ خدم و حشم کو انعام واکرام سے سرفراز کیا اور مقربان خاص کو شاہانہ خلعتیں اور مناصب ارجمند دیکر ان کے اعزاز میں اضافہ کیا۔

شاہ میر پر عتاب لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس شادی کے بعد بھی محمد قلی کو شاہ میر کے حرکات وسکنات پر اطمینان نہ ہوا۔ وہ اتنا ہوشیار اور زفریس اور باقتدار تھا کہ محمد قلی اس سے ہمیشہ چوکنا رہتا۔ یوں بھی امیر شاہ میر کے بہت سے مخالف اور حاسد تھے جو برابر اس کی ٹوہ میں لگے ہوئے تھے۔ اور بادشاہ کو اس سے بدظن کراتے رہتے تھے۔ آخر کار وہ اپنے مقصد میں اتنے کامیاب ہوگئے کہ بقول صاحب برہان مآثر شاہ میر کی طرف سے ایک جعلی خط امرائے عادل شاہی کے نام

کہ کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں پیش کیا مورخ لکھتا ہے۔

"دریں اثنا جمعے از حساد کہ با میر شاہ میر در مقام عناد بودند فرصت یافتہ ترتیب مادۂ فتنہ و فساد سعی نمودند و مکتوب مزور از زبان شاہ میر با امرا بادشاہ عادل شاہ محتوی بر ترغیب و تحریض بمحاربہ و اظہار اتفاق فریقین با ایشان درین منازعہ ساختہ بنظر قطب شاہ درآوردند تیر تدبیر ارباب فساد و عناد بہدف مراد رسیدہ و دیدن آں کتابت موجب تغییر مزاج قطب شاہ بر شاہ میر کہ رکن اعظم آں دولت بود گردید۔ و برسبیل استعجال بگرفتن آں سید عدیم المثال مثال داد و شیوۂ تانی و تامل دراں قضیہ علی در نیاورد" (ب۔م صفحہ ۵۲۶)

افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخ میں اس جعلی خط کے واقعہ کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں کیا گیا۔ چونکہ برہان مآثر کا مصنف میر شاہ میر کا بہت دوست تھا اس لیے اس کے بیان پر پوری طرح بھروسہ کرنا مشکل ہے جب کہ اس امر کا امکان موجود ہے کہ شاہ میر نے محمد قلی کی کسی بات سے ناراض ہوکر اس کے خلاف امرائے عادل شاہی سے ساز باز کرنی چاہی ہو۔ چونکہ وہ اس سے قبل دوسرے حالات میں اسی قسم کی سیاسی چالیں چل چکا تھا اس لیے ممکن ہے کہ اب بھی کوئی ایسی ہی ترکیب کی ہو۔ ورنہ محمد قلی قطب شاہ اپنے خسر او نفقدر میر جملہ کو محض شک و شبہ پر گرفتار کرکے قید نہ کر دیتا۔ اور اگر شاہ میر واقعی بے قصور تھا تو

اس کی گرفتاری کا سبب خود محمد قلی قطب شاہ کی سیاست وتدبر ہوگا یعنی شاید وہ اپنے حریف سلطنت حسین قلی کے قدیم طرفدار کے کھٹکے سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ بہرحال اس اہم واقعہ کا ذمہ دار بادشاہ اور وزیر دونوں میں سے کوئی ایک ضرور تھا محض حاسدوں کی سازش کی وجہ سے محمد قلی ایسا قدم نہ اٹھاتا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ برہان مآثر کے بیان کے مطابق شاہ میر کی گرفتاری کی خبر سن کر قطب شاہی فوج بددل ہوگئی اور عادل شاہیوں کے مقابلے میں امیر زبیل کو تنہا چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ علی بن عزیز اللہ کے بیان سے تو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شاہ میر کے زوال میں دکن کے دیرینہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑے کو بھی دخل تھا۔ چونکہ شاہ میر زیادہ تر اجنبیوں اور غریبوں (غیر ملکیوں) کی قدر ومنزلت کرتا تھا اس لئے اہل ملک کا اس کے خلاف ہوجانا ضروری تھا۔ اور جب ان کی سیاست کی وجہ سے شاہ میر شکست کھا گیا تو قطب شاہی فوج میں جتنے غیر ملکی لوگ تھے وہ سب برخواستہ خاطر ہوگئے کیونکہ شاہ میر کی حکمت عملی کی وجہ سے قطب شاہی فوجیں ایسے ہی لوگوں سے معمور تھیں چنانچہ مورخ کہتا ہے:۔

"چوں خبر گرفتن شاہ میر صافی ضمیر در لشکر منتشر شد تزلزل در اساس صبر وتحمل غریباں کہ روے رزمۂ سپاہ قطب شاہ بودند راہ یافتہ پائے ثبات وقرارشاں از جائے برفت ......چوں اکثر دلیران سپاہ قطب شاہ غریب بودند واز گرفتن میر شاہ میر

پریشان خاطر...... در دفع اعداسعی نمودند (ح ب ۔ م ۔ ۵۳۶)

عجیب بات یہ ہے کہ قطب شاہی تاریخیں میر شاہ میر کے انجام سے متعلق خاموش ہیں
البتہ تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے چند ماہ بعد شاہ میر کو معاف کر دیا لیکن ایسے
شخص کا گولکنڈہ میں رہنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ اس لئے نوجوان بادشاہ نے حکم دیا کہ نقدی
مال و اسباب کے ساتھ کشتی میں سوار کر کے شاہ میر کو اصفہان روانہ کر دیا جائے جو اس کا وطن تھا۔
لیکن افسوس ہے کہ شاہ میر سفر کی صعوبت برداشت نہ کر سکا اور کشتی ہی میں بیمار ہو کر انتقال
کر گیا۔ فرشتہ کے الفاظ ہیں :۔

"بعد از چند ماہ از سر گناہ او گزشتہ حکم فرمود کہ او را در کشتی سوار کردہ با اموال و اسباب
ضروری با صفہان کہ وطن مالوفش بود روانہ سازند شاہ مراد در کشتی بیمار شدہ پیش از آنکہ
بمنزل مراد رسد فوت شد" فرشتہ مطبع نول کشور ۱۸۸۴ء جلد دوم صفحہ ۱۷۲ ۔

میر شاہ میر کی دختر کا جس سے محمد قلی قطب شاہ نے اس تزک و احتشام کے ساتھ
شادی کی تھی اور جو اصل میں اس کی ملکہ تھی کوئی حال معلوم نہ ہو سکا۔ تاریخیں اس بارے میں
اتنی ساکت ہیں کہ محمد قلی کی حیات میں اس ملکہ کا عدم وجود برابر معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ
یہ لڑکی بھی شاہ میر کے ساتھ ایران روانہ کر دی گئی ہو۔ کیونکہ محمد قلی تو عام روایت کے مطابق
ایام شہزادگی ہی سے بھاگ متی پر فریفتہ تھا۔ اور اس کے والد ابراہیم قلی قطب شاہ نے

بڑی کوشش کی تھی کہ اس کا دل اس باکمال رقاصہ کی طرف سے پلٹ جائے اور ان حسین دوشیزاؤں میں سے کسی پر مائل ہو جائے جو نوجوان شہزادہ کا دل بہلانے کی خاطر اس کے محل میں مختلف ممالک سے بلوا کر جمع کر دی گئیں تھیں۔ لیکن محمد قلی تو بقول وجہی اس خیال پر اڑا ہوا تھا کہ ؎

یک ٹھائیں سہیلی مرنا دل دو دیے پرنا دہرنا ۔۔۔ اُس پیو کوں اپنا کرنا اِس پاپی جیو کوں کھو کر

(یعنی اے سہیلی ایک ہی پر مرنا چاہیئے اور دوسرے کو دل نہ دینا۔ کسی طرح اسی محبوب کو اپنا بنالینا چاہیئے خواہ اس میں اپنے پاپی جی کو کھو دینا ہی کیوں نہ پڑے)

یہ شعر اس غزل کا ہے جو شاعر نے اپنی مشہور مثنوی قطب مشتری میں محمد قلی کی زبان سے بھاگ متی کے فراق میں کہلوائی تھی۔

بھاگ متی یا حیدر محل

غرض بھاگ متی کی موجودگی میں شاہ میر کی دختر کا عروج ناممکن تھا اس لئے یا تو وہ باپ کے ساتھ ایران بھجوا دی گئی تھی یا اگر گولکنڈہ ہی میں رہی تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بہت گمنام زندگی بسر کی۔ کیونکہ اس کی شادی کے پانچ سات سال بعد جب محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد بسایا تو اس کا نام اپنی اسی قدیم محبوبہ کے نام پر بھاگ نگر رکھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس رقاصہ کے ساتھ اس کی محبت چند روزہ نہ تھی۔ بلکہ جب تک وہ زندہ رہی محمد قلی قطب شاہ اس کا

دیوانہ رہا چنانچہ شہر بھاگ نگر کی تعمیر کے چند سال بعد جب اس کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا۔
تو اس کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام پہلے حیدر نگر اور پھر شہر حیدر یا حیدر آباد سے بدل
دیا گیا۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دیوان میں یہ سب نام استعمال کئے ہیں مثلاً

نبی قطبا کے میں نہوں نہیں کس شہر میں ہوں اس   لے کر آؤں جو کبھی ہوئے اس کا شہر حیدنیں

بریاں نظراں تھے اس اسپند آنار و   کہ حید نگراں نندں بھرایا

دوسرے شعر میں صاف ظاہر کر دیا ہے کہ حیدر نگر اس کی خاطر امن و اطمینان سے
معمور کر دیا گیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس محبوب کو نظر لگے اس لئے نظر بد سے بچانے اس پر سے سپند آنار
اسی طرح ایک اور شعر میں کہتا ہے کہ قطب شاہ نے تیری محبت میں جو شہر آباد کیا ہے
اسی میں وہ قیام پذیر بھی ہے کیونکہ اس کی نظر میں اس شہر سے بہتر اور پر لطف شہر کوئی اور نہیں ہے

نبی صدقے تجھ نیہہ شہر میں ہے قطب   نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ

محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد بھی بھاگ متی عرصے تک اپنے قدیم مکان ہی میں
قیام پذیر رہی جو ایک چھوٹے سے گاؤں چچلم میں واقع تھا۔ یہ گاؤں اس جگہ آباد تھا جہاں اب
چار مینار، مکہ مسجد، مغلپورہ اور مہاراجہ کشن پرشاد کی ڈیوڑھی واقع ہے اسی گاؤں سے ایک ہزار
سواروں کے جلوس کے ساتھ وہ محمد قلی کے دربار میں شریک ہونے کے لئے گولکنڈہ جایا کرتی تھی۔
چنانچہ اس کے تزک و احتشام کا ذکر بعض تاریخوں میں نظر سے گزرتا ہے اور بہت سی روایتیں زبانی

سننے میں آئی ہیں لیکن افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔ البتہ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام میں اس محبوبہ کی طرف بعض جگہ اشارہ کیا ہے۔

بھاگ متی سے ملنے کے لئے خود محمد قلی بھی اس کے مکان کو جایا کرتا تھا اور اس آمد و رفت کے سلسلے میں بھی موضع چچلم کے اطراف و اکناف کا پُر فضا میدان اس کو اتنا بھایا کہ یہاں ایک عالیشان شہر کی تعمیر کا خیال اس کے دل میں پیدا ہوا، اور جب شہر اور محلاتِ شاہی بن گئے تو اس وقت غالباً بھاگ متی بھی "دولت خانۂ عالی" میں منتقل ہو گئی جس کے ایک آدھ سال بعد ہی اس کے بطن سے شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی۔ اس وقت یا اس سے قبل ہی شاید جلوہ کے وقت بھاگ متی کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا ہوگا۔

ان دو شادیوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے کئی اور حسینوں کے ساتھ شادیاں کیں اور ہر دفعہ دھوم دھام سے جلوہ، مہندی اور دیگر رسوم منا کر لطف اندوز ہوا۔ ان سب کا تذکرہ محمد قلی کی معشوقاؤں اور اس کے رسم و رواج کے بیانات میں کر دیا گیا ہے۔

اولاد

محمد قلی قطب شاہ کو عرصے تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔ کسی تاریخ میں اس کی اولاد کی پیدائش یا موت کا تذکرہ نہیں ہے۔ حالانکہ دوسرے بادشاہوں مثلاً ابراہیم قلی قطب شاہ محمد قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کے ذکر میں مورخوں نے شہزادوں اور شہزادیوں کی ولادت کا تذکرہ

مخطوطات تاریخی وغیرہ درج کیے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کو بیٹے تو اولاد ہوئی ہی نہیں اور اگر ہوئی بھی تو جلد انتقال کر گئی جس کی وجہ سے خوشی کے جشن منانے اور شاعروں کو مبارکباد پیش کرنے کا موقع نہ ملا۔ اس لئے خود محمد قلی قطب شاہ نے ایک موقعہ پر دعا کی تھی کہ ؎

بار وے میرے جھاڑ کوں یارب　　پھول پھل ہوئے تا بھی گلزار

یہ شعر اس کے دیوان میں موجود ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا میرے درخت زندگی کو باثمر بنا تاکہ اس کی وجہ سے ملک بارونق ہو جائے۔

عجیب بات یہ ہے کہ حیدرآباد کی تعمیر کے بعد اس کی اکلوتی شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی تھی لیکن مورخوں نے اس واقعہ کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ وہ لڑکی تھی۔ دوسرے یہ کہ وہ بھاگ متی کے بطن سے پیدا ہوئی تھی جو اس وقت شاہی رقاصہ تھی اور ابھی حیدر محل کے خطاب سے سرفراز نہ ہوئی ہوگی۔

لیکن مورخوں کے اس سکوت کے باوجود خود محمد قلی قطب شاہ اپنے کلام میں اس امر کا ثبوت چھوڑ گیا ہے کہ اس کے یہاں کسی وقت ایک سے زیادہ بچے موجود تھے چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

راکھو تمھارے چھاتول دایم خوشیاں سوں قطب کوں
قطب ہور فرزند قطب کے بندے تمھارے ہیں علیؑ

(یعنی اے علی! قطب شاہ اور اس کے فرزند تمھارے بندے ہیں اس لئے ان کو اپنے سایہ میں خوش و خرم رکھئے۔)

ممکن ہے کہ محمد قلی نے اس شعر میں اپنی دختر حیات بخشی بیگم کے علاوہ اپنے برادر زادہ شہزادہ مرزا محمد سلطان فرزند مرزا محمد امین کو بھی اپنا ہی لڑکا سمجھ کر صیغۂ جمع (یعنی قطب کے فرزند) استعمال کیا ہو۔ یا اس کا بھی امکان ہے کہ جس وقت محمد قلی نے یہ شعر لکھا حیات بخشی بیگم کے علاوہ اور بھی اس کے بچے زندہ ہوں۔

شہزادہ مرزا محمد امین حیدرآباد کی تعمیر کے بعد بروز چہارشنبہ ۲۳ رجب ۱۰۰۱ھ میں پیدا ہوا تھا اور حیات بخشی بیگم اس سے تخمیناً ایک آدھ سال ہی کی چھوٹی ہوگی۔ کیونکہ جب ۱۰۱۲ھ میں ایران کا سفیر حیدرآباد آیا تو اس وقت اس کی عمر دس سال سے کم تھی جب ہی تو شاہ ایران نے اپنے فرزند کے ساتھ شادی کے لئے پیام بھیجا تھا۔ لیکن اس لڑکی کی قسمت میں تو حیدرآباد کی ملکہ بننا اور تین بادشاہوں (یعنی باپ محمد قلی، شوہر سلطان محمد، اور فرزند سلطان عبداللہ) کے زمانے میں حیدرآباد کی سیاست میں دخیل ہونا لکھا تھا۔

حیات بخشی بیگم کی شادی

غرض حیات بخشی بیگم کی شادی ہوئی تو اس کی عمر پندرہ سال سے زیادہ کی نہ تھی۔ کیونکہ وہ ۱۰۰۱ھ کے بعد پیدا ہوئی تھی اور ۱۰۱۶ھ میں شاہزادہ مرزا محمد سلطان کے ساتھ بیاہ دی گئی۔ اس بیاہ کے کچھ سیاسی اسباب بھی تھے جن کا تذکرہ محمد قلی قطب شاہ کے تدبر و سیاست اور سفیر ایران کی آمد کے سلسلے میں کردیا گیا ہے۔

محمد قلی کی زندگی میں خود اس کی شادی کے علاوہ اتنی بڑی تقریب اور کوئی نہیں منائی گئی۔ اس لئے اس وقت اس نے دل کھول کر اپنی شاہانہ فیاضیوں اور شان وشکوہ کا مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر وہ جو بھی اہتمام کرتا کم تھا۔ کیونکہ پہلے تو یہ اس کی اکلوتی اولاد کی شادی تھی اور دوسرے اس کے چہیتے بھتیجے کے ساتھ ہو رہی تھی۔ تیسرے یہ کہ اس زمانے میں شاہ ایران کا ایلچی بھی حیدرآباد میں موجود اور اس تقریب میں مدعو تھا جس کو قطب شاہی شان دکھانا ضروری تھا[1]۔ اور چوتھے یہ کہ شادی کے ساتھ ہی مرزا محمد سلطان کو ولیعہد سلطنت بنانا مقصود تھا۔

یہ تقریب ماہ ربیع الاول میں منائی گئی جس کے لئے پہلے ہی سے حکم دے دیا گیا تھا[2] کہ تمام شہر حیدرآباد کی آئین بندی کی جائے اور محلات شاہی کو آراستہ و پیراستہ کر کے محفل نشاط و شادی کے قابل بنایا جائے۔ غرض پوری تیاریاں ہو جانے کے بعد ایک مہینے تک شاہانہ جشن منائے گئے اور محمد قلی قطب شاہ نے اپنے بے انتہا انعام واکرام سے خاص و عام دونوں کو شادکام کیا۔ بخششوں اور نوازشوں کا اندازہ صرف اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ اس جشن میں امراء واکابر اور شرفاء سلطنت کو تیس ہزار[3] خلعت تقسیم کئے گئے تھے۔

[1] بعض تاریخوں میں تو لکھا ہے کہ نظام شاہ، عادل شاہ اور عماد شاہ بھی اس تقریب میں شریک تھے محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۱۴۰۷۔ [2] تاریخ قطب شاہی ورق ۲۶۴ ب۔

[3] بعض تاریخوں میں چالیس ہزار خلعتوں کی تعداد بتائی گئی ہے۔ دربار آصف۔ گلزار دوم صفحہ ۱۹۵۔

جب شادی کی تیاریاں مکمل ہوگئیں تو نجومیوں نے دن تاریخ اور نیک ساعت کا تعین کیا۔ اور علمائے عقد نکاح پڑھایا۔ دلہا اور دلہن پر سے زر و جواہر نثار کئے گئے۔ اس موقع پر شعرا نے مبارک باد کے قصیدے اور تاریخی قطعے بھی پیش کئے تھے جن میں میر کمعین سبزواری کا قطعہ بہت مشہور ہوا جو گزشتہ صفحات میں محمد قلی کے تدبر و سیاست اور میر کمعین کی سفارت کے بیان میں درج کیا جا چکا ہے۔ مبارکبادیوں کے علاوہ امراء نے شہزادے کی خدمت میں ولیعہدی کی نذریں بھی پیش کیں۔

شادی کے بعد بیٹی اور داماد کے رہنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ نے ایک عظیم الشان محل[1] کو پہلے ہی سے آراستہ و پیراستہ کرالیا تھا۔ چنانچہ جلوہ کے بعد اس شاہی برات کو اسی محل میں بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اتارا گیا۔ افسوس ہے کہ مورخ نے اس محل کا نام نہیں لکھا۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ محل دولت خانۂ عالی کی جانب جنوب اسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب "محلہ مٹی کا شیر" اور قدیم قطب شاہی مسجد واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد حیات بخشی بیگم کے محل میں واقع تھی اور جہاں اب ایام عاشورہ میں مٹی کا شیر اور تعزیہ بٹھایا جاتا ہے اسی جگہ اس محل کا عاشور خانہ تھا۔

حیات بخشی بیگم اپنے شوہر کی وفات ۱۰۳۵ھ تک اسی محل میں قیام پذیر رہی۔ اس اثناء میں جب سلطان محمد نے موجودہ سرور نگر کی جانب مشرق ایک عظیم الشان قلعہ سلطان نگر بنانا شروع کیا تو اس ملکہ نے بھی اپنے لئے اس قلعہ سے آگے ایک محل، مسجد اور شہر حیات نگر یا حیات آباد

[1] حدیقۃ العالم صفحہ ۲۴۷

بنایا تھا جواب تک موجود ہے۔ اسکے فرزند سلطان عبداللہ کے عہد میں حیات بخشی بیگم کا زیادہ تر قیام اسی حیات آباد میں رہتا تھا۔ چنانچہ وہیں اس نے عبداللہ قطب شاہ کی موتراشی کی تقریب بڑی شان وشوکت سے انجام دی تھی۔

عبداللہ قطب شاہ کے آخر عہد میں جب اورنگ زیب نے حیدرآباد پر حملہ کیا تو حیات بخشی بیگم قلعہ گولکنڈہ کے شاہی محلات میں سے اس خاص محل میں قیام پذیر رہی جو اس احاطہ "محلتان" کے بالکل اندرونی حصہ میں واقع ہے اور جس کی چھتیں فتح گولکنڈہ کے بعد خزانوں کی تلاش میں اڑادی گئی تھیں۔ لیکن اس کی دیواروں کے اعلیٰ نقش ونگار اور خوبصورت طاقچے اب بھی باقی ہیں۔

اورنگ زیب سے صلح کرانے میں حیات بخشی بیگم کا بہت بڑا حصہ ہے چنانچہ وہ خود اس سے ملنے کے لئے مغلیہ لشکر میں گئی اور شرائط صلح کے طے کرنے میں مردانہ وار گفتگو کی۔ آخرکار ۱۰۷۸ھ میں ۲۸ شعبان شنبہ کے روز محمد قلی قطب شاہ کی اس واحد یادگار نے تقریباً پچھتر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسی کے ساتھ اس کے والد سلطان محمد قلی کی عظیم الشان سلطنت کا وقار اور شان وشوکت بھی دفن ہوگئی۔ محمد قلی کا اکلوتا نواسہ سلطان عبداللہ بھی اپنی ماں حیات بخشی بیگم کے انتقال کے صرف پانچ سال بعد ہی سنہ ۱۰۸۳ھ میں اس دنیا سے بغیر اولاد نرینہ چھوڑے کوچ کر گیا۔

حیات بخشی بیگم کے بطن سے غالباً دو ہی بچے پیدا ہوئے ایک عبداللہ قطب شاہ جو محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے تین برس بعد دو شنبہ ۲۰ شوال ۱۰۲۳ھ میں عالم وجود میں آیا اور دوسری خدیجہ سلطان شہر بانو بیگم جو اپنے بھائی کے دو تین سال بعد پیدا ہوئی اور جسکی شادی ۱۰۴۳ھ میں سلطان محمد عادل شاہ والی بیجاپور سے ہوئی۔ خدیجہ سلطان نے بھی اپنی ماں کی طرح طویل عمر پائی۔ یہ بیجاپور میں اپنے فرزند علی عادل شاہ ثانی کے دور میں حاجی بڑے صاحب کے نام سے مشہور و معروف تھی۔

محمد قلی قطب شاہ کی علالت

محمد قلی قطب شاہ کی اولاد کے مختصر سے تذکرے کے ساتھ خود محمد قلی قطب شاہ کا بیان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس عظیم الشان فرمانروا کو اپنے آباو اجداد کے مقابلے میں بہت کم عمر ملی تھی۔ اگرچہ دوسری تمام باتوں میں قدرت نے اس کے ساتھ بڑی فیاضی سے کام لیا۔ قلب و دماغ کی جتنی اعلیٰ خوبیں اس کو عطا کی گئی تھیں اس کے کسی پیشرو کو نصیب نہ ہوئیں، مال و دولت، عیش و عشرت، عروج و اقبال، فتح و کامرانی اور امن و اطمینان جتنا اس کو حاصل ہوا کسی قطب شاہی حکمران کو نہ ملا۔ لیکن ایک ہی شخص کو دنیا کے تمام کمالات اور قدرت کے جملہ عطیئے نہیں بخش دیے جا سکتے۔ یہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔ اور محمد قلی کی ذات اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی عیش و عشرت کی زندگی نے اس کی صحت پر بُرا اثر ڈالا اور اس کی رندی و بے باکی نے اس کو اپنی صحت کی طرف سے

ہمیشہ لاپرواہ رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کثرت عشرت و شراب نوشی کی وجہ سے کمزور ہو گیا۔ اور کمزوری بیماریوں کی میزبان ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے مقابلے میں لاغر اور نحیف نظر آتا ہے۔ اگرچہ تاریخیں اس کی بیماریوں کے تذکرے سے خالی ہیں لیکن اس نے اپنے کلام میں کئی جگہ اپنی علالت کا ذکر کیا ہے اور شفا کے نصیب ہونے کیلئے دعائیں کی ہیں۔

کبھی وہ کہتا ہے کہ "اے خدا اپنے نبی کے صدقے میں قطب شاہ پر لطف و کرم کر کے اس کے دکھ درد کو دور کر اور آرام اور شفا بخش"

ایک وقت وہ یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لیتا ہے کہ اے قطب شاہ تجھے کسی اور ذریعہ سے تو شفا ہوتی نظر نہیں آتی اس لئے تو نبی کے لنگر میں لنگر دار بن جا کیونکہ شاید اسی کے طفیل میں تجھ کو ایسی شفا حاصل ہو جائے جو دوسرے علاجوں کے ذریعے سے حاصل کی ہوئی ہزاروں اور لاکھوں شفاؤں کے برابر ہو۔

ایک اور موقع پر وہ حضرت علی کی مدح میں لکھتا ہے کہ اے امیر المومنین تمہارے اوصاف بیچارے شاعروں کی شاعری کے ذریعے سے کیا ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اور میں تو شاعر سے زیادہ تمہارا بندہ ہوں تم اپنے کرم سے میرا علاج کرو۔

محمد قلی کے دیوان میں جو غزل سب سے پہلے درج ہے اس میں بھی اس نے اپنی اسی صحت سے محرومی کا بڑی حسرت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ غزل حمد باری تعالیٰ میں لکھی گئی ہے اور اس کے ایک شعر سے

معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنی صحت سے ایک گونہ مایوسی ہو چکی تھی اور ہر طرح کی کامگاریوں اور خوشیوں کے باوجود علالت کی وجہ سے وہ اپنی قسمت کو حقیر سمجھنے لگا تھا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

اپن بخت حقیر ے نہیے کدیں دل میں نہ کر غم تجھے دارو ئے صحت سوں شفا جام دیوے گا

یعنی اے محمد قلی تو اپنی اس بد قسمتی کی وجہ سے اپنے دل کو غمزدہ نہ ہونے دے کیونکہ خدا میں بڑی قدرت ہے وہ ضرور دارو ئے صحت بھر کر تجھ کو شفا کا پیالہ پلائے گا۔

اس کے دوسرے شعر یہ ہیں ؎

صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف دیا تیے دکھ درد بھی دور کر ہور سکھ شفا بخش

نبی لنگر میں اسنگر دار ہو کر رہ معانی کہ لسنگر داری میں تج کوں ہزاراں لک شفائے

شاعراں بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں میں بندا عاجز ہوں تم دارو کرو درماں ستی

بیماری کے اسی احساس کی بنا پر وہ بار بار اپنی درازی عمر کی دعا کیا کرتا تھا اس کا کلیات اس قسم کی دعاؤں سے بھرا پڑا ہے۔ اس نے اپنی متعدد نظموں کے آخری شعر صحت و عمر ہی کی دعا کے لئے وقف کر دیے ہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر صرف چند شعر درج کئے جاتے ہیں ؎

سدا توں راج کر قطبا انند کا ساج کر قطبا نبیؐ کا کاج کر قطبا کہ تج بخشا نہارے ہیں

نبیؐ کی دعا تیے قیامت تلک تم گنا دو نبی کے سو مولود لاکھاں

صدقے نبیؐ کے قطبا جم جم خوشی انند سوں لک سال رہ اچھ کہ اس تیے ہے عیش شمع روشن

صدقے نبی کے سور چندر تا اَچھے گگن
پت مِیت سوں قطب کرو سو لاکھ سال عید

نبی صدقے قطب لک برس جی توں
کہ نج تھے پاوے نت جیو دان بکرید

سدا جگ میں جیو شہ کر سکل حوراں کیاں سجدہ
ملک آمین کہہ کہہ سب دعا سوں ہت اُچائے ہیں

قطب شہ کوں میا کر دیا سوق بخشن دایم
حیات ہور بخت و دولت سوں خضر نتے جلائے ہیں

اباداں کر ملک میرا سو توں
بسا سو توں دے میراں یا سمیع

محمد قطب شہ ہور اس پری کوں
خدا یا رکھ جداں لگ ہیں ستارے

صدقے نبی اعلیٰ محل میں قطب شہ جم جم اچھو
جب لگ اچھے اسمان پر، چند سور زہرا مشتری

ان متفرق اشعار کے علاوہ ایک مکمل نظم درازیٔ عمر کے لئے دعا کے طور پر لکھی گئی ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

سبحان کے بہومان سوں جیو تمیں راجے سدا
جم جم جیو دپت مت سوں آنند خوشیاں تھے سدا[1]

وفات

آخر وہ روز آہی گیا جس کو دور سے دور تر رکھنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ دعائیں مانگا کرتا تھا۔ کثرتِ شراب نوشی کی وجہ سے اس کے جسم کو گھن سا لگ گیا تھا۔ آخرکار ماہ رمضان سنہ ۱۰۲۰ھ میں وہ بیمار پڑا۔ اور ڈھائی مہینے تک بخار کا سلسلہ جاری رہا۔ روز بروز اس میں شدت ہو گئی[2]۔ بادشاہ کی علالت اور نزاکتِ مزاج کا حال سن کر اس کے پیر حسبلہ

---

[1] محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۷۴۹۔

[2] "از سموم حرارتِ تن بر بستر ناتوانی نہاد" تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱

مرزا محمد امین نے میدان جنگ کا خیال ترک کر کے حیدر آباد کا رخ کیا۔ لیکن محمد قلی تو دنیا ہی کو ترک کر رہا تھا۔ آخری دو روز میں اس کے مرض نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ حد درجہ ضعف ہو گیا[1] اور پھر وہ سنبھل نہ سکا۔ غرض ہفتہ کی صبح میں بتاریخ ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ اس کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو گئیں اور وہ صرف ۴۸ سال کی عمر میں دنیا اور اس کی عشرتوں اور کامرانیوں کو اپنا سوگوار چھوڑ گیا۔ تمام ملک اس جواں مرگ بادشاہ کا ماتم کرنے لگا کہ ؎

دریغ آں شہنشاہ ہندوستاں　　　جم تاج بخش و ممالک ستاں

دریغ آں کہ دیگر نہ بیند سپہر　　　نظیرش در آئینۂ ماہ و مہر (حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰)

قطعات تاریخی | ماثر دکن میں اس کی وفات کی حسب ذیل تاریخ لکھی ہے۔

محمد رفت چوں از دار فانی　　　وصال آں شہ دیں سال فیاض

ز قطب فضل و فضل عام جستم　　　دگر بارہ نہ عالی جاہ فیاض[2]

قدیم تاریخوں میں یہ قطعۂ تاریخ درج ہے اور اس میں محمد قلی کے تخلص معانی کی بھی رعایت رکھی گئی ہے ؎

ماہِ تمام ملک بزیر نقاب شد　　　آب حیاتِ خلق دریغا سراب شد

سروے ز بوستانِ معانی فرو شکست　　　برجے ز آسمانِ مکارم خراب شد[3]

---

[1] "دو عرصہ دو روز مرض آنچناں قوی گشت کہ مزاج مبارک بضعف کلی گرائید" حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰

[2] ماثر دکن صفحہ ۹۱　[3] تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱ و محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۹۴۷ ۔

علی ابن طیفور نے محمد قلی کی تاریخ وفات اس طرح نکالی تھی [1]

سال تاریخ فوت او جستم — گفت رضواں کہ بادشاہ بہشت

عمر

انتقال کے وقت محمد قلی قطب شاہ کی عمر صرف بنتالیس سال دو مہینے کی تھی۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ اکثر تاریخوں میں اس کی عمر انچاس سال بتائی گئی ہے [2]۔ وہ ۱۴ رمضان ۹۷۳ھ کو پیدا ہوا اور سترہ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ کو وفات پائی اسطرح ۱۴ رمضان ۱۰۲۰ھ کو قمری مہینوں کے حساب سے اس نے بنتالیس سال ختم کئے تھے اور اڑتالیسویں میں قدم رکھا تھا کہ بیمار پڑگیا شمسی مہینوں یعنی عیسوی یا فصلی سال کے لحاظ سے تو محمد قلی کی عمر وفات کے وقت اور بھی کم قرار پاتی ہے۔ اسی طرح زمانہ حکومت بھی اکثر تاریخوں میں غلط ہے یعنی تینتیس ۳۳ سال آٹھ ماہ اور اس کی قبر کے کتبے پر اکتیس ۳۱ سال لکھا گیا ہے۔ حالانکہ محمد قلی نے صرف بتیس ۳۲ سال چھ ۶ مہینے اور ۲۶ دن حکومت کی [3]

---

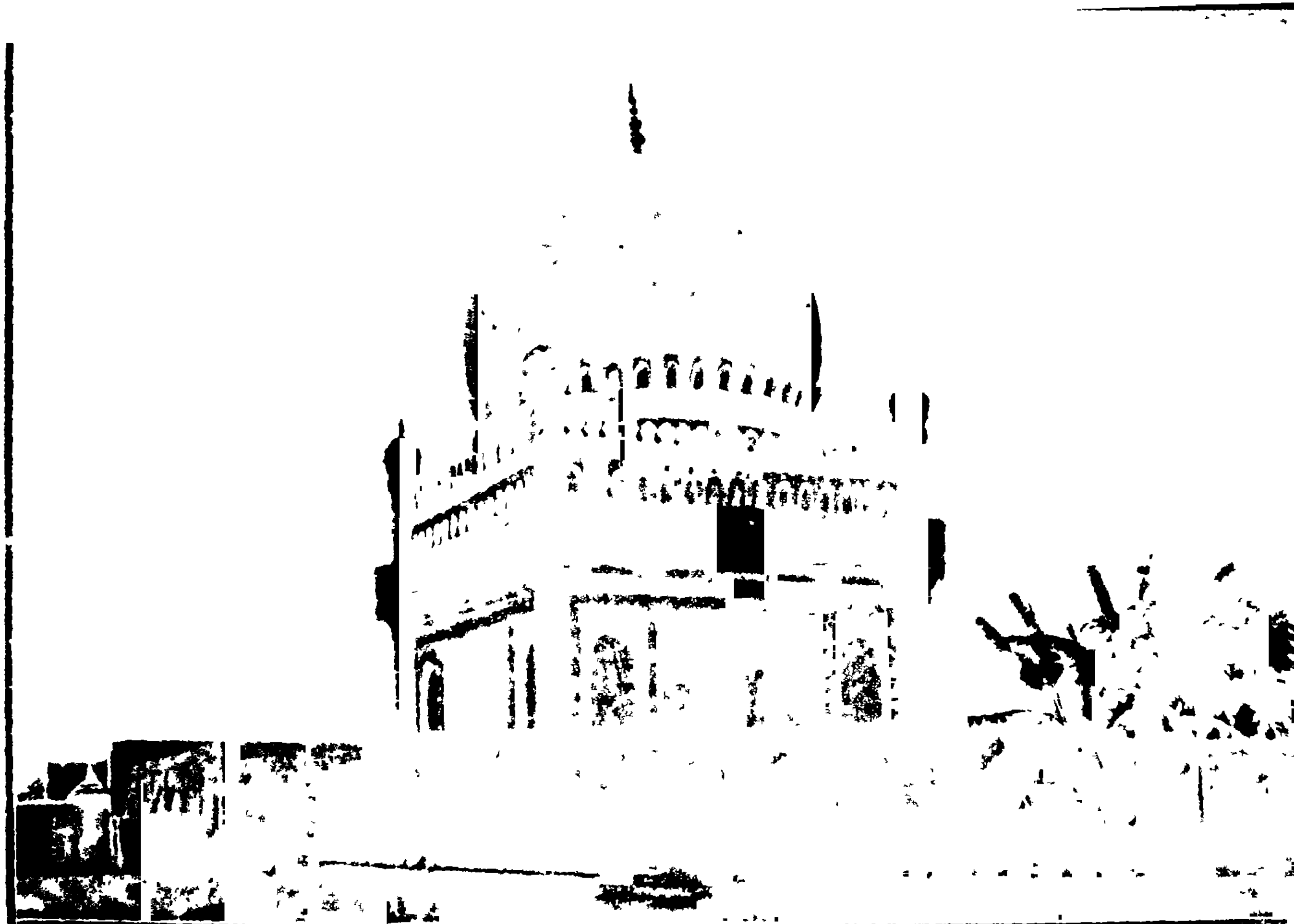
[1] حدائق السلاطین ورق ۱۱۴ ب

[2] تاریخ قطب شاہی (۲) حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰۔ (۳) تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱۔ (۴) گلزار آصفی ۴۹ (۵) تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ صفحہ ۳۲۲۔ (۶) مآثر دکن صفحہ ۹۱۔

[3] کہا جاتا ہے کہ محمد قلی کو شاہی سراپا اور تاج پہنا کر دفن کیا گیا تھا جس کی بنا پر دفینوں اور خزانوں کے بعض شائقین نے تہہ خانے میں اس کی قبر کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن تعویذ کے نیچے ایسے بڑے بڑے پتھر بھلائے گئے ہیں جن کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا مشکل ہے۔

محمد قلی کا گنبد محمد قلی نے شہر حیدرآباد کی سر بفلک عمارتوں کے علاوہ اپنے لئے ایک عالیشان گنبد بھی اپنے آباو اجداد کے گنبدوں کے قریب بنوا لیا تھا۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ جس طرح وہ اپنے خاندان میں سب سے بڑھ کر عظیم المرتبت حکمران تھا اسی طرح اس کا گنبد بھی مقابر سلاطین قطب شاہیہ میں سب سے زیادہ عظیم الشان ہے۔ یہ گنبد جس چبوترے پر واقع ہے وہ زمین سے ۱۳ فٹ ۶ انچ بلند ہے۔ اور اس کا ہر ضلع ۲۰۰ فٹ طویل ہے۔ اس چبوترے کے اوپر اور ایک چبوترہ ہے جس کا ہر ضلع ۱۲۶ فٹ ۳ انچ طویل ہے۔ اس اوپر کے چبوترے کے درمیان مقبرہ بنایا گیا ہے جس کے بیرونی حصے کا ہر ضلع ۱۰ فٹ ۴ انچ طویل ہے۔ اس کے ستونوں کی بلندی ۲۲ فٹ ہے۔ مآثر دکن میں صفحہ ۹۱ پر اس کی پوری تفصیل درج ہے۔ گنبد میں داخل ہونے کے لئے جنوب و مشرق دونوں طرف دو دروازے ہیں۔ بادشاہ کی اصلی قبر نیچے تہہ خانے میں ہے جہاں تک پہنچنے کے لئے اوپر اور نیچے دونوں طرف سے راستے ہیں۔ دوسرے قطب شاہی بادشاہوں کے تہہ خانے بند ہیں۔ گنبد میں اوپر جو تعویز سنگ سیاہ کا مصفّٰی بنا ہوا ہے اس پر کلمہ، آیت الکرسی، اور درود شریف کے علاوہ حسب ذیل عبارت کندہ ہے:۔

"اعلیحضرت جنت مکانی عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ بن ابراہیم قطب شاہ انار اللہ برہانہما۔"



گنبد سلطان محمّد قلی قطب شاہ

بتاریخ روز شنبہ ہفدہم ماہ ذالقعدۃ الحرام ۱۰۲۰ھ عشرین والف ہجری بر حمت

حق واصل شد۔

سن شریفش چہل ونہ سال ومدت سلطنش سی ویک سال رحمۃ اللہ تعالیٰ

رحمۃ کاملۃ"

یہ کتبہ محمد قلی کے جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے لگوایا ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ اس میں محمد قلی قطب شاہ کی عمر اور مدتِ سلطنت دونوں تاریخی نقطۂ نظر سے غلط ہیں کیونکہ ابراہیم قطب شاہ نے ۱۲ ربیع الثانی ۹۸۸ھ میں انتقال کیا اور محمد قلی تخت نشین ہوا۔ اس طرح ، ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ تک ۳۲ بتیس سال ۶ چھ مہینے ۲۶ چھبیس دن ہوتے ہیں۔

محمد قلی کا گنبد اس قدر بلند ہے کہ دور دور سے نظر آتا ہے۔ اس کا چبوترہ نہایت وسیع اور پر فضا ہے۔ اور دوسرے گنبدوں کی طرح چاروں طرف سے مقبروں اور درختوں سے گھرا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ مشرق کی طرف تو اس سے ملحق کئی فرلانگ تک مسطح میدان واقع ہے جس کی وجہ سے یہ چبوترہ ایک عام تفریح گاہ بن گیا ہے۔ اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ سیر و تفریح کرنے والوں کی ٹولیاں وہاں نہ جمع ہوتی ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ محمد قلی کے گنبد پر مقبروں جیسی اداسی یا بھیانک پن نظر ہی نہیں آتا۔

کہا جاتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے قلعہ گولکنڈہ پر حملہ کیا تو اس گنبد پر بھی توپیں

چڑھادی تھیں کیونکہ کافی بلند اور وسیع ہونے کی وجہ سے یہ ایک اچھے مورچہ کا کام دے سکتا تھا اس گنبد کی توپوں کے گولے جب قلعہ میں پہنچنے لگے تو اہل قلعہ نے بھی ان کا جواب دیا مگر جب محمد قلی کے آخری نام لیوا ابوالحسن تاناشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے گنبد کو نشانہ بنانے سے منع کر دیا اور کہا کہ ہم جن کی سلطنت کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے گنبد کو کیونکر مسمار کر سکتے ہیں ۔ یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو اتنا ضرور ہے کہ گنبد محمد قلی کے اس پہلو پر جو قلعہ گولکنڈہ کے مقابل ہے شکست و ریخت کے چند نشانات اب تک پائے جاتے ہیں ۔

جب تک قطب شاہی سلطنت باقی رہی محمد قلی کا عرس دھوم دھام سے ہوتا رہا اسکی قبر کے اطراف روزانہ متعدد حفاظ تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے تھے ۔ قبر پر اطلسی چادر اور پھول چڑھائے جاتے تھے ۔ زربفت کا شاہی شامیانہ طلائی ڈنڈوں پر تانا جاتا تھا ۔ روشنی کا ایک عالیشان جھاڑ درمیان میں اور اس کے اطراف کئی چراغ دن رات روشن رہتے ۔ بادشاہ کی کتابیں رحلوں پر رکھی رہتیں جن میں سے اکثر قرآن اور تفسیر اور دیگر مذہبی موضوعوں سے متعلق تھیں ۔ گنبد میں چاروں طرف قیمتی قالینوں کا فرش ہوتا ۔ اور اوپر کلس پر زرین ہلال لگا ہوا تھا جو بادشاہ کے گنبد کی علامت تھی۔[1]

[1] گولکنڈہ کے شاہی مقبروں کے تفصیلی حالات مشہور فرانسیسی سیاح موسیو تھیونو نے اپنے سفرنامے میں لکھے ہیں ۔ یہ سیاح محمد قلی کی وفات کے پچپن سال بعد حیدرآباد آیا تھا ۔ اس سفرنامہ کا ترجمہ سلسلہ آصفیہ کی جلد دوم کے طور پر شمس العلماء سید علی بلگرامی کی نگرانی میں کیا گیا اور ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا تھا ۔

اگرچہ یہ رونق اور اہتمام اب باقی نہیں رہا لیکن گولکنڈہ کے اطراف واکناف کے گاؤں کے اکثر لوگ زیادہ تر عورتیں ہر سال خاص خاص دنوں میں محمد قلی قطب شاہ کے مقبرے کی زیارت کو جوق در جوق آتے ہیں۔ اور ملیدہ اور جلیبیاں اپنے ساتھ لاکر یہاں فاتحہ دلواتے اور تقسیم کرتے ہیں۔ اس طرح تلنگانہ کے اس مشہور ہیرو، بھاگ متی کے سچے عاشق، اور دکن کے بین قومی تمدن کے بانی کی یاد اب تک تلنگانہ کے غریبوں کے دل میں باقی ہے۔

محمد قلی کی نیکیاں | دنیا کا یہ عجیب دستور ہے کہ کسی کی وفات کے تذکرے کے ساتھ ہی اس کی خوبیاں یاد آجاتی ہیں۔ محمد قلی قطب شاہ کے بیان کے خاتمے پر بھی تمام مورخوں نے اس کی نیکیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور چونکہ ان میں سے بعض کا ذکر ہمارے گزشتہ عنوانات کے تحت نہ آسکا تھا اس لیے ہم بھی یہاں قدیم مورخوں کی تقلید پر مجبور ہیں۔

محمد قلی کی سب سے اہم نیکی اس کی فیاضی اور داد و دہش تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ رقم عمارتوں کی تعمیر میں صرف کی۔ چنانچہ ناظر الملک میر ابوطالب جو اس کے دربار کا خاص انجنیر تھا محمد قلی قطب شاہ کی عمارتوں کے اخراجات ستر لاکھ ہون بتاتا ہے جو عہد حاضر کے تقریباً پانچ کروڑ روپیوں کے برابر ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کی ان تعمیری دلچسپیوں کی وجہ سے رعایا کا وہ طبقہ کتنا خوش حال نہ ہوگیا ہوگا جو مزدور پیشہ تھا۔

ہر سال محرم میں محمد قلی قطب شاہ لنگر ائمہ اثنا عشر کے سلسلے میں ساٹھ[۹۱] ہزار ہون خرچ کرتا تھا۔

یہ کثیر رقم مجاوروں اور خادموں کے وظائف اور ایام عاشورہ کے پکوان میں صرف ہوتی تھی۔ ہزارہا غریب اور مفلس لوگ محرم میں خوشحال ہو جاتے اور سال بھر کی مصیبتوں اور تکلیفوں کو بھول جاتے تھے۔ اس طرح اس نے اپنے دورِ حکومت میں صرف محرم کے لنگر میں ایک کروڑ چونتیس لاکھ چالیس ہزار روپے صرف کئے۔ مذکورہ رقم کے علاوہ ایام عاشورہ کے ختم پر مستحقوں اور مسکینوں میں زرِ عاشوری کے نام سے ہر سال بارہ ہزار ہون تقسیم کر دیے جاتے تھے۔ گویا محمد قلی نے زرِ عاشوری کے طور پر چھبیس لاکھ اٹھائیس ہزار روپے غریبوں اور مستحقوں کو عنایت کیے۔

تعمیر و محرم کے اخراجات کے علاوہ ہر سال ایک لاکھ ہون عید میلاد النبی کے جشن میں بارہ روز کے اندر صرف ہوتے تھے۔ اس عید کے اہتمام اور شان و شوکت کا بیان گزر چکا ہے۔ محمد قلی نے اپنے عہدِ حکومت میں عید میلاد النبی کے انعامات، طعام اور خوشبو وغیرہ کے سلسلے میں مبلغ دو کروڑ چوبیس لاکھ روپے خرچ کئے۔ اور اس کے علاوہ اتنی ہی رقم خیرات اور صدقے کے طور پر مسکینوں اور مستحقوں کو عنایت کی جاتی تھی۔

اس طرح گیارہ کروڑ روپے کا حساب تو تاریخوں میں صاف طور پر درج ہے۔ اس رقم کے علاوہ محمد قلی نے موقع بموقع جو انعامات عطا کئے یا خیرات دی اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ معلوم ہے کہ وہ مقاماتِ مقدسہ (مثلاً مکہ، مدینہ، نجف، کربلا، مشہد اور دیگر شہروں) کے غربا اور مجاوروں کے لئے التزام کے ساتھ ہر سال کپڑے اور نقد روپیہ روانہ کیا کرتا تھا۔

خود شہر حیدرآباد میں کوئی حاجتمند ایسا نہ تھا جو محمد قلی کی بارگاہ میں پہنچتا اور بے نیل ومرام واپس ہوتا۔ رعایا میں جس کسی کے یہاں شادی اور ختنہ کی تقریب منائی جاتی اگر وہ بادشاہ کو اس کی اطلاع کراتا تو فوراً انعام واکرام سے سرفراز ہوتا۔ بیرون مملکت سے جو لوگ حیدرآباد آتے ان کو وطن واپس جانے کے لئے کافی رقمیں دیجاتیں اور حسب حیثیت خلعت سے سرفراز کیا جاتا۔

محمد قلی کے عہد میں محصول اجناس کے طور پر ۷ لاکھ ہون یعنی چودہ لاکھ روپے سالانہ وصول ہوا کرتا تھا اور برہمن اس رقم کی وصولی میں رعایا کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آتے تھے اس لئے تخت نشینی کے بعد چند ہی سال کے اندر محمد قلی نے یہ محصول معاف کردیا اور رعایا برہمنوں کے ظلم وستم سے محفوظ ہوگئی۔ اس طرح محمد قلی کی دریادلی اور رعایا پروری نے حکومت کو تقریباً چار کروڑ روپے کی آمدنی سے محروم کردیا۔

ایک اور خصوصیت یہ بیان کی جاتی ہے کہ محمد قلی نے اپنی تمام زندگی میں کسی کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ اور اگر کبھی کوئی ایسا مقدمہ پیش بھی ہوا تو اس کو دارالقضا کے سپرد کردیا تاکہ احکام شرع کے موافق وہاں سے تصفیہ کردیا جائے۔

محمد قلی کے دسترخوان کی بھی بڑی شہرت تھی اور کہا جاتا ہے کہ ہر وقت ایک ہزار آدمی اس کے دسترخوان پر موجود ہوتے اور کسی کو روک ٹوک نہ تھی ۔ چنانچہ اکثر مسافر اور سیاح اس شاہی دسترخوان سے فیض یاب ہوتے تھے ۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے قلب و دماغ کی غیر معمولی خوبیوں کی وجہ سے تاریخ عالم میں اپنے لئے ایک خاص جگہ پیدا کر لی ہے ۔

کلّیاتِ اُردو

محمد قلی قطب شاہ اپنے بعد جو عظیم الشان یادگاریں چھوڑ گیا ان میں سب سے زیادہ اہم اور پائیدار اس کا اردو کلام ہے۔ اس کی بنائی ہوئی پتھر چونے اور اینٹ کی اکثر عمارتیں صفحۂ ہستی سے نابود ہو گئیں۔ صرف حیدرآباد کا چارمینار، جلوخانہ عالی کی چارکمانیں، بادشاہی عاشورخانہ، دارالشفا اور محمد قلی کا گنبد دستبردِ ایام سے بچ گئے۔ لیکن نہ معلوم ان کی عمر بھی اب کتنی رہ گئی ہے۔ اس کا صرف ایک ہی کارنامہ ایسا ہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا اور ہر جگہ کے اہلِ علم اس سے مستفید ہو سکیں گے اور وہ اس کا کلیات ہے۔

یہ گنجینۂ ادب بھی عرصہ تک علم و فضل کے خاص خاص خزانوں ہی میں محفوظ۔ بایں ہمہ یہ ایسی چیز نہ تھی کہ ہمیشہ چھپی رہتی۔ اردو ادب کی متوالی آنکھیں ہر وقت اس کی تلاش میں رہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جس کو یہ متاعِ بیش بہا ہاتھ لگی اس نے اس کو ایسا عزیز رکھا کہ دوسروں کی پرچھائیاں بھی پڑنے نہ دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کلیات عوام کی نظروں سے اتنا اوجھل ہو گیا کہ ہر شخص اس کے متعلق عجیب عجیب قیاس آرائی کرنے لگا۔ کسی نے اس کو

برج بھاشا زبان کا کلام قرار دیا اور کوئی اس کو محمد قلی کے سوا کسی اور شاعر معانی کا کلام سمجھتا رہا حالانکہ وہ ٹھیٹ اردو کلام ہے اور خود محمد قلی قطب شاہ کا نتیجۂ قلم۔ کیونکہ قطب کے علاوہ محمد قلی کے کئی اور تخلص بھی تھے جن میں معانی سب سے زیادہ اس نے استعمال کیا ہے۔

محمد قلی کا اردو کلام اس کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی ہمیشہ مقبول رہا۔ لوگوں کو اس کی نظمیں زبانی یاد تھیں اور اب بھی دیہاتی عورتیں مختلف تقریبوں میں اس کے اشعار گاتی ہیں اس کے علاوہ اس کے کلیات کی کئی نقلیں بھی کی گئی تھیں جو بعد کو ہندوستان کے

کلیات کے نسخے

مختلف حصوں میں منتشر ہوگئیں چنانچہ اس وقت تک کلیاتِ محمد قلی کے آٹھ نسخوں کا پتہ چل سکا ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہانِ اودھ لکھنو

۲۔ 〃 〃 ٹیپو سلطان میسور

۳۔ 〃 〃 ایشیاٹک سوسائٹی بنگال

۴۔ 〃 〃 آصفیہ حیدرآباد

۵۔ 〃 〃 نواب سالار جنگ بہادر حیدرآباد

۶۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۷۔ ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق 〃 〃

۸۔ نسخۂ کتب خانہ آقا حیدر حسن صاحب

ان میں سے موخرالذکر چار نسخے مصنف کے زیر استعمال رہے ہیں۔ ان آٹھوں نسخوں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہانِ اودھ

اس کتب خانہ کی فہرست اسپرنگر نے مرتب کی تھی جو ۱۸۵۴ء میں شایع ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان اودھ کو جو نسخہ دستیاب ہوا تھا وہ جملہ تیرا سو آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ جس میں فی صفحہ ۱۴ سطریں تھیں۔ اور جس کی ترتیب حسب ذیل تھی۔

۱۔ مثنویاں ۳۳۶ صفحات۔ فی صفحہ ۱۴ ابیات۔ جملہ چار ہزار چھ سو چوالیس ابیات۔

آغاز صفت کوں دکھوں اس یکتائے سبحان کا ۔۔۔ کہ ناطق اپے (خود جو) جن ہے قرآن کا

۲۔ قصیدے۔ ترجیع بند اور مرثیئے۔ ۱۰۰ صفحات

آغاز ع ۔۔۔ جو بسم اللہ کر مطلع کہیا ہے ذات اس یکتا

۳۔ غزلیں ۸۶۰ صفحات

۴۔ رباعیاں ۱۲ صفحات

آغاز ع ۔۔۔ دلا منگ خدا کن کہ خدا کام دوے گا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلیات نامکمل تھا۔ کیونکہ

۱۔ اس میں زیادہ سے زیادہ ۱۸۳۱۲ اشعر ہوں گے بشرطیکہ فی سطر ایک شعر درج ہو۔ حالانکہ سلطان محمد قلی قطب شاہ مرتب کلیاتِ محمد قلی نے پچاس ہزار شعر جمع کئے تھے۔

ب۔ کتب خانۂ آصفیہ میں جو دیوان موجود تھا وہ اٹھارہ سو صفحات پر مشتمل تھا۔

۲۔ نسخہ کتب خانہ ٹیپو سلطان

اس کتب خانہ کی فہرست اسٹوارٹ نے مرتب کی تھی۔ یہ نسخہ زوال ٹیپو سلطان کے بعد ایسٹ انڈیا آفس کو منتقل کر دیا گیا۔ اس کے متعلق گارساں دتاسی نے اپنی تاریخ زبان و ادب ہندوستانی و ہندوی" جلد اول صفحہ ۳۹۰ مطبوعہ ۱۸۷۰ء) میں لکھا ہے کہ یہ ایک ضخیم خوبصورت جلد ہے جو سلطان محمد قطب شاہ کے لیے ۱۰۲۴ھ میں لکھی گئی ہے اس کی ترتیب حسب ذیل ہے

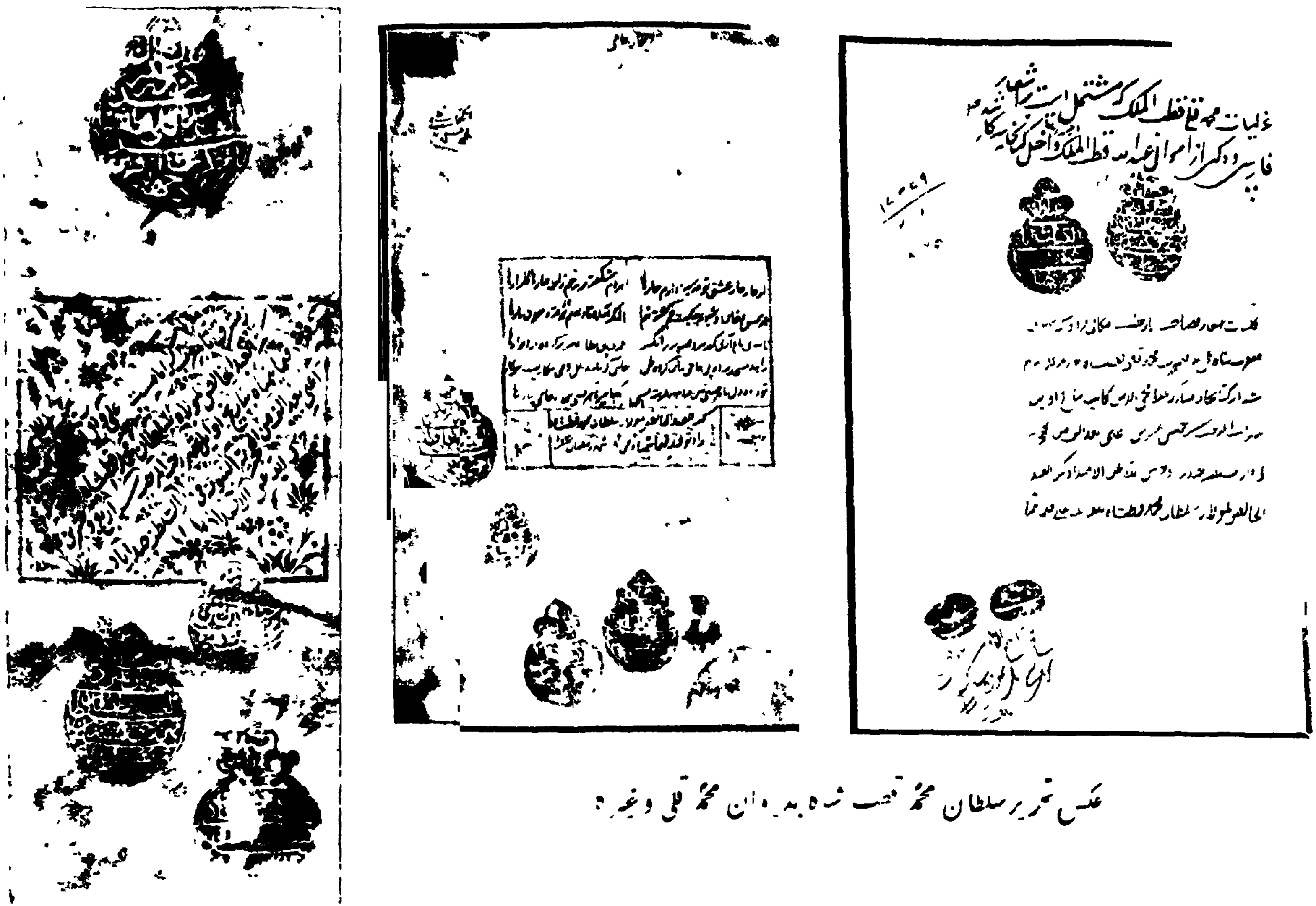
۳۳۶ صفحات مثنویوں کے (۱۴ ابیات فی صفحہ)

۱۰۰ صفحات قصیدوں، ترجیع بندوں اور مرثیوں کے

۸۶۰ صفحات غزلوں کے

۱۲ صفحات رباعیوں کے

معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو سلطان کا نسخہ اور شاہان اودھ کا نسخہ دونوں بالکل ایک دوسرے کی نقل تھے۔ اور یہ ممکن ہے کہ خود سلطان محمد نے ۱۰۲۴ھ تک جو کچھ کلام جمع کیا تھا اس کے کئی نسخے نقل کرائے تھے تاکہ اپنے چچا کا کلام تلف نہ ہونے پائے۔ لیکن ان نسخوں کی ترتیب کے بعد



عکس تحریر سلطان محمد قطب شاہ بعد ازان محمد قلی وغیرہ

وہ خاموش نہ رہا بلکہ اور کلام جمع کرتا رہا یہاں تک کہ ۱۰۲۵ھ میں ایک مکمل کلیات جمع کر کے اپنے خطبہ کے ساتھ مرتب کرلیا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

۳۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا نسخہ

اس نسخے کا ذکر اسپرنگر کے کٹلاگ مذکورۂ بالا میں ملتا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کلیات کا نمبر ۲۱ ہے اور یہ نہایت عالیشان نسخہ ہے جو مصنف کے جانشین کے لئے ۱۰۲۲ھ میں لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی تفصیل نہیں لکھی۔

ممکن ہے کہ یہ نسخہ بھی متذکرۂ بالا تین نسخوں کے مطابق ہو۔ افسوس ہے کہ اس کے متعلق اور کوئی علم نہ ہو سکا۔

۴۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد

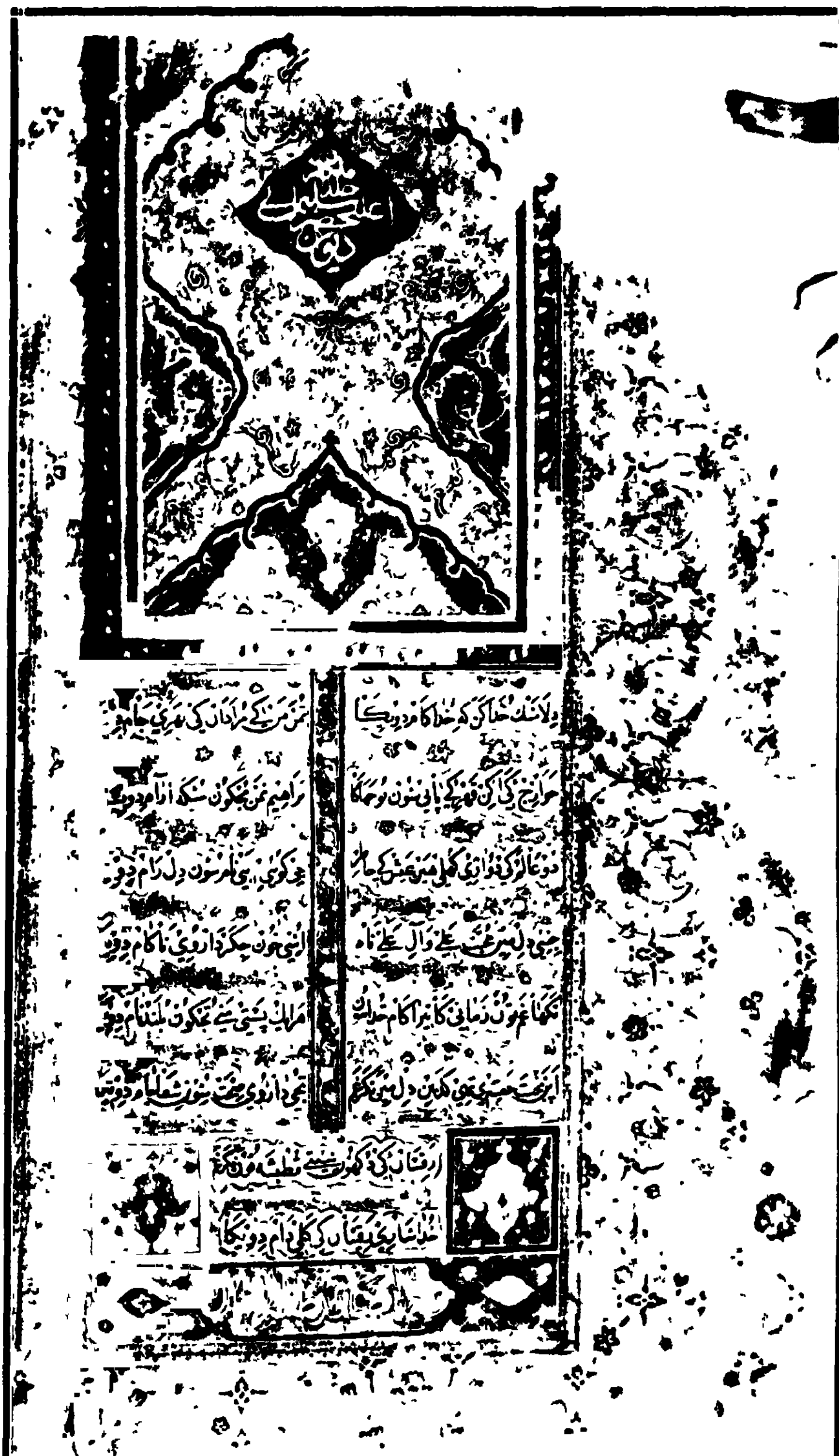
اس نسخہ پر مولوی عبدالحق صاحب نے ایک تفصیلی مضمون رسالہ اردو بابت ۱۹۲۲ء میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اٹھارہ سو صفحوں پر مشتمل تھا اور اس پر خود سلطان محمد قطب شاہ کے دستخط تھے۔ یہی نسخہ اس وقت مکمل ترین سمجھا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ اب کتب خانہ آصفیہ میں موجود نہیں ہے۔ اس کے متعلق مولوی عبدالحق صاحب کی تحریر سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

"یہ کلیات ایک نہایت قابل قدر اور نادر نسخہ ہے۔ بڑی تقطیع اور اعلیٰ درجہ کے قدیم کاغذ پر

بخط نسخ بہت خوشخط لکھا ہوا ہے۔ کتاب بہت ضخیم ہے۔ تقریباً اٹھارہ سو صفحے ہوں گے۔ اسے محمد قلی قطب شاہ کے جانشین اور بھتیجے محمد قطب شاہ نے بڑے اہتمام اور خلوص سے ترتیب دیا ہے۔ یہ نسخہ شاہی کتب خانہ کا ہے اور سر ورق پر خود محمد قطب شاہ کے قلم کی لکھی ہوئی تحریر ہے........ ورق کے سرے پر جو عبارت لکھی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خاص کتب خانۂ شاہی کا ہے ان دو عبارتوں کے درمیان محمد قطب شاہ کی مہر ہے۔ مہر کی تحریر پڑھنا ذرا مشکل ہے........ کتابت کا سنہ خود قطب شاہ نے اپنی تحریر میں ۱۰۲۵ھ بتایا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے حیدرآباد فتح کیا تو شاہی کتب خانے سے بعض کتابیں دوسرے مال غنیمت کے ساتھ دلی چلی گئیں اور وہاں کے شاہی کتب خانہ میں داخل ہو گئیں۔ اور جب دلی پر آفت آئی اور وہاں کا کتب خانہ برباد و غارت ہوا تو یہ کتاب پھرتے پھراتے کلکتہ پہنچی اور کلکتہ سے آخر پھر اپنے اصل مقام یعنی حیدرآباد پہنچ گئی............

کلیات کے شروع میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کے بھتیجے اور جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے ایک منظوم دیباچہ لکھا تھا۔ اس دیباچے میں اول اس نے یہ بتایا ہے کہ ان نظموں کو کس ترتیب سے درج کیا گیا ہے یعنی اول مثنویاں پھر قصیدے اس کے بعد ترجیع بند، ترجیع بند کے بعد فارسی مرثیے اس کے بعد دکنی مرثیے، دکنی مرثیوں کے بعد فارسی غزلیں، فارسی غزلوں کے بعد دکنی غزلیں، اور سب سے آخر میں رباعیات"

رسالہ اردو بابتہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۲ء



لوح کلیات محمد قلی قطب شاہ

۵۔ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

اس کتب خانے میں جو نسخے ہیں ان میں پہلا نہایت قدیم اور شاہی مصور و مطلا نسخہ ہے اور خود سلطان محمد قلی قطب شاہ کی زندگی میں غالباً اسی کے حکم سے لکھا گیا تھا۔ اس کے سر لوح پر لکھا ہے:۔

دیوان اعلحضرت سلیمانی خلد اللہ ملکہٗ

اس کے علاوہ جگہ جگہ لکھا ہے:۔

ولہٗ ایضاً مد ظلہ العالی

اس لحاظ سے یہ نسخہ دوسرے تمام نسخوں سے زیادہ قدیم، معتبر اور اہم ہے۔ لیکن یہ بھی مکمل نہیں ہے۔ چند ردیفیں اس میں شامل نہیں ہیں اور جلد بندی کے وقت اس کے صفحوں کو آگے پیچھے کرکے بغیر کسی ترتیب کے جلد بنا دی گئی ہے۔ چونکہ صفحوں پر نمبروں کا اندراج نہ تھا اس لئے بے ترتیبی پیدا ہوگئی زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ سلسلہ کے بعض صفحات کا پتہ نہیں چلتا معلوم ہوتا ہے کہ درمیان سے تقریباً ہر ردیف کے چند ورق جلد بندی کے وقت چھوٹ گئے۔

اس دیوان میں سلطان محمد قلی نے اکثر جگہ معانی اور صرف چند جگہ قطب یا قطب شہ وغیرہ تخلص استعمال کیا ہے۔ چونکہ معانی تخلص سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ شائد دوسرا شاعر ہو اس لئے یہاں یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ معانی اور قطب ایک ہی شاعر کا تخلص تھا۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ابتدائی تخلص معانی تھا۔ بعد کو اس نے قطب یا قطب شہ تخلص کو ترجیح دی۔ س لئے اس زیر نظر دیوان کی ترتیب کے بعد جو دیوان مرتب ہوئے ان میں ہر جگہ معانی کو نکال کر قطب شہ لکھ دیا گیا ہے۔ اس تبدیلی اور اس کی نوعیت کی بحث اس کتب خانہ کے دوسرے دیوان کے سلسلے میں پیش نظر ہوگی۔

معانی ایک بادشاہی کا تخلص تھا اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اکثر جگہ اس تخلص کے ساتھ بادشاہت اور لوازم شاہی کا ذکر کرتا ہے مثلاً ذیل کے شعر ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ جم عیش سوں کر راج سکل جگ میں معانی　　کیتا ہے ترے دشمناں کا کام خدا تلخ

۲۔ پیوستہ باد باتو معانی عروس عیش　　قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

۳۔ اے معانی تیرے رازاں نہے ہونے آگاہ سب　　تاج تور کھ سر اپر او ہے اماماں کا نشاں

۴۔ ہزار شکر الہی کا کرتا ہوں ہر دم　　دمامے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۵۔ کیا تمھاری پیوا معانی کی دولت ہے　　کہئے کہ تم بھی پیوا برابر شہا کرو

۶۔ فلک قلاب سوں باندھیا ہے بیڑی　　معانی نو دسے شاہ یگانہ

معانی نے بعض جگہ اپنے نام محمد قلی کی طرف بھی اپنے مقطوں میں اشارہ کر دیا ہے مثلاً ذیل کے مقطعے ملاحظہ ہوں۔ (واضح ہو کہ محمد قلی کے لفظی معنی غلام محمد کے ہوتے ہیں)

۱۔ تم معانی کے گناہاں کا غم کرتے ہیں کیوں　　میں محمد ناؤں تھے دو توں جہاں بیا نے جگیا

۲۔ معانی تج کوں محمد غلامی ہے شاہی — توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات سریع

۳۔ معانی شکر خدا کر نہ کر توں غم ہرگز — نبیؐ کے نانو تھے آتا تجھے خوشی کا سراغ

۴۔ یے سرفرازی بس ہے دو جگ منے معانی — منج سیس پر لکھا ہے اسم محمدؐ اللہ

۵۔ تج تخلص ہے معانی معنی کے گنج سوں بھریا — تو محمدؐ میم تھے پایا دو عالم کا سر پر

معانی نے اپنے قصیدوں میں جہاں کافی وضاحت کی گنجائش ہوتی ہے، اپنی بادشاہت اپنے نام اور اپنے تخلص کو مختلف شعروں میں واضح کر دیا ہے۔ مثلاً عید قرباں کے قصیدے کے حسب ذیل تین شعر قابل ذکر ہیں:۔

تج محمد ناؤں تھے سہتا ہے تاج احمدی — دو بزرگی دیکھ پگ پڑتا ہے خاقاں عید کا

بخت و دولت تخت چو پھیر چوک جوڑے ہے سدا — اس خوشی سے رات دن گرچے سوالوں عید کا

اس قصیدے پر معانی عید جم قربان ہے — نیں کیا ہے آج لگ یوں کوئی درافشاں عید کا

اسی طرح ایک اور قصیدے کے حسب ذیل شعر بھی قابل مطالعہ ہیں جن میں پہلے قطب شہ کا تخلص استعمال کرتا ہے اور آخر یعنی مقطع میں معانی کا:۔

نظر ہے مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کا قطب شہ اوپر — کہ دشمن کی پشانی پر لکھے حرف پشیانی

انوں کے دشمناں اوپر ازل سے لعن واجب ہے — اگر ہوئے سمرقندی، بخارائی و ملتانی

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشیا ہے توں تج کوں — معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

اب چند ایسے شعر پیش کئے جاتے ہیں جن میں محمد قلی نے اپنے نام یا لفظ قطب کے ساتھ لفظ معانی کی قریب ترین شکلیں استعمال کی ہیں مثلاً :۔

اب مجھے گا قطب معنی حال کیوں — قبلہ کوں اس کام میں میخانہ کیتا
ہر مکس میں مست ہر یک دعا تے — قطبِ معنا مست از روزِ الست
مج محمد ناؤں ہے معنی سو بولیا راستی — آ و خوش یا نا و خوش ہے نام میرا آفتاب

آخر میں ہم ایسے مقطعے پیش کر دیتے ہیں جن میں معانی اور قطب دونوں تخلص ساتھ ساتھ استعمال کئے گئے ہیں مثلاً :۔

اے قطبِ معانی کہ ترا قطب خطاب ہے — کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو ستارا
فلک سارے سکل تارے اپن رغبت سوں داس ہیں سب — سدا قطب سعادت کا معانی نئیں دیا ہے اب
سب دہر نہ کہہ تو قطب معانی کہ عاشق ہوں — اپے حال نیرا طور سوں فریاد کرنہ ہے
اماماں کی دعا ورد ہے دعا کا کوٹ چوگرد ہے — معانی قطب تجہ بردہے علیؑ کا حب حصاری ہے
قطب ؛ ماں معانی بس کر بڑی کی کہانی — شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی
معانی قطب تجہ کس دہر نہ کہہ رمز نہاں ہوکا — کہ ہے جو سیر مجلس کا سو پھلا حور دستاب

اس تمام بحث کے بعد اب کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ معانی محمد قلی قطب شاہ ہی کا تخلص تھا اور یہ دیوان محمد قلی کا ابتدائی دیوان ہے۔

اس دیوان میں زیادہ تر غزلیں اور مختصر قصیدے درج ہیں جو غزلوں کی شکل میں ردیف وار درج ہیں۔ مثنویاں، ترجیع بند مرثیے اس میں شامل نہیں۔ یہ اصل میں دیوان ہے۔ کلیات نہیں ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ کلیات بادشاہ کی زندگی میں مرتب نہ ہوا ہو۔

چونکہ یہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کا قدیم ترین دیوان ہے اور خود مصنف کی زندگی میں لکھا گیا ہے اس لئے ہم نے اس کو کلیات کے مقدمے میں یا خود کلیات میں نسخۂ قدیم یا حرف ق سے ظاہر کیا ہے اس میں ۲۴۹ غزلیں، قصیدے اور قطعے درج ہیں اور جملہ تعداد اشعار ۱۹۱۸ ہے۔ یہ دیوان مطلا و مذہب اور مصور ہونے کی وجہ سے بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس دیوان کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر ہم اس کی ردیف وار تفصیل اصل ترتیب کے ساتھ معہ قافیہ و ردیف یہاں درج کرتے ہیں۔ (نوٹ صرف پہلے شعر یا مطلع کے قافیے اور ردیفیں درج ہیں)

(۳۹ غزلیں وغیرہ - ۲۲۶ اشعار)	پایا - بکایا	آے نا - باے نا
شاب تاب تھا - آفتاب تھا	آیا - پایا	پائیا - چھائیے
کام دیوے گا - جام دیوے گا	کنعاں غم نکھا - گلستاں غم نکھا	پیارا - ادھارا
پیارا - ہمارا	جاہی کرن سکتا - شاہی کرن سکتا	تمارا - ستارا

لگیا ۔ گیا
وپایا ۔ پایا
موتین پیا ۔ روتین پیا
دوا ۔ شفا
دفا ۔ جفا
کنارا ۔ ہمارا
خدادیتا ۔ نوادیتا
پیالا ۔ والا
سیوا ۔ نیوا
سلطاں عید ۔ ساماں عید کا
عید کا ۔ امید کا
آیا ۔ سنایا
جاں عید کا ۔ گلستاں عید کا
بن عید کا ۔ وھن عید کا
خوشی کا ۔ علی کا

چال کیوں؟ ۔ مےخانہ کیتا
(ناقص الاول)
جام لیبا ۔ مدام لیبا
صبا ۔ بلا
کرتوں؟ ۔ سہایا (ناقص الاول)
یارجانی کا ۔ رازنہانی کا
متاب تھا ۔ آفتاب تھا
جگت سارا ۔ شرفدارا
یکبارا ۔ تھارا
عالم کا ۔ آدم کا
افسانہ کیتا ۔ دیوانہ کیتا

ب

(۱۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۱۷۸ اشعار)
کیا ہے اب ۔ ساقیا ہے اب
آئے طالب ۔ ولائے طالب
زدروستاب ۔ ہوروستاب
جواب ۔ حجاب
بن میں عجب ۔ گلشن میں عجب
آب ۔ شراب
مستجاب ۔ ثواب
نقاب ۔ باب
شراب ۔ کباب
شراب آلوواب ۔ شاب آلوواب

ت

(۱۶ غزلیں وغیرہ ۱۳۵ اشعار)
دولت ۔ بولت
کام ویت ۔ جام ویت
کجن مست پری مست ۔ گلگن مست پری مست
مست ۔ پرست
لیایا لبنت ۔ آیا لبنت
بہشت کنشت

پیست ۔ وست
مست ۔ بدست
ہات ۔ بھلات
صحبت ۔ قدرت
شکایت ۔ حکایت
رات ۔ بات
کھلیابنت ۔ چھڑکیابنت
بات ۔ کھلات

ث

(۸ غزلیں وغیرہ ۔ ۵۶ اشعار)
بتخانہ ہے باعث ۔ میخانہ ہے باعث
کیاحوادث ۔ ہیاحوادث
اچھووارث ۔ سنووارث
حارث ۔ دارث
بے غیاث ۔ لے غیاث

دام بحث ۔ کلاہ بحث
کھولوحدیث ۔ بولوحدیث
کام عبث ۔ دام عبث

ج

(۹ غزلیں وغیرہ ۔ ۶۷ اشعار)
نابوج ۔ نابوج
آج ۔ حاج
آج ۔ تاج
جاناں کا احتیاج ۔ رضواں کا احتیاج
آج ۔ کاج
خیال تج ۔ خال تج
بالاں کج ۔ ہلالاں کج
دکھورنج ۔ نکورنج
رنج ۔ گنج

چ

(۲ غزلیں ۔ ۱۵ اشعر)
کچ ۔ رچ
ناچ ۔ باچ

ح

(۱۰ غزلیں وغیرہ ۵۵ اشعار)
مباح ۔ نجاح
سواصبح ۔ دعاصبح
صبیح ۔ قبیح
بات صریح ۔ مات صریح
صبوح ۔ نصوح
دعائے قدح ۔ برائے قدح
سمن مجروح ۔ تن مجروح
جیاروح ۔ دواروح

خ

(۵ غزلیں وغیرہ ۳۶ اشعار)

روے فرخ ۔ موے فرخ
شاخ ۔ سنگلاخ
ڈلناگستاخ ۔ ہمناگستاخ
دہن تلخ ۔ سخن تلخ
نوا تلخ ۔ حیا تلخ

د

(۱۱ غزلیں ۔ ۹۱ اشعار)

انند ۔ بلند
کلہ قند ۔ بند بند
ہلال عید ۔ وصال عید
آیا جیوں نواچند ۔ لگایا جیوں نواچند
سنایا عید کرید ۔ آیا عید کرید
فریاد ۔ آزاد
بنیاد ۔ فریاد
فریاد ۔ داد
فریاد ۔ افتاد
پدید ۔ عید
درد بیورد

ر

(۲۳ غزلیں وغیرہ ۔ ۲۰۴ اشعار)

منورکر ۔ درکر
غدیر ۔ کبیر
یار ۔ دار
یار ۔ دلدار
پرور ۔ سرور
پرکار ۔ یکبار
منور ۔ بھر
امیر ۔ کبیر
نظر ۔ خبر
اپ کمر ۔ زرکمر
سنگاراں کر ۔ دھاراں کر
پیکر ۔ گھر
بار ۔ زار
باہر ۔ ذاکر
غدیر صغیر
نوبہار ۔ اختیار
نظر ۔ قمر
خانہ کر ۔ بہانہ کر
پیک آیا بھار ۔ جیک آیا بہار
ڈر ۔ گھر
نور ۔ سنپور
آرام پر ۔ جام پر
پورکر ۔ دورکر

ز

(۴ غزلیں وغیرہ ۔ ۲۱ اشعار)

جانی ہنوز ۔ پہچانی ہنوز
نیز ۔ گلریز
درباز ۔ ناز
جادواں ہم عید ہم نوروز ۔ عیاں ہم
عید وہم نوروز

س

(۲ غزلیں ۔ ۱۶ اشعار)
پاس ۔ الیاس
کہنا ہوس ۔ سننا ہوس

ش

(۱ غزل ۔ ۱۹ اشعار)
سرکش ۔ ترکش

ص

(۱ غزل ۔ ۷ شعر)
خاص ۔ اخلاص

غ

(۱ غزل ۔ ۹ شعر)
داغ ۔ باغ

م

(۶ غزلیں وغیرہ ۔ ۱۵ شعر)
بھگا دو تم ۔ منگا دو تم
نام ۔ کام
کام ۔ جام
کرم ۔ علم
نام ۔ صیام
دام ۔ نام

ن

(۲۷ غزلیں وغیرہ ۔ ۲۱۴ شعر)
دورتوں ۔ فغفورتوں
آب سوں ۔ شتاب سوں
بتاں ۔ دستاں
مخمورکوں ۔ انورکوں
جاں سو کرتے ہیں ۔ فغاں سو کرتے ہیں
ہندوستاں کوں ۔ ناداں کوں
شکرستاں سوں ۔ راساں سوں
روں روں ۔ گرووں
بے دیں ۔ آہیں
ارغواں ۔ جواں
چمن ۔ یون
رتن ۔ جتن
کماں ۔ دستاں
ہنالاں سوں ۔ جاناں سوں
نین ۔ سمن
خاراچیں ۔ سرشاراچیں
نوراں تیں ۔ حوراں تیں

لبایا لسنت کریدیوں ۔ بھایا لسنت کریدیوں
خوشیاں سیتی ۔ نوراں سیتی
بوماں سوں ۔ پرماں سوں
خوشیاں سبھی اس عید میں
نھاشیاں سبھی اس عید میں
پلاتی منج کوں ۔ سہاتی منج کوں
ناداں سوں ۔ تاناں سوں
گاویں ۔ بجاویں
عشرت کیتے ہیں ۔ صحبت کیتے ہیں
ادھار سوں ۔ نادار سوں
اپنے میں ۔ چپنے میں

و

(۹ غزلیں وغیرہ ۔ ۱۶۰ اشعار)
پیری عجائب سوں ۔ تیری عجائب سوں
نوجواں کرو ۔ جاں کرو

محبوب دکھو ۔ خوب دکھو
بو ۔ مو
کو ۔ تو
مناؤ ۔ پلاؤ
خوشیاں کرو ۔ ہماں کرو
کجاؤ ۔ بجاؤ
گاؤ ۔ بجاؤ

ہ

(۱۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۷۰ اشعار)
چروہ ۔ ہردہ
ناہ ۔ گاہ
اللہ ۔ پناہ
آگاہ ۔ گمراہ
دلخواہ ۔ سحرگاہ
آشیانہ ۔ خانہ

نگاہ ۔ درگاہ
آیا برس گانٹھ ۔ لیایا برس گانٹھ
آیا برس گانٹھ ۔ پایا برس گانٹھ
آیا برس گانٹھ ۔ سہایا برس گانٹھ

ی

(۶۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۴۴۴ اشعار)
نکلے ۔۔۔ سکلے
بھاری ہے ۔ ساری ہے
کنعاں تھے ۔ بستاں تھے
رانی ۔ ہمانی
میزبانی ۔ شہانی
ہلکتی گھڑی ۔ شکتی گھڑی
بھرانی ۔ پھرانی
آئی ۔ پلائی
کھلائی ۔ جھلائی

لے ۔ کھلے	بھایادے ۔ سہایادے	جام لی نے ۔ مدام لی نے
لے ۔ رے	کنکھری ۔ گسری	ناشاد کرتہ ہے ۔ بیداد کرتہ ہے
گاتی ہے ۔ سہاتی ہے	ساری ۔ سنگاری	سنگاون جونا اچھے ۔ انگاون جونا اچھے
کھڑی ۔ زرزری	باندے ۔ باندے	یار خوش ندیسے ۔ تعار خوش ندیسے
آنیا سر نجے ۔ جھمکایا سر نجے	موتیاں کا عقیدے ۔ دوتیاں کا عقیدے	نیکادے ۔ بیکادے
نین پتلی ۔ یون پتلی	آوے ۔ دکھاوے	گلالی ۔ لالی
گری تھے ۔ کری تھے	لیایا ہے ۔ آیا ہے	جھلنے ۔ کھلتے
پری ۔ استری	ہمارے ۔ تمارے	دوری ہے ۔ جموری ہے
بھیری ۔ گوری	نماری ۔ واری	علم پکڑے ۔ حشم پکڑے
قطب تج سوں مل رہی ہے اے کنول	آتی اہے رے ۔ بھاتی آہے رے	تیری ۔ دیرتا
بھید ہے ۔ خورشید ہے	دکھاتی جگاتی	بدنے ۔ پدنے
پلاتی ہے ۔ دکھاتی ہے	بناتی اہے ۔ لکھاتی اہے	نگاری لگی دسے ۔ سنگاری لگی دسے
ساجے ۔ باجے	بھاوے ۔ جاوے	خاقانی مجھے ۔ سلطانی مجھے
کھول ساجے ۔ مدن کے باجے	نوانی ۔ نہانی	مدعا ہے ۔ روا ہے
دپائے ۔ پلائے	بہائے جائے ۔ جائے جائے	قمر ہے ۔ ثمر ہے

کھلاتے ۔ پلاتے	ساتھ ہے ۔ دھات ہے	دور کر ساقی ۔ پر نور کر ساقی
نور تھے ۔ پور تھے	بہانے جائے ۔ جانے جائے	دھن کے ۔ من کے

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قدیم ترین دیوان میں حروف ذ ۔ ض ۔ ط ظ ۔ ع ۔ ف ۔ ق ۔ ک ۔ گ اور ل کی ردیفوں میں غزلیں موجود نہیں ہیں ۔ یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ ان ردیفوں میں بادشاہ نے اس وقت تک غزلیں لکھی ہی نہ تھیں یا یہ غزلیں درج تھیں اور بعد کو جلد سازی کے وقت تلف ہو گئیں ۔

کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر کا دوسرا نسخہ

نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ کا دوسرا نسخہ بھی شاہی ہے اور بادشاہ کی وفات کے بعد مرتب ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ سلطان محمد قطب شاہ نے ۱۰۲۲ھ میں جو نسخے مرتب کرائے (اور جو ٹیپو سلطان کے اور دیگر کتب خانوں میں موجود تھے) ان کے ساتھ کا ہو ۔ یہ ناقص الاول ہے اس لئے مثنویاں طویل قصیدے اور ترجیع بند اس میں شامل نہیں ہیں البتہ رباعیات مکمل حالت میں موجود ہیں ۔ ہمارے مرتب کردہ کلیات میں جن جن نظموں کے آخر میں ج لکھا ہے وہ اسی دیوان سے ماخوذ ہیں اور جو غزلیں قدیم دیوان میں نہ مل سکیں وہ اسی سے حاصل ہوئی ہیں ۔ چونکہ اس میں قدیم دیوان کے مرتب ہونے کے بعد کا کلام بھی درج ہے اور مصنف کے جانشین نے اس کو مرتب کیا ہے اس لئے

ہم نے اس کو مقدمہ میں یا کلیات میں نسخہ جدید یا حرف ج سے یاد کیا ہے۔

نسخہ قدیم اور نسخہ جدید کا نمایاں فرق یہ ہے کہ پہلے میں شاعر کا تخلص اکثر معانی درج ہے اور دوسرے میں اکثر قطب شاہ۔ اس وجہ سے ابتدا میں یہ خیال ہوا کہ شاید پہلا سلطان محمد قلی کا کلام ہے اور دوسرا سلطان محمد قطب شاہ کا لیکن بعد میں تحقیق سے پتہ چلا کہ دونوں کلام ایک ہی مصنف کے ہیں۔ کیونکہ نہ صرف متعدد نظمیں اور غزلیں دونوں میں مشترک ملیں بلکہ جن مقطعوں میں پہلے دیوان میں معانی درج ہے انہی میں دوسرے دیوان میں قطب شاہ لکھا گیا ہے مثلاً صرف چند مقطعوں کے مصرعے نمونے کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔

قدیم دیوان	جدید دیوان
معانی سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا	قطب شہ سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا
معانی شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست	قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست
پیا کا حسن معانی ہے جگ میں جیوں اوتار	پیا کا حسن قطب شہ ہے جگ میں جیوں اوتار
اے معانی توں چھپا کر کا ہے پیتا ہے شراب	اے قطب شہ توں چھپا کر کا ہے پیتا ہے شراب
معانی ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں	قطب شہ ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں
شکر ایزد کر معانی رات دن آنند سوں	شکر ایزد کر قطب شہ رات دن آنند سوں
معانی ریا ترک کر عیش سوں اچھ	قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم

معلوم ہوتا ہے کہ خود سلطان محمد قلی نے آخر کو معانی کی جگہ قطب شہ تخلص کو ترجیح دی تھی اس لئے پہلا دیوان مرتب ہونے کے بعد جو کچھ لکھا وہ اسی تخلص سے لکھا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد سلطان محمد نے اس کا کلام مرتب کرتے وقت ہر جگہ سے معانی نکال کر قطب شہ ڈال دیا ہو۔

یہاں یہ امر بھی واضح ہو جانا چاہئے کہ سلطان محمد قلی بعض وقت دونوں تخلص استعمال کرتا تھا جس کی مثالیں گزشتہ نسخے کے تذکرے میں لکھی جا چکی ہیں ایسے اشعار جن میں دونوں تخلص استعمال کیے گئے ہیں اس نسخہ میں بعینہ موجود ہیں۔

معانی تخلص کے علاوہ سلطان محمد قلی ایک اور تخلص ترکمان بھی لکھا کرتا تھا اور سلطان محمد قطب شاہ نے ترتیب کلیات کے وقت جہاں لفظ معانی کو قطب شاہ سے بدل دیا ترکمان کے تخلص کو بھی متروک کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ قدیم دیوان میں ایک شعر ہے۔

جانتے دارو سکیاں درد کا نیہ دوا ہو سے ترکماں ان کے دست

یہ شعر اس دیوان میں بھی موجود ہے لیکن اس میں لفظ ترکمان موجود نہیں ہے بلکہ مصرعہ ثانی کو یوں بدل دیا گیا ہے ع نیہ دوا ہو سے نہ ہر گزاں کے دست

دیوان کے ان دونوں نسخوں کے مشترک کلام میں اگرچہ زیادہ اختلاف نہیں ہے تاہم بعض جگہ کافی فرق پیدا ہو گیا ہے۔ ذیل میں ایک غزل درج کی جاتی ہے جس کے اختلاف بطور نمونہ کام دیکھتے ہیں

ہم نے کلیات کی ترتیب کے وقت ان اختلافات کو انضباط کے ساتھ حاشیوں پر یا الفاظ کے نیچے ہی ظاہر کر دیا ہے۔ اس لئے یہاں صرف یہ ایک غزل کافی ہے :۔

قدیم دیوان	جدید دیوان
نبیؐ شہر کا سو کیا ہے پری بول میج کوں نام احرام اس کا باندہوں گا ہور پکڑوں گا صیام	بعینہ
جن نام و بینہ نا بوجھے دو گن دگیان کا کن نا بوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام	جن نام و بینہ نا بوجھے وو کاں وگیان کا جے نا بوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام
ایسا پلا شراب کہ سب دل تھے جائے دھوئے وو نقش کار توم کریں میرے دل مدام	بعینہ وہ نقش کا نگار کریں میرے دل مدام
انگارہ خاک یاد کیا تج تو جیو دیا جب تجے دیکھیا ہوں تو بھے کیا ہوں تجھے سلام	بعینہ جیو دیکھ اس پہ بھیجیا ہوں توں آپنا سلام

(اس کے بعد دو شعر بعینہ دونوں نسخوں میں درج ہیں)

قدیم دیوان	جدید دیوان
دوڑایا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا دوڑانے نا تو بھی دیوے دشنام میرا کام	دوڑایا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا بعینہ
اے پند گو معانی کو کیا پند کہتے ہیں اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام	اے پند گو قطب شہ کوں کیا پند کہتے ہیں بعینہ

اس سلسلے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تبدیلی خود سلطان محمد قلی نے بعد کو اپنے کلام میں پیدا کی یا اس کے بعد اس کے جانشین اور مرتب دیوان سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے چچا کے کلام پر نظر ثانی کی۔ چند مثالیں ایسی ہیں جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شائد سلطان محمد نے بعض لفظ بدل دئے ہوں۔ چونکہ وہ چچا کے مقابلے میں زیادہ پابند مذہب اور متقی تھا اور عیش و عشرت

کی طرف مائل نہ تھا اس لئے ممکن ہے ذیل کے مصرعہ میں عیش کو خوشی سے بدل دیا ہے۔

ع معانی دریا ترک کر عیش سوں اچھ کا نسخہ جدید   ع قطب شہ ریا ترک کر خوشس اچھیں جم

بعض اشعار میں تبدیلی کی وجہ سے شعر میں کسی نہ کسی طرح کی خوبی پیدا ہو گئی ہے اس قسم کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

قدیم دیوان	جدید دیوان
(۱) عاشقاں کے شعر تھے جگ جگ اٹھے	عاشقاں سکے شعر جگ میں جگ جگے
میری آہ کا آگ جیوں ہے آفتاب	ان اساساں روشنی ہے آفتاب
(یعنی عاشقوں کے شعر سے چمک اٹھے	(یعنی عاشقوں کے شعر دنیا میں ہمیشہ
کیونکہ میری آہ کی آگ آفتاب کی طرح ہے)	رہتے ہیں اور ان کی آہوں سے آفتاب کو روشنی ملتی ہے)
(۲) نظر نج پہ ہے کیا تماشہ کا حاجت	نظر نج پہ ہے کیا تماشہ کا حاجت
نہیں سبز خط آگے چنپا کا حاجت	نہیں سبز خط انگے خضرا کا حاجت
(۳) طبیباں کریں منج کوں بالی سوں دارو	طبیباں کریں تس کوں بالی سوں دارو
کہ بالی ہیں سو من ہے بالا کا حاجت	کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالا کا حاجت
(۴) ہمن مدعا مدعی نہ بوجھے کچ	ہمن مدعا مدعی نہ بوجھے کچ
نکو بحث کرنیں ہے اعدا کا حاجت	نکو بحث کرنیں ہے غوغا کا حاجت

یہ کہا جا چکا ہے کہ ابتدا میں خیال تھا کہ یہ دیوان محمد قطب شاہ کا ہوگا نہ کہ محمد قلی کا اور اسی خیال سے نمائش یوم ولی میں اس کو سلطان محمد کے دیوان کے نام سے پیش کیا گیا اور مطبوعہ فہرست مخطوطات نمائش ولی میں بھی وہ اسی نام سے درج ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔

مندرجہ بالا دلائل کے علاوہ ایک اور دلیل بھی ہے جس کی وجہ سے یہ دیوان محمد قلی ہی کا ثابت ہوتا ہے۔
قلی کے معنی غلام کے ہیں۔ اور محمد قلی سے مراد غلام محمد۔ چنانچہ سلطان محمد قلی نے اپنی اس غلامی پر ہر جگہ فخر کیا ہے۔ اور اپنے اشعار میں صاف صاف محمد قلی لکھنے کی جگہ "غلام محمد" یا محمد کا غلام لکھا ہے۔ اگر یہ دیوان سلطان محمد قطب شاہ کا ہوتا تو وہ اس لفظ غلام پر اتنا زور نہ دیتا کیونکہ اس کا نام محمد سلطان مرزا تھا اور لقب سلطان محمد قطب شاہ۔ اس طرح سے اس کے نام یا لقب کو قلی یا غلام کے لفظ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ خاندان قطب شاہیہ کا پہلا بادشاہ ہے جس نے اپنے نام کے آگے قلی کا استعمال نہیں کیا حالانکہ اس کے جملہ پیش رؤوں نے اس کا التزام کیا تھا مثلاً محمد قلی، ابراہیم قلی، سبحان قلی، جمشید قلی اور سلطان قلی، سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے لقب کے ساتھ لفظ قلی اس لئے استعمال نہیں کیا ہو گا کہ

۱۔ اس کے باپ کا نام محمد امین (ابن ابراہیم قلی قطب شاہ) تھا نہ کہ امین قلی

۲۔ وہ تخت نشینی کے بعد بھی اپنے پیش رؤوں کی طرح اپنے نام محمد یا سلطان کے آگے قلی کا لفظ نہیں بڑھا سکتا تھا کیونکہ خود اس کے پیش رو کا نام محمد قلی تھا اور سلطان قلی بانی سلطنت کا نام تھا۔ اور ممکن ہے کہ التباس سے بچنے اور اپنی انفرادیت قایم رکھنے کے لئے اس نے ان دونوں سے علحدہ لقب اختیار کیا ہو۔ یا ہو سکتا ہے کہ اس کی والدہ سیدہ تھیں اس لئے خود کو اپنے پیش رؤوں سے ممیز کرنے اور اپنے سے ایک نیا سلسلہ شروع کرنے کی خاطر اس نے خود کو بغیر لفظ قلی کے

التزام کے مشہور کیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد دونوں بادشاہوں (عبداللہ قطب شاہ اور ابوالحسن قطب شاہ) نے بھی قلی کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

غرض یہ دیوان محمد قلی ہی کا ہے کیونکہ اس میں جگہ جگہ لفظ قلی کی مناسبت سے محمد کی غلامی پر زور دیا گیا ہے نیز ایک شعر میں شاعر نے اپنا پورا نام بھی لکھدیا ہے یعنے ؎

سدا ہے داس محمد قلی محمد کا — علی کی مہرستی سکھ انند پائے آج

۷۔ سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق

کلیات محمد قلی پر کام کرنے کے اثنا میں نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں کلیات محمد قلی کے چند اوراق داخل ہوئے جو پہلے دو دیوانوں سے بالکل مختلف تقطیع کے کسی قدیم مطلا و مذہب نسخے کے منتشر اوراق معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے چند نئی غزلیں اور مرثیے دستیاب ہوئے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کے دیوان کی کئی نقلیں کی گئیں تھیں جو اب تک موجود ہیں۔

۸ کتب خانہ آغا حیدر حسن صاحب۔

یہ نسخہ حال کا نقل کیا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر ہی کے پہلے دیوان کی نقل ہے۔ میں آغا صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنا نسخہ عرصے تک میرے استعمال کے لئے وقف کر دیا تھا۔

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

پہلا حصّہ

نظمیں

نظموں کی تفصیلی فہرست

(۲۲۰ نظمیں اور ۱۶۳۹ اشعار)

(۱) حمد (۵ نظمیں ۔ ۱۳۵ اشعار)

(۲) نعت (۵ نظمیں ۔ ۴۳ اشعار)

نوٹ ۔ ج سے مراد دیوان جدید اور ق سے مراد دیوان قدیم ہے ۔

(۳) منقبت (۶ نظمیں ۔ ۴۰ اشعار)

(۴) مدح حضرت بی بی فاطمہؓ (۲ نظمیں ۔ ۱۴ اشعار)

(۵) شاعر کا مذہب (۲ نظمیں ۔ ۱۰ اشعار)

(۶) عید میلاد نبی (۶ نظمیں ۴۵ اشعار)

(۷) عید بعثت نبی (۵ نظمیں ۔ ۳۷ اشعار)

(۸) شب معراج (ایک نظم ۔ ۵ شعر)

(۹) عیدسوری (۵ نظمیں ۔ ۳۵ اشعار)

(۱۰) عیدمولودعلی (۹ نظمیں ۔ ۶۶ اشعار)

(۱۱) عید غدیر (۸ نظمیں ۔ ۶۲ شعر)

(۱۲) شب برات (۱۰ نظمیں ۔ ۷۷ اشعار)

(۱۳) ہلال عید و عید رمضاں (۱۱ نظمیں ۔ ۸۹ اشعار)

فہر

(۱۴) بقر عید (۹ نظمیں ۔ ۶۸ اشعار)

(۱۵) نوروز (۳ نظمیں ۔ ۲۱ شعر)

(١٦) بسنت (٧ نظمیں - ٥٢ اشعار)

(١٧) دوسری عیدیں (٤ نظمیں - ٢٨ اشعار)

(۱۸) سالگرہ (۱۰ نظمیں - ۸۶ اشعار)

(۱۹) جلوہ اور دیگر رسوم (۸ نظمیں - ۵۲ اشعار)

(۲۰) لوازمات شاہی (۶ نظمیں ۔ ۵۲ اشعار)

(۲۲) کھیل (۳ نظمیں ۔ ۱۸ اشعار)

ن

(۲۵) دوسری پیاریاں (۱۰ نظمیں۔ ۴۷ اشعار)

(۲۶) ناز (۹ نظمیں ۶۶ اشعار)

(۲۷) نیاز (۶ نظمیں ۴۸ اشعار)

ف

(۲۸) افسانۂ محبت (۷ نظمیں ۵۱ اشعار)

(۲۹) متفرق۔ (۴ نظمیں ۔ ۲۳ اشعار)

ص

محمد

چندر سور تیرے نور تھے، نس دن کوں نورانی کیا
چاند سورج سے رات

تیری صفت کِن کر سکے، توں آپی میں سرا ہے جیا
کون تو آپ ہی روح

تج نام منج آرام ہے، منج جیو سوں تج نام ہے
تیرا (تجھ) میرا (مجھ) میرا روح تیرا

سب جگ کوں تجھ سوں کام ہے، تج نام جپ مالا ہوا
دنیا سے تیرا

تج یاد میں جگ موہیا، ہے جگ اُپر تیرا میا
تیری دنیا فریفتہ ہے محبت

جو جگ منگے سو توں دیا، توں ہی جگت کا ہے دیا
دنیا مانگے تو

جیتا ہوں تیری آس تھے، آیا ہے رحم آکاس تھے
سے سے

جے کچ منگوں تج پاس تھے، سو ہے سو منج کوں توں دیا
جو کچھ مانگوں تجھ سے مجھے تو

بہوت مِیا سیتے اپَن، دیتا قطب کوں سب دکھن
بہت ہی محبت سے خود ہی

یسوں نبیؑ کا نت چرن، جب لگ ہے تن میانے جیا
سر پر ہمیشہ قدم تک جسم میں روح (ج)

(۲)

بندا ہوں گنہ گار خدا میرا گنہ بخش
بندہ
تج لطف کیرا فیض خدا منج کوں سدا بخش

تج لطف تھے موجود ہوا جیو سیتی یہ
تیرے سے روح سے
تیرے کا مجھ کو
اپ رحم کے نوراں سوں مرے دل کوں جلا بخش
اپنے سے

دھریا ہے دو جگ پر توں میا عام و لیکن
دھرا عالم محبت
اپ مہر کے آدھار سوں منج فیض خدا بخش
اپنے سے مجھے

منج جیو کے پھل بن کوں کر اپ شوق سوں تازہ
میرے دل پھولبن کو اپنے سے
منج نین کے درپن کوں اپس مکھ تھے صفا بخش
میری آنکھ آئینے کو اپنے چہرہ سے

یک جیب سوں کرتا ہوں تجے شکر ہزاراں
ایک زبان سے تیرے
بھی شکر کرن منج کوں تو توفیق نوا بخش
پھر کرنے کے لئے مجھے ہی

منج بخت کے تارے کوں سدا رکھ توں جھلکتا
کو تو
منج عیش کے سورج کوں دن دن توں ضیا بخش
روز بروز تو

میرے
صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف میا تھے
اپنے محبت سے
میرے
دکھ درد سبھی دور کر ہور سکھ شفا بخش
اور آرام (ج)

(۳)

کیا موجود اپنے جود تھے منج جان غمخور کوں
سے میری
دیا ہے جوت اپنے نور تھے مطلع انور کوں
روشنی سے میری

نہ دکھلاؤں کسی جوہر فرد شاں کوں مرا جوہر
دیا حق روشنی سب جوہراں میں میرے جوہر کوں

خضر ہور چشمۂ حیواں ہمیں ہور نہہ پیا ہیں کا سو مکھ تھے روشنی پایا خبر کر شاہ خاور کوں
او ر ہم اور عشق رخ سے

اچھوں ..... اچھوں میں پاٹ تیرا لطف منج بس ہے لکھیا تج ناؤں منج تر پر ہزاراں شکر داور کوں
رسول مجھے لکھا تیرا ام میرے

کیا تج نیہہ کا بارا منجے چوندھر سو سب حیراں ہمیں سجدہ کریں دایم ہمارے من کے مندر کوں
تیرے عشق کی ہوا نے مجھے چاروں طرف ہم دل

کھلیا ہے سب پھلاں میں آج سر تھے ایک پھل تازا طرہ اس پھول کا گند کر رکھیں اب زیب افسر کوں
کھلا پھولوں پھرسے پھول گوندھ

گیا سب پھول کا نوبت سو اب اس پھول نوبت ہے سدا رکھ آپ ..... یارب تو اس سرو صنوبر کوں

صرافاں بیٹھے ہیں صرافی سو اب نیہہ کی دوکاں ہوے ہیں چال کے پیکے سو دھن تج حسن کے زر کوں
عشق پیسے حسین تیرے سونے

معانی کے سو میلے کپڑے نا دیکھو کہ عاشق ہے سو کپڑے کاڑ کر دیکھو کہ پکڑیا ہے تمن در کوں
نکال پکڑا تمہارے (ق)

(۴)

تمہیں جگ کا سامیا یا حفیظ تمہیں جگ کوں سرجائیا یا حفیظ
توہی دنیا توہی نے دنیا کو پیدا کیا

جو کوئی ہیں درماندے ان کوں سدا تمہیں کرنے ھارا دیا یا حفیظ
کو توہی والا کرم

ترے دوست کے باٹ کی گرد تھے دے منج نین کوں توتیا یا حفیظ
راہ سے میری آنکھ کو سرمہ

جد ہاں لگ اہے جیو منج تن منے — جلا منج کوں با حیا یا حفیظ
جب تک ہے روح میرے جسم میں — مجھے

بہوتیک درد مند ہوں منج کھلا — ترے لطف کا مومیا یا حفیظ
بہت ہی — مجھے

جکچ حال تھا سو کھیا ہوں تجے — کھیا مان میرا کھیا یا حفیظ
جو کچھ — تجھے — کہا — کہا

نبی علی قطب بندے پہ جم — لیا دھر میا ہر میا یا حفیظ
ہمیشہ — لا — محبت — (ج)

(۵)

مناجات میرا تو سن یا سمیع — منجے خوش توں رکھ رات دن یا سمیع
مجھے — تو

بھلا کر بھلا منج سوں جو ہوے گا — برا کر برا منج سوں جن یا سمیع
مجھ سے — مجھ سے

مرے دوستاں کوں توں نت دے جنت — مرے دشمناں کوں اگن یا سمیع
تو ہمیشہ — کو آگ

اباداں کر ملک میرا سو توں — بسا سو توں دے میرا سن یا سمیع

سکل تخت پر میرا یوں تخت کر — انگوٹی پہ جوں ہے نگین یا سمیع
سب کے — اسطرح — انگوٹھی — جسطرح

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر — رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع
لوگوں سے — رکھا جسطرح تو نے

مرادات کا جم ترنگ سار قطب — او سے سار ہت دے عنین یا سمیع
مرادوں ہمیشہ گھوڑا کی طرح — ہاتھ — باگ (ج)

نَعتْ

تج مکھ اجت کے جوت تھے عالم دنیھارا ہوا
تیرے مُنھ　　جوت؟ روشنی سے　　روشن

تج دین تھے اسلام لے مومن جگت سارا ہوا
تیرے　　سے　　عالم

یک لاک اسی پیغمبراں آپجے جگت میانے ولے
ایک لاکھ　　پیدا ہوئے دنیا میں لیکن

تج پر نبوت ہے ختم سب تجھی توں ہی پیارا ہوا
تجھ　　سے

انبر ترنگ زیں چند نو اچایک برنگ تس تجلی
آسمان گھوڑا　　چاند نیا　　اسکی تجلی

سورج کرن پرچھ دے غاشا بدل کا را ہوا
نظر آئے　　بادل

توں ڈر کھلا ہے نرملا یا کھر ستارے جھمکنے

محور سُہی فتراک جوں تو سوں پچھراں بارا ہوا

دھرتی سرنگیں فرش کی چوندھر سمد جو جوش ہے
زمین　　چاروں طرف سمندر مثل

چھپر پلنگ سات آسماں پنکھا سو تج یارا ہوا
تیرا ہوا

جنت کتے ترجگ جس سو یک چمن تج باغ کا
کہتے ہیں عالم　　تیرے

کرسی عرش تج گھر انگن ہور لامکاں تھارا ہوا
تیرا　　صحن　　اور　　مقام

بہو نیک نبی کے چاؤ سوں کیتی کندوری بھاؤ سوں
بہت ہی　　سے　　کرتی　　سے

سو تس کندوری لون میں سمد ورست کھارا ہوا
اس　　نمک میں　　سمندر

باتاں گھریاں نرملیاں واریا جو تیرے ناؤں پر
سی پاک و صاف　　نچھاور کیا　　نام

سو جائے کر اسمان پر ہر یک بچن تارا ہوا
جا کر

صدقے نبی جم راج کر قطب زماں آنند سوں
ہمیشہ　　امن چین سے

قدرت تمے کہکشاں آئے کر دندیاں کے سوا را ہوا
تیرے　　کہکشاں　　اکر　　دشمنوں کیلئے

(۲)

اسم محمد سے تجے اسے، جگ میں سو خاقانی مجھے
سے ہے دنیا
بندہ نبی کا جسم رہے، سُہتی ہے سلطانی سے مجھے
ہمیشہ ہے زیب دیتی
شاہاں غروری ٹھاؤں تے، کرتے ہیں اپنی دھاؤں تے
سے جگہ سے
مستی مری تج ناؤں تے، کیستی ہیں دیوانی مجھے
تیرے نام سے کرتی
سب جگ بھلے ہن گیان میں، میں نا بھلوں لاہان میں
عالم بھول گئے عقل
لکھے ازل بھومان میں، ہے رازِ پنہانی مجھے

اس ناؤں کی بڑپن جھلک، مج سر بلندی تا فلک
نام مجھے
آکہیں سدا سارے ملک، تو یوسفِ ثانی مجھے
اسلئے تب
کیا ڈر مجھے فرعون کا، ہور سامری افسون کا
اور
موسیٰ عصا زیتون کا، ہے تیغِ ربانی مجھے

باراجو ہے شیطان میں، سنچرتے قطبا کان میں
امید کے گلدان میں، باراہے رحمانی مجھے

شاہاں منے بھوبان تھے، کرتا بڑائی جان تجھے
ہیں بہت سے سے
اپڑیا علیؑ کے دان تھے، تشریف شاہانی مجھے
حاصل ہوا عنایت سے خلعت (ق)

(۳)

چاند سورج روشنی پایا تمارے نور تھے
تمہارے سے
آب کوثر کوں شرف تھڈی کے پانی پور تھے
آب ذقن سے

دل پرم چپنے تھے دیتا گل صبا کو وصال
محبت کی یاد سے
کیا رضا ہے منج کوں آون یا نہ آؤں دور تھے
مجھ کو

نج نین کی تاب تھے کیہہ طور جل سرمہ ہوا
تیری آنکھ سے کوہ
کیوں کمر باندھے بچارا دل تمارے گھور تھے
گھورنا

مکھ تجلی دیکھیا بیداری یا سپنے منے
رخ کی دیکھا سونے میں
نیر نہہ کا منج پلا تیرے ادھر سمدور تھے
آب عشق مجھے ہونٹ کے سمندر سے

کن طرے کا باس اب باد صبا ہت بھیج منج
کان کے خوشبو کے ہاتھ سے میرے پاس
اس دماغ باورے کوں باس دے مسرور تھے
دیوانے

جم مراداں جام ساقی بھر اچھو نت بزم میں
ہمیشہ ہمیشہ
نامراداں کوں مراد جام دے اس حور تھے
سے

دل دریا میں غم کی موجاں آتی ہیں فوج فوج — عشق کے تختے اوپر کیا ڈر ہی طوفاں زور تھے

کے / آتی — کے / سے

کب بکھلے گا مدعا کا پھول دل گلزار میں — ناز جیتے سوں مے مردل کوں ڈگاتی دور تھے

کی کلغی / سے — سے

عاشقاں تج باٹ میں بسمل ہوئے ہیں بیشمار — عاشق بیچارہ کوں رکھ پیار کے دستور تھے

تیری راہ — سے

اے صبا توں قول لیا تب ہو ویگا دلکوں قرار — حق پرستی منج رقیباں نا بوجھیں اب زور تھے

میری / نہ سمجھیں / مکر سے

دور ہوں فرسنگ در فرسنگ تیرے وصل تھے — میرے دل کا خیال تیرے شیوے بن تا دور تھے

سے — سے

توں سلیماں ثانی تج برج فیروزی و فتح — مشتری پایا شرف تیری نظر منظور تھے

سے

اے معانی رات دن نام محمد ورد کر — تج دعا با مدعا ہے رتبۂ منصور تھے

تیری / سے

(ق)

(۴)

دیا بندہ کوں حق نبی کا خطاب — حکم دے، دیا نور جوں ماہتاب

مثل

نبی نانو لے کر کسی سے تھے نہ ڈر — توں رسٹری من ے دو ندیا کوں سو تاب

نام / سے — تو / رسی کی طرح / دشمنوں کو

حقیقی پیا سوں مجازی سیتیں — جو نسبت کرے گا تو پاوے عطاب

سے / کے ساتھ — عتاب

نہ بھاوے منجے پیون ہور کچ — میں نیری ہوں جیری منجے آپ اب
پسند آئے مجھے پیا کے بغیر اور کچھ — غلام تجھ سے خود کام لے

نہیں پیم میں کوئی شہنشہ مثال — صحی مانے یہ بات کوں شیخ و شاب
محبت — صحیح اس

پھرے پیم میداں میں وو شہسوار — سہیلیاں سبھی چومیں اس کا رکاب
محبت نکلے

نبیؐ صدقے ہے ترکماں دو اس امام — ہوا دو جگت تب سوال و جواب
غلام — عالم
(ق)

(۵)

خدا منج مہر سوں آپی نبیؐ صدقے کیا رافع
مجھے سے خود ہی کے

منجے تخت سلیماںؑ جوں وہی آپی دیا رافع
مجھے کی طرح خود ہی

یقیں کر دل تیں مانیا ہوں خدا جکوں اپے بیا
مانا خود

وو ہرگز زیر ہوسے نا کیا جس کوں خدا رافع
سکے نہ
وہ

جو کوئی دل میں محبت دھر کر رہیا ہے ایماں کا

سو اس کا ہت پکڑ کر آپ کرتے مصطفیٰ رافع
ہاتھ خود

جو کوئی اُن کی محبت سوں غلام اُن کے کوایا ہے
کہلایا

مدد اُس مصطفےٰ ہے ہور رہے گا دو صد رافع
مدد گار (سب ۹) دو

نبیؐ کا یک محبت تھا سو بس کر باٹ پڑتا تھا

بزاں کر آپی کیتے ہیں (سب !) اس کوں ہنما رافع
بعدازاں خود ہی کرتے

کیتک لوگاں سو ہنستے تھے انو کی یک محبت پر
کتنے ایک ان

کیتک دل کوں حضوراں کے سو شہ دولت ہوا رافع
کتنے ایک

محب اُن کے جو کوئی ہیں اُنگوں کچ ڈر نئیں ہے اے قطبا
کچھ نہیں

او سے ہم دین و دنیا میں کیا ہے مرتضیٰ رافع

(ج)

مَنْقَبَت

کہنتے ولیاں میں شاہ جس سو شہ ہمارے ہیں علیؑ
نبیوں جنکو
پیارے نبیؐ کے جیو کے سوا و پیارے ہیں علیؑ
دل وو
سورج ولایت گھن کے ہور صاحب سو دنیا دین کے
آسماں ور
جگ کے سنگار ہور عرش کے اپ گوشوارے ہیں علیؑ
آرائش اور خود
شیر خدا تم ہیں کلکر بر حق تمنا مان کر
کہکر سمجھ کر تمکو
سارے ملک تمنا اپر جیواں سوں وارے ہیں علیؑ
تم پر دل سے
کرنے تمن مولود کی مہمانی سب رضوانیاں
تمہارے
سب لامکاں کیرے مکاں سر تے سنوارے ہیں علیؑ
کے رے پھر سے
جب تھے ہوا جگ میں تمارا نور پرگٹ چو رخت
سے دنیا تمہارا ظاہر چاروں طرف
تب تھے سپت گھن جوت پکر جھلکن ہارے ہیں علیؑ
سے سات آسمان روشنی جھلکنے والے

دیپے من اُن کا جوں گگن دیپے سورج جگ تاب سوں
چمکے دل جیسے طرح آسمان چمکے سے
جے کوئی تمارا روپ جو من میں چتارے ہیں علیؑ
جو تمارا دل منقش کرتے
راکھو تماری چھانوں تل دایم خوشیاں سوں قطب کوں
رکھو تمہاری کے تلے سے
قطب ہور فرزند قطب کے بندے تمارے ہیں علیؑ
اور تمہارے

(ج)

(۲)

آدھار دے آدھار اب، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
سہارا تجھ
منجکوں سنبھالنہار اب، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
مجھ کوں سنبھالنے والا تیرے بغیر
سب جگ گدا سلطان توں، توانبراں کا بھان توں
عالم آسانوں سورج تو
میرا سو پشتیوان توں، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
پشتیبان تو تیرے بغیر
سورج ہے درپن ترا، انبر صحن انگن ترا
سورج آئینہ آسمان
گھر لامکاں مسکن ترا، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
تیرے بغیر

رین دن جیوں تج ڈھیاکر، شاہاں ہیں منج سلطان کر
رات　زندہ رہوں تیرا　مجھے
مشکل مرا آسان کر، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

تیرے خنجر
کھا نشتر ان دل رگ منے، جلتے خوارج اگ منے
میں　(کی)　میں
منج کوں سو دو نو جگ منے، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
میرے لئے　عالم میں

اپ پیار تھے اب جم مجے، غم نئے سو کر بے غم مجے
اپنے　سے　ہمیشہ مجھے　سے　مجھے
توں ہیں مدد ہر دم مجے، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
تو ہی　مجھے

بندا قطب شہ داس ہیں، بخشش منگوں تج پاس ہیں
غلام　تیرے
پکڑیا ہوں تیری آس ہیں، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
پکڑا　تیرے بغیر

(۳)

دو جگ کوں جیو دینے سکے حضرت علیؑ سلطان توں
عالم کو زندگی دے سکتا ہے
یک ہات برسے ذوالفقار، یک ہات برسے دان توں
ہاتھ　کرم

کہکشں ونڈے سورج علم، اسمان اُس کی چھانو سم
کہکشاں ڈونڈا کے برابر
چودہ بہون تج حکم تل جم کر رکا پردھان توں
تیرے
جیو بات سمجن ہار توں، اوتار تور توں ....
دل کی سمجھنے والا
یک ٹھار نہ ہر ٹھار توں، ترلوک کا ایمان توں
جگہ جگہ تینوں عالم
توں سائیں گنونتا مرا، برلیا سبھی چنتا مرا
خواہش لا
سن سیو کا کتھا مرا، سبحان تھے سبحان توں
کہانی
حضرت نبی دستی کرے، دل قطب نت تج سوں دھرے
نظر ہمیشہ تجھ پر رکھتا ہے
نس دن ترا سیوا کرے، حق گیان کا سو کھان توں
رات کی عقل کان (ج)

(۴)

جیو میانے سرو قد کھینچیا تمارا یا امیر
دل میں تمہارا
بات میرے سیس پر رکھ کر کروں میں گنبھیر
ہاتھ سر گہرا

تم ہمن میں قول کیاں باتاں ہویاں تمہیاں رات سب

ہم کی ہوئی تھیں

رات کیاں باتاں صبا میں ہیں تمیں روشن ضمیر

کی صبح نہیں تم

بیکس و ناکس ہوں ہیں، کس سے کروں پیرت کی بات

محبت

۱۰۰ میرے روں روں خط کوں پڑتا ہے تمارا دل دبیر

پڑھتا تمہارا

میں چرا کا ہیں بندا، بندہ ہوں تیرے نیہ کا

نہیں عشق

طالباں میں تم کرو منجکوں حکومت کا وزیر

مجھے

چو کہ کیا دیکھے کہ بائے لعل ادھر پر دانت ڈنگ

ڈالے ہونٹ

نکلے ہیں یک کھان تھے یاقوت و نیلم بے نظیر

کان سے ا

تج دیا کرتا رنگ میں گوہراں کا کھان سب

تجھے خالق

تو ہوئے ہیں سب نہاں روئے زمیں کے تو اسیر

تیرے

تج تخلص ہے معانی معنی کے گنج سوں بھریا

تیرا سے بھرا ہوا

تو محمد میم تھے پایا دو عالم کا سریر

ملنے کے ا سے

(ق)

(۵)

دنیا و دین کا حق سنگار یا علیؑ توں
آرائش　　تو
سب اولیا کے من کا اسرار یا علیؑ توں
تو

سورج توں نوا نبر کا دیوا سو دین گھر کا
تو　آسمانوں　چراغ　(کے)
پیارا سو پیغمبر کا سچ یار یا علیؑ توں
سچا

سب جگ میں ناؤں تیرا ہے سب پہ چھانو تیرا
عالم　نام
ہر ٹھانو ٹھانو تیرا اوتار یا علیؑ توں

غلماں بشر ہمارے قربان تج پہ سارے
تجھ
سب مدعا ہمارے بر آر یا علیؑ توں
لا

آدھار ساتو کھن کا جیو توں ترِبھون کا
سہارا　آسمان　زندگی　تو　تینوں عالم
ہم پیار ذوالمنن کا لینہار یا علیؑ توں
ہمیشہ　لینے والا

برحق ولی توں رب کا صاحب سچا ہے سب کا
تو
معراج کی سو شب کا جھلکا یا علیؔ توں ۱۱۰

قطبا گن پایا ہے مولود آج تیرا
گویا
عشرت انند دے اُن تے آیا یا علیؔ توں
ہمیشہ اُدر پر

(ج)

(۶)

ہے امیراں کا شہنشہ دو جہاں میں یا الٰہ

ہور قبلہ میں نہ جانوں منج کوں ہے تیرا پناہ
مجھے دوسرا
میرے دل میں بات نیں کچ بات تج بن اے پیا
نہیں کچھ تیرے بغیر
منج او پر سٹ مہر سوں اپ روشنی کا ٹک نگاہ
مجھ پر ڈال سے اپنی ذرا
میں غلامِ حیدرِ کرارؔ کر سب جانتے

بادشاہاں کبر غروری سو دیکھیں گے ہوں گے گاہ
غرور سے

دشمن ار منج پر کرے گا دشمنی کی جب نظر
(اگر) مجھ
مرتضیٰ کے کھڑگ تھے گھر بار اُس ہو گا تباہ
تلوار سے (کا)
دھو گناہاں اپنے مصحف کے تلاوت سیتی تو
سے
نج خلاصی تیں کرے حضرت دعائے صبحگاہ
تیرے کے لئے (کی)
تیڑ تنگ خروری کا جولان ہے میداں ہیں
چیرا، کھوڑا
دیکھ ٹک چو پھر کہ نیٹے ہیں تمہارے بدخواہ
ذرا چاروں طرف
گر کریں گے عدل یک ساعت تمیں بر حکم شرع
تم
بے حساب ارزانی ہو دے گا تمیں کوں بخت و جاہ
تم
سب معافی کے گناہاں بخش اپنے لطف سوں
سے
تیرے در بن مدعا کا در نہیں اے بادشاد
کے بغیر

(ق)

مدحِ حضرت بی بی فاطمہؑ

(۱)

ازل تھے بی بی فاطمہ بھاگ ساجے — کہ بیاوے دماۓ خوشی میا بجے باجے (۲)

سے (کے) — میں بجے

سُہاگاں کا گل سر ازل تھے بندے ہیں — کہ داؤنی کا پھند نا او باہاں پہ ساجے

گلے سے باندھے — ان بازوؤں پر

بی بی فاطمہ تا ئیں اسمان منجے — کہ ناداں گگن کے تو لاکھ سال گاجے

کے لئے — آواز — بادل

اُچائے عرش جو کی بی بی کتے تائیں — کہ حضرت بی بیؓ ہیں بیبیاں سب تاجے

اُٹھائے — لئے — بیبیوں کے سرتاج

بی بیؓ ناؤں پر سب ہی قربان ہیں — جگت کے شہاں میں توں سر راج راجے

کے نام — عالم — بادشاہان — سے راجہ

بی بیؓ فاطمہ عرش کے تاج ہیں — اُنن نور تھے حور جنت کی لاجے

ان کے — سے — شرمائے

قطب شہ نبیؐ داس نن پن تھے ہے

کا غلام بچپن سے

نو او ناؤں کے دھاک تھے ذیدے بھاجے

اس نام — رعب سے — دشمن بھاگے

(۲)

گرد گھر بند سب گھرے گھر کر نہ انند میں بانی
فاطمہ بی بی دیئے تشریف عج جم جم تہانی
خلعت مجھے

بخت انوں کے ہیں بڑے الحمد للہ شکر کر
ان
چاک نا ہوئے تیوں اسپند کچھے ہندستانی
نہ اس لئے

قدرتی پھولاں کا سہرا باندے ہیں تج سیس اوپر
باندھے تیرے سر پر
دیکھ مالیاں ہات جوڑے ہیں ہیں ایسے پھل بوستانی
دیکھ کر ہاتھ کہ نہیں یہ پھول

چاند سورج کے حمائل قرص ہتے ہیں نورانی
مادے منڈپ چھت تاریاں سوں ہے سچلا آسمانی
تاروں سے سجا

عاشقاں مل عاشقی سوں سب تو غمزے دکھاویں
سے بنئے
ساقیاں بھر او تم مجلس منے مے ارغوانی
میں

پاتراں تو ناؤ کے غمزے دکھاویں گھنگرو میں
طوائف
تال دھماری گاونا منڈے دھکاری شادمانی

بادشاہاں کرتے ہیں اپ مال اُپر جگ میں بڑائی
اپنے پر

منج محمد ناؤں تھے ہے تاج و دولت خسروانی
مجھے کے نام سے

شاعر کا مذہب

دو جگ منے منج کوں اہے کرتار معاذ
میں مجھے ہے خالق

بندا ہوں اُسی کا وہی ہہ مکھ ہار معاذ
مگر

امت ہوں محمدؐ کا کروں شکر خدا

تو ہے منجے جسم، محمد مختار معاذ
اسلئے مجھے ہمیشہ

پایا ہوں ملک کوٹ اُن پیار تجھے میں
قلعہ ان کے سے

منج کوں ہے سدا حیدرؓ کرار معاذ
میرے لیے

پنجتنؑ کا منجے داس کیا پیار تجھے خق
مجھے غلام سے

پنجتنؑ ہیں ازل تجھے منجے ہر بار معاذ
سے میرے لئے

اللہ، محمدؐ، علیؑ ہور بارہ امام
اور

یو سب آہیں قطبا کے سو آیار معاذ
یہ ہیں اوریر

(۲)

محمد دین قایم ہے ہندو بھاراں بھگاوو تم
سیاہی کفر کی بھانو اُجالا جگ مگاؤو تم

اجالے دین میں فوجاں جو آویں داٹ کر غم کی
حملہ کرکے
۱۴۰ تو حیدر کی کٹاریاں سوں ہیاں ان کا چراؤو تم
چھیردو

سے دل
پیٔے جے ساقیٔ کوثر کے ہت تھے جام کوثر کا
جو ہاتھ سے
سدا حضرت کے سر ابر مال شاہاں میں گواؤو تم

کھلے ہیں بخت دروازے نبیؐ کے داس پن تھے منج
غلامی سے میرے لئے
محباں دوستاں سارے طبل نصرت بجاوؤ تم

محمد کی غلامی مج اہے سب دیس ارزانی
دن مجھے ہے
گھرے گھر پاتراں نٹوے انداں سوں نچاوو تم
خوشی سے طوائف

عید میلاد نبی

فرشتے سرگ ساتو کوں ستا .بال سوں سنوارتے ہیں
جنت ساتوں ستا ہاں ہے سنوارے

شہ دنیا و دیں کے تئیں عرش کرسی سنگارے ہیں
لے

مگر مولود ہے شہ کا عرش او پر طبل کا جے
شاید

مراداں پاؤنے سارے جگت ہاتاں پسارے ہیں
پانے کے لئے　ہاتھ پھیلائے

خوشیاں تھے جگ سمانے نیں سو اپنے پیرہن ہیانے
سے　نہیں　میں

تیرہ جگ آپنا تن من شہنشہ پر نثارے ہیں
تینوں　نثار کئے

محمد قطب شہ غازی کرے مولود بہو چھند سوں
سے　بہت

تو اس کی عمر و دولت میں دعا صف صف ہو ٹھارے ہیں
کے لئے

ملک ہور جن نسب کرتے دعا شہ کا صدق سیتے
سے　اور

دنیا ہور دین میں ایسا سو شہ نیں کر پکارے ہیں
نہیں ہے　اور

صدق .... کاری آپ اُچایا نانو دو جگ میں

بلند کیا نام

طبق نوراں کے لے حوراں سوشہ پر تھے نثارے ہیں

نبیؐ صدقے گنایا ہے تر کماں آج میزوانی

کرایا میزبانی

علیؑ صدقے سے دو جگ میں بلند اس کے تارے ہیں

(ج)

(۲)

دُر وہ لک اُس نبیؐ پر جو تر نجن رب کے پیارے ہیں

درود لاکھ

جو فیروزی پہاڑیاں نو جنن کے تئیں سنگارے ہیں

(نو آسمان) جن کی خاطر

اُنن دن مولود آئے خوش، خبر قدسی یو پائے خوش

اُن کے

پھرا مولود گنائے خوش، جنت آٹو سنوارے ہیں

گوائے آٹھوں

فلک سر مائی مخمل کے، ملک درزیاں سو تاواں لے

شفق کی گوٹ لالہ سے منڈپ نوری .... ہیں

چندر غواص ہو آیا، گگن سمند بیچ تر دھایا
چاند آسمان سمندر میں
نبی پر واسے لیایا، ڈھلک موتیاں سو تارے ہیں
لایا
سُرج افشان گر ہو کر، نبی مند ہر دواراں پر
سورج کے مکان کے دروازوں
زر افشانی کیا یکسر، سو جگ میں جھلکارے ہیں

جنت حوراں ہویاں یک مل، نبی مند ہر چوندھر مل
ہوئیں کے یہاں چاروں طرف جمع ہو کر
سگند بالاں سوں اپنے کھل کہ جھاڑ انگن لگائے ہیں
خوشبودار بالوں سے کھول کر جھاڑ کر صحن کو سنوارے ہیں
ہرے جھاڑاں جو ہارے ہو پتاں پاچے طبق لے بھر

سو بھر شبنم جواہر سو نبی کے دار ٹھارے ہیں
دروازہ پر رکھے
جگت سب جگمگایا بھی، خوشیاں کا غل اچایا بھی
عالم پھر اٹھایا پھر
اُجالا دین پایا بھی، تو بھاگے کفر اندھارے ہیں
سدا توں راج کر قطبا، انند کا ساج کر قطبا
نبی کا کلج کر قطبا کہ تج بخشا نہارے ہیں

(۳)

خلایق اس دنا خاطر کیا پیدا جگت سارا — یقیں جانو سکل دن میں یہی دن ہے شرف دارا
عالم، دن کی، سب، شرف رکھنے والا

اسی مولود کی خاطر سکل کا فرفنا کینا — ازل دن تھے نبیؐ کا نور کیتا عرش پر ٹھارا
سب، کرتا، سے، کرتا، مقام

تولد کی خبر سن کر طبل باجے عرش اوپر — چلے نوری بہشتیاں تیں بنائے خوب جوت سارا
لباس، کو، پہنائے، چاروں طرف

صفت و نکی امت ہم تم زباں آکہن سکے تا جگ — فلک بھیں کیے دو پار ہوئیں تو بھی ہے جو کر دشوارا
ان کی، کہہ سکے، دو عالم، زمین، ہوں

دیا میراں دو عالم کا اپن ہت میں جگت سارا — کیا راز نہاں ظاہر ہوا اصل معمارا
اپنے ہاتھ

گنہگاراں چھڑاون ہار کا مولود اس دن ہے — فقیر و شاہ سب ملکر کرو دکھ عرض یکبارا

محمد قطب تج متک لکھے ہیں دو اس پیغمبر — تو شاہاں کے تاریاں ہیں تیرا تن نور ہے سورج سارا
تیری پیشانی پر، غلام، تمہارا، سورج کے تن

(۴) (ق)

حضرت نبیؐ مولود بھی سر تھے نوی لیایا انند — تو اس مبارک دیس تھے ترلوک سب پایا انند
پھر از سر نو نئی لایا، دن سے، عالم، عیش

گھر گھر بدھاوا کاج ہے بھو ساج سوں دن آج کے — سب جگ اپر بادل ہو کر چوند سر تھے چھایا انند
بہت سجاوٹ سے، عالم پر، چاروں طرف سے، عیش

خوش ہو خوشی منتی اہے ہور عیش متوالا ہوا — عشرت لگیا ات ناچنے آلاب جب گایا انند
لگا

اور آئے
جیسے انند منگنے اتھے اُس تھے آلے لاک لاک — کرتار اپنے پیار تے ہناں کوں دکھلایا انند
لاکھ لاکھ
مانگتے تھے سے — خالق سے ہم کو خوشی

مست
جھاڑاں چمن کے آج مست جھولیاں سو جھلتے ہور — لالے کے پیالے بھر مگر مدیا و پیلایا انند
شراب ہوا پلایا

مقصود کے غنچے مرے مولود تھے پھل پھول ہوئے — امید کی بربانت کا جھڑ پر سو جھولایا انند
سے پھول پھول

قسمت کرنہارا ہمیں جس دیس تھے قسمت کیا — اُس دیس تھے اے قطب شہ تقسیم تج آیا انند
بنانے والا خود ہی دن سے — دن سے حصہ میں تیرے (ج)

(۵)

نبی مولود خوشیاں تھے ہوی دل کی بہاراں خوش
سے
عشق خوشیاں و شادی تھے ہوے ہیں روزگاراں خوش
سے
کی
مبارک منج اچھو اے عید ہور مولودِ پیغمبر
مجھے ہو یہ اور
ملے ہیں قطب سوں بارہ اماماں ہور نگاراں خوش
سے اور
کریں عیداں خوشیاں عشرت ولے اس عید سم ناویں
کے مقابل نہ آویں
علی مستی کے جولاں تھے ہوئے ہیں شہسواراں خوش
سے

عشق کی سرفرازی اُس کے گیسوں تے پنچا ہے
تو اُس کے ہات تے اُپجے محبت کے نگاراں خوش
تجے .... چاند کہوں یا کیا کہوں تج کوں
ہمن دل تخت پر بیٹھا ہے نت نت روزگاراں خوش
جو کوئی تج یاد عشقاں سوں رکھے سرسجدہ یک چت سوں
اُسے دونوں جگت میانے سراہے افتخاراں خوش
عشق کی آرسی اوپر غباراں کد نکو یا رب
اوسی کی آرزو تے دام میں ہیں گلعذاراں خوش
عشق مولود ہیں پیالے یو شرطاں سوں بھر بھر کر
پلا منج یاد کی مستی نہیں ہے منج خماراں خوش
ملے ہیں خوب عیدہ ہور خوب یاد ہور خوب پیرت منج
ہمن میانے ان میانے پرت کی ہے لہاراں خوش

خدا کا چھانوں ہے منج پر تو منج ہے فر یزدانی
نبی صدقے قطب انگے رکھیں سرکا مگاراں خوش

(ج)

(۶)

گناۓ نبی کے جو مولود انند اں ہمسایوں محمد قطب شہ نرکماں

سنوارے جگت سب جنت جوں چترت سوں نگارے سو بازار قصراں محلاں

منگار آویں حوراں مَن ہر طرف تھے مرصع میں ڈب سر تھے یک نوری ناراں

منڈپ تل ہوا کے سوہاوے تھے آویں پرم میں لک چھند سوں شاد پریاں

سو دھن جو بناں رست کپن کراں جوں سو چک ویسی کچ دیکھ ہوویں جگ کے حیراں

سو ہنس کو یلاں جیو کریں تحفہ اپنے سو ہنس مکھ ہنسلیاں کے دیکھ چھند بنداں

تخت پر جو شہ بیس رائے جگت سب دیکھت چتر سر مائی شہ کا جوں آسماں

دھریں سب ذکی وقت یں شہ کوں سر ہیں ہرے لال برداں کے ہر یک ملوکاں

جب آئے شہ ملوکاں سوں مجلس بھراویں — کھڑے ہوئیں دو دست جوڑ بہت ہندو راجاں
(بادشاہوں سے — دونوں طرف ہاتھ)

بدخشی لعل حوض خانے میں بھر شہر — اجت جوت جوں جام و شیشے بھی رخشاں

عجب نہیں جو مے نانوس کر ڈھلے کھم — لے پیالے او پی پیالے جے پینتے مستاں
(کا نام — بہت وہ)

دیکھن شہ بزم کی تماشا رواں ہو — ملک لک لک افلاک تھے آویں شاداں
(دیکھنے کیلئے — لاکھ لاکھ)

دیکھت شہ کی عشرت دعا کر کہویں تب — گمو رات دن قطب شہ نت انداں
(دیکھ کر کہویں — بسر کرو ہمیشہ چین سے)

نبیؐ کے دیا تھے قیامت ملک تم — گنا دو نبیؐ کے سو مولود لاکھاں
(کرم سے — گواؤ لاکھوں)

(ق)

نبیؐ
معیشت
غذائیں

(۱)

خوشیاں کرو موالیاں مبعث رسول آیا
بہو دھات انند سوں عیشاں سنگات لیایا

اول برات روزی روز یہ (ہے) فیروز
اس بعد عید قرباں جس تھے دو جگ کھایا

شاہاں میں رتبہ عالی قطب شہ ہے موالی
مبعث رسول عالی چھند بند سوں گنایا

اس شاہ کی سو دوراں دنیا و دیں کوں رُجھا
خوانِ خلیلی احساں اپ مہدیں کھایا

اللہ رضا سوں جگ میں سو تحسیں کو انند اں
غم کا نشاں کسی کوں جنتا دھونڈیا نہ پایا

مبعث کی خوشیاں تھے حوراں کئے جو خوشیاں
جنت کی خوشبویاں تھے دو جگ مگ مگایا

صدقے نبی تر کماں جم راج کرنوں عیشاں
شاہ علی نبی تھے منگ تج شہی دلایا

(۲)

آیا ہے وقت سر تھے مبعثِ مصطفٰے کا
پایا ہے نور ادک بھی عالم سکل خدا کا

چھایا ہے حق کی رحمت کے چھاؤں دو جہاں میں
بھایا ہے دو جہاں کوں نت چھانو خوش عطا کا

لیائے ہیں وحی جبریل حق کے حبیب کوں تب　　اقرا کہ توں ہے خاتم سالم سو انبیا کا
کے پاس　　جملہ

پیغمبری تخت پر بیسے ہیں جب پیمبر　　تب یگ لگے نو انبر اس شمس والضحیٰ کا
بیٹھے　　قدم　آسمان

عالم ہوا ہے خرم فردوس باغ کی سم　　من جیو سدا ہے بے غم اس شاہ ہور گدا کا
برابر　　دل　روح　اور

انبر ہوا منور درپن ممن ہوا دھر　　ہوے سور چند کے سر پر تارا ہر اک سما کا
آسمان　آئینہ کے مانند　زمانہ　　سورج　چاند

قطبا بندا ہے نبر ادو جگ میں یا محمد　　دایم نظر رکھ اس پر اپنا ادک دیا کا
بندہ　　زیادہ کرم

(ق)

(۳)

مصطفےٰ بعثت خوشیاں کے عید کا ہے دیس آج
دن
صدقے حضرت شیعہ کرتے ہیں گھرے گھر عیش کاج
کے
حق رضا سینی خبر لے آئیا ہے جبریل
کی　سے　آیا
سب نبیاں کے میانے دیتے ہیں تمن ہیں آج راج
درمیان　تہیں
عرش پایا ہے تمن پنج گوہراں تھے روشنی
تمہارے　سے
نیں فرشتیاں کوں رضا صلوات بھیجیں تمنے باج
کو　اجازت کہ　تمہارے علاوہ

پیا رسول حضرت کہتے بیٹھو اچھی کر جبریل
تب کہے خدمت تمن کرنے تھے پاؤں گا رواج
سجداں کوں باندکر بت خانہ کے سب بت تڑا
مصطفےٰ ہور مرتضےٰ کے بانگ تھے پایا دیں رواج
جبرئیل لے آئے سواپ دوستاں کو کئے خبر
جے قبولے نور پائے نا قبولاں لکھ سوواج
دن ازل تھے مرتضےٰ کو کیتے ہیں نائب تمن
ذوالفقار اب کافراں کو مار کر لیو خراج
نا سکے جبریل کچ کہنے تمارے وصف کوں
بندہ خدمت میں چو کیا کر سب بندیاں میں پکڑیا لاج
دو جہاں میں حق حبیب اپنا تمن ہیں ما نبیا
قطب شہ مسکین کو دیو ہت پکڑ شاہاں میں تاج

۴۲۰

(ج)

(۴)

نبی مبعوث بھی آ کر کیا ہے سب جہاں روشن

پھر　ں

ہوا اس دن کے نوراں تھے مکاں ہور لامکاں روشن

سے　اور

عجب دن ہور گھڑی ہے اے نہیں ہے کوئی دن اس سم

اور　کے برابر

کہ اس دن تھے گگن پر سور مکھ ہے ہر زماں روشن

کی وجہ سے آسمان　سورج کا چہرہ

ہوا ہے آشکارا دین و ایماں آج کے دن تھے

سے

کیا ہے فیض اس دن کا سکل امت کا جاں روشن

سب

نبی کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش ہور کرسی

سے　اور

انن نوراں تھے ہیں چند، سور، تارے آسماں روشن

ان کے　سے　چاند　سورج

ہمارے ہیں نبی سرتاج سارے انبیا کے تو

تب

نین اس نور تھے کیتے ہیں سب پیغمبراں روشن

آنکھیں　سے　کرتے

نبیؐ مبعث جو کوئی کیتا ہے یک چت ہو، یک دل سوں
گزنا(منانا) یکسوئی اور سے
سو اس کے دل اوپر ہوتا ہے طٰہٰ کا بیاں روشن

نبیؐ صدقے کیا ہے قطبؔ مبعث کا غزل رنگیں
ادا
کہ اُس کی ناز کی ہور روشنی تھے ہے جہاں روشن
اور سے

(۵)

کہے خوش خبر خوشی سوں اخی کھول اَدھر خوشی کے
سے ہونٹ
کہ ہے مبعث آج دن کرنے کے دو اچھر خوشی کے
حرف
سبھیں انبیاں میں تم سرا ہے تاج سروری کر
سب ہی تمہاری تعریف کئے چنبر کر
خوشی سات آملایک تانے سر چھتر خوشی کے
کے ساتھ
جو خبر خوشی کی پر گٹ ہوئی جب تھے دو جگت تو
پ سے
ظاہر
۲۳۰ ملک، اچھریاں، بشر، دل بسے دل نگر خوشی کے
پریاں

کریں شوق انند دو جگ خوشی عیش عشرتاں سوں

عیش عالم

نبیؐ کے محبت نگر میں بت کر سو گھر خوشی کے

بناکر

بلی جائے کر دیکھائیں عنبر میں بلا دھو دیں کے

چھند بند سوں بھید اچنبے کر سات انبر خوشی کے

آسمان

جب یہ خوشی کنایا حضرت رسولؐ کی میں

کرایا

پھرتیاں سو واں سکیاں جو لہے لک قمر خوشی کے

دھرتی ہیں

بھو شوق سیتی آ کر سٹ دِشٹ تن یک اوپر

بہت سے ڈال نظر

روشن کئے خوشی سوں قطبا نصر خوشی کے

سے

(ج)

شب معراج

شاہ مرداں و محمدؐ ہیں ہمارے سرتاج

خدا باتاں حبیب اپنے سوں کیا شبِ معراج

چاند ہور سور اُنن نور تھے پیدا ہوئے
اور سورج انکے سے

دین ہور دنیا انن اسلام تھے پایا رواج
اور انکے سے

قدرت حق دیکھو اُن میں و سمجھی نجھونکت
(۶)

خدا اُن دونوں کوں دیتا ہے دو عالم کا راج

یک کرامت انو کا نہیں کسی پیغمبر میں
ان نہیں

سب نبیاں میانے ہمارے نبی سہتے سراج
نبیوں میں زیب دیتے

سدا بارہ اماماں میرے نگہ دار اہیں
ہیں

ہوا ہوں اُن کی غلامی تھے قطب راج دھراج
سے شاہنشاہ (ح)

عیدِ سوری

سب ہی عیداں میں اُتم عید سوا عیدِ غدیری ہے
نبی صحبت جو پانے عید میں او عید پوری ہے

ملایک دور فرماتے حوراں غلماں منگل گاتے
خوشی کیتے ہیں سا تو آسماں جب تے جو نوری ہے

اے دن کا بھید اُن بوجھے گا جس کا دل اہے روشن
کہ اس دن کی خوشی ہور عیش میں لذت حضوری ہے

نبی ہور مرتضیٰ کے نور تھے پایا چندا جھمکن
تو اُس کوں سب تاریاں میں کلا چودہ سنپوری ہے

بہوت آنند ہور عشرت خوشیاں تے لوک دو جگ کیاں
ابیں اس عید کے جوتی منے جھلکار طوری ہے

سہیلیاں سب اپس سنگار کر ہور ہار سہنیاں یوں
سو دیا آپس میں اور زیب بنی اسطرح
بہوت سرخاں ملے یک ٹھار اُن کا رنگ گوری ہے

محمد مصطفے صدقے محمد قطب شہ ساجن
بہت
کہ گھر میں نت محمد کی سو جنتیاں کا موری ہے
(ح)

(۲)

عید سوری سرس سوروں سنگار آیاں سکیاں بھی
سنتوس ادک اس عید تھے پھر پایاں سکیاں بھی
پھر سے
جوبن پوریاں سینے کے طبق سنتے میں بھر
موتیاں جالیاں سر پوشاں سوں ڈھانپ لیایاں سکیاں بھی
موتیوں کی جالی کے سرپوش ڈھانپ کر لائی ہیں پھر
رُت جوانی میں آپی کہ مدن پیالے مستاں ہو
موسم
ٹک پھند سوں جگ جیو کوں الجھایاں سکیاں بھی
عالم کے دل کو پھر

موتیاں نور تن ہار سوں پھل ماک کلی کھال

اپ روپ چندر سور تھے جھلکایاں سکیاں بھی
اپنے　چاند　سورج سے

صدقے نبی کے قطب کے چھنداں کے پن سن

لک دھات سوں ہر تل نپ سو پھل آباں سکیاں بھی
لاکھو طرح　سے

(۳)

نبی کی عید سوری آمندر مج سور سوراں کے
مکان میرے　آفتاب آفتاباں

دیکھائے عیش کے کھن پر سماں سورج تھے نوراں کے
آسمان　سے

بھریں چھندوں سوں نس دن نیلویں ہیرے کنکالاں میں
عشووں　سے رات

سمو کر سور نہیں چندر نہ حمالے من سروراں کے
عشق　چاند

سو طاسک سور کا لیکر چلیاں چندر مکھیاں لٹکت
سورج　چلی　مہ آفاق　ناز سے

زمیں پر دیکھ حیراں ہو ملکن جیو ملکے حوراں کے

محمد مصطفیٰ بیٹھے شفا پا پنجتن سو خوش
صفا کے تخت پر لیا یا امیں خلعت حضوراں کے

لایا
سلاماں سات لکھ لیایا خضر پینے محمد تیں
لایا کیلئے
دنیا میں رو سلامت کر ذکر لایا شکوراں کے

رہو
محمد کی جیتا نیکی کئے خوشیاں محمد جب
قلی قطب شاہ
فلک سن دھرت پر تارے اتارے کاتے سوراں کے

زمین
طنبور کے مشتری جوزا کے ڈنڈے سنبلاں کوں لا
تو زہرہ چنگ لے ناچیں سو جھن جھن پر طنبوراں کے

تلک ہور مطبخی پوریاں تلیا چند سور کے چھند سوں
تلا
انندوں آ شفق شعلے تلے دے کھن تنوراں کے

آسمان
محمد صدقے قطبا کی غزل سوری کی پوری سن
۲۶۰ سکیاں متاں ہویاں یوں جوں شراباں پی غیوراں کے

(۴)

عید سوری انند لیایا ہے — جگت اب نور سوں نہایا ہے

لایا — پہنایا

نیہہ پون سیتی عیش کی کلیاں — دل کے چمناں منے کھلایا ہے

ہوائے عشق سے — میں

مد برت کا سکیاں رنگیلیاں کوں — عید ساقی ہو کر پلایا ہے

شراب عشق

شہ کی مجلس میں مطبخی ہو فلک — رنگ رنگ سینی خواں رچایا ہے

سے

نیر پیولے پیالے بھر بھر کر — شبیاں کوں خضر پلایا ہے

پانی پینے کے لئے

زہرہ اُس عید کی امنگاں سوں — شہ کے گن آسماں پہ گایا ہے

حق نبیؐ صدقے قطب شہ کوں سدا — عید تھے عیش اوک دلایا ہے

سے — زیادہ

(۵)

خوشیاں سوں آج جہاں تہاں سب جہاں معمور دستا ہے

سے — جہاں تہاں — نظر آتا

نبیؐ کی عید سوری کی کلا میں نور دستا ہے

گھرے گھر آج دن کا جاں پہ کا جاں ہووتے ہیں خوش
کہ یو دن سب دناں میانے ادک منصور دستا ہے
میں زیادہ نظر آتا ہے

ہزاراں شکر ہے جو آج دن پنجتن کے صدقے تھے
سے
ہر یک مومن کے من کے میانے پرتا سور دستا ہے ۲۷۰
دل میں سورج

انبر سفرے میں قدسی جوڑ چندر سور کیاں پوریاں
آسمان
رچے نعمت تھے قدرت کے سو چوندھر نور دستا ہے
سے چاروں طرف

شرق تھے غرب تک حوراں ملک رضوان نوری سب
سے
صفاں کر مل کے بیٹھے سو اجالا دور دستا ہے

جدھر دیکھے تدھر ساتو انبر ہور ساتو دھرتی
ساتوں آسمان اور ساتوں اقلیمیں
سبھی کا آج دل بھرپور جوں سمدور دستا ہے
سمند

نبی صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ پنجتن کے
سکل شاہاں کا سو سرتاج ہو مشہور دستا ہے
سب

عید مولود علی
علیه الصلوة والسلام

مومناں خوشیاں کرو ہے آج دن مولود کا
مرتضیٰ بارہ اماماں عید ہے معبود کا

مصطفیٰ ہور مرتضیٰ آل ان میں کیتے ہیں ظہور
جن کیے یہ عید ہے وو طالعِ مسعود کا
اور کرنے ثم جو

جب وو ابرِ رحمت اس جگ پر ہوا فیضِ بقا
شیعیاں کے تئیں اتھا وہ دن نکہ بہبود کا
عالم وہ لئے تھا

جب نبوت کا علم پیدا ہوا تب ست جھڑے
طاقِ کسریٰ تب نشاں لیا عدم مفقود کا
ایندھا

فارس کے آگن بجھا جب میگ رحمت برسیا
سرگ بن لیتا جگت کے تیں اگن نمرود کا
آگ میگھ برسا جنت کا بن کرتا عالم کو آگ

بیارہ معصوم کے ہیں داس جتنے تھے نبی
پیشوا حضرتِ نبی کا تھا ستی داؤد کا
غلام

جب نبی صدقے ہوا ہے واس قنبر کا قطب
دو جگت میں ہے ترکمان عاقبت محمود کا
غلام نو عالم (ج)

(٣)

حضرت علیؑ مولود تھے سب مومناں کا عید ہے
یاراں خوشیاں گھر گھر کرو اے دوستاں کا عید ہے
ہے یہ

حضرت علی مولود کن علماں منگیں بھیکاں سبھی
عالماں مانگے
سب علم ہیں فضل اس تو فاضلاں کا عید ہے

سارے نبیاں مولود پر ہے عزت اس مولود کوں
شیعہ منگیں اس فیض کوں تو شیعیاں کا عید ہے

حضرت تولد تھے شرف پایا ہے کعبہ جگ منے
سے میں
سجدا کرو ول سیس سوں لے طاہراں کا عید ہے
اور سر سے یہ
منکر جو کوئی ہوتا اہے اس عید کے مولود تھے
سے
جنت میں نیں ہے ٹھاوں اس آطالباں کا عید ہے
نہیں جگہ یہ
نوروز ہور سورج شرف پاویں حمل کے برج میں
اور
گاین ہیں زہرہ مشتری کی صالحاں کا عید ہے
صدقے مولود کے نین میں جب دیا ہے منج خدا
مجھے
حضرت محباں ہیں سدا قطب زماں کا عید ہے
کے

(۳)

موالیاں شیعیاں خوش ہو یہ دن سرجن ہے حیدر کا
پیدائش
کہ وہ حیدرؑ لیا جس کوں خدا وارث پیمبر کا

علیؑ مولود دن جھلکار جگ میں جب ہوا پرگٹ
کے کا ظاہر
تو اس جھلکار تھے چھپیا جھلک خورشید خاور کا
سے چھپ گیا

علیؑ جس دن تھے سرجے ہیں سو اس دن تھے طراوت پا
سے پیدا ہوتے سے
ہوا گلشن ادِک تازہ سراسر چرخ اخضر کا
زیادہ

چھڑاونہار دو جگ کے اہیں سچ مرتضیٰؑ میرے
چھڑانے والے ہیں
انن کا ورد جس دل میں سو کیا ڈر اس کوں محشر کا
ان

علیؑ جس رات گئے معراج ملکر مصطفےٰ سیتے
کے ساتھ
تو ان پگ تل کیا روح الامیں فرش آپ شہپر کا
ان کے زیر قدم اپنے

نبیؐ ہور آل کے صدقے، علیؑ کا داس ہے قطبا
اور

توجگ میں پائیا رتنا سو جم خاقان سکندر کا
غلام
پایا سوتی (ج)

(۴)

سینی اماں مولود آیا ——— دو جگ کے من کوں لے مولود بھایا
سے — دل کو سے

بدھاوے پر بدھاوے لائے خوشیاں — سرج چند شمع سوں مجلس سہایا
سورج چاند کی شمع سے کو زیب دیا

سنوارے پھل نہالاں رنگ رنگاں — مگر وبکنٹھ بن پھل بار آیا
پھول رنگا رنگ — جنت پھول

صدر مندر سنگارے جڑت سینے — سو نرمل گوہراں سوں جگمگایا
جڑاو سے — صاف

سہیلیاں سب سنگاریاں سات ہور نو — سجن کے من کو وو سنگار بھایا
اور — وہ

سبھا آئین بندی سوں سنواریا ۳۰۰ ——— (کرم خوردہ) ———
سنوارا

نبی کا داس ہے یک چت سوں قطبا

(ج)

(۵)

دمیا صبح صادق تمن روئے فرخ — خوشی کے درود اں بھیجو سوئے فرخ
چمکا تمھارا

تولد ہوئے آج کے دن امام — دیے جیوں نوا چند ابروئے فرخ
چمکے مثل نئے چاند کے

میں اپ دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ — نپاتے اجھوں موکوں ہندوئے فرخ
اپنا چھوڑ کر پکڑا راستہ — اب تک مجھ

کھولے عنبریں بال جب کرنے کنگھی — کہ صلوات بھیجو او گیسوئے فرخ
اس

ہوا سحر باطل سبھی ساحراں کا — فسوں پڑتے ہیں نین جادوئے فرخ
پڑھتے آنکھیں

نہ آوے اثر ہم کوں تج منے تھی ساقی — چڑی مست ہم سر پر او بوئے فرخ
تیری سے — چڑھی ہمارے وہ

ہمن میل باندھے تمن میل سیتی — اسی تھے ہمن میل ہے سوئے فرخ
ہم تمھارے — اسی لیے ہمارا میلان

نہیں لیتے ہیں مشک تاتار کوئی — کہ آتا اہے باس اس موئے فرخ

رقیباں بڑائی تمن تم اچھو نت
تمھاری انھیں تک ہے ہمیشہ
۳۱۰
دیا حق معانی کے تیئں خوئے فرخ

(ق)

(۶)

مولود علیؑ آوے فلک پر تھے ملک سوں (سے)
تو آکہ نورانی کرے جگ پنے جھلک سوں (آکے، عالم کو)

پیالا ہے چند پھولاں ستارے ہیں ازل کے (چاند)
پھرتے ہیں ملک ہات لے طبقاں کے فلک سوں (ہاتھ میں)

لے ناؤں علیؑ کا کرے مولود قطب شہ (نام)
خشیاں وانداں کرے یک لاک دو لاک سوں (خوشی، بخش، لاکھ دو لاکھ)

جم جے توں قطب شہ کی تجے شاہ مدد ہے (نت، تجھے)
لک ملک سکے لینے اشارت کے ملک سوں (لاکھ)

تج دھاک کا پروا ہے یو درجن کے انکھیاں (تیرے رعب، دشمن)
جو بھیری کوں جم راکھنے شکاری سوں فلک سوں (رکھے)

مشرق تھے جو مغرب لگوں سلطانی ہے شہ کی (سے، تک)
کہتا ہے تگن ساچ جو سُن جوسے پلک سوں (سچ)

قطبا کی جو بخشش کا کریں سم کینے سن کر (برابر کتنے)
کاں ہو سکے سم ڈھنگری سو خاراو ملک سوں (کہاں، مقابل) (ج)

(۷)

مرتضیٰ مولود آیا ہے بہت نوراں سینی (کے ساتھ)
جبرئیل لے وارنے طبقاں لیا حوراں سینی (نثار کرنے، لاتے، کے ساتھ)

کعبہ میں ہوئے تولد مرتضیٰ شیر خدا
کوئی نبی نا پایا اے حرمت اتنے جاواں سینی (یہ، اتنے)

مصطفےٰ آئے علیؑ کوں دیکھنے کہے فاطمہ ۳۲۰ پنجہ گستاخی سوں سٹتے ہیں بہت ناؤں ستی
سے ڈالتے

تب کہے حضرت نکرس منج سوں ایسے کام کد گر کریں گے تو کریں گے کفر کے شاہاں ستی
نہ کر سکیں مجھ سے کبھی

دین قوت پائیاں ان کے تولد تھے نکٹ منج کوں کیا ڈر ہے کہو کفار کے کاماں ستی
سے مجھے سے

ان کے نوراں تھے ہی ہیں نین میانے روشنی شہ کے بنداں میں ہیاں ہو بند ہوں موفریاں ستی
سے آنکھ میں بندوں رہا

کافراں کا سب غروری بھاگتا اس عہد میں مہربانی ہل کتا ؤ دوستاں خوشیاں ستی
کرو

شاعراں بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں بس بندا عاجز ہوں تم دارو کرو درماں ستی
کہاں

قطب شہ ہے تج غلاماں میں غلام کمترین دیو میرا ہت پکڑ جلوا سکل شاہاں ستی
تیرے ہاتھ سب (ف)

(۸)

عرش حق کا لگیا جھلکن ادک مولود حیدرؑ تھے
لگا جھلکنے زیادہ

گگن ہور دھرت پائے ہیں جھلک اُت سور چندر تھے
آسماں اور زمین زیادہ سورج چاند سے

جگت جنت تھے خوش آیا ہے نعمت آج قدرت سوں
دنیا سے

لگیا ہے نور کا برسن برسنے سا نوں انبر تھے
لگا بارش آسماں سے

ملک ساتوں فلک تجھے آج آئے طواف کرنے نبیں
سے — کے لئے

جو حق کا نور اتر آیا ہے کعبے میں عرش پر تھے
سے

تجلی مومناں کے سو دلاں اس دن تھے یوں پائے ۳۲۰
سے

کہ پاوے صبح صادق روشنی جوں سورا نور تھے
جس طرح سورج — سے

سکل نبیاں سوں باطن تھے علیؑ بن مصطفٰےؐ سوں حق
سب — سے

کیا ظاہر جو دو جگ نائیں نپٹ ان دو نو رہبر تھے
کے لیے

علیؑ بن کن نبیؐ کا جانشیں ہے جو علیؑ کوں حق

نبیؐ کا جانشیں کر پیار سوں بھیجا اپس گھر تھے
اپنے — سے

ہزاراں رحمت ہے تج پر جو حیدر کا دھرایا دامن
تجھ

قطب شہ دو نو جگ میں سروری ہے تج و سرور تھے
تجھے اس

(رج)

(۹)

مولود خوشیاں آئیاں، مولود کی خوشیاں کرو
آئی ہیں
خوشیاں کے ناداں باجتے اس کوں منجے جہاں کرو
آواز بجتے میرے پاس

چوندہر گرچہ سب خوشیاں ہور باس ہے لہار کا
چاروں طرف اور
رنگاں میں رنگ باکر کیتے زنگاں ستی ناداں کرو

جھمکے گلالی گال میں او مسہ نویلا چھند کا
وہ
منج دل کے تئیں اس دل اپر سب مل کے اب قرباں کرو
میرے

اس نور کے او نار کو میں رات دن سیوا کروں
نبیؐ و علیؑ دولت ستی دم دم سبھی ایماں کرو
سے

نانگی نمازاں ناد اب سب نار کو بسرائیا
او ناد بھر پاکن منے دشمن اپر بھاراں کرو
وہ آواز کان میں

اب تال منڈل عیش سوں مولود کا گرجا و تم
سے
سا توشراں کے ناد سوں داؤد کا الحاں کرو
ساتوں

صدقے نبیؐ کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم
۳۴۰ حیدرؑ کی برکت تھے سدا سب جگ پر فرماں کرو
سے
(ق)

(✤)

غزل عید

موالیاں سب کرو خوشیاں کہ آیا دن خلافت کا

خلافت وے رسول آپی بیاں کیتے شرافت کا

آپ ہی کرتے

سنوارے سب ملایک اونٹ زیناں کوں منبر انبر

کی سیڑھی سے اسمان

دیئے ہیں داد پیغمبر منبر پر چڑھ فصاحت کا

چڑھ کر

کہے من کنت مولا مرتضیٰ کوں شاہ دو جگ کے

بیاں کیتے فصاحت سات رتبا سب بلاغت کا

کرتے کے ساتھ رتبہ

کنانے ہیں ملک منگل عرش پر کا چتے منڈل

کرائے یا گوائے

غدیر خم ہے یہ دن، مگر شاہِ ولایت کا

جہاں لگ ہے جگت سب عید کرتے اس دیں کا

تک

کیا افضل سو شہ تب سب میں وے فیض عنایت کا

نبی کوں حق کہیا یا دِ علی نادِ علی سوں کر

علی مظہر امو لک ہے رتن میری سو قدرت کا

نبی صدقے علی کا منقبت قطبِ زماں کہیا

کہ ہے دنیا و دیں ہیں اے نشاں منجکوں سعادت کا

میرے لئے (ج)

(۲)

یہ عیاں کا عید پھر کر آییا خمِ غدیر
دو جہاں سب روشنی پایا ہوا اس عید کبیر

ایہ قرآن نازل جیوں ہوا حضرت کے تئیں
مرتضیٰ ہیں پیں دو جگ میں جیوں محمد بے نظیر

انبیا ہور اولیا میں حق کیا تمنا بڑا
سچ تمیں داماد پیغمبر ہیں علام الخبیر

مصطفےٰ کے امر پر سر بھیں دولن پھر آیا چندا
مرتضےٰ فرماں سو پھر کر آییا مہر منیر

دین و دنیا دونی ہیں حضرت کے قایم تا ابد
دو جہاں کی حکمتاں میں ہے تمہی روشن ضمیر

کلِ عالم سب تمن خدمت کو باندھے ہیں کمر
منج بندے بیچارہ کوں باندھو کمر ہو دستگیر

ازانل تجھے ہے غلام مصطفےٰ قطب زماں
ہے
منج غلام کمتریں کوں دست پکڑو یا امیر

(ف)

(۳)

عید آئیا انند سوں یاراں مبارکی کا
آئی
خوشیاں سوں دوستاں کوں غم سب خوارجی کا

پھل بھاگ سب پھلے ہیں دشمند سو کھ جلے
ہے ہیں
کلیاں انند کھلے ہیں ہے رت یوں سکی کا
پھول پھولے دشمن

شادیاں سگل کلاؤ خوشبوی کدم کلاؤ
چودہیر عو دجلاؤ دھد کا ربر کی کا
سب چاروں طرف

پیالا ادھر چکا نا ساجن وقت پلانا
لالن کوں سیج لیانا ہے وقت خوشی کی کا
لانا ہونٹ

ٹیلا سو تج پیشانی ات بھاگ کی نشانی
کن موتی ہے نورانی زہرا و مشتری کا
تیری

بالی تو چھند بھری ہے یا حور یا پری ہے
بھوروپ سندری ہے دھرتی ہے تن نیکا
بہت اچھا

صدقے نبی ملاوے تل تل قطب رجھاوے
ات چھند بندی بھاوے سار باں من پری کا

(ج)

(۴)

سب کرو مل کر مبارکبادی عیدِ غدیر

اس خوشی انگے سبھی خوشیاں دسیں دایم صغیر
آگے نظر آئیں

مومناں کوں شادی ہور خوشیاں کا آتا ہے خبر
تو خوشی کے بحر کوں پھر آئیا... ...کبیر

میزبانی عید کا جگ ہیں گناو عیش سوں
مطرباں لا کر گوا اور اگ ہور لاؤ عبیر
اور

بھائی پن کے صیغے پڑتے مومناں اس عید میں
تو لکھے سُنتے کے پانی سوں عطار دخوش دبیر

ساری عیداں کا خوشی سنپور ہے اس عید تھے
سے
تو اسی عیداں ہیں دستا ہے بڑائی بے نظیر
نظر آتا

مومناں اس عید تھے پائے ہیں جنت کا پون
ہوا
سے
جن شرف اس عید کا پایا سو او ہے جگ میں پیر

باجتے اس عید کے طبلاں بیرگ سا تو منے
جتے ہیں
چاند سورج تو ہوئے ہیں دو جگت میانے منیر
میں

تس دنا بن کوئی دن نا ہیں دعا منگنے کتیں
ان دنوں کے بغیر کہنے لیئے

مرتضیٰؑ تیں مصطفیٰؐ ہیں عید میں دیتے سریر
کو

مدح کیتے مرتضیٰ کے نا ہیں پیغمبر ا بیں
کرتے لئے خود

تو ہوا حضرت کی برکت دین و ایماں جگ منیر

رکھ منجے حضرت کے صدقے یا الٰہی امن میں
مجھے

ہور رکھو ایماں درست دو جگ میں ہو منج نصیر
اور

مدح کیتا کون کہ آپ کی مدح کوں پایاں نہیں
کیتا کہوں

گردا نوکی نقل کا سُر ماکریں شاہ و وزیر
ان

کر دعا توں بھیج صلواتاں محمدؐ پر سدا
تو

اس صلوات تھے ہوگا تجھے فتح کبیر
سے

ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام

(ق) یں جو عاجز داس تیرا یا علیؑ منج دستگیر

(۵)

خلافت دے نبیؐ کہے یوں کہ منج بعد از سو حیدر ہے

میرے

سکل مومن مسلماناں کوں دو جگ میں سو رہبر ہے

سب

خلافت حق تھے آیا آج مہراں سوں علیؑ کے تئیں

سے لئے

سو سات اسمان عرش کرسی کہ تو کھن کا جو منبر ہے

آسمان

علیؑ سے کفر بھنجن تھے تو تھا بنیاد دین کا پایا

سے اٹھے تھا

علیؑ سو دین رکھنہارا محمدؐ دین کا گھر ہے

ولیاں سب ایک چت ہو کر رہے سب معتقد ہو کر

دل

کہے سب سیس کے اوپر ولایت کا سو چھپّتر ہے

سر

ہوا پرگٹ جدہاں سیتے دنیا ہور دین قدرت سوں

ظاہر جب سے اور سے

سکل پچت میں توں فاضل نہ کوئی تیرے برابر ہے

سب

عطارد وحی لکھیا ہے سو کہکش کلک سوں تیری

لکھا سے

سو آسماں کے ورق او پر بدل ریکھاں سو مسطر ہے ۴۸۰

بادل کی لکیروں سے

نبی صدقے قطب شہ نے علی کا پکڑیا ہے دامن

کہ او منج کوں جیتا او نہار ہور سب ٹھار رہبر ہے (ج)

وہ مجھے اور جگہ

(۶)

خم غدیر دن تھے ذوجگ ہوا نورانی
عالم سکل ہوا ہے جوں بہشت جاودانی

سے اب

سب دیس تھے بڑا ہے یو دیس کا مراتب
پنچا ہے آج کے دن تھے عیش کامرانی

دن سے دن نکلا سے

حق تھے نبی علی کوں اپ جانشیں کئے آج
تب مومناں خوشیاں سوں کسوت کئے شہانی

سے اپنا سے

بیٹھے علی تخت پر دن آج حق حکم تھے
پلنے ہیں شیعیاں سب اس دن تھی زندگانی

کے سے

ایتا بڑا مراتب تب عرش کوں دیا حق
رکھیا علی کے پگ تل جب عرش اپ پیشانی

اتنا قدم کے نیچے اپنا

جو کوئی کریگا اس دن واجب سو عیش عشرت
دو جگ میں عیش انند ہے کرنے کا اس نشانی

حق کی نظر تھے قطبا تیرا بڑا ہے رتبا
سے
صدقے نبیؐ علیؑ ہے تج باعث ہور بانی (ج)
تیرا

(۷)

سب جگ کرے آنند کہ عیدِ غدیر ہے عیداں منے یو عید بڑا ات گھنبر ہے
میں یہ گہرا
روشن ہوا ہے دین دنیا آج کی دینا ۳۹۰ دو جگ اُپرا میر سو حضرت امیرؑ ہے
دن
تج سیو..... سماں سدا دھیان یوں پھرے تج دھاک تھے زمین سو یک ٹھار تھیر ہے
تیری سے جگہ
سلطان دین ہور دنیا کا علیؑ سچا تر لوک لوگ اُس کے سو گھر کا فقیر ہے
اور تینوں عالم
تلوا ہوا ہے سور بدل کا پکڑ سپر کہکش نیزا لے ہات چند طوب اہیر ہے
سورج بادل کہکشاں چاند
سب شیعیاں کوں آج خوشیاں پر خوشیاں اہیں سب خاجیاں کوں آج دلاں میانے تیر ہے

صدقے نبیؐ کے دو نو جہاں میانے یا علیؑ
قطبا بندے کمینے کا توں دستگیر ہے (ج)
تو

(۸)

خوشیاں سوں آج کے دن مل ملک چوندہر تھے سارے بھی
سے چاروں طرف سے پھر
کرن عید غدیر رات جیا و محلاں تن سنگارے بھی
کریں پھر
مقرب فرشتے چار ور بی کن تھے علیؑ کے تئیں
کے پاس سے
لے آئے د بد بے سیتی ولایت کے پھرارے بھی
سے
کرن رشت علیؑ شاہِ ولایت کا سو ہر ٹھارا
جگہ
کھڑے قطار کر رضواں استت کرنہارے بھی

جنت کے حور ہور غلمان کر سب کسوتاں نوری
اور
علیؑ کے چرن دیکھے کر علیؑ کے دار ٹھارے بھی
دروازہ پر ٹھیرے قدم
سپت گگن پھر نہارے سو دھرے چوندہر تھے سر نہیں
سات آسمان پھر نہوائے چاروں طرف سے سر زمین پر
ہوئے مل سب علیؑ پر تھے فدا چند سور تارے بھی
سے چاند سورج پھر

علیؑ شیرِ خدا کا چھانو اچھو کرجم اُپر سر پر

رہے ہمیشہ

ملک پیغمبراں پیراں دعا کر ہت پیارے بھی

پھر ہاتھ

نبیؐ صدقے قطب عید غدیر آنند سوں کرتا دیکھ

سکل ہاتف سو رحمت تجہ کو قطبا کر پکارے بھی

سب پھر

(ج)

شبِ برات

(۱)

خدا کے کرم سینتے شبرات آئی　　　خوشیاں کا اجالا جگت میں دکھایا

سے　شب برات　　　دنیا

براتاں لیکر آیا ساریاں نبی تھیں سو　　　خوشیاں عشرتاں سوں کہ جگ جگ جگایا

لے کر　سب　　　کے ساتھ　دنیا کو جگمگا کر

اماماں میانے محمد قطب پر　　　نبی ہور علی کے دیا سوں سہایا

محبت　　　اور　کرم سے بھلا ہوا

خوشیاں عشرتاں ذوق دایم سو نت نت　　　شہا کے مندر ٹھمّیاں بجایا

بارگاہ میں

خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کر کر　　　سو سارے جگت میں دوراہی پھرایا

کو　　　دانی نقش دوری

محمد قطب شہ کے سارے فنیداں کوں　　　سو نابود کر کر جگت تھے گنوایا

دشمنوں　کو　　　سے　گم کیا

نبی صدقے امرت سر اقطب شہ کوں　　　سو ساقی کوثر پیالے پلایا

آبِ حیات کی شراب　　　(ج)

(۲)

جو شبرات ات جھلک سوں جگ میں آیا　۱۰۴　توسب جگ اس جھلک تھے جگ جگایا

سے　شب برات　　　سے

شرف شبرات تھے سب رات پائے　　　شرف سب رات تے شبرات پایا

سے　　　سے

گگن درپن نمن جھمکن لگیا ات — رین روشن سُرج بن دن گنوایا

آسمان آئینہ کے مانند روشن ہوگیا — رات سورج بغیر

اَجنت اس رین کے ات لاج سیتے — کدھیں آپ مکھ رین یں نیں دکھایا

رات سے — کبھی اپنا رخ رات نہیں

رین ظلمات میں جوں خضر کا نیر — ہے مہتاباں کی تاباں کا سمایا

رات کی مثل پانی

سُرج چند تار پھل بازیاں تھے رہی دھرت — انبر گلشن تھے روشن جھلک پایا

سورج چاند پھولبازی سے زمین — آسمان سے

تجلی یوں دیا حق قطب شہ کوں

(ج)

کہ نس کوں دن تھے روشن کر دپایا

رات سے زیادہ کرکے چمکایا

(۳)

شگن رات شب برات آبراتیاں لیائی ساریاں کی

مبارک لائی سب

لکھیا خوش عیش انند عشرت سو روزے کھانہاراں کی

کھانے والوں

محمد فتح کیتے ہیں احد جھگڑا علی سوں مل

کرتے کا کو ساتھ لے کر

تو تن کے کھڑگ اچالیاں تھے گئی بھگ فوج اندھاریاں کی

اُن تلوار کے سے بھاگ

دہن پستے، نین شکر، ادھر بند گھر یکے نازک

آنکھ ہونٹ (گٹھری کے؟)

کہ جوں خشخش ہمن باریک ہے خوے مکھ پہ ناریاں کی

مثل کے مانند پسینہ کے بوند چہرہ پر عورتوں کی

کجل نیناں، سہیلیاں کے سو پرل سیام باداماں

کاجل

تھوڑی ہے سیب، دناں جوں کے چھار لباں میں چاریاں کی ۴۲۰

دانت جس طرح

برن اسمانی پانیاں تس منے والاں ہوا بالکے

جسم اس میں

گھسی کندن کی یوں دستی کہ جوں چھیلی ہے تاریاں کی

نظر آتی خوشہ

سورج مشعل، چندر جوناں، تارے جوں نکہ گلریزاں

مثل

دیپائی تنکوں مکھ پیشانی خویاں آ کنواریاں کی

چمکائی چہرہ کا عرق

یو حاجب ہور کھڑی بازی نلی پھل جگ میں پرگٹ سو

یہ اور ظاہر

جو ابرو ہور جوبن مکٹ تھے پیچے گلعذاریاں کی

سے

نچھل پیالے جو ہیریاں کے کمل ہاتاں میں لے سکیاں

اور کنول ہاتھوں ہیروں

کرن بھنجن ادھرے سوں خماراں سب خماریاں کی

توڑنے ہونٹ کی سے

جو سر تھے پگ لگوں موتیاں ہیں مُپ ہور جوہر پاناریاں
ے پاؤں تک اور
سبھیں تو ہے نبی صدقے قطب صاحب جہاریاں کی
(ج)

(۴)

سُہاگن رات شبرات آ سجن گھر آئے بھی سر تھے
پھر از سر نو
جھلک جو تاں کے ابرن تن چڑا جھلکائے بھی سر تھے
پھر از سر نو
چند سورج اُتن دونوں بچاریاں کا وُھا دن اَج
چاند وہ
اِوک جھلکار کے چند سور لاکھاں لیائے بھی سر تھے
زیادہ روشنی چاند سورج لائے پھر از سر نو
عجب کیا ہے جو دھرتی آج مارے لاف اسماں پر
زمین
کہ دھرتی کوں نچھل اسمان کر جھلکائے بھی سر تھے
پھر از سر نو
سکیاں جی سکھ بدھاوا جو اَپس ہو تاں کہ منگتیاں تھیاں
خود تو مانگتی تھیں
اُتن کے من کے چنیتے تیو پچ سکھ دُکھ لائے بھی سر تھے
اُن دل آرام

جگت سارا برس دن تھے جو تھا مشتاق درسن کا
سو درسن دیکھلا میرے جگت ریجھائے بھی سر تھے

سجن کے پھول سے تن کوں لٹا پٹ ہو نندوں سوں
عروسانی سو باساں ییں ادک جھکائے بھی سر تھے

نبیؐ صدقے قطب ہو کے سوں کر سنبھوگ بھاگوں ال
قطب کی داس ہوں سج کر اپس کہوائے بھی سر تھے

غلام　خود کو　پھر از سر نو　(ج)

(۵)

مبارک کا خبر شب برات لیکر آ بیا سر تھے
پھر سے
کہ میں سرے بخت کا طالع سورج جھمکا ئیا سر تھے
پھر سے

اجالا عید کا لاجے سکی مکھ روشنی آنگے
شرمانے　(مکھ، (کی)　کے آگے
انند کا نور منج پر چپتر تمنے چھائیا سر تھے
مجھ　کی طرح　پھر سے

دنیا آروس انند بالیاں سوں عشرت مے پلاتی ہے
عروس
سہیلا شاہ کا الحاں سوں زہرہ گائیا سر تھے
نغمہ پھر سے

دکھائی عیش شبرات آکے اپنے حسن جھلکاراں
جیون کا جوت جگ کے جیو میں اُپجائیا سر تھے
زندگی نور دنیا پیدا کیا

پیاریاں شاہ کیاں مل عید کا سنگار کیتاں ہیں
کی کرتی
ایکس تھے ایک کا سنگار شہ کوں بھائیا سر تھے
ایک سے زیادہ ایک کا پسند آیا پھر سے

پیاری من منے کھلئی انند کے بھید چاواں سوں
دل میں کھل گئی
کہ اپ جوبن چمن میں باس خوش مہکائیا سر تھے
اپنے خوشبو مہکائی پھر سے

نبی صدقے قطب کوں جم اچھو لک عید ارزانی
کو ہمیشہ رہے لاکھ
کہ عیسیٰ کا دعا سکھ پھول باساں لائیا سر تھے (ق)
کے کی خوشبو لایا پھر سے

---

(۶)

کہہ طور نور اُجالا شبرات اب دیا ئے ۴۴. آب حیات مُنج کوں اب مت خضر پلائے

کے کا چمکائے — مجھے اپنے ہاتھ سے

شبرات اب برابر لیایا خوشی براتاں — قطبا برات لیکر نِس دِن انند گنوائے

لایا — رات کرائے

ہے سرو قد ہوائی پھلبازی ناگ پھلڑی — مہتاب ٹیلہ لائے رنگ سورا دھر چڑائے

سورج پوش پر

نِس کیس میانے کیوڑے دستے ہیں ہیرس کچے جیو — تا لال پھٹاک ناداں آنند گگن گجائے

رات جیسے بالوں میں نظر آتے بھنورے کیطرح

چوٹی کا پھندنا ہے طاوس کا ملا جیوں — حاجب ہوائی سینتیں اپنا دوراُئی پھرائے

کے ذریعہ سے اپنی مالکی کا اعلان کرے

کھوپی کے پھل لڑیاں ہیں جھوٹو کریا کے جھیلے — مُنج شمع مجلس اوپر او شمع کوں ہولائے

میری اس

صدقے نبی قطب شہ پایا بڑی بہاری — پیالہ پلا پیاریاں پیاروں سیتیں پلائے

کے

(ق)

(۷)

شب برات خوشی شادی سوں کیا روشن — موالیاں کا ہوا جیو کا دیا روشن

سے — دل چراغ

شب برات روزی کا برات پھر لیایا — پیا مکھ کا عرق دیکھے پیا روشن

لایا

شب برات دکھاوے برس کوں یک نس جوت — بھنواں ہلال تھے نس دن ہے موجیا روشن
سے رات — میرا دل

چندر جوتاں کا اجالا پڑیا ہے گگناں میں — نین ہوائی تھے ہونا ہے سب ہوا روشن
چاند کی روشنی — آسمانوں — سے

نکی کے جھاڑ تے جھڑتے ہیں دھوئیں کے پھول — پیا بچن کے پھلاں آگے نہیں سدا روشن
سے — پھولوں کے مقابل

دندیاں کے سینے پھوٹیں ہو رتن چھوٹ پھانکاں — خدا معانی کوں فتح و ظفر دیا روشن
دشمنوں — اور — مثل

(ق)

(۸)

شب رات آگیا ہے سب جگ کتے تائیں روشن
شبرات — کو

جوں نور موسوی تھے روشن ہوا ہے ایمن
جس طرح — سے

جھلگاؤ آپ مکھ کا دکھلاک عاشقاں کے

نیناں کتے تئیں کیا ہے اس نور سیتے گلشن
آنکھوں کو — سے

خوباں کے زلف سیتے نسبت ہے اس رین کوں
کے ساتھ — رات کو

تو اس کوں سوہتا ہے سب تن پہ نور ابھرن
اسلئے — زیب دیتا

اُس کے سوتاب تھے ہے مہتاب کا اُجالا
سے
اُس جوت تھے ہے روشن چندر جو تان درپن
سے
جھڑتے ہیں پھول گل بن اس کی ہنسی ہنسی تھے
سے
تو چند سُورج تارے اُس تائیں کھولے دامن
اسلئے چاند سورج کے لئے
اس عید کے ہوس تھے دھرتی اہے ہوائی
سے زمین
نیہہ کا ہوا اپس میں تو دے ہوا کوں تن من
محبت
صدقے نبی کے قطبا جم جم خوشی انند سوں
سے
لک سال اچھے کہ اُس تھے ہے عیش شمع روشن (ج)
لاکھ اہے سے (ک) (ل)

(۹)

مکھ جوت سوں چندر مکھیاں شبرات کوں جھمکائے ہیں
رخ کی جھلک سے مہرویاں ۴۶۰
چندر سورج تارے دیکھت نِس جھلک کوں جھلکائے ہیں
چاند رات کی

ہر ئیک دھن ہر یک کُدھن، پین نو رتن کے ابرہن
پی مدمدن جھلکا بدن، شہ یگ چمن کوں آئے ہیں

مُکھ شاب کے رنگ آب کوں، افتاب جوں ات تاب سوں
دکھلائے کر مہتاب کوں، بےتاب کر پگلائے ہیں

سو دھن لٹک کے جب جھلک، دو نو الک کے سو مہک
مہکیا فلک پر تھے ملک، بے سُد ہو لک لک آئے ہیں

چھاتی اُپر چھاتی سُندر، لٹ سیام بھر کچ تس بھتر
جانے مگر کالے ابر، ڈونگر پہ چڑنے آئے ہیں

مہتاب دھن رخسار ہے، گل ریز گل کا ہار ہے
ڈو بھوں سو حاجب یار ہے، ییکس پہ یک چل آئے ہیں

قطب زماں حکم رواں، یک جا وداں رہے یو جہاں
امن و اماں سوں کر علیؑ جو تھے حکم یوں لائے ہیں

(۱۰)

عشق شبرات سر تھے دھن کری رے　　نین مہتاب سیتے دن کری رے

ہیں پھر سے عورت　　آنکھ کے سے

عجب اس دھن کے مکھ پر ہے تجلی　　ہلالاں تن رتن روشن کری رے

ہواہاں سو کے بنگڑیاں چکراں جوں　　گھڑیاں بازیاں سو آپ جوبن کری رے

خط سرمہ جسطرح　　اپنا

نین مستی کے گلریزاں سو بھر کر　　۴۷۰　　نلی طاؤس چک چومن کری رے

پھلی ناسک جھمکنے تھے ہے شبرات　　دھرت کوں آج نس جوں گھن کری رے

ناک کی سے　　زمین کو جو آج کی رات مثل آسمان

لڑاں موتیاں کیاں تج ہنسنے کیاں جھیلاں　　تو جھیلاں تھے جگت درپن کری رے

کی　　سے دنیا کو آئینہ

ترے پگ دیکھ دھرتی کھلبلی دھن　　گگن کوں پگ منے پینجن کری رے

قدم زمین اے حسین　　آسمان کو قدم میں

نشانی گال تج مشرق و مغرب　　بنداں خوے تارکی سر پر کری رے

تیرے　　بوند پسینے کے

ترا صورت عطارد کیا لکھے گا　　تو قدرت سیتے تن ابرن کری رے

سے جسم پر لباس

عشق کے نوبہار کی توں کلی ہے　　پھلاں امریت کے جوبن کری رے

میوۂ آبحیات

خدا بن کس نہیں ڈرتی ہے کھینو نلی تو ساریاں میں نڈر کی من کری رے
(کوتلی)
کے بغیر کسی سے

جُلکچ کہنے کا تھا سو میں تو کہیا دو تِن کی بات کی جَتّن کری رے
جو کچھ

غیر
نبیؐ صدقے قطب شہ کوں بھولا کر
دیوانہ بنا کر

تو سب ناریاں میں اپ جتن کری رے
حسینوں اپنے لئے محفوظ کرلی (ج)

ہلالِ عید

و

عیدِ رمضان

جگ کہتے آج گھن پر دیکھے ہلال ساقی ۴۰۰ سونئیں ہلال تیرے مہ کی مثال ساقی

عالم (مخلوق) آسمان

چگ جامیں دیکھ شفق رنگ ریشم سو بیج رقعہ پڑیا ہے گھن پہ پر کر منج نہال ساقی

بیچ پڑا آسمان مجھے

نوری ورق پہ لکیا خمار حسن خ منج تجہ انگور کی کنواری سوں دے وصال ساقی

میرا تیرا

یک ماہ تجھے مرا دل لالو نیاں گگن کوں ڈھنڈ نو چندر پیالا پایا ابتال ساقی

آسمان ڈھونڈھ نئے چاند کا اب

تم شال انبر شفق رنگ کے اوڑاتے بغل تھے دیتا صرے ثریا دیکھ جج اتال ساقی

سے آسمان اپنے سے مجھے اب

بھر بھر پیالے بھر بھر دوراں پہ دور کر کر مے سوں ملا کہ دیتا لب کا زلال ساقی

سے

گالاں جو گلرخاں کے لالاں کرن کوں جگ ندھر پھرتا لیکر کمل میں پیا لا گلال ساقی

کرنے کو چاروں طرف

نایات شیر خرما پیتے 'شکر' ادھر دھر کیوں روزے رکھنے سکیاں کر کر ملول ساقی

ہونٹ میں رکھ کر

من منس کہیاں کہ سوراں چاند آیہ روزے سی ہیں یا جو پوچھتا ہے مے دے سٹ یو خیال ساقی

کہیں سورج چاند ڈال

مے شرع میں منا ہے کر محتسب نہ کے تو ول دے بوسے لب نمک سوں کرے حلال ساقی

منع کہے اسلئے

صدقے نبیؐ علیؐ کے ہے ست الست تھے قطبا ۹۰. رتس پر دیا تو ہے لب ہاں اب سنبھال ساقی

اسکے علاوہ شراب لب (ج)

(۲)

چندا عین عیدی بشارت دکھایا — بھنواں سیتی ساقی اشارت دکھایا

چاند — سے

ادھر کی مد کی گھر کوں قفل تھا سو مکڑا — سو کئی کیلی کھل دل عمارت دکھایا

ہونٹ شراب قفل — کو کنجی کھولکر

چھپی تھی سو یک ماہ مد کی چھپیلی — مشاطا ہو عیدا نگارت دکھایا

ایک مہینہ تک شراب

صراحی سرو سرو سانی چھندال سوں — پیالے رتن موج آرت دکھایا

کروں سیو یک چت سوں مد پیر کا میں — کہ میخانہ کا منج اجارت دکھایا

دل سے پیرِ مغاں — مجھے اجارہ

محمد نبیؐ فیض تھے عید آکر — محمد قطب کوں صدارت دکھایا

سے

(ن ا)

(۳)

آیا ہے عید کا چند پھر چسپ رخ بام ساقی — لیایا ہے آج کی نس خوشیاں پیام ساقی

چاند پر — لایا رات

مد عیش تھے پیایا ہے ات روشنی دیا ہے — بالا سو خم کیا ہے لے نوں سلام ساقی

سے

بھر عیش کی پیالی دے منجکوں تو آلی — دن تیس کے ہلالی لیا سر بکام ساقی
مجھے

عشرت منجے دلا اب جوں خضر تم جلا اب — پیالے مدن پلا اب آیا ہنگام ساقی
مجھے — مثل ہمیشہ — شراب کے

متوال سب ملے ہیں جوں پھل چمن کھلے ہیں — اپ من منے ملے ہیں بھر بھر دے جام ساقی
متوالے — اپنے دل میں

دل لبد زاہداں کے صوفی و عابداں کے — لے خرقے طاغتاں کے دے مدن و ام ساقی
مائل — شراب

پیالے پیتے پلاتے بھر بھر صراحیاں لیاتے — مدپی ہوے ہیں ماتے متاں تمام ساقی
لاتے — مدہوش

کھلئے ہیں پھل چمن سب رنگیں ہوئے ہیں تن سب — مدجام دے ہمن سب بھر بھر مدام ساقی
کھلے — پھول — ہم

قطبا کوں اب خدا تھے صدقے سو مصطفے تھے — اپ پیار مرتضٰی تھے انپڑیا انام ساقی
سے — سے — سے حاصل ہوا انعام (ج)

(۴)

نھنا بالا نوا ناز کر آیا جیوں نوا چند — چند اکھ پھواں ریکھ لگایا جیوں نوا چند
چھوٹا — نیا — جس طرح نیا — مہ رخ — مثل ماہ نو

نکھار یکھ اپر سیام بدل یوں گگن چھائے — سبھی لوگ نچھا دیکھے نپایا جیوں نوا چند
آسمان پر — مثل

خدایا توں نکھار یکھ چند ادشٹ دو کھا موج — یہی روز کھلا دلگا دیپایا جیوں نوا چند
نظر — چمکایا

انچل چیر چھنا لال تلیں نکھ پہ چند ر دیکھ　　بدل کون لے مین چھل مل مو سہایا جیوں نوچند

ہوا رات اندھاری ہیں نخچل جوت جگت مانے　　کہیں لوگ دیکھو دیکھو او آیا جیوں نواچند

اتم لوگ چڑن سیں لگاویں سع کہت چند　　سو میں پاؤں پڑ یار دیکھ دکھایا جیوں نواچند

کہتا ہے چاند

معانی سو نکھار دیکھ ہوا قبلہ نما تو کو　　اماماں کی دعائیں میں پایا جیوں نواچند

(ق)

۵

رَس عید جلوہ گر ہو گئے دن صیام ساقی　　نوچند سے ساغراں میں بھرے مدام ساقی

شب　　نئے چاند

زہد ریا تھے بھو دن بدنام ہور رہیا ہوں　　پیالے پلا پرم کے کر نیک نام ساقی

رہا　سے بہت　　محبت

مستی تھے اپ صراحی کرتی تھی سرکشی نت　　کرتی ہے جام کوں اب ہر دم سلام ساقی

سے　اپنی

تین دیس کی خماری توڑن کے تائیں مجکو　　کم کم نہ کر توں دم دم بھر بھر دے جام ساقی

دن　لئے کیلئے　مجھکو　　تو

صدقے نبی قطب کوں انپڑیا ہے مے طہورا

کو حاصل ہوا

کوثر تھے ساغر انپڑا صدقے امام ساقی

سے　حاصل ہوا

(ج)

(۶)

ابرو کا اتم دیکھ سو عیدی کا اثر ہے | او چند دکھنت منج میں غلامی کا اثر ہے
عیدی کا اشد پاکرا دیا کر نہ کہو کوئی | او صوم تجلی کی گھرے گھر میں خبر ہے

سورج کا پیالا سجن ہت میں لے بھر | کدھی تو نہی نا میں کون سترا اثر ہے
یا خضر قدح ہے سجن ہت کا پیالا | یا دست کی تاثیر یا عیسی سا بشر ہے

شربت کے طبق دور نہ مجلس میں پھراو | منج جام منے پیو کی نظر تھے سرا بھر ہے
عیدی کے دمامے طبلاں بجنے جگت میں | پیتن گھنگرو ناوکے گرجن سوانیر ہے

تج خیال ہمن دل میں بنے جب تھی جیا سوں | او نقش ہمن دل کے نین جیو میں بصر ہے
بازاں میں تمہارے سو شہا باز ہوا ہوں | اب باز منن ناؤں تو پچھیں کی نشر ہے

لے دیں کوں سناؤں نکو کوئی رمز پرت کا | عالم منے وو خوک لقا مردک خر ہے

ن۱ وتم ۔ ن۲ وہ ۔ ن۳ مجھ ۔ ن۴ دو ۔ ن۵ مجھ ۔ ن۶ تجھ ۔ ن۷ جیا ۔ ن۸ ہمں ۔ ن۹ پوچھو ۔

شوال کا چند آیا مبارک سوں قطب شہ　　آنند کا سرا ہو کہ خوشیاں کی خبر ہے
چاند　　شراب　　(ق - ج)

(۷)

انبر سمدور میں ہنسی نوا چند کا سٹایا عید
آسمان کے سمندر　　نئے چاند
سو عشرت ہور انند نیاں پکڑ لے حد لیایا عید
اور　　میں نہ ؟　　لایا

گگن کا ہے محل بن تھام ہور بن طاق بندے کر
اسمان　　بے ستون　　اور بے　　باندھے
نوا چند رو حبر کا طاق بندے سو بند ہایا عید
نیا چاند

سکل متاں دیکھت تس کوں شکر کا سجدہ کرنا کر
سب　　دیکھکر　　اس
نوا چند کا نوا محراب اسماں پر دکھایا عید
نئے چاند　　نیا

گگن گج کا نوا چند دانت ہے تس کج اپر چڑکر
آسمان ہاتھی　　نیا چاند　　اوپر چڑھکر
خوشیاں کے فوج سوں شہ گھر منے مہمانی آیا عید
کے ساتھ　　میں

ن ا مقامی

جو خمخانہ کوں موند یا تھا روزیاں کے قفل کر ساقی
بند کیا روزہ
نوا چند کیلی سوں خمخانے کوں پھر تھے کھلایا عید
نئے چاند کی کونجی سے پھر سے
رجھانے شاہ کے من کوں انند ہور عیش کے راگاں
دل اور
نوا چندر کا چنگ لے چنگ میں چھنداں سوں بجایا عید
نئے چاند
جنت بن میں کھلین جوں پھل کلیاں رحمت کے شبنم تھے
کے باغ جسطرح پھول کی کلیاں سے
سکیاں گل لاگ ادھر کلیاں کوں مدسوں تیوں کھلایا عید
گلے لگ کر ہونٹ کی کلیوں کو شراب سے
نبی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھن جوں
گھن کیطرح
نوا چند کا بلی خنجر پکڑ کر ہت میں آیا عید
نئے چاند کا ہاتھ (ج)

(۸)

خورشید مکھ اُپر دسے ابرو ہلالِ عید اُس ابرواں کوں سجدہ کیا ہے وصالِ عید
رخ پر نظر آئے ان کو
خرم خوشیاں سوں شہوے کی سیویاں بھری مری ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلالِ عید

تج خندہ کا شکر دے منجے شیر خرمے میں — شربت پلا ادھر سیتے کھلیا گلال عید

تو اپنے — مجھے — ہونٹ سے

لیایا شراب گھر تھے پون عید کا خبر — چُنری کی کستاں کرو آیا ہے لال عید

لایا — منہ سے — ہوا

طرے کے لال تاریاں تھے چوتا شراب لال — جوبن بھٹی چڑا اُو کہ پایا ز لال عید

سے ٹپکتا — کی بھٹی چڑھا کر

بویاں کے منج پیرتا ہوں اپس ہونٹ باغ — پھولاں پھلاں سوں بیچا ہے اُتم نہال عید

میں — جمع بوسہ — اُگا

رستم نہ کھینچ سکے ترے بھنو کمان کوں — پلکاں کے تیراں ستی پھنکایا اچھال عید

سکے — سکے — کو — سے

مکھ پر مگٹ چڑائے مکٹ کا مگت منے — تو حسن بہار میں سُہے سو گکے کا ڈھال عید

تیرے — بہار — زیبا خاطر

ما چین و چیں جیتا ہے چھنداں چیں تھی بازنہے — تج ہار کے کندن تھے سو لیایا ہے مال عید

سے — تیرے — سونے سے — لایا

تانے ازل تھے منج یہ گگن رنگ کا چھتر — پیاریاں پریاں سوں ماوے اپرا و رو مال عید

سے مجھ آسمانی — وہ

صدقے نبی کے سو پر چند رتا اچھے گگن

جبتک ہے آسمان

پیت میت سوں قطب کرو تو لاک مال عید

لاکھ

(۹)

ساقی، ہو عید آیا دیکھ خیال موہنیاں کے
مے لیایا کرے نیناں متوال موہنیاں کے
لا ، آنکھیں متوالی

شبہِ خرما، قند، بداماں، پستے، جیواں ملا کر
صنعت سوں کیتا صانع لب لال موہنیاں کے
کے ساتھ کرنا

ڈھل کانوں تھے گلائی گالاں پہ لال لالی
لینگے چھنداں سوں موتیاں ات ڈھال موہنیاں کے
سے

کیوں رشک میں نہ آوین دیکھ عاشقاں رقیباں
ہو جھلتے جو بناں پر کنٹھ مال موہنیاں کے
ہار

لکھ لکھ الک سرک سٹ، دکھلائے فن سوں تل تل
لاکھ	زلف میں پیچ تکلف ڈالکر
تو سنبڑے خیال پنکھی دیکھ خال موہنیاں کے
گرفتار ہوں	کے پرند

سولہ سنگار کر سب جب لٹکنیاں سو ہرنیاں
نازسے چلتی ہیں
سن نادر بج آئے خلخال موہنیاں کے

آواز
جگ میں چلیں لٹکتے ات چپا توڑائی سوں سو
چاتری شوخی
کبکاں ہنساں گیسنداں سکہ چال موہنیاں کے
سیکھ کر

صدقے نبی کے قطب مے لال لال پیالے
بھر پیولے پیالے کر لال موہنیاں کے (ج)
پی

(۱۰)

عید سیوی لیا نیا خوشیاں انند
لایا
اس انداں سوں کریں خوباں انند

رنگ بھریاں کسوت کیاں بہو رنگ رنگ
سے
کرتے ہیں تس رنگ تھے مناں انند

بہت
دینے ہیں ساقی عروساں چھند کے
سے
عاشقاں کوں نقل او ادھراں انند

سرو نمنے باغ و بستاں میں سکیاں
کی طرح
ہونٹ
جب ڈلیں چھب سوں کریں چمناں انند
سے

شاہ کے مکھ سور تھے پایاں ہیں سب — چند تھے جوں تارے تیوں تاریاں انند

سچ آفتاب جیسے سے — چاند سے بطرح بطرح

تج نہانا ہے سدا اے خوانِ عید — تیری عیدی تھے کریں شاہاں انند

تجھے زیب دیتا

قطب شہ دایم علی کا داس ہے

سے

جم کریں شہ عید تھے عیداں انند

ہمیشہ — سے — (ج)

(۱۱)

روزیاں کا عید آیا ہے بہو چاؤ ہور بہومان سوں

روزوں — بہت — اور بہت

ساقی پلا مد عیش کا اپ حسن کے پرمان سوں

شراب — اپنے

منج تائیں مد کا شیر بس ہور اس ہیں خرما ہونٹ کا

میرے لئے — شراب — اور

نابات اپ بوسے کا دے اے شہ پری ات گیان سوں

اپنے

مدخانہ عشرت کا کھلیا بہتا پون آنند کا

شراب — ہوا

خوش بھید ہے مل پیوناں مدجو کے جانان سوں

پینا — شراب دل

سکیاں سنگاریاں ہیں اپس پیو عشق کے رنگاں سیتیں
اُس کے بڑے ہیں بھاگ جس کوں شہ منگے دل جا سوں

عید آ کے مکھ جھمکا یا اب چونپ دل میں لائیا
سنگار میں اُپجا ئیا ناریاں ملیاں سو جان سوں

گن عید کا گاتیاں سکیاں پیو رُپ کیا راتیاں سکیاں
سائیں کے من بھاتیاں سکیاں ماتیاں ہیں پیو کے دھیان سوں

صدقے نبی کے قطب شہ کوں عید سکھ دن دن اچھے
جب لگ چندا ہور سور ہے ہے عیش جم فرمان سوں

(حاشیہ: خود کو — پیا — سے — ن — لایا — ملی ہیں — ل — گاتی ہیں — کی — ن — دل — کا — رہے — چاند اور سورج — برہے — سے (ق))

به عیدر

(۱)

خبر بکرید خوشیاں سیتیں میرے تا میں لیایا ہے
خوشیوں کے ساتھ لئے لایا
خوشیاں اوپر تھے قربانی ہونے بکرید آیا ہے
سے
اے مجلس عید دیکھت عیش ہور خوشیاں سیتیں دایم
یہ کی دیکھکر اور سے
انداں راگ کوں آلاپ کر بہو گن سنایا ہے ۵۷
بہت
گلالی پھول منج مجلس تھے رنگ پا کر سہاتے ہیں
میری سے
کہ ساقی اپ نین پیالے سوں مد دے منج رجھایا ہے
اپنی آنکھ کے سے شراب دیکر مجھے
سہیلیاں اپ سنواریاں ہیں پرم کسوت کے رنگاں سوں
خود کو جامہ محبت سے
کہ بکرید آ کے سب جگ میں طبل عشرت بجایا ہے

سکیاں منج متی کیاں ماتیاں عشق کا کھیل منج سہتا
میری کی ماتی مجھے زیب دیتا
جگت اے عشق کوں دیکھت اچنبھا ہو لبھایا ہے
اس

سنجے چوندھر انداں ہور خوشیاں کا گرجنا سُہے

مجھے چاروں طرف اور

تو ستی عید کا سر پگ پہ رکھو مومن منایا ہے

میرے دل کو قدم

نبیؐ صدقے قطبؔ کوں سُہے جم عید مستانہ

زیب دے ہمیشہ

کہ میرے سیس اُپر دائم چتر شاہی سہایا ہے

سر (ق)

(۲)

خوشی خبراں سنایا عید بکرید
کہ قرباں ہونے آیا عید بکرید

کی

کھٹکتا مرغ دل کے بوستاں میں
طرب مطرب کوں لیایا عید بکرید

لایا

نگہ غمزیاں سوں کھینچا منج کوں ساقی
اپن سُد بُد گنوایا عید بکرید

کے غمزوں سے مجھے اپنا

خدایا کعبۂ مقصود دکھلا
دلیل رہ دکھایا عید بکرید

نہ کر غصہ شکایت عشق تجھ بن
خُرم دُکھ میں نبھایا عید بکرید

کی راہ

جکوئی ہے عشق میں ثابت قدم او
پرت میں اس رجھایا عید بکرید

جو کوئی وہ عشق اُسے

معانی کے بچن بستاں تھے یے گل
ہر اک گل تھے سہایا عید بکرید

(ف)

(۳)

ہویدا ابھی ہوا جوں جان بکرید — کیا سب جگ کوں آباداں بکرید
جتے شہ کے دندیاں تھے جگ میں سکوں — کیا ہے شاہ پر قرباں بکرید
جنت میکی سوالواں نعمتاں سوں — کیا تازہ جگت کا جان بکرید
ہوا بھرپور جگ کا بن ہور من — بچھایا ہر طرف یوں خوان بکرید
خبر لیایا کہ حق شہ کوں دلایا — حیات و بخت جاویداں بکرید
بھرائے بزم ساقیاں مدمد سوں — کہ ہے مستاں کا مہماں بکرید

نبی صدقے قطب لک برس جی توں
کہ تج تھے پاوے نت جیوان بکرید

(ج)

(۴)

انم بکر عید آیا جگ ہوا خوش اپنے من میانے

دل میں

گھرے گھر عید ہووے آج سارے تربھون میانے

ہر گھر میں تینوں عالم میں

سکل غلماں ہور حوراں ملک اس عید سوں خوش ہو

سب اور سے

بھرائے آج دن مجلس خوشیاں کی سرگ بن میانے

جنت کے چمن میں

چندر بھر پھول تاریاں کی رنگیلی اوڑلے چادر

چاند

لگا سینے کنک عنبر لگا ڈلنے کوں کھن میانے

آسمان میں

کرن زرتار کی پیرن سورج پن دور دھلکا کر

شعاعوں کی پیرہن پہن کر

ادک جھلکار سوں نکلیا جھلک نوری برن میانے

خوب منور ہو کر نکلا جسم میں

سہیلیاں آج یوں تنہ کیاں رنگی کسوت میں سہیلیاں ہیں

کی

کہ یا رنگ رنگ کھلے ہیں پھول چمناں کے چمن میانے

کے میں

اُلالیاں سوں جوانی کے تو ل شہ سوں رلیاں آنے
نئے بادشاہ کیساتھ عیش و رنگ کیلیے
کریں اِک چھند بند تِل تِل تمن کے یک سین میانے
ہر لمحہ کئے تئے

مدن کا مے پلا شہ کوں حُمن کی چپاکنی دے دے
بوسہ لذت دے دے کر
ادک متوال کر شہ کوں کیاں خوش مے مدن میانے

پون عشرت سہاوا یو لطافت شاہ کا دیکھت
ہوا یہ دیکھکر
ملک حوراں چندر سورج رہے کم ہو اپن میانے
چاند

نبیؐ صدقے قطبؔ شہ کوں دعا پنجتنؑ کی ہے دایم
تو نت آنند سوں کرتا ہے شاہی سب دکھن میانے
ہمیشہ اطمینان سے میں (ج)

(۵)

شہا بکرید ہے سالم دِیَہ کن تج پہ قرباں ہے
تجھ پر سے
دھرت خوشدل گگن خوشحال جگ سب شاد خنداں ہے
زمین آسمان عالم

توں ابراہیم کے فرزند تجے تج دوستاں سوں مل
تو ابراہیم قلی قطب شاہ تجھے اور تیرے کے ساتھ
جو اسمٰعیل کوں حق پیار سوں دایم نگہ واں ہے
۶۰۰ سے

علی کا باگ توں تج جھل جھلا ہور ڈھاک ہور ڈر تھے
شیر تو تیری جلال یا رعب اور سے
گگن کے باگ کوں تج پر کیا مریخ قرباں ہے
آسمان شیر (اسد) کو تجھ پر سے

خدا تج کوں دیا عیدی یو ہندستان سالم کوں
تجھ یہ
تو دن پر دن قیامت لگ ملک تیرا اباداں ہے
روز بہ روز تک

جکوی تج سات یک چت نہیں سو دشمن ہے محمد کا
جو کوئی تیرے ساتھ دل
جو دشمن ہے محمد کا سدا خوار ہور پریشاں ہے
اور

توں موسیٰ تج کھرگ موسیٰ عصا تج مکھ ید بیضا
تو تیری تلوار کا تیرا چہرہ
توں عیسیٰ تج ترنگ ہے سورج ہور اسمان میداں ہے
تو تیرا گھوڑا سورج اور
ہے جم داودی الحاں تج بزم میں تج بزم میں جم جم (؟)
(دواو دے ؟) تیری
انداں پر انداں پر انداں پر انداں ہے

دیا حق تج حکم تل سب پری ہور دیو وحش و طیر
تیرے کے تلے اور

سو جن ہور انس عنصر چار و سا چانوں سلیماں ہے
اور سچا تو

سٹیا تیرا کھرگ دشمن پہ پر تو تو رگت میانے
ڈالے تلوار خون میں

ہوا دشمن کا تن سب جوں عقیق ہور لعل مرجاں ہے
مثل اور

دعا کرتے اُسے سب جگ جکوئی تیرا دعاگو ہے
جو کوئی

ثنا کرتے اُسے عالم جکوی تیرا ثنا خواں ہے
جو کوئی

نبیؐ صدقے خوشی گھر گھر انند ہی ٹھار ٹھارا قطبؔ
اطمینان جگہ جگہ

ترے گھر میں ہزاراں سال لک بکرید مہماں ہے
تک (ج)

۶

دن آج کی بکرید کا سب جگ میں رجحان ہے

۶۱۰

گھر گھر خوشیاں عیشاں انند جہان پر مہمان ہے

ریگاں بدل سیخاں سہیں تارے ٹکے لذت بھرے

بادل

کڑدل چندا سورج اگن کا نور سو اسمان ہے

چاند آگ

بادل سے سُفرے کے اُپر جوڑے جنت کیاں نعمتاں

کی

سو اس کندوری کوں دیکھت ترلوک سب حیران ہے

دیکھنے یا دیکھکر

یو عید قربانی اپے قرباں ہوی ہیلیاں اُپر

خود

تو اس سبب اس عید کوں سب جگ میں اپنا مان ہے

اتنا

یا موہنیاں سنگار کر پھرتیاں لٹکتیاں دھرت پر

پھرتی ہیں لٹک کیاتھ زمین

یا گھن اُپر تارے سہیں یا کھیلیاں بستان ہے

آسمان زیب دیں

کوئی گاتی، کوئی آلاپتی، کوئی ہنستی، کوئی ناچتی

کوئی پیتی، کوئی پیلاتی، کوئی سرخوش، کوئی مستان ہے

صدقے نبی کے قطب کوں قایم اچھو شاہی انند

اب ہے

جب لگ دریا میں نیر، ہور انبر اُپر چند بھان ہے (ج)

تک

پانی اور اسمان چاند سورج

(۷)

سنگار کر اضحیٰ اچھلے سو نور انواراں بھرے

پھل سو رطوا کن لگا تر جگ میں جھلکاراں بھرے

سورج

خوش عید عشرت شہ کے گھر لیایا دیکھ اس شہ ہت لیکر

ہاتھ میں لائے

لا گل گلے لا مشک عنبر جو بھیر مہکاراں بھرے

مے لب توں لبدا نے میں لئے لوبے تجھل بھانے میں لے

تیرا

مد پیالے میخانے میں لئے چو طرف میخواراں بھرے

شراب

چندر مکھیاں پی جام اول تارے لیاں نقلاں بدل

مہ رخاں

مست ہو پھریں یوں شہ اگل سوراں کیاں جو بھاراں بھرے ۶۲۰

کے سامنے سورجوں جس طرح

تو قطب گھن زرکش ہو کر طبلے سورج رکھ چرخ پر

آسمان

کرناں سے تاراں کھینچ کر ساریاں میں زرتاراں بھرے

شعاعوں ساڑیوں

پیو سات کیاں ہوا پے جیو سات قرباں ہوا پے
(پیا کے ساتھ — خود جی کے ساتھ)

تسلیم کر اسمٰعیل اپے تو رحم گلے ہاراں بھرے
(خود)

حضرت نبی صدقے تھے بی یا قطب کیتا یو غزل
(خود — سے — لکھتا یہ)

آنند سوں سن لا عید گل کے پر گھر یاراں بھرے

(ج) (و)

(۸)

بکر ید عید آیا صلوات بر محمد — آنند علم اچایا صلوات بر محمد
(خوشی کا — بلند کیا)

جیکچ مراد میرا دل میں جو تھی خدا تھے — وو ہی مراد پایا صلوات بر محمد
(جو کچھ — سے)

بارہ امام پنج تن کا مہر جسم ہما ہو — منج سیس چھانو چھایا صلوات بر محمد
(میرے سر)

میری خوشیاں کی بیلاں گگن منڈوے چڑ کر — جبریل ورد لایا صلوات بر محمد
(آسمان — چڑھیں کرکے)

یک دھیان ایک چت سوں دل ہور جیو میرا — حیل ہر ل کو صدق لایا صلوات بر محمد
(دل سے — اور جی)

دندیاں کی ذات کوں یک دھیر کو ہی کر — دکھ آگ میں بھونایا صلوات بر محمد
(دشمنوں — ایک طرح — دکھ کی — بھنایا)

صدقے نبی کے قطب شہ خان محل میانے
میں
عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمد ۶۳۰

(ج)

(۹)

عشرت کے پھولاں کا یوں لیایا بسنت بکر ید سوں
لایا کے ساتھ
سب رنگ بھریاں کے من کے تئیں بھایا بسنت بکرید سوں
دل کے لئے

اس باس کی جھلکار سوں آیا بہار اس جگ منے
میں
آنند پھل جگ باغ او پر چھایا بسنت بکرید سوں
سے

سب بن ہرے انبر منے پھولاں تارے کھل رہے
کے پھول کے
زہرہ سوں منگل ساز کر گایا بسنت بکرید سوں
آسمان کی طرح تاروں کی طرح

کھلتی کلیاں کے ہونٹ ہلتے ہیں جو نا ز کہ بھید سوں
سے
کرنے صفت سر کھیل کا آیا بسنت بکرید سوں
کے لئے کے

سندریکیاں پر رنگ شہ میلے تو آنکھ تل یوں دسے
آنکھ کی تل اس طرح نظر آتی ہے
سورج ستارہ ل پر کرن بایا بسنت بکرید سوں

عشرت بدل امرت بھونی چھڑ کیا ہماری بزم میں
کہ بادل آبحیات کی پھوار چھڑکا
منج دل چمن میں سکھ برگ لایا بسنت بکرید سوں

یک ٹھار مل آئے بسنت بکرید عشرت وشٹ تھے
میرے
جگہ
کی نظر سے
قطبِ زماں آنند سکھ پایا بسنت بکرید سوں

(ق)

(❖)

نوادر

(۱)

نورانی نوروز نوراں سوں آیا — حمل سب جالاں لے حضرت تھے دھایا
ج جگا تو جگ میں وحمل کا زھم جھم — چمن جوگ چند زمن جگ جگایا
م مدہر مد مستی میا سوں منوہر ۲۴۰. — مدن من کی مجلس میں نہنر منڈایا
ک کدم کرسو کستو رکنسکم کلا کر — کنٹی کو بلاں کا مناگن گوایا
و ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا — ہوس سوں ہری بن ہزاراں ہلایا
س سہیلیاں سوں ہاتاں میں ہاتا سہایا — سہیا صف تارے ثریا سہایا
ق قرب سوں قطب شاہ قدرت قدر سوں — قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا

(ج)

(۲)

نوا نوروز نو رنگ جوں کلیاں کھلایا ہے
بنداناریاں کوں پھل جھڑیاں کمل کنچو کیاں ملایا ہے

خوش رنگ پھل پیالے شبنم سوں دھولاے بھر گلالی لتس
خوش رنگ کے پھول دُھلا

سبز رنگی نہالاں نو رنگیاں ہت دے پلایا ہے
ہاتھ میں دیکر

دیسین جوں بلبلاں تلتل تلاں ناریاں کی نرگس پر
نظر آئیں مثل

پرم مے پرملاں دے تن کوں جیواں دے جلایا ہے
روح دیکر

تر و تازے طراوت سوں کمل گلال ناریاں کوں
سے

بنداون تا فتح ہر بیے اُپر پھولاں پھلایا ہے

بھونر پھولاں کے بچھڑی میں موں کالا جوں کے کوپل ہو
مثل

ہری ڈالاں اُپر پھر پھر سندر پھل کر جلایا ہے

جلانے تھے بھنور کے بھر رہے سروں آہن کر کہ

۱۵۰

کلیاں مکھ موڑیاں سوں پھر خدا یکجا ہلایا ہے

کچیاں کونلیاں کنواریاں ناریاں کلیاں کوں نوروز آیا
کچی کونلی کنواری ناری (عورت) کلی

محمد صدقے قطبا کوں انداں سوں ملایا ہے

(ج)

(۳)

سر تھے نوروز بشارت لے خوشیاں سوں یوں گھر آوے
پھر سے کی اس طرح
تو حمل برج میں اپنا سو شرف عزم دکھاوے

مو اُمیداں کے انند پھول چمن من میں کھلے ہیں
میری دل
گھنگروال بال پیالے منے مدبھر کے پلاوے
میں

سبز صورت سو سبز باغ میں سُہنتی گھن انچل سوں
آسمان کے
کوکلاں ناد سوں چوندھر پکھنی پیاری نچاوے
کوئلوں کی طرح پنچھی کسبن

چنگ کرتا ہے پیالے و صراحی کوں سلاماں
روم تاراں سیتیں مطرب اپے چنگ چنگ بجاوے
سے خود

سرو قد ساقی جو بنیاد کرے ناچن کی
ناچنے
پریاں حوراں سیتیں ملکر سری راگاں سیتیں گاوے
سے سے

آئی مشاطہ نگارن ہو نگاری پری تا ئیں
کے لئے میری
قدرت اس ہونٹ مٹھائی تو نبات اُس کیاں کھلاوے

نبی صدقے قطب ایسی کرے نوروز رنگیلی
آبِ کوثر خدا حضرت کے ہتوں منج کوں پلاوے
ہاتھوں سے مجھ

(۱)

بسنت کھیلیں عشق کی آ پیارا　　تمیں ہیں چاند میں ہوں جوں تارا

تم　جیوں

نچھل کندن کے تاراں انگ جھونا　　بندی ہوں چھند بندوں کر سنگارا

بسنت کھیلیں ہمن ہور ساجنا یوں　　کہ اسماں رنگ شفق پایا ہے پیارا

ہم　اور ساجن

شفق رنگ چھپنے میں تارے گُٹ جوں　　سورج کرنا من زرتار تارا

سورج کی کرنوں کی طرح

پیا پگ پر ملا کر لیائی پیاری　　بسنت کھیلی ہوا رنگ رنگ سنگارا

کے قدم　لائی

جوبن کے حوض خانے رنگ منے بھر　　سور و مار و مہ چرکیاں لائے دھارا

میں　رواں رواں

بھیگی چولی میں بھیٹن نس نشانی　　عجب سورج میں ہے کیوں نس کوں ٹھارا

بھیگی ہوئی　رات　رات

بسنت و نت جھڑ سو کندن گال اوپر　　پھولا یا آگ کیسر کی بہارا

بہار

نبی صدقے بسنت کھیلیا قطب شہ

رنگیلا ہو رہیا ترلوک سارا

رہا　عالم　(ج)

(۲)

پپیارے بسنت کا ہوا آیا — سکیاں تن مشک زعفراں لائیا
آئی — لائی

______ (کرم خوردہ) — کہ چوندھر ہریا رنگ ہوا چھائیا
چاروں طرف ہرا کی

______ — ۴۰. کہ جیو اُس تھے جیون کا رس پائیا
سے (ج)

(۳)

______ (کرم خوردہ) — کہ کویل پرم ناد اپنا سنایا
محبت کا نغمہ

______ — سُرس ہور آواز جگ کوں چھایا

گالی رنگاں کے برن بہو جنس سوں — چھبیلیاں رنگیلیاں کے قد پر سہایا
بہت طریقوں سے

نبی صدقے اے قطب شاہ اس بسنت میں — رتن میگھ برسن عجائب دکھایا
موتی کی بارش برسکر (ج)

(۴)

بسنت آیا سکی جوں لال گالا — کسم چولا ______

پپیہا گاؤتا ہے میٹھے بیناں — مدھر رس دے ادھر پھل کا پیالا
ہونٹ پھول جیسے

پیاری ہور پیا ہت میں ہت لے — سرون میں نہنڈیں گل پھول مالا

اور ہاتھ ہاتھ

کنٹھی کویل سرس ناداں بناوے — تنن تن تن تنن تن تن تنلا لا

نغمے

گرج بادل نمے داد ر گیت گاوے — کویل کو کے سو پھل بن کے خیالا

سے بھولیں

سدا سیوا کریں ایسی گسائیں ۸۰ — دلدر دور کر کرتا نہالا

نحوست نہال

نبی صدقے ہوا قطبا ترا جیت — دندیاں سینے میں سلتا دکھ بھالا

دشمنوں (ج)

(۵)

پیاری کے مکھ میانے کھیلیا بسنت — پھولاں حوض تھی چر کے پھر کیا بسنت

میں سے

بسنت باس چن چن کے چنری بندیاں — جو ابھر کے لہراں سوں آیا بسنت

جوبن حوض میں نو رتن رنگ بھرے — بسنت راگ گاؤ یہ بھایا بسنت

رنگا نید میانک بندے گلسری — گلے گل لراں سوں دکھایا بسنت

نوی بالی کونلی کدم میں نبیجے — پرت پیالے بھر بھر پلایا بسنت

محبت کے

بسنت کی خماری نین میں بھری ہنڈولے نین ول ڈلایا بسنت

نبیؐ صدقے پیں ہوں محمدؐ غلام نوی رت سیتی رت ملایا بسنت

(ق)

(۶)

او منگاں سوں بسنت آیا نورانی کریاں کسوت سکیاں سب آروسانی

منگوں کے ساتھ — کرتی ہیں — عروسی

بسنت کے پھل کھلے ہیں اپ رنگیلے ہوا حیران دیکھ اُس تائیں مانی

پھول — کو

کنول کے پھولے ہنستے ہیں او مکھ پر کہ جو پھل پر ڈلے بھونرا سو گیانی

ہیں — پھول

جرت چر کیاں عوش شہ پہلے بسنت جب پلاوے نیہہ مد تب شہ کی میانی

کوہک کویل بسنت کے راگ گائی کہ پائی ہے اسے رت میں سکھ نشانی

اس — سکھ کی

ہوا آ کر صفا پھل بن کوں توں دے کہ دیکھ او نقش ہوئے حیران مانی

دیکھ کر وہ

نبیؐ صدقے قطب شہ تائیں جم جم

کے لئے

سہاویں رنگ بھرے حسناں سہانی

(ج)

(۷)

شاہ کے مندرِ سعادت کا خبر لیایا بسنت
لایا
نین پتلیاں کے چمن میں پھول پھل لیایا بسنت

سبز سارے نور تن کسوت کئے ہیں رنگ رنگ
سرو مینا میں سو شبنم کا سرا پایا بسنت
شراب

سارے پھولاں تئیں بسنت کا پھول مہمانی کیا
نے
گل پیالہ ہو کے خدمت تائیں چت لایا بسنت
کے لئے

جوت مانک سوں بسنت کے گل کھلے عالم منے
میں
پھل بسنت تھے سب فلک پر لال رنگ چھایا بسنت
پھول سے

سور کا ریخ میں بسنت کا رنگ جھلکتا نور سوں
ہور چندر کے حوض میں چندن سوں مہکایا بسنت
اور چاند

ترنیاں چپڑکہ ترنگ نکلیاں بسنت کے ڈھنگ سوں
پھول ہر اک کھل کے اب باساں سیتیں گایا بسنت

جھین چُنڑی پر گٹ تاریاں کا کر آئے انگن
چپیر کتارے کے تئیں انبر کماں لیایا بسنت

سر تھے (سے) انچل ڈھال کر بھیج پر پلو کر یوں سٹے
بجلی چرکے ہاتھ لے تھاڈی تو رنگ پایا بسنت

چرکیاں کے نیر بند (بوند سے) تھے سب فلک پکڑیا ہے رنگ
اُس گہر ابراں[ن۱] کے رنگ تھے (سے) موتی برسایا بسنت

موتیاں یاقوت گھر گھر یوں دھک انباراں بھرے
ہر گدا مسکیں کوں خاقاں سم[ن۲] (برابر) کا دکھلایا بسنت

شکر ایزد کر معانی[ن۳] رات دن آنند سوں
نبیرے مندر میں خوشیاں آنند سوں آیا بسنت

(ح۔ق)

ن۱ اُس گہر ابراں ستارے موتی برسایا بسنت
ن۲ سکھ
ن۳ قطب شہ

دروس عيدين

پوریوں کی عید

...رشنی ہو آئی ہے پوریاں کی عید — شہ درس دیکھنت ہوی حوریاں کی عید
...رشن کے لانے والی — کا درشن

...شاہ درس سیتی گمتیاں کامیناں — دید پر ہے دید منظوریاں کی عید
کے درشن سے عیش کرتی ہیں

...شاہ کے مکھ سور سوں ہر دم حضور — نت نویلیاں ناریاں نوریاں کی عید
رخ آفتاب سے

...وصل کعبہ کر پھریں سب آس پاس — ۱۰ — شہ کی بھینٹن سوں ہے ستوریاں کی عید

...ناریاں جگ پر چمن وے شہ کرد — لعل ادھر پیالیاں سوں مخموریاں کی عید

...عل خوباں بنب جب ابماں جو پائے — تب تھے ہوی جگ میں کنڈریاں کی عید
بوسہ — ہونٹ — سے

مصطفےٰ ہور مرتضےٰ کی پشت تھے
سے — نظر — اور
قطب شہ تھے ناریاں گوریاں کی عید
سے

اتبار (اتوار) عید

قربان ہوتے تنہ اپر آئی اہے اتبار عید
عشرت کیے پردے لیا رچ عنبر سو تنہ کے وار عید

ہے کے اوپر — منائی جائے — گھر

گھر گھر خوشی ہور عیش کا سنچر ہوا بھوت ناسوں
ہے آج جگ خوشحال سب ہوئی ہے بہار ٹھار عید

اور کئی طرح سے — دنیا — ہر جگہ

امید کے سب ملک کا سلطان ہے توں تو تجے
مطرب انند عشرت ندیم خط داس ہے ہور یار عید

تو تب تجھے — غلام اور

مد شوق کے پیالے پیتے مستیاں کو سب تان کر
دے نقل بلبل ذوق کا یک دل سوں یو خمار عید

شراب سے — سے یہ

قدیاں سہیلیاں سما کے مہمان ہو تنہ گھر آئے ہیں
جگ میں اچنبا ہور ہیا دستے ہی یو اوتار عید

سب ہی — حیرت رہا نظر آتے ہی

بندے ہو کر بندگی سیتی پائی بڑائی جگ منے
پکڑے ہے نس دن شاہ کا یک چت سیتی دربار عید

بندہ — سے — میں — سے

صدقے نبیؐ کے قطب کوں لیا لے کر اپنا کرے
رات — مائل کرکے

۲۰
عشرت انند کے چھند سوں یو چھند بھری چونا رعید

آرام سے یہ

(ج)

سکھ بلاس کی عید

سدا ہوے جشن بزم میں نہہ انند — کہ دولت ہے اس شاہ کا بھو بلند

سنوارے گگن سے رنگیلے محل — رتن جوت جھلکے کہ یا سور چند

سجن کے جشن میں سورج سے جھگت — دکھاویں عجب دیسے کوں چھند بند

سبھی ساز بجتے ہیں گگن بھید کوں — پکھنے ہیں اس ساز تے جیو کے چھند

گرجتے ہیں اس دھن تھی ساتوں گگن — جگت رقص کرتا نین کچ گزند

نہیں بزم اس ساز کا ہور کیں — نظر نا لگے تیوں سٹو اگ سپند

نبی صدقے قطبا کرے سکھ بلاس

کہ دایم اچھو عید کی تیوں انند

(ج)

عید

عیداں کیاں ہیں خوشیاں سب ہی اس عید میں
سالاں کے غم بھانیاں سب ہی اس عید میں

فتح و ظفر ہو عیش ہے اس دن منے
نوراں کی ہیں کلیاں سب ہی اس عید میں

ایسی خوشیاں پر لکھ کہسر نواز ماں
روشن ہوا ایماں سب ہی اس عید میں

چند اسورج لیتے جھلک اس دور میں
پائے شرف پرجاں سب ہی اس عید میں

جھاڑ سوکیاں کوں لگے پھل عید تھے
گوہر بھرے سیپیاں سب ہی اس عید میں

اس دیس میں کوئی غم نشاں پاتا نہیں
رقصاں کرو ذوقاں سب ہی اس عید میں

قطب زماں کے سب گناہاں بخش اللہ
پکڑ یا علیؑ داماں سب ہی اس عید میں

(ق)



(۱)

خدا کی نظر تجھے برس گانٹھ آیا　　کریم کے کرم تھے برس گانٹھ آیا

محمد کے میم تھے مذ نانگ کریں　　علی عین عادل علم کوں اچایا

الف آسماں آسماں گیر بند کر　　حسن ہور حسین حسن حاجت لایا

قمر قاف قبے اوپر جگ جگایا　　پرم پی کا پیالا پیا منج پلایا

گلاں گاف گل گوند سہرا سنوارے　　جمال سو ہے حمد کا حق نہ پایا

تو ہی ستی کا ہانس منج گل نہ پا کر　　نبی ہاتھ نابات نیکا چکایا

صدق صاد کا صبح صادق صفا سوں　　قرب قطب کوں قاف قاسم دکھایا

(۲)　　(ج)

نبی کی دعا تجھے برس گانٹھ آیا　　خوشیاں کی خبر کے دمامے بجایا

پیا ہوں میں حضرت کے ہت آب کوثر　　تو شاہاں اپر مجہ کلس کر بنایا

مرا قطب تارا ہے تاریاں میں نِچل　　تو مجہ پر فلک رنگ کا چتر چھایا

سلطنت گولکنڈہ کا شاہی رنگ نیلگوں تھا۔

فلک دور منے سو منڈپ اُچا کر — جڑت سب تارے کوں اس پر جڑایا

مانند

کلس د ستے تمانان اُرچند سوج — وو جھلکاروزاں ستی جھک جھکایا

دکھائی دیتے ستونوں پر چاند — وہ — تے جھک جھک کرنا چمکنا

سورج چنداپنے تال ہو کر بجیں نت — منڈل ہو فلک ٹم ٹمایاں بجایا

چاند

کرے مشتری رقص مجہ بزم میں نت — برس گانٹھ میں زہرہ کلیان گایا

گرہ

کلیاں عشق کی مجہ ہیے میں کھلاکر — پھولاں غم کے دل بوستاں تھے گنوایا

سے

دل

مراگلستاں تازہ اُس تھے ہوا ہے — مجہ اُس باغ تھے میوہ دم دم کھلایا ۵۰

سے

دندے دشمناں کوں سو یک جا ملاکر — سو اسپند کے پاتراں کر نچایا

کو

خدایا معانی کی امید بر لیا

کہ جیوں سانت کے میہوں تھے جگ سب آکھایا

لا

مینہہ سے دنیا — (ق)

(۳)

خدا کی رضا سوں برس گانٹھ آیا — ہس شکر کر توں برس گانٹھ پایا

سے — گرہ — ہزار — تو — گرہ

دعائے اماماں تھے مجھ آج قائم — خدا زندگانی کا پانی پلایا
سے ہیرا — آب حیات

نبی کا دعا ہے منڈپ سیس اوپر — اماماں دعا سوں طناباں بندھایا
کی سے

گل مصطفےٰ سیتی سہرا گندھاکر — مجھ اس گل کا سہرا حمایل پنایا
سے سہرا — سہرا پہنایا

دعائے علی تھے سرا جی چڑھاکر — اپن سایہ سوں سایہ بال مجھ پہ چھایا
سے — اپنے مجھ پر

ہر یک روم کی جیب سوں شکر کرتوں — کہ تجھ بھاگ تارا شرف سوں نیایا
رواں زباں سے — تیری قسمت

معانی محمد پہ صلوات کرتوں — کہ توں داس پن تھے جگت میں سہایا
غلام سے

(ق)

(۴)

نبی ناؤں تھے پھر برس گانٹھ آیا — ۶۰. ۷ قدے فتح خبراں شہاں کوں سنایا
نام سے — نبی کی کو سنایا

نبی کی غلامی تھے ہے تاج تج سر — شہاں تاج پر تاج تیرا سوہایا
سے تیرے — سہایا

پھولاں کے منڈپ ہور گندے کے تھانباں — کہ ساتوں سہیلیاں سوں منڈپ اچایا
پھولوں گنا کھم — اٹھایا

گلالی پھولاں کا بندے سر کوں سہرا — او پھولاں جڑت قرص حمایل نہایا
باندھے — وہ پہنایا

قطب تارہ دکھلائے قبلہ کی باٹ
اِسے ہے بس شرف قبلہ جگ کوں دکھایا

قطب تارہ قطبا فلک کا کلس ہے
سبھی تاریاں میں نکٹ ہو دپایا

چھتر کا کلس سو رکیبلی نوا چند
سو اس کا جھلم نور جگ کوں جگایا

کلس کا ہے جھلکار دو جگ کا سورا
فلک آپ منڈپ چو حوراں نچایا

سورج چاند تارے پھر کھول کھولا
فلک تال مندل گیج کر بجایا

خرچ زہرہ کے پھول ہور یاں کا
عطارد کے لکھنے میں ہر گز نہ آیا

گلالی کلیاں کھلیاں دل باغ میں
کہ باقی پھولاں کی رو تاں کوں گنوایا

تمن آرزو تھے ہے دل باغ ہریا
اناراں او گل تار منج ہت و لایا

کیا دشمناں کی نظر چاک چاک
کہ جیوں چاک گاڑی کے نمنے پھرایا

خدایا قطب شہ کوں رکھ اپ پناہ
برس گانٹھ تج یاد سیتیں گنایا

(ق ۔ ج)

(۵)

حبیب حق تھے برس گانٹھ دیس آئے آج — علی کے مہر تھے مجلس سو کچ کچائے آج

رحیم انبر کوں تاریاں سینے سنواریا سو — منڈپ پھولاں کا محمد کے بر اُچائے آج

سو لکھناں سو سلکھن گھڑیاں میں امرت بھر — سہیلیاں جھاڑ خضر نیر سو پلائے آج

جو سہرا ہیم محمل کا سر سیڑا میرے — علی کی لے کی حمائل منجے پنائے آج

سنے کے صد او پھول گیند جوبن کے — ہزار چھند بنداں سوں سکیاں لے چائے آج

صراحی سنبلہ ہور مشتری کا لے پیالا — سہیل ساقی ہو منج مد پلانے دعائے آج

فلک طبق میں ملک نُقل بھر تاریاں کا — ۸۰ — چکھاونے منجے آنند سات لیائے آج

سو لال کال طبق میں سکیاں عل نہہ بھر — سو تشہ سجاں کوں بہو چھند سوں لیا کھلائے آج

گگن طبق میں عرج چاند کے سو کانسے دھر — کہ زعفران و مشک رنگ رنگ بھرائے آج

نچھل ہول کا جھلک نت جو جگ میں یو دیسے — کہ تارے چاند سورج بھر کے جوت پائے آج

فلک بدل کے منڈل کر ملک لے سورچند نال — نچانتا رسکیاں منج کوں جم بہ بجھائے آج

ندی رو ماولی موتیاں کی آرتی بھر کر — سو زہرہ مشتری کے ہت پلا دلائے آج

سدا ہے دو اس محمد قلی محمد کا — علی کے مہر سینتی سک انند پائے آج

نبی کے صدقے قطب منگ مد و علی کن تھے — سو میز بانی برس گانٹھ لکہ گنائے آج

(ج)

(۶)

گھڑی امرت منے ساعت سلکھن دیکھ اختر سوں
گنائے ہیں ملک شہ کا برس گانٹھ آج منتر سوں

محلاں میں ہر یکس جادیا خوش زیب و زینت لیا
چتارا ہو عطارد آ چتر ہر یک بچتر سمندر سوں

کریں مل رقص آ حوراں ہر یک نرل چیندر سوراں
جھلکتے ہر طرف نوراں سو تن ابھرن کے جوہر سوں

سو مل آ مشتری زہرا جو لیکر چنگ نو چند کا
نئے چاند
اُتر گگن تھے امنگ سوں آ جاویں لاگ گنہ تریں
آسمان سے سے
سو دیکھ حیران ہو سارے گگن کے سب رہن ہارے
آسمان رہنے والے
اپس سُد کھو کہ بچارے بجھارے مِن عنبر سوں
اپنا کے آنچ
جھکتی ڈور پر مل بھر زمیں اسمان سب یک سر
دماغ ہو تر جگت کے تر عنبر ہور مشک عبہر سوں
تینوں عالم اور
علی اثنا عشر سوں مل دعا کر قطب شہ تج تیں
تیرے لئے
گرہ بائے بسا سو کا نبی کے اسم اچھر سوں
ڈالے کے حرف
(ج)

(۷)

ملایک عرش پر شہ کیاں برس گانٹھاں گناتے ہیں
کی
سماں ساتو محل میانے بدل فرشاں بچھاتے ہیں
ساتوں میں بادل کے

کرم کر پنجتن بارہ اماماں چہاردہ معصوم

برس لکہ کی برس گانٹھ آج اپ چاواں سوں پانے ہیں

اپنے

سدا جگ میں جیو و شہ کر سکل حوراں کیاں سجدہ

زندہ رہو سب

ملک آمین کہہ کہہ سب دعا سوں ہت اُچاتے ہیں

کے لئے ہاتھ اُٹھاتے

مکٹ مصحف کے تارے ہور ہے خوباں کے مکھ پر کی

برس گانٹھاں کی گانٹھاں ہو دو جگ میانے سہاتے ہیں

میں

سورج چند آئے مہماں ہو کہ مہمانی ہوتی شہ گھر

چاند

خوشیاں سوں ناچتیاں بجلیاں بدلاں عشرت کے چھاتے ہیں

بادل

ابھالاں میل کر آنے لگے چھنداں سوں چوندھر تھے

بادل مل ساتھ چاروں طرف سے

کہ یا انبر کے سینے کوں ملایک مشک لاتے ہیں

آسمان

قطب شہ کوں مبارک کر دیا سوں بخشتن دایم

کے ساتھ محبت کرم سے

حیات ہور بخت دولت سوں خضر نمنے جلاتے ہیں (رج)

کی طرح سے اور

(۸)

خدا ہور مصطفےٰ کی دشت سوں آیا برس گانٹھ ‏ نیا سو برس کا نٹھاں کا خبر لیا یا برس گانٹھ

بڑائی چودہ اماماں ناوں سوں منج ہندو سیرا ‏ نبی دولت تھے عالم کوں مرہبا یا برس گانٹھ

سہیلیاں مل گلالی گل حمائل منج پناوو ‏ حمائل قرص چندر .. دکھلایا برس گانٹھ

او چائی پھول منڈپ پیار سوں پیاریاں نولیاں ‏ دعا پھولاں کی خوشی جو رسولیا یا برس گانٹھ

بجاتے دن نالی تم تم پلاتے گاونے چھندسوں ‏ خوشیوں پاتراں انجل کوں نچایا برس گانٹھ

محبت آرتی یوں وارتے جیوں ڈھال ‏ سو موتی ڈھال دریا کاں جھمکایا برس گانٹھ

جداں لگ سورہے کرنوں برس گانٹھاں انندسوں ‏ شہاں میانے محمد قطب لیکھایا برس گانٹھ

(ق)

(۹)

خدا کی رضا سینتی آیا برس گانٹھ ‏ سعادت ستارہ دکھایا برس گانٹھ

جو امرت گھڑی دکھ دماے بجائے ۸۱۰ ‏ تو مہتر سیتیں پان دلایا برس گانٹھ

نگٹ موتی منجا بندی مانگھ سیتی — جگے جگ نباتاں بنٹایا برس گانٹھ

باندے

سورج میگھ انبر کنٹ کریاں کے جھیلے — چندر کے نہالاں سوچھایا برس گانٹھ

امولے نین میں زحل مول را کھے — او شیریں کی شیریں دلایا برس گانٹھ

نبی کا غلام ہے محمد قطب شہ — خبر لاکھ سالاں لیایا برس گانٹھ

لایا (ق)

(۱۰)

نبی کی غلامی تھے آیا برس گانٹھ — سُہاگن سکیاں میں سُہایا برس گانٹھ

سے

جوبن کے طبل مل بجاو و نوبیاں — سَبَد نال برزنگ بجایا برس گانٹھ

رنبھا پاتراں ناچتے بر دبارہ — .... ماراں نہایا برس گانٹھ

نین چھند درپن میں دیکھنے نشاں — تو اب چھند پیالا پلایا برس گانٹھ

ہنوں سوں نمی لی ہے ہت میں صراحی — گگن کے گھنے گھن گتایا برس گانٹھ

صد سے

نبی داس نن پن تھی ہے قطب شہ — شہاں بیل تے شکر لکھایا برس گانٹھ

سے میں (ق)

جَلُوَہ

اور

دیگر رُسُوم

پرم پیاری کا جلوہ گا و سارے — اُسے چند سورسوں پریاں سنگارے
(چاند سورج سے)

سُہاگاں بھاگ پھل سنک کھلے ہیں — سہیلیاں آرتی تائے نوائے
(سہاگ کے پھول پیشانی پر)

رچاو تخت جلوے کا خوشی سوں — کہ چوندھر جوت موتیاں سوں سنوارے
(کیا تھا — چاروں طرف موتیوں سے)

چڑاو تیسل اب تانو سُہاگاں — مشاطہ ہو کے زیور بہت نگارے
(ساتوں — ہاتھوں کو)

پلا شربت دیو ہاتاں میں بیڑے — بنداو ساریاں موتیاں کنارے
(ہاتھوں — بندھاؤ)

محمد قطب شہ ہور اُس پری کوں — خدایا رکھ جداں لگ میں تارے (ق)
(اور — جب تک)

(۲)

بنے ہور بنی کوں پلاو سدا — سو عاشق و معشوق ملاو سدا
(اور — (نچاروہ؟))

نین میں دھر سائیں کے دھیان کوں — پرم کے ہنڈولے جھلاو سدا
(آنکھ — محبت)

مری نین پتلی سدا نیر میں — ہما جل ہون میں کھلاو سدا
(آنکھ)

سو بالی بالا چونی گندی چاوسوں ۸۳۰ نشاط عشق ہت کھلاو سدا
حسین کمسن کونچھی گُرُی کبھ نہ کے ہاتھ سے
ملی کونلی پیاری پیا بارے سیتی اپس میں اپے سب ہلاو سدا
کمسن کیساتھ اپنے آپ
مجازی پیالا سو پیا کام آئے پرم مد حقیقی پلاو سدا
محبت کی مے
نبی صدقے قطبا نویلیاں سوں نت وقت اپنا نس دن بلاو سدا
نئی رات دان (ج)

(۳)

میں تیرے کاج جلوے راگ پایا تو کارن چونپ سوں سہرا گندایا

انند کے موتی مانک تخت سنگار گلے میں ہانس عشرت کا پنایا
ہنسلی و پہنایا
رنگیلی مجبتدی ہت ہو رپا نولا کر کندن کلیاں کیے ہاران خوش گندایا
ہاتھ اور پاؤں لگا کر
سہیلیاں سنا تو گل کنٹھ مال بایا پیالے عیش کے سب کوں پلایا
ڈالیں گلے میں

نبی صدقے قطب نت سندریاں سوں
ہمیشہ
بدھاوا رات دن منگل گوایا

(ج)

(۴)

پیاری کا جلوہ ہمن من میں گائے — عشق سیتی جیو پاتراں کوں نچائے

(ہم) (کے ساتھ) (نے)

جوبن جوکی او پرم چو میوہ دل کا ۸۴۰ اوپد من کوں ٹیلا کرا چند لگائے

طنبورا او کنگری میں اپے از گاکر — دو تن ہت سوں پیالے میں مد کوں ملائے

(اپنا) (رقیب) (ہاتھ سے) (شراب)

سنے کے طبق میں جو بن پھول گیندا — اس او پر دو کچلے بھونر خوش سہاوے

(سونے)

سرو قد صراحی جو بن اس کا پیالا — انچل ابر میں جھمک بجلیاں دکھاوے

بھواں خم سوں مج پانوں پڑ کر سکے سو — نین متی سیتی پیالا پلائے

(میرے) (آنکھ کی) (سے)

قطب پنجتن کا غلامی قبولیا — تو اس عشق انگوٹی میں چند سور بائے

(قبولا) (انگوٹھی) (چاند اور سورج ڈالے (ج))

(۵)

.... ناقص الاول ....

رچے جب عشق نوری میں سار دل کا — نین پھانسی سب کر موہن من رچھاوے

(آنکھ کی) (دل)

رکھے جب کجل آپنے نین میانے — تو سوکیاں کے پاوے چھنداں سوں بجاوے
(کاجل، انکھ، میں، خطرے)

جو آوے سورج نمنے سنگار سوں — تو ہر بال تجھے راگ نیہہ کا اوچاوے
(کی طرح، سے، عشق، اٹھائے)

جو اوڑے ہے جلوے کا چادر صفا سوں — سو حسن کے گلے ہانس سہرا (و) سہاوے
(حسین، ہنسلی)

کنگی کوں بہت ناز سیتی پکڑ کر — عشق شیریں خسرو کوں چھند بند دیکھاوے

نبی صدقے اونار ی قطبا سوں میلی
(ملی)

کہ جس کے سوبھاوا جگت من کوں بھاوے
(عالم کے دل) (ج)

(۶)

بھاگنی بھاگاں کا جیوا گاوتم — اس سہاگاں کے سیند بجاؤتم

منجے بھوالاں میرے دل میانے سے — عشق چوکی پر چڑا پلاؤتم
(بیٹھے، کے)

نورتن منج عشق کے چوکا بھرے — موتیاں لہراں کے تم بجاؤتم

پھول ہنسی ہاراں کلی آنند سے — جلوے کا شربت پلا سمجاؤتم
(جھولا)

دن ذنا گرجے جو بن بادل منن   کنگناں جھنکار منج سناؤ تم

کی طرح   کنگن کی   مجھے

رات کی بے خوابی میں پایا ترن   خوشیں پیاناں کے طبق بھر لیاؤ تم

ے   پیان   بھر کر لاؤ

قطب شہ بھاگی نوے مندر چلو

نئے   خوش قسمت

نھنی بالی تال سوں نچاؤ تم

کو   کے ساتھ نچاؤ   (ج)

مہندی

(۷)

امرت گھڑی گھڑی میں خوشیاں طبل بجائے
آبحیات
قطب زماں کے تائیں بھوگن سینتی پلائے
کو بہت کے ساتھ

دیتے ہیں یار گہ او جس رنگ ہے سہاتا
وہ
اوہاں ناتوں لے نبیؐ کا سورج شمعے لگائے
نام کی شمع

صدراں میں زرنگارے تارے جڑے کندن اس
سُنّے کے سروجھاڑاں زیبائی سوں سہاوے
سونے کے ساتھ

زہرہ نمن محافے روشن ہیں اس انگن میں
کی طرح
یا سور کی ہیں کرناں جوناں سوں سر او چائے
سورج اٹھائے

سورنگ رنگیلی مہندی بہو رنگ سوں کلا کر
خوش رنگ	بہت	سے	ملا کر

کیتیک چاواں سیتی شہ پانوں کوں لگائے
کتنے ایک	کے ساتھ

سب پیارے ملکے پیاروں سوں جامیں شہ پہ ال ال

سب سندریاں سوں لکھیاں رنگ رتن سوں نچے

صدقے نبی قطب شہ نامیں سہے اے خوشیاں
کو	زیب دیں یہ

جو اس خوشی انند تھے سب جگ کے تیں ریجھانے
سے	کو

(ح)

کنٹھ مال

(مالا)

(۸)

نبر دھیٹ شوخی سوں آکر کھڑی جب — سو او چیٹ نظر میری اس پر پڑی تب

تو یلی پیرت لاکے ہے ٹھیر نین منج — سکی ملنے تیں پیو کوں جاتی قرن اب

کہ قرار نہیں مجھے — کے لئے پیا

پیاری ہے نازک کلی جوں چنپے کی — تو ریشم تھے آلے ہیں بالاں کے اس کھب

جس طرح — سے اعلے

دو رخسار اس کے ہیں رنگیں گلالاں — او چلنے کوں دیکھ ہنس دربائی ہوے سب

اسکے

او مکھ پاک نرمل ہے سورج کے نمنے — چنپے کی کلی جوں سہے ناسکا چھب

وہ مانند — زیب ناک کے

نین سائیں کے دیکھ کملاوے نرگس — اَدھر ہیں رسیلے کہ نابات کے جھب

آنکھ کمھلائے — ہونٹ نبات

نبی صدقے کنٹھ مال جب پین آئی

پہن کر

قطب کنٹھ لاکر چومیا اس کے دو لب

(ج) — چوما

لوازم اشیاء

کسوتِ زریں

کسوت مکلل زر زری شہ آج سنگارے اہیں
لباس پُر تکلف زریں پہنکر بادشاہ نے آج آرائش کی ہے

گوہر سوتن مَلہ نور کے چوندھیر جھمکارے اہیں
چاروں طرف ہیں

خوباں جتے دنیا منے، خدمت کریں شہ کے کنے
جتنے میں پاس

یوسف صورت نازک نھنے، چوبھر کھڑے سارے اہیں
کم عمر

کہکش وندے جوڑے رتن، سورج کلس کنچن برن،
لباس

زرتار کیاں ڈوریاں کرن، ٹوٹے سو جون تارے اہیں
کی شعاع مثل ہیں

تارے وو فاضل سور تھے، جھمکے اُنن کے نور تھے
سے وہ سورج سے

دیکھ سب ملا یک دور تھے، حیران بیچارے اہیں
سے

بجلیاں کے ٹکڑے کر من دھر لے دھاگے چھند بند کر
(کن۔ کان ؟)

کو لاٹ کھیلے سر بسر کیا شوخ مہ پارے اہیں

سو کے وسیں یوں تن ننگ جوں کاٹ جیباں ٹھونک (؟)
خطا مرد نظر آتیں سطح آنکھ کے قریب (ہوں بھونجگ)

چنگیاں میں ڈورے لال رنگ شعلے سوں نکارے اہیں
چنگاریاں

بُند مہندی کے ہاتاں منے گل لال جوں پاتاں منے
بوند　ہاتھوں میں　پتوں میں

موتی جھڑیں باتاں منے جھل تھے سمند کھارے اہیں
باتوں میں رشک سے سمندر

تٹوے کلاٹی لاک کے ات روپ نت بہو بھاگ کے
قلابازی کرکے　بہت

پتلی کمر کج پاگ کے جگ من بھولا نہارے اہیں
دل بُھلانے واری

سب مست کج کنبھ جوں قد راست دھرتے نیر جوں
(کج = ہاتھی) گھڑے　کی طرح

آہستگی میں نیر جوں بیگی منے بارے اہیں
پانی کی طرح　تیزی　میں ہوا

ہونا انند خوشحال سب نٹ گاتے ناٹک سال سب

بجتے طنبورے تال سب منڈل کے دھمکارے اہیں

چنچل چتر بدونت فنی لک لک ملک جس درسنی
جیسے درشن کرنیوالے

سو قطب شہ پیو بھوگنی جگ جیو کے پیارے اہیں (ق)

شاہی ہاتھی

(٢)

خدا کا ہست بہت جور جھڑتا — دندے دشمن کے سر پر پاؤ دھرتا
(پاؤں، دشمن، ہاتھی، اور)

انکس اس سیس پر قدرت نو اچند — کہ سنڈ پھانسے میں دشمن نت سنیڑتا
(سونڈ، ہمیشہ گرفتار رکھتا، نیا چاند، سر)

فلک کے دور میں دو کھانٹہ تیرے — سینیا دنت سوں درجن سینچ کرتا
(دشمن)

اندو جھلکار سورج نا دجلی — کیوں اس کا کلن نمنے پچھیڑتا
(کیوں؟، آسمان، مانند)

ترے حملے کوں ڈونگرتاب کیوں لیائے — کہ اس گرجن تھے بادل گرج دھرتا
(سے، قلعہ، لائے)

ہتی سکھ جو کوئی درجن جو آوے — سو ہیبت تھے دندے تن من ہدرتا
(ہاتھی مقابل، دشمن، سے دشمن کا، لرزتا)

نبی صدقے چڑے قطبا سکھ آساں
سو گنجر قطب شہ ہست جگ سنورتا
(سواری کر)

تقسیم اوقات

(۳)

پہلی گھڑی سانتی کے مہ موتیاں سیتی نھانے پری
نہانے

دُسری گھڑی عشق چادر اوڑے ہے او استری
دوسری (میں) وہ عورت

تِسری گھڑی باندھے پرم کی گلسری اپ کنٹھ میں
تیسری اپنے گلے

چوتھی گھڑی چوکاں ریچے پیلاتی مُنج مدحیدری
پلاتی مجھے

پانچویں گھڑی پانچوں رنگاں اگنا وکپڑی نان سوں

چھٹی گھڑی چھاتی اُپر باماں سُنگاتی عنبری

ساتویں گھڑی ساتو سکیاں ملکر بندا و چیر منج
مجھے

اٹھویں گھڑی چھنداں سیتیں اوڑے پون کا چادری
سے

گھڑیاں گھڑیاں ناگن کے ہیں گنتا ہوا پہلا پہر
نہ شمار کرکے
کنولی کے کیساں میں مہکے باس سوں پھل کیوڑی
پھول بالوں

دُسری پہر دو پہری پھل اپ کن منے باندی سکی
دوسری پھول اپنے کان تک بکائی
اے مد منجے کیب کام آوے مدپلا و کوثری
مجھے یہ

تسرا پہر اللہ محمد ہور علیؑ کا ہے پہر
تیسرا اور
خوشیاں کا پیالہ ناد بجتا ہے غلام قنبری

چوتھے پہر آکر ملے قطب زماں سوں پدمنی
سے
صدقے نبیؐ قطب زماں ہے اس زماں کا انوری

عشقاں کی آتش تھے کدھیں یک تل نہ بیچوں معنیاں
سے کبھی لمحہ
کافر کے مکھ اوپر بندیا ہوں چھندسیتیں عنصری
باندھا

۹۰۰

(ق - ج)

راگ

(۴)

ٹمگٹ راگاں پیاری آپ راگے راگ گاتی ہے

ٹمکھارے راگ گاتی مکھ لہراں سوں سہاتی ہے

صباحی راگ گا کر منج صبا کے تخت بیلاوو

بٹھاؤ مجھے

دھناسیری گا کے دھن منج کوں سرنگ پیالا پلاتی ہے

خوش رنگ عورت

مرے سنگ مل نچاتی سنگے گاتی سنگھرابھرن

بیرے راگان جو گاتی استری توں منج کوں بھاتی ہے

اسلئے مجھ کو

الاپے گا ترا گنرا کماں بہوں کا چیٹرائی ہے

عشق کی آگ میں ابرو کماں کوشی سکاتی ہے

کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملک جیتا

سو سارنگ نینی سب رنگ میں رنگاں سوں سہاتی ہے

سبھی راگاں کے گل پھول ہار پایا ہے سو ملہارا

گلے میں پھول کا ہار ڈالا

جو گاوے رام کیری رام کر را واں رجھاتی ہے

سبھی راگاں محمد قطب شہ کوں جم سہاتے تھے

(ج) نبی دولت شعر میرا شکر نمنے جگاتی ہے

کے مانند

راج ترانہ

(۵)

سبحان کے بھومان سوں جیو و تمیں راجے سدا
زندہ رہو   اے راجہ
جم جم جیو و پُت میت سوں آنند خوشیاں کاجے سدا

حضرت نبیؐ کا ناوں لے سب مجلس آرائی کرو
نام
حضرت کے ناوں سوں (؟) جہانی شہ ساجے سدا

منجال ہے اسمان ہور تارے جڑے اسکوں جڑت
ہے   اور
اسکے کلس سورج چندر دو جگ میں بیراجے سدا ۹۱۰

بارہ اماماں ناوں سوں اسکے طناباں باندے خُش
خوش   کے نام سے
اُسکی شیریں میٹھائی تھے خسرو شکر لاجے سدا
شرمائے   سے

مل فاطمہ کے داس کوں سکیاں چیڑا و و تبل تم

یاقوت موتیاں کے طبق اس آرتی چھاجے سدا

ساقی پیالا پیم کا بھر بھر پلا عیشاں نے تیں

نٹوا ہو ناچے مشتری ہت زہر چنگ باجے سدا

ہاتھ زہرہ

حق کے کرم سوں جم جیو قطبا تمیں پت بیت سوں

تم

صدقے نبی دولت بخت جم راج کر راجے سدا (ج)

ترانۂ عیش

(۶)

دکھ درد گیا عیش کے دن آئے کرو کام
رنگ لعل گلابی چووے اس مکھ تھے پیو جام
ٹپکے سے

جلتا سو شمے بزم طرب میں نکو لیا وو
شمع
مے سور کے انگے ہوے سب دیوے سو گمنام
سورج مقابل چراغ

عشاق کوں پیو یاد سوں مے پینا روا ہے
اس مکھ کے عرق باج روا نہیں منجے آشام

عطار توں مجمر میں کتا باؤگا عنبر
تو کتنا ڈالیگا
منج جیو کے مجمر میں سدا باس ہے فرجام
میرے دل

شکر فروشاں کرتے کِتا نرخ شکر کا
کتا
نِرمول شکر کا لذتاں پایا یہ ہمن کام
پایا

مکھ آیت تفسیر میں ہے الجھے علماں سب
جنس کئے عالماں
عشاق سوں ہیجے ہیں ترے لٹ کے سرک دام
پھنسے زلف جیسے

تج حسن خزینا سو مرے دل میں کیا ٹھاول
تیرے
گنجور رکھن ہار کہیا تب تھے منج ایام
کہا سے مجھے

تج بندگی تھے سب ہی بندیاں میں سو براہوں
سے
کیا بوجھے نجے جگ میں کہ مشہور رہا نام

نا بوجھیں عشق پنتھ سو کاں پاوینگے اس انت
کہاں انتہا
ہے طوق گلے قاف کہ قلاب سو جیوں لام

ن جوں ۔

مو بات سو جا دار وغہ سوں کیا ہینگلے کوئی
میری
او بات کوں سب جانتے ہیں خاص میں مور عام
وہ　اور

دو دیس میں جانے کہ کریں عیش معانی
دن
دکھ بھان پیوے کہ نہیں جگ کوں سرانجام

(ق ۔ ق)

ان کے دارو قہ ۔ ن کے قطب شہ ۔

کھیل

چوگان

سائیں کھیلے نبی سوں چوگان خوش — پونچھے بن کر دیے میدان خوش

بات چوگاں سیتی جو بن گیند کر — کھیلو اپ سکیاں سوں تم سلطان خوش

حسن سوں نبی کا ترنگ چڑکر بھی اُو — تج تھے پایا او ترنگ پرمان خوش

سینہ ناریاں کا ہے میداں اُسکے نال — دو جوبن ہیں کھیلو تم چوگان خوش

ہر طرف رنگاں سیتی کھیلے ہیں پھول — کھیلو چوگاں اک ہے گلستان خوش

چھند زوروں سینے جینتو نل منے — سو نہاتا ہے تم .... خوش

اب نبی صدقے قطب شہ شوق سوں

پیار سوں لیایا ہے اپ مہمان خوش

لایا اپنا

(ح)

پھوکڑی پھو

(۲)

سکی تال دے منج ٹٹکنی کھڑی
کہ ڈھان ڈھکلنی کھل کر ٹھکنی کھڑی
(کھیل)

جو ڈھان ڈھکنی کے کھل کھیلن آنی دھن
(مجھے — کھیل — کھیلے)
نہ یک پھوکڑی پھو کھیل مسکتی کھڑی
(سیکھ کر)

خوشی کے بنداں تھے تھے زرزری چیر
(پسینہ — بوندوں سے)
جیوں ابراں میں بجلی جھمکتی کھڑی
(جس طرح — بادلوں)

سہیلیاں کے گندنے تھے چن گاس باندھے
(گوندھنے سے)
او شہ چرکیاں سیتیں بچکنی کھڑی
(سے — وہ)

سکی ین گنواری بوجھی اس کا تال
او چھند بند دھکارن لٹکتی کھڑی

سیتی حقہ بھر بھرنہ بوجھیں سو عشق
(وہ)
ہو بوجھیں ایس اپ لچکنی کھڑی
(خود ہی)

محمد شہ ہے اس زمانہ کا شاعر
نبی صدقے اس نیہہ ٹھمکتی کھڑی
(اسکی محبت میں)

(ق)

کھنڈی

(۳)

ناقص الاول

عجب کھنڈی ہے دو جگ میں کہ اس کھنڈی کی دولت تھے

سے

۵۲۰ اپن دل کے انداں کے کریں جگ سروراں کھنڈی

اپنے

منڈپ دے عیش کی مجلس بھر اعیشاں کی کرتے ہیں

گہر کھافاں میں ہور جوتی دُراں نچ سمدراں کھنڈی

تیج   اور

جتنے جیواں ہیں عالم کے وتے جیو واں پاسر تھے

سے   جتنے   اُتنے

اُمنگاں سوں کریں اپنے دلاں کمر تج گھراں کھنڈی

ملایک سب دعا کرتے صدق سوں ہات اُچا تِل تِل

سے   ہاتھ   اُٹھا کر ہمیشہ

محمد کی قطب شہ ہر براں کرتے براں کھنڈی

برسات اور سرما

اس عنوان کے تحت وہ نظمیں جمع کر دی گئی ہیں جن میں برسات کی بہاروں اس کے آغاز اور برسات کے موسم میں دربار اور خلق کی مصروفیتوں کے مرقعے پیش کرنیکے علاوہ دوسرے موسموں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آخری نظم موسم سرما پر ہے

روت آیا کلیاں کا ہوا راج — ہری ڈال سر پھولاں نے تاج

رت موسم

مینھوں بُند کا لیو بھت پیالا — روت ناریاں جیوں کس تھے یک ساج

مینھ کے بوند پارہیں — آئینے

تن ٹھنڈت لرزت جوں گرجت — پیا مکھ و بجت بجلی کس بجے آج

ٹھنڈسے لرزتا ہے گرجتا ہے

ناری مکھ جھمکے جیسے بجلی — انجل باوک میں تھپے اُس لاج

کیس پھول دیسے تارے اسمان — اس زمانے کی پری پدمنی آئے آج

بال نظر آئے جیسے

چوندھر گرجت ہور مینھوں برست — عشق کے چمنے چمن موراں کا ہے راج

چاروں طرف گرجتا ہے اور مینھ برستا ہے — ہر چمن میں

حضرت مصطفےٰ کے صدقے آیا برن کالا — ۹۵ — قطب شہ عشق کرو دن دن راج

برشگال

(ج)

(۲)

مرگ سلطانی تتارہ جگ میں آیا پھر کر آج — رُکھ سکل سر سبز ہو کر سر تھے کھلے لعل تاج

سے — درخت سب پھرسے کھلے

لال رنگ کمیلیا ہی مکھ پر لال کے لعل بدخشن — تو سُرج اس رنگ تھی ہرات جاوے لاج لاج

کمیلا چہرہ — سورج سے شرم

میرے انتم سرو کوں رکھ توں سدا پر پب سول | بار رحماں! آب کوثر سیتے دے اُس کوں رواج
تو کو سے | کو سے
تیرے مکھ پر خسروی فر منور دستیا | تو ہی ترکستان کے شاہاں دیونے تج کوں خراج
چمکتا | تب ہی دیتے تجھے
تج کھڑگ تھے تیغ رستم پست ہی عالم منے | رستماں میں تجکوں گنتے ہیں شجاعت کا سراج
تیری تلوار سے میں | تجھے
وو کھڑگ جھلکار بجلی ہو کے جھمکے[1] کھن منے | کڑ کڑا ابر کڑکیا ہے سب ہی دشمن کوں براج
وہ تلوار آسمان میں
بھنوں کماناں نا چڑا اپ لوچناں کے گوشہ سوں | کیونکہ تج شاہی کے دِشٹی تل دسیں دوجے دواج
کمان ابرو نہ چڑھا اپنی آنکھوں سے | تیری نظر نیچے نظر آئیں
آسمانی دور کا چوگاں لے چڑیے نہ ترنگ | دور چوگاں میں جو ملے گیند تیوں ملجے ہیں راج
بھنسے جوں
اے معانی[2] توں دعا تھے ہور رہیا تھا نا امید | تج دعا با مدعا ہے کر محمد سے نمنے راج
تو سے ہو چکا (ق ۔ ج) تیری کی طرح

(۳)

پلا ساقی مے ہور خوشی سیتی ناچ | ہوا سبز و خرم ہوا جیسا پاچ
اور سے
تمن شوق کا نین تھے میہہ چوئے | اے باتاں نہیں جھوٹ تم دیکھو ساچ
تمہارے آنکھ سے مینھ برسے | یہ سچی

ن[1] جھلکے ۔ ن[2] قطب شہ ۔

کہو دائیکہ جھاڑاں کوں یہ اسلام — تمن آرزو دل ہوا شیشہ کا کاچ

انگور کے تو — تمہاری

خوشی شادی سیتی تمن بزم میں — صراحیاں اپر ساقی پیالاں کوں ساج

سے ہماری — سے دینے

کھلیا ہے عجب پھول تو باغ میں — نکو دو تن سے منے مو نجا پیچ

کھلا کا ہے — غنچہ ہے

جلاؤ سپند تا نہ لاگے نظر — دو تن آگ میں تم پکاؤ وکملچ

لگے — غنچے کو

معانی علی دم تھے خوش ہی ہوا — کہو مصرباں کوں بجاؤ وکملاچ

کے سے — سے (ق)

(۴)

سہیلی بنے نیلی رت میں شوانی — گھٹا چھائے انبر نگارنگ نہانی

آسمان پر

سہے سبز انچل دھونو رجیوں گگن پر — مرگ میں مرگنیاں کی کسوت سہانی

سر پر جیسے آسمان

پیاری کے خوی بند شاطا نگارے — بھواں کج سہیں یوں جیوں اسماں سمانی

جس طرح

عشق کے بنے بن سو پیک ناد گاوے — پپیہا کے بولاں سوں پیو پیو فغانی

چمن نادسوں تال دارو بجاوے — جوبن کی پکھاوج بجاوے سمانی

سے

گلالی ہیں گلاں پیالے ملھاری | نویلی نوی کونپلیاں نَھے جوانی
نبی صدقے ایسے مرگ سال نت نت | علی کی دعا تھے چھتر آسمانی

(ق)

(۵)

انداں سینتے بھی آیا مرگ سال | دندیاں پامال عزیزاں ہوئے خوشحال
کنارے آسماں کے نیں شفق رنگ | دندیاں مارے گئے اچھلیا رگت لال
فلک نیں گڑگڑاتا مست ہے ہت | کہ شہ کے درجناں کوں کرنے پامال
اُنن کے دفع تیں کچھ نیں مجے کام | کہ آپی سب چھپے اُس بیت پاتال
کماں قوسِ قزح دینے ملک کوں | دندیاں مارن کوں لا مجوز کیے تس بھال
ظفر شہ پائے کر سب درجناں پر | خوشی سوں گاوے زہرہ فتح بر ہال

نبی صدقے نکو کر غم توں قطبا
علی ہور آل دایم تیرے رکھوال

(ج)

(۶)

مرگ مال آیا پھر تھے مرگ مینی سنکاراں کر
آیا پھر سے لئے موتی شہ
جڑنت مانک ہو بیاں لعل موتیاں ایک ڈھاراں کر

بدل ہوئے میں کیوں سے جھنکڑ باں جھمکا و بجلیا جیو
بادل
چھپا کھونے میں پھل تارے بدل کے اندھکاراں کر
پھول بادل اندھیرے

رسیلے کنٹھ سوں آلاپ ب کویل کے کہکاتے
گلے سے کوکو
پپیہے نادسوں مد پیونت کدنا خماراں کر
پپیہے کی آواز سے شراب پی ہمیشہ کبھی نہ

ہریا شیشا' ہریا پیالہ' ہریا کسوت' ہریا جوبن
ہرا ہرا ہرا ہرا ہرا
ہریا جوانی ہریالی میں ندیاں موتیاں کے ہاراں کر
ہرا

بچھل مکھ نیر ہوراں میں مچھیاں لوجن ترا چنچل
مچھلیاں آنکھوں کی
جوبن گج گرجنے اوپریشاں بادل کے بھاراں کر
ہاتھی زلفیں

ہوا اپتا دکھا کر چونپ سوں کر سازِ ملہارا

رجھالے شاہ کوں پیاری بجا کر جیو کتے ناراں کر

محمد قطب شہ کے کنٹھ لگ رین ن لگے جھڑ جیوں

گلے　رات　جھڑی جس طرح

(ق) دو جیں ات بھوگ گرمی تھے پسے خوی بند ماراں کر

سے　پسینہ کے بوند

(۷)

سہیلیاں مرگ سال آیا ہوا سوں　گر جن اس کا سہتا ہے ہوا سوں

سے　زیب دیتا　سے

مشک ہور زعفراں عنبر کلا کر　سکیاں تن کوں لگا وو بہو صفا سوں

اور　ملاکر　بہت　سے

چوا چندن اگر پر ل سہاوے　سجن مجلس میں ہر رنگ بے بہا سوں

(اگر)　کی　سے

طبق پھل بان کی پیاریاں بھراویں　سنواریں چولی اپ تن پر صفا سوں

پھول (پان)　اپنے　سے

پیا اپ من کی پیاری سوں ہی یک جت　پلاوے نیہہ کا پیالا وفا سوں

اپنے دل　سے　یکدل　محبت

گوا و راگ برسانت اس ہوا میں　سکیاں پیو کوں منالیا وو میا سوں

گا　برسات　لاو　محبت سے

نبی صدقے مرگ آیا انداں کرو قطب تماں اپنے پیا سوں
عیش کے ساتھ (ج)

(۸)

مرگ آئیا مرگنیاں اب مرگ کوں مناؤ
آیا ہے
مرگ ایسے پیالے میانے لعل تھے بھر پلاؤ
میں ہونٹ سے
جھاڑاں کوں پھول ہور پھل سہنتے ہیں جیوں جواہر
مثل اور
صدراں زمردی رنگ ہر اک محل بچھاؤ
میں
دستیاں جھڑاں میہوں کیاں موتیاں لڑاں کے نمنے
نظر آتی ہیں جھڑیاں بارش کی موتیوں کی لڑیوں کی طرح
اس موتیاں کا سہرا گند کر منجے بندھاؤ
گوندھ کر مجھے باندھو
رنگ بر بہوٹی کسوت کریاں ہیں پاتراں سب
آن کاس کے کنارے بجلیاں کارت جگاؤ
آکاس رتجگا کرو
برونگ نمنے بادل برونگ ہو دکھایا
کے مانند
شہنائی وار وان کا دوجگ کوں سناؤ

برسانت کے پھلاں کا بھید یا ہے باس روں روں
پھولاں اتر گیا
۱۰۰۰
دھپ کالے پھول باساں اب من تھے گنواؤ
سے دھوپ کاٹے کے پھولوں کی خوشبو
اے قطب شہ محمد خبراں خوشی کی آیاں
آئی ہیں
(ق) جم فتح میزبانی ات مرگ میں گناؤ

(۹)

گرجتا دیکھ مرگ چوندھر تھے فوجاں کر ملیاں بالیاں
چاروں طرف سے فوجوں کی طرح جمع ہو کر ملیں دوشیزہ لڑکیاں
مکلل ہو لگیاں جھمکانے بھی جیوں بجلیاں بالیاں
لگیں مثل بجلیوں کے
بکھایاں بھوئیں سوں چولے سب ..... کے بس ہنڈولے سب
بیٹھ
لگیاں کھانے کوں جھولے سب نویلیاں چھپلیاں بالیاں
نئی شوخ
متیاں ہو مد کے پیالیاں سوں نین غمزیاں کے چالیاں سوں
مست شراب پیالوں سے آنکھیں غمزوں کے چالوں سے
جوانی کے الالیاں سوں کریں مل مل رلیاں بالیاں
ترنگوں سے کرتی ہیں مل مل کر عیش

کھسا جوبن کسن میں تھے مدن، بلا کہ تن میں تھے
جو لی سے یاکر تاب سے

کھلاتیاں ہیں ٹب میں تھے چھبیلیاں پونڈیاں بالیاں
سے تھبیاں

پین، بھرن جگ گئیں چھن چھن گلنے کے لگیں جمن پن
پہن کر چمک دکھلائیں ہر لمحہ

چھین میں ٹھلکیں چھن چھن ہویاں ہو باولیاں بالیاں
انسار تو لی ہر ہچھ دو والی

بکس تھے ایک ہیں جوتی، دکھت بھولیں جگت کوتی
ایک سے زیادہ چمک ایسی دیکھ کر

خجل ہویں ڈھال کے موتی، دیکھیں جب چلبلیاں بالیاں

نبی صدقے قطب ساتاں ہیں مل دیس ہور راتاں
ساتھ دن اور رات

لوین سکھ اپنے من بھاتا، چھنداں سوں نرملیاں بالیاں (ج)
سے پاک صاف

(۱۰)

گرجا ہے میگھ پھر تھے تازہ ہوا ہے بستاں
پھر سے

پھولاں کی باس پایا بلبل ہزار دستاں
خوشبو

اے خوش خبر صبا توں لے جا جواں قداں کن
چمناں کی آرزو میں بیٹھے ہیں مے پرستاں ۱۰۱۰

وہ نونہال پھولاں ہے جام خوے سو باوہ
نرگس اپس پلک سوں جھاڑو کرے شبستاں

مکھ نور پر دسے یوں مج خط عنبری او
جیوں سور اُپر ہے بادل ریحان سوں گلستاں

جاہل سو دیں گنواں کر، ہم دین پر سو ہنستا
اپ دیں خبر نہ بوجے کرتا لوگاں سوں دستاں

دستور عشق کے تھے باہر توں پگ نراکھیں
ڈر ہے اگر رکھیگا تجھ دور خار رستاں

بے ہوش میرے دل کوں میٹھے ادھر جلائے
گلزار ہے عجب او دو لعل شکرستاں

مجھ عشق کے گداکوں اورنگ شاہی دینا
سب عاشقاں مجھ انگے ہیں طفلاں جیوں دیتاں
میرے سامنے

روزی ہوا معانی تجہ عیش کا پیالا
تجھے
(ق) بھر بیچے ہیں ہر طرف تو جم شوق کے تمناں
سب ہی

(١١)

گر جیا مرگ خوشیاں سوں سنگارو آؤ سکیاں
سے آرائش کرو
پڑتا ہے میگھ پھوی پھوی چولی بھگاؤ سکیاں
قطرہ قطرہ
عطار باؤ پن میں پھولاں کے کھول طبلے
مہکار آچا ئیا ہے پھر من میں دھاؤ سکیاں
اٹھایا
جوں لال پھول ڈالیاں پر تیوں دنداں پہ اپنے
١٠٢٠ بازو بنداں کے سر تھے پھند نے پھلاؤ سکیاں
پھرے

اسماں ہور زمیں سب یک رنگ ہو سہاتا

اور

ہے آج عیش کا دن ملہار گاؤ سکیاں

کر کسوت احمری سب سر پا تو لک مکلل

سر سے پا تک

سورج شفق میں جوں تیوں ہر یک پاؤ سکیاں

چمکو

یاقوت ادھر پیالیاں میں بھر کے مے محبت

ہونٹ

شاہ نول محمد تیں بھی پلاؤ سکیاں

نئے کو پھر

تٹویاں کوں نین پتلیاں کی مد پلا منی کر

مست

شہ کے مندر انگن میں نٹ کوں نچاؤ سکیاں (ج)

مکان کے

(۱۲)

مرگ ہینے کوں ملالے ملکاں مل گگناں میں

ملائک

سمد موتیاں کے جو برسائے سو بھرے انگناں میں

سمندر

دھرت بند چیر جواہر چولی رنگ پاچ کر انگ پر

پر ہوٹیاں لعلاں سوں اترے ہیں ہیناں نیں

کی کے ساتھ

گوکے چوندھر تے میوراں سے بن چولراناں دیکھ

چاروں طرف سے بیراں

نکھی رنگارنگی نقتے سے اُزاں ست ہو چمناں میں

نیچے

ہرے صحرا میں نبوے لالی گلالاں نبوے بن میں

شبنمی تیل سوں شمعاں جوں زمردگناں میں

موہنیاں تانے طراوت سوں سبز رنگ انگ ناگ کی اُبج

خوش رنگ جسم

بھونے بند چھند سوں لٹکتیاں جو بنالے ہیں بٹاں

امرت اوصاف تجل سات ہے ظلمات سوں بھیٹن

۱۰۳۰

یا نچل دو بدلاں سیام ہے جوبن کے کھناں میں

(دو سیاہ بادل)

دیکھ عجب چھند دو نین مج سے حیراں ہو کہے یوں

دو

جو اہے کیوں لگناں اپر سوں کنجک کسناں میں

کرنے نظارے ہوا کے پیاں مے مست سہیلیاں

بی بہے

میگ ملہار بھونر گائے سوتن تن منّاں میں

بارش

ہوئے مشکیں بھنوراں وو جو وطن کر رہیں پُھل میں

پھول وہ

نرل آچھے ہیں تلاں وو سمناں سے ذوقناں میں

اُن

سرتھے پگ لک جو مکلل ہو زرینے منے سکیاں

سر سے پاؤں تک میں

من ہرن مچ لبدایاں گھنگرو ہور پینجناں میں

اور

خوش نبیؐ ہور علیؑ کے صدقے غزل مرگ کی کہیا

اور

سو قطب نور سوں جم ترے کہ جوں سورج کرناں میں (ج)

(۱۳)

سالاں بسال مرگاں آنند سوں کجاوُ

سے

جو بن طبل خوشیاں سوں نت نت تمیں بجاوُ

سے ہمیشہ تم

نج تن کے جیو سے مبلانے جلو کے راگ سُہنتے
میں
رجنی کے ہٹ پیالا مے سب کے تیں لجاؤ

چنری جو چن کے باندھے او چیرا اس کو سہتا

بتیس برن سازوں اب تن اُپر سجاؤ

اپ کھونپ میں گندے ہی کیوڑے کے پھول چمبولی
اپنے بالوں کوندھے
چھندسوں پیالا ہتیلی ناریاں کے تیں لجاؤ
سے
صدقے نبی کے عیداں جلوا تمن سُہاوے
زیب دے
تم کو
(ق) ۱۰۴۰ قطب زماں کے تائیں تحفہ تمیں لجاؤ
لئے تم لے جاؤ

(۱۴)

مرگ رحمت کا گرج انبر پہ عنبر رنگ ابھالاں کے

ملا بر بیا حیات ہور خضر جوں بن جالے جھالاں کے
اور

مہے پر برسیں جوں باراں ابی سم ہیگ کے دھاراں

ملک لے ہت ہو نیزداراں چلے نیلو میں ڈھالاں کے

ہاتھ

سُرج شہ پریٹ سوں ٹھمکیں سہیلیاں چاند جوں جھمکیں

سو کھن درپن میں پڑ جھمکیں نہ جل عکساں رومالاں کے

. . . . نقص الآخر . . . . . . (صفحات غائب ہیں) . .

(ج)

مولودِ نبیؐ اور بارش

(۱۵)

نبیؐ مولود میں آیا مرگ سال — دنیا میں میں سو حظ پایا مرگ سال

ہنستی ہے

بدل کے منڈپاں چوندھر اچا کر — مندان بجلیاں کے گرجایا مرگ سال

بادل — چاروں طرف چھا کر

زمیں تازی ہو ہنستی ہے خوشیاں سوں — عجائب کچ ہو چھایا مرگ سال

سے

فرش ہر فی پہ موتیاں کے بچھانے — اپے فراش ہو دھایا مرگ سال

خود

جہاں ہیں خلق کوں یک ٹھیر تھنے — کرو کر عیش فرمایا مرگ سال

سب — سے

انت آپچھے میگ کا گلاب لیا کر — سنے پر جگ کے چھنکایا مرگ سال

سینہ — چھڑکایا

قطب مولود کرنا دیکھ امنگ سوں

سے — ۱۰۵۰

نبیؐ سہیلا اپے گایا مرگ سال

تھنڈ کالا

(۱۶)

ہوا آئی ہے لے کے بھی تھنڈ کالا — پیا بن ستاتا مدن بالے بالا
ستاتا

پھر
رہن نا سکے من پیا باج دیکھے — ہووے تن کوں سکھ جب ملے پیو بالا
رہ نہ سکے دل کو بغیر

اے سینتل ہوا منج گمے نا پیا بن — مگر پیو کنٹھ لا کرے منج نہالا
مجھے گزرے — گلے لگا مجھے نہال

سجن مکھ شمع باج اوجالا نہ بھاوے — بھلایا ہے منج جیو کوں او اجالا
کی شمع کے بغیر — میرے دل کو وہ

جو رات آوے چندنی کی منجکوں ستاوے — کہ چند نا منجے نین نین سوز لالا
چاندنی مجھے — میرے لئے چاندنی نہیں بلکہ چشم سوز لال

مرے من کا بھاتا ہے لالن سوں ملنا — منجے بھاتے ہیں پیو ہت کنٹھ مالا
خواہش سے — مجھے کے ہاتھ

نبی صدقے قطبا انداں سوں ملکر
اپس سائیں سوں پیوے جم مد پیالا (ج)

مَحلّاتِ شاهی

خداداد محل

خداداد محل کوں محمد سنوارے — تو اس میں جنّت کے نگاراں نگارے
کو محمد قلی قطب شاہ — معشوق

بلندی محل کا ہے اسمان جیسا — سورج چاند تارے سو اس تھی سنگارے
سے زینت پانے

نہ اس جگ میں دیکھے کوئی ایسے محل کوں — مگر دھرت پر قدسیاں لیا کے ٹھارے ۱۰۶۰
شاید زمین لاکر رکھے

جوں آٹو بہشت منے آٹو چھجے اس — خضر چشمے بہتے ہیں تس میں سدا رے
جس طرح آٹھوں کی طرح آٹھوں — (دکھے) جس

جگت کوں حیاتان بخشنے کے تائیں — جوں عیسیٰ کے دم تس میں بہتے ہیں بارے
لئے — مثل اکے ہیں

سرج چاند پیالیاں منے امریت بھروے — بدخشی لعل سم کئے رخسارے
سورج میں آبحیات — کے مقابل

اُن مکھ مین لب عقیقِ یمن جوں — سو مکھڑا سہیل ہو کے تابش سٹبارے
کی طرح — ڈالا

پون تھے ہیں نازک سو پانی تھے پتلیاں — مرگ اچھریاں پانزاں سورسارے
ان کے چہرے ہوا سے — جنت کی حوریں سورج

فلک تھے جو زہرہ زمیں پر سو آکر نچا کر بجایا چنگاں کے دھکارے

سے چنگوں

دیکھادیں ارت بہت بن سوں توکریے فلک کھول کھڑکیاں ملک لک نظارے

دکھائیں کر کی

رنگ آسمانی چینڑ بان چھبیلیاں سو بندکر سورج مکھ کرن جھلکے تن کے کنارے

ہاتھ ان

بھواں آسمانی کماں مس غلوں اُس دو تن کے جیواں کے سو ہدفاں اتارے

نبی صدقے یارا اماماں کرم تھے ۱۰۰۰ کرو عیش جم بارہ[۱۲] پیاریاں سوں پیارے

کے سے کے ساتھ

خدا کی رضا ہور محمد نظر تھے

اور کی سے

علی پیار سوں قطب کوثر پیارے (ج)

سے

سجن محل

(۲)

ساجنی سجن محل میں ساج کر چھنداں سو آئی

جان جانی ہو کے جاں کا پیالا سو منجکوں پلائی

مجھے

سر میں چڑیا ہے اثر سر تھے کئے ہیں مجہ خبر سد

مجھے چڑھا تے پھرسے

نین خماراں کا بھی ناز سوں سر تھے چڑائی

سے پھرتے چڑھائی

کیس میانے پھول تارے چاند سورج گند ہے

بال میں

پھول کیساں تھے دوجا آسمان سچلا منج دکھائی

مجھے سچا دوسرا سے بال

بھنواں میانے روس بار گرہتی پیالا پیو منج کوں

بھوں میں گرہ ڈالکر مجھ

نین ادھر کے نقل سنتی مج کھلائی ہے ملائی

مجھے سے

گال گلالی اوپر طرّا پھولاں کا گندھ دھری ہے
گونڈ کر
گال پر کان نازک ہے اُن کا ہوا ہوں میں کھلائی

نور تن ہاراں کے پھانسے کر گلے میں بائی ہے آپ
ڈالی اپنے
تو ہزاراں بجلیاں انچل چمک میں پہنچائی

قطب شہ توں اس سکی کا کیوں بیان کرنے سکے گا
تو
نبی صدقے گرو گر ہو سب سکیاں کوں مل نچائی (ق)

اعلیٰ محل

(۳)

اعلا محل اعلا دسے اعلا خوشیاں مہتر گھڑی
نظر آئے

اعلا سکی اعلا دسے جوبن کھڑی دو دال بھری
نظر آئے

انگ جوت کے چند نور پر کنجک دسے بادل نمن
جسم کی جھلک چاند نظر آئے کی طرح

تارے تگٹ پھولاں سیس باندی ہے ساری زر زری ۱۰۸۰
زیب دیں باندھی

جب سیس پر ڈھالے پلو چند نا چھتر تانی سکی
سر

اے ساز کرشمہ سوں ملی تب یوں دسے جیوں شہ پری
سے ایسی نظر آئے جیسے

تج بل کڑی کے لعل میں سب مملکت کا مول ہے
تیرے

تیری ہنسی کے بھید تھے چھپیا ہے سحر سامری
سے

تج مکھ کی لالی تھے دیپے سورج کی لالی بھاگ سوں
سے چمکے سے

تاریخ بہو دیکھیا نہ کس تاریخ ایسی استری
بہت دیکھا عورت

مانک ادھر کے چشمے تھے شربت بنجتا جیو کا
ہونٹ سے پیدا ہوتا زندگی

اس نیر میں پیاسے اچھیں پاشہ اچھو یا لشکری
پانی کے ہیں ہو

صدقے نبی اعلےٰ محل میں قطب شہ جم جم اچھو
ہمیشہ رہیں

جب لگ اچھیں اسمان پر چند سور زہرہ مشتری
رہیں چاند، سورج

(ق)

حیدر محل

(۴)

حیدر محل میں دایم حیدر کا جلوہ گاؤ
عرش آسماں دھرت پر نصرت طبل بجاؤ

لیا نسیم ساقی منج بزم میں صراحی
پیالے کی جوت میانے سائیں صورت دکھاؤ

سورج طبق سے گالاں میں مے نقل دھرو تم
پیاری پرت کے ہاراں پیاری کے گل میں باؤ

نہ کے نہالاں میانے کنچگ کے باد کہ دیو
زہرہ و مشتری سوں پاتر زنبھا نچاؤ

جہتر گھڑیاں سوں ہاویں سینے اوپر کچویں
شہادیں
نا بات دو دیتی اَمرت گھڑیاں بھراؤ ۲۰۹۰

پدمینیاں جیتیاں مل شہر روپ پر بھلیاں ہیں
ان ہات قول بیسٹر ادیکر سکیاں اُچاؤ

صدقے نبیؐ قطب شہ جلوے کے تخت بیٹھے
حوراں پریاں سہیلیاں مل آرتی دکھاؤ

(ق)

محل کوہِ طور

(۵)

کہہ طور پر سدا ہے سبحان کا اُجالا | تو خلق سُرمہ کرتی رحمان کا اُجالا

اس طور کا سو ٹھارا مانند بہشت ہے | اس نور تل چھپیا ہے اسمان کا اُجالا

مقام — کے تلے چھپا

اس محل کوں سو دیکھت بھک پیاس سب کا جاوے | جانو جھلکتا وان شہ مردان کا اُجالا

دیکھ کر — بھوک

بارا برج پر ہے بارا امام دستی | تو اس اپر جھلکتا ایمان کا اُجالا

بارہ — کی نظر — پر

ہر اک کنگورا اُس کا جام جہاں نما ہے | ہے ہر منار پر شہ کنعان کا اُجالا

یا قطب سات کھم کا یا تخت ہے سلیماں | جو جگ پہ ہور وان اُس فرمان کا اُجالا

(کھمن۔ آستانہ)

انگن ہے اس محل کا جوں آرسی سکندر | دستا ہے تس پہ توراں ایران کا اُجالا

صحن — مثل — آئینہ — نظر آتا ہے

چند سورا نو بچارے بیتاب ہووین دیکھت | اس محل کے نورانی میدان کا اُجالا ... ٢١

چاند — سورج — وہ — دیکھ کر

ساتو سو ملک میانے مانند نہیں ہے اُس کا　　اُس اَنگے متار نمنے ہے بھان کا اُجالا

ساتوں　میں　　آگے　مانند　سورج

قدرت تھے سو رچند سوں بنیاد اس محل کا　　سب کھان پر جھلکتا اُس کھان کا اُجالا

سے سورج چاند سے

اس محل کے کنگورے لاگے ہیں عرش پگ کوں　　جگ قبلہ ہو کے دستا اس بھان کا اُجالا

لگے　کے قدم کو　　نظر آتا　جگ

ساتو سو خسرواں کی پیشیاں دیا خدا منج　　جم جھلکے تس میں بیٹیاں جانان کا اُجالا؟

ساتوں　مجھے

ہر شہ نشیں میں ہر دن ہر برج پر حکم سوں　　ہر شہ پری سوں مجلس جاں خان کا اُجالا

قطبا نبیؐ کے صدقے آنند کر اس محل میں

بستا ہے اس میں شبیر یزدان کا اُجالا

(ج)

قطب مندر

(٦)

سُلگن سعد ساعت سوں سُرج چند اختراں خوشیاں

سے سورج چاند

قطب مندر میں کینے مل دیکھ امرتِ منتراں خوشیاں

کرتے

ملایک نور درسن کے، محلاں باند درپن کے

دیکھت تاں فرش رتن کے کیے نوانبراں خوشیاں

آسمان

سکیاں چند سار زتاں میں پیالے مدپی باتاں میں

چاند کی طرح

شراب کے

کریں صریاں سوں ہاتاں میں پیالے گوہراں خوشیاں

صراحیاں سے ہاتھوں

نین جھلکار جاکھن پڑ دیکھت ہنستے سرگ بن پڑ

باغ جنت

سوتن کے نور تن تن پر کریں جوہراں خوشیاں ٢١١٠

خوشیاں عیشاں انند اں سب، شرگنیاں سن یہ چھنداں سب

رہیا ہو پسنہ خنداں سب، بھرا تر جگ گھراں خوشیاں

نکل کھن تھے گہر تل تل، محل یاقوت مرجاں تل

آسماں سے

کریں کھن سانٹ ہو یکدل، دُراں سوں سمدراں خوشیاں

موتیوں سے سمندر آسمان

سہیلیاں جب بچن بولیں، نچھل نرمل رتن رولیں

پنکھی جیواں کے مرغولیں، دیکھت کھولیں پراں خوشیاں

دیکھ کر دلوں

سکیاں چن بند کمل دینیاں، بجاتیاں امرتیاں بینیاں

بین بجاتی ہیں

اُمنگ سوں باج ارت دینیاں، سرج ہوریں جنتراں خوشیاں

سورج ہے

نبیؐ صدقے قطب جکی غزل صد ہور دو دِس کی

اور دن

کھیاوے گرہ کن اس کی، تو سن ہوئیں کن سراں خوشیاں

کان میں کہاوے کر

(ج)

بارہواں پارہ ۱۲

۱
نھنی

نھنی سر تھے اپ کوں سنواری عجائب — مشاطہ پری ہونگاری عجائب
پیر سے — خود — عجب طرح
نویلی کہ قد سم سرو کد نہووے — کہ نو کھنڈ منے بی پیاری عجائب
کے — کبھی — آسمان میں
مدن پھول کی رنگ ساڑی بندی ہے — سُہے اُس کی موتیاں کناری عجائب
کے — باندھی — زیب دیتے ہیں — موتیوں کی
تمن یاد کی مستی منج کوں چڑی ہے — نین من میں کھلتی خماری عجائب
تمہاری — مجھ کو — چڑھی — (چشم دل)
نبی صدقے قطبا ریجھانے کے تائیں ۲۱۲۰ بجاتا ہے تانا و تاری عجائب
لئے

(ع)

(۲)

پرم موتی چوایا ہوں سکیاں گند و خوشیاں سیتیں
کے — ٹپکایا — گوندھو — سے
کہ مکھ روپاں کے جھلکارے جھمکتے ہیں نوراں سیتیں

عشق کا داؤ منج سوں کھیلتی ہے او ہفنی پیاری

مجھ سے وہ

چندا مکھ پر توے چنداں دکھاتی ہے نواں سیتیں

نئے

کبھوں تج بھیس کے باساں کہ یا تج بھید کی کہنی

تیرے کہانی

کہ تج باساں کے مہکارے مہکتے عشق جاں سیتیں

تیری خوشبو

مہکتا باس تج تن یوں کہ مہکے سانت کا مہ جیوں

تیرے

پرم کی بات کرتا ہوں پرم کے عاشقاں سیتیں

ترے نیناں کی جھمکن میں سہاوے بھید کاجل کا

لگے ناچاک ذو تن کا نین کے منتراں سیتیں

محمد بال پن تھے ہے محمد کے غلاماں میں

محمد قلی بچپن سے

تو جیتا داؤ میں پنتھاں سوں سارے سنگیاں سیتیں

(ق)

(۳)

ہنستی ہے کھلتی ڈلتی پیالا پلاتی منج کوں
میری مستی تیری مستی جو لکھن سہاتی منج کوں

نوی ہنسی نوے غمزے پیاری تو دکھاتی
جلوے کے راگ گا کر پھر پھر پلاتی منج کوں

ہنس ہنس کے مکھ سوں مکھڑے کے پھل بچھاتی
عشقوں پیالا نازوں پیو کر ڈلاتی منج کوں

بولے جو بول سکاتی بولنے میں
۲۱۲۰
یک یک پیالا دے کر نس دن گماتی منج کوں

چکا چکا کہ انچل لیتی ہے مور چھب سوں
زلفاں کے پینگ میانے نہہ سوں پنگاتی منج کوں
میں

مستی بوتی نھنی اپ تن اُپر چڑائی

اپنے

اے بوتی میں رُپے کا چندا دکھاتی منج کوں

یہ　روپیہ　چاند

خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد

(ق) شہنامے کی کہانیاں سر تھے سناتی منج کوں

پھر سے

(۴)

نازک نھنی بالی محبت میں سو نا جانے ہنوز

لوچن کجل جھمکیں و لے بارے نہ پہچانے ہنوز

کاجل

تہہ پر سو من دھرتے نہیں شیشے سرا بھرتے نہیں

میں شراب

پیالی میں مد کرتے نہیں جم عرض نا مانے ہنوز

امید جم تیرا اہے تج قول کوں سیرا اہے

معشوق توں میرا اہے جانے نہ دل لانے ہنوز

نمن پن کے کھیل مولاں نہیں، امرت ادھر تولاں نہیں

مکھ صاف تیں بولاں نہیں، اپ ترخ تا چلنے منوز

ایضاً

قطب زماں کوں جان توں نہہ کئے بچن میں آن توں

(ق) دے عشق کیرے دان توں کینا ایس تا منے تہوز

کرنا

(۵)

دوڑ کر لاج سوں انچل وو نھنی لٹکی چمن

اُس نھنی ڈال اوپر کیوں لگیا ہے سبو یوں

سو کاسوں کرمیں جو غصہ و نازکی بات

۲۱۴۰

جب ہونٹاں تھے جھڑے پھوڈی جیو منگے اسکوں گمن

نیہہ نہالاں میں لگیا یک جھاڑ کوں خوش پھل رتن

باغ کا ہے او سرو مانی خدا رکھ اُس جتن

او بہشتی باس سوں کھیلے ہیں پُھل سب جاگ منے

اس

اس کی باساں کن نیہ ہے سب خطا ہور سب ختن

کوئی نہ پاسکے

جب کتاں کے بھید گندالے ہی نٹ نٹ کا رسوں

او ہنکاراں ناؤ سن کر گرگڑ بڑانے سب پتن

عشق کے طبلاں بجے دایم بہشتی عدن میں

بھید اولے کر دکھاتے ہیں آرت اپنے نین

تیرے مکھ تھے پائے ہیں سب خوبرویاں روشنی

ہے

جوہراں کیا کم تجھے دستے ہیں تج مکھ پر پچھن

چندنی میں جب چھند سوں لٹکے تو چندا جائے چھپ

چاند

آرتی ہونے تج اوپر آتے ہیں تارے گگن

میں نچھاوں کیسے نوراں تجھ ہوئی تو آفریں

سب پنکھی چھوڑے ہیں تیرے جوت تھے اپنا وطن

منج اوپر کاہے چڑاتی ہیں بھنواں کا تم کماں
غمزے کے ناوک سوں دیو اپنے ہوٹاں کا چوٹ

اے معانی ختم کر ہے تیرا گوہر بھو بھا
(ق) مصطفےٰ و مرتضےٰ منج کوں کمر باندے کسن

۲

سانولی

مری سانولی من نکی پیاری ویسے ۔ ۲۱۰ ۔ کہ رنگ روپ میں کونلی تاری ویسے

دل نظر آئے

سُہے سب سہیلیاں میں بالی عجب سرو قد ناری اوتاری ویسے

سکیاں میں ڈولے نیہہ بازی گن جب اوکھ جوت تھے چند کی خواری ویسے

اُس کے سے چاند

توں سب میں اُتم ناری تج سم نہیں کویل تیری بولاں تھے ہاری ویسے

تیرے مقابل سے

تیری چال نکی سبھی من کوں بھائے سکیاں میں توں جوں پُھل بھاری ویسے

پھول

بہوت رنگ سوں آپ رنگیاں سکیاں ولے کاں ترے رنگ کی ناری ویسے

کہاں

نبیؐ صدقے قطبا پیاری سدا

سہیلیاں میں زیبا تماری ویسے

تمہاری

(۲)

پیا سانولا من ہمارا بھلایا نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

دل

__________ تو اپ حسن سورج سوں جگ کوں دپایا

__________ کہ تاریاں میں اس جوت سیتی سُہایا

(اپنے کے سے)

رنگیلی دھڑی اُس اُدھریوں سہاوے ۲۱۶۰ کہ اپ رنگ سوں جگ رنگیلیاں رجھایا

(اسکے ہونٹ تھی اس طرح) (جگ سے)

چنچل سیتی رلیاں کیا آج سب نس انند مطرباں سوں خوشی سوں گنوایا

(کے ساتھ رات) (اپنے سے)

ہنسے اُس کنول مکھ تھے جھڑتے ہیں موتی تو اُس ٹاب موتی سوں جگ جگمگایا

(سے)

نبی صدقے قطبا سوں مل مدسجن جب پیے اپ خوشیاں سوں تو گل بانہ بایا

(رج) گلے میں ہاتھ ڈالا

(۳)

نھنی سانولی پر کیا ہوں نظر خبر سب گنوا کر ہوا بے خبر

نین چلبلائی سوں کرتی ہے ناز ہمن من روں بھید پایا اس کا اثر

ہنسا جب کرے ناز و چھل سیتیں — دسن جوت منج کوں دسیں جوں قمر

سے وہ — دانت کی چمک نظر آئیں

ترا قد سرو نکلے جب چھند سوں — اڑے کھونپے کا تج اپر تب چنور

تیرے

سو دھن کسوتاں کر جو آئی انگن — اجالا وو کسوت تھے پایا انبر

اس سے آسمان

موتی رنگ کا نمتینی پینے توں — دیسے منج نظر تل بہشتی سندر

نمیتنی پہنے — نظر آئے میری

معانی نزاکت ترا سب بوجھیا

۲۱۷۰ توں اس کوں کھٹے کا چکا دو شکر (ق)

۳
کنولی

لے کھڑی کنولی پیاری اپنے ہت میانے پیالا
ہاتھ میں
لے بھکتی ہے جھلکنی میں پون جیون ہرن والا
ہوا
عشق باساں کے سو پھانسے پاک کھینچے آپ دمن
آپ
کیس میانے بھل جسڑی چوٹی منے دونا و بالا
بال میں میں
کونلی مکھ پر بہوں چڑائی ہے یوں نوراں سیتی
سے
عشق کے فر کھے ہیں پوچھو تم ان ناداں کالا
عشق تباں تمھے لگے ہے میرے نین میانے قماری
ہے میں
نین لذت منج چکھا کر نیسکے تن میں کرا و جالا
آنکھ مجھے

کمنیچتی کھنچاتی کھڑی ہے پیاری اپنی کمچ ستیں
سے
اچل اوچھل تھے نچاتی ہے نین پتلیاں کا چالا
آنکھ سے
نورتن روشن ہوئے ہیں اس کے انگ کے رنگ ستی
جسم سے
چاند سورج کے حمایل بائے ہیں گلے کنٹھ مالا
ڈالے
ہے محمد قطب شہ بندہ علی کا کمتریں
(ق) تو ازل تھے اوڑتے ہیں منج سر پہ اسمانی رومالا
سے

(۲)

تج قد دیکھ سرواں ہاکے گئے ہیں بن میں
تیرا (کر)
تج قد سہاوتا ہے جنت کرے چمن میں
تیرا
پلکاں تمد تلکے کر راکھیا ہوں میں تکے تیں
رکھا
جو پوتلی و ہندی تکہ آئے منج نین میں
پتلی وہ میری آنکھ

دو لب ترے رنگیلے یاقوت کوں دیے رنگ

۲۱۸۰

لے بھیک رنگ عقیقاں رنگیں ہوئے یمن میں

خلوت میں گمتے شہ جب ڈبتا ہے چاند گھن پہ

گم رہتے ڈوبتا آسمان

چھپ جائے سورنس میں نکلے جو شہ انگن میں

سورج رات صحن

باریک تج کمر دیکھ باریک ہوا ہوں جوں بال

تیری (دکر)

ویسا نہیں ہے کوئی تار ایک پیرہن میں

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں جو تھیاں سو بسر

تھیں بھول گیا

کھونی سکی کوں دیکھت میں سدھ بھولیا دکھن میں

کوتی دیکھ کر سدھ بھول گیا

(ج)

(۳)

اُتم پیاری نظر بازی منجے تج سوں کھڑی ہے

مجھے تیرے ساتھ

نظر بازی کوں مج سوں نظر رکھ جب کھڑی ہے

میرے ساتھ

کندن رنگ تپلی کونلی ہور سروپ ویوں نویلی

اور

سُلکھن سندری آلی لچھن د ہداں پری ہے

گلالی نین ہیں تیری سمد پور موج مارے

سمندر پورا

سُرج سے گال پر دنت نورتن مانک چڑی ہے

سورج دانت

بہور نگ رنگ بالے بال ہے تج میں چنچل انتہ

بہت

سُہے تج راج ناریاں کا کہ توں کونت پری ہے

کرنگ نینی سہیلی توں ہیرے جیو کی پیاری

(ج) محمد قطب شہ سلطاں سوں مل ہل ہت چڑی ہے

ہاتھ لگی

(۴)

تازگی تھے تازہ چنچل آئی میرے برمنے
بیل کوں لے سبز آنچل پھول جیقہ پر منے

۲۱۹۰ کونلی پیاری سہیلی باری ڈاو ساری اوسوں
نین ناری رنگ دھاری مدخماری سر منے

نیہہ دھن کا نار بھن کا پاوں جھنکا یوں سہے
آس من کا عیش تن کا ذوق کن کا ہر منے

دوتی گاری دکھ تے کاری ہوک گھاتی کرتی ہے
لاک چاڑی لوج باڑی مج کوں آڑی در منے

ہوکر؟

اے معانی تیری مانی سب میں سیانی نار ہے
بھید جانی نہ پچھانی تخت رانی گھر منے

(ق)

۴
پیاری

سکیاں جا منا لیا و پیاری کوں آج — کہ سب چھند بھریاں کا ہے سیس تاج

لاؤ — بے سرکا

کھویوں کہ مندر کوں بھوزیب سوں — سنوارے ولے نا گمے تج باج

بہت کے ساتھ — نہ بسرو تو تیرے بغیر

مدن آ سنتا ہے گرگیاں کوں — کرو دادا میں آ تمارا ہے راج

خود ہی آکر تہا!

عجائب ہے کسوت تمن حسن کی — کہ اُس تھے سُہاتا ہے عشوباں کا ساج

تمہارے — سے

توں خوباں کا ہے روپ میں پادشاہ — تو لیائے ہیں سب تیرے تیں تہہ خراج

لائے — لئے عشق کا

تمن مکھ کا نور جب دیکھوں میں — او یک چھن منجے سو برس کا ہے کاج

تمہارے — لو

نبیؐ صدقے قطبا تھے مجلس سدا

۲۲۰۰

سُہاتا ہے جوں حسن سوں ملک لاج (ج)

(۲)

پیاری نگر توں سجن سوں منم — جو جاگی جوانی تو پھر ہو گی خم

یقیں جان جگ میں آیا تے ہے — کہ گوہر پھٹے پر ہوتا مول کم

جوانی و جوبن ہے سب پاؤنا — کہ تجھ تھے ہووے عیش سائیں کوں جم

میا آپ سائیں کا رکھ اپنے دل — کہ تج تھے ہووے عیش سائیں کوں جم (مکرر)

پھنداں سیتی سنگار کر آئی دھن — سُہے مکھ اُپر خوی کہ جوں پھل پہ نم

پنواتے ہیں سکیاں میں اپ حسن کو — او جائے ہیں گوبال میں اپنا علم

نبی صدقے قطبا ہے تج نینہ تھے — سُہے سب بتاں میں توں اُس کا صنم

نگر: کے ساتھ غرور؛ جائے گی؛ یہ؛ سے؛ محبت اپنے؛ تجھ سے؛ سے؛ زیب دے چہرہ پر پسینہ؛ پھول؛ شبنم؛ پلاتے؛ اپنے؛ اٹھائے؛ تیرے عشق سے؛ سہائے؛ (ج)

(۳)

خوشی دولت گھڑی باجے پلاؤ ہلو ناداں سوں

عشق کی دارو نی لیاؤ بجاؤ عیش ناشاں سوں

لاؤ؛ (تاشا)

ترازو عشق جو کھی ہے پیاری آنکھ انکھیاں تیں
عشق کے ڈاو یک یک کھیلتی ہے ڈاو ڈاواں سوں

کہو الحمد للہ میری پیاری ہے پیاری
عشق کا شرط لکھے ہیں شرط سوں تیرے ناواں سوں ۲۲۱۰
نام

عشق گوہر چڑانی ہے اپس کی داونی میانے
خود
میں
اپس کی بانہ پر پھندنا بندی ہے بھاو بھاواں سوں
باندھی بازو اپنے

عشق کی باتاں میں منج کوں عشق کی کہنی سناؤ تم
کہانی مجھے
پری پر میانے ہلجیا ہے مراول نہہ پریاں سوں
پھنسا

عشق ہور عاشقی کا جلوا گاؤ عشق سوں سارے
اور ہے
تھیتا ناچنے گاتے بجاتے سبد نالاں سوں

پلاتی مدبھرا پیالا مرے تیں مدبھری پیاری
(ق) محمد قطب ہت کنگن بندھی ہے لاکھ چاواں سوں
کے ہاتھ میں

(۴)

پیاری تو بول مارے تج بول نیں بہت پیارا
تیرے کو نہیں
دستا ہے بول تیرا ہر ایک جوں کنارا
نظر آتا ہے

چوٹی تیری سو ناگ ہے ہور زہر اس میں کڑوا
اور
او گھر کھیلاں میں دستی توں سا چلی سنپارا
نظر آتی تو سچی

پھر پھر بھنور کے نمنے تج باس ہوں تو لیوں
مانند تجھ
اس باس میں نہیں ہے نرگس کا خمارا

دیکھ دیکھ کر صندل کوں لانا مشک کی لانا
تو تن کی باس آتا سحلا جبا سنبارا

پینی ہے کاج کی کاج اچھری بندی ہت میں
پہنتی باندھی ہاتھ
کیا جانیں پاچ ہور کاچ او ہندوی کنوارا
اور وہ

تج بول میں نمک نیں، تیرے ادھر میں رس نیں

تیرے نہیں ہونٹ میں

۲۲۲۰

تیرے کنک میں کس میں ہور چوٹی ہے اندھارا

اور

ایسے رتن رسن سوں دریا تھے قطب کاڈے

زبان سے نکالے

دوجگ میں اس کوں دائم ہے مرتضیٰ ادھارا

(رج)

(۵)

پیاری تیرے بچھڑے تھے رین منج نیند آوے نا

بچھڑنے کی وجہ سے رات مجھے

توں قدرت کی گھڑی تج بن گھڑی بیتر موبھاوے نا

تیرے بغیر مجھے نہیں بھاتی

رین دن کوں ج جانے نا جو کوئی جیو عاشق ہے تیرا

رات دن کچھ جی سے

لگیا ہے یاد یوں تیرا کہ بھی کچ یاد آوے نا

کچھ

پرت تیرے کوں لقماں بھی سکے نادار ودینے کوں

محبت نہ سکے

صحت کیوں ہوے عاشق تیں جو لب شربت چکاوے نا

کے تئیں

پیچھی نِج راتِ کا یک رات منج سنوارات ہودستا

نظر آتا

واقعی ذری

کنا کس سیج رہنا میں جو توں سیج اپ بلاوے نا

کہنا

اپنے

تری اس آنچ تھے دل ہے جیسا ابلوج کا کِلا

سے

کہ جوں نابات توں گھٹ ہی اپس کوں پگلاوے نا

نبات

تری باتاں تری دھاتاں تری ریتاں اہے بہوت دھات

ریت رسم

دیتی جیکچ توں گالیاں دے بوسی دلاوے نا

جو کچھ

بوسے!

نبیؐ صدقے عشق باتاں خدا تج تیں دیا خاناں

نہیں

کی

تجے قدرت یتا ہے جو قطب کوں سمجاوے نا (ج)

مجھکو

اتنا

۵

گوری

نہاتا ہے مکھ حسن گوری کا شاب — او مکھ چند پہ چند کیاں میں لاجوں نقاب

او قد سرو نیں ہے کندن کا نہال — جھمکتا ہے تو اس تھے سورج کا تاب

توں رنگ رس کی باغ کی ہے کلی — تو جوتا ہے جیون کا تج مکھ تھے آب

رسالے او دھر میں ترے مد بھرے — سو کرتے ہیں عشاق دل کوں کباب

کہوں زلف یا تازہ سنبل سہی — او مکھ پھول پر جوں کہ چند پر سحاب

تری چال مدمت تھے لاجیں گج — نہیں ان میں اے بھید ہور اشتاب

نبی صدقے قطبا سوں گوری ملی
توگل بانہ دے اس کوں پیوے شراب

(ج)

(۲)

عشق کی پتلی ہے گوری رنگیلی — چتر ناریاں میں دِستی ہے چھبیلی

(نظر آتی)

تہیں تج پدمنیاں کے روپ برماں — کہ ہے چندر مکھیاں میں توں رسیلی

(زیب دیں تجھے)

بنے سولہ سنگاراں تیرے انگ تھے — کہ سب خوباں میں توں دستی گہیلی

(جسم سے) (نظر آتی)

برستا ہیں تیرے نور جلوا — نہ دیکھی تجھ سی کوئی سندر سہیلی

نبیؐ صدقے قطب شہ سوں او پیاری

(سے)

پرا او حسن کا کر آکے میلی

(ملی)

۲۲۴۰

(ج)

(۳)

عشق کی پتلی توں میرے دل کھڑی
سُہے ناز نیہہ پتلی کوں نیہہ کا
عشق کو پے سوں کھینچ باندی کمر
پرم کی سہیلیاں کرو ہم سوں بات
تنے تن ترے رنگ بھرے پھول ہیں
عشق صحبتاں میں پیا لا پلا
نبیؐ صدقے قطبا کوں گوری ملی

تجے نیہہ کے پر لگے اسے پری
عشق سونتے میں منج اپر چت دھری
جو بن پیالا لے ہات میانے کھڑی
پرم باغ میں سُہتی کسوت پری
توں سیورائی ہوناں سنے ہی کھڑی
تری نیہہ بھٹی کی مستی چڑی
ہلات اس کا ہے سورج و مشتری

(ق)

٦
چھبیلی

چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا — کہ اس بن نہیں ہمن یک تل قرارا

صبوری کوں نہیں ہے ٹھار دل میں — صبوری کیوں کرے سو کر نہارا

الک پھانسی سوں پنکھی جیو پکڑنے — دکھائی گال اوپر تل کا چارا

بسے من میں سو اسکے خیال نس دن — نہیں اس خیال بن منج من میں ٹھارا

نین بہری چھوڑی سو کے ڈوری سوں — کرے چنچل پنکھی دل کوں شکارا

میا کرنا کرے معشوق اپے ہو — کہو نا کیا کرے عاشق بچارا

نبیؐ صدقے قطب عاشق ہے تیرا
سدا مل اچھہ نہو یک تل بی نیارا

(ج)

ے

لالا

ہلیا من تو بالا سکی سن مو لالا — برہ تھے موجالا بلی بالی بالا
میرا لال — فراق سے میرا
بن بن ہی آ لا موکر متوالا — منگے میرا خیالا صراحی پیالا
مجھے — مانگے خیال
تر تنتا..... پورا منجے باج ڈھولا — ہولہے ابو لا مرا سائیں بالا
ادھر کا پیالا دے ہونٹاں ہوالا — توں کر پھول مالا تو تن جا وچھالا
ہونٹ
موسن تو سوں بھولیا گیا من موتولیا — برہ راز کھولیا توں دے اپ وصالا
میرا دل تجھ سے — اپنا وصال
میں گاوں پیلا بلے من تلا ۲۲۶۰ — ہوا من اللہ اپیں آ گلے لا
دل اللہ دگلا ؟
نبی صدقے قطبا تو من سیج بسلا — بلا لیا بھولا لیا نوار و ملالا
بھلا ملال (ج)

(۲)

عشق میں مست متوالی ہوں لالا — توں اپ ادھراں تھی منجکوں دینا پیالا
اپنے ہونٹوں سے مجھ کوں

سراکے مدنہیں او رس سرس ہے | اُدھر رنگ میں حیات آبِ لالا
[شراب — وہ — ہونٹ]

بھٹی جوبن جوانی بیٹھنی سوں | مو دل میخانہ پیالا دیو گلا لا
[میرے دل کے میخانہ کو]

خماری سن کا ہے منج دینا بوسا | چمن گالاں میں ہے دنت پھل گُلا لا
[دانت]

یوَن ماتی پیالے نین کیتی | تیرے ڈھلنے تھے ہوئے میں متوالا
[جوانی کی مست — کرتی — سے]

ترے وساں تھی ہوتی رات کالی | ترے ہنسنے تھے ہوتا دیس اُجالا
[سے — سے — دن]

نبیؐ صدقے رہے تج عشق میانے | قطب سوں کیا پرت دیو کنٹھ مالا
[تیرے — میں — سے — عشق] (ج)

(۳)

پیالا لیو میرے آچھے لالا | کہ او پیالا ہی سورج بھی زوالا
[لال — وہ — زوال]

نجاوو پھر کہ آو میرے مندر | ۲۲۷۰ کہ پکڑیا ہے تمہارا منج خیالا
[نہ جاو — مجھے — خیال]

سنگاتی ہیں تمیں میرے جوَن کے | لگو چھاتی کہ جاوے دل ملالا
[(جوبن؟) — کا ملال]

ہوی ہوں میں تمارے نیہہ کی ماتی | کہ دیتا ہے وُ نہ منج کوں اُلالا
[عشق — وہ نیہ]

بن تج عشق کے دھوپا میں پیاسی ہوی ہوں منج پلا تج لب ز لالا
تیرے مجھے تیرے
بٹھاویں منج رتن کے ہار پیاریا منجے بھاتے ہیں تج ہو ہت کنٹھ مالا
مجھے پیا کے ہاتھ
نبیؐ صدقے قطب شہ کے سو اوپر اوڑاتی ہوں سکیاں ماوے وُلا
اڑاتی رُمال (ج)

(۴)

تمیں میرے مندر سو آج آو لالا تم اوپر تھے واروں گی جوبن بالا
تم سے
منجے وصل کا دیو پیرت پیالا
مجھے

زر نیا سو میرا تمارا میا ہے تمارے سو باہاں منج کنٹھ مالا
تمہاری محبت تمہارے
تمیں میری چھاتی کوں چھاتی لگاؤ برہ کی سو منج تن تھی جاوے گی جھالا
میرے سے
مرے جوبناں تھے سو پھل باس لیو ۲۲۸۰ محبت کے موتیاں کا گل باو مالا
سے پھول خوشبو گلے میں ڈالو
کسی بات نا پیو سوں مد پرم کا توں میرا اپے ہے پرم ساقی آلا
پی سکوں سے
نبیؐ صدقے دایم قطب شہ انند سوں کریں بھوگ ان کے تن تن تلالا
اُن (ج)

۸

لالن

چتر مانی کے ہت تھے لیو پیالا ‏— نقل اس کا ادھر پر ہے حوالا
(ہاتھ سے — ہونٹ)

مناؤں گی ادھر کا جھوٹا دیو منج — میں متوالی ہوں لالن متوالا
(ہونٹ — مجھے)

شہ بھیجے ہیں تماری نیہہ جھٹر نے — اڑا او منج پرت کا شاہ نشالا
(مجھے)

بچن پیرت کے کچ نہیں بجھتی ہی تو لی — مگر توں ہے سکی نادان بالا
(بوجھتی — کچھ)

(ناقص الآخر) (ج)

(۲)

نین پھاندیں دل رہیا ہے ہمارا — او بند کھولے نا کھولے جیو کا پیارا
(آنکھ کے پھندے — وہ)

———— — اس او پر اوک سوہے او زلف بارا
(زیادہ — وہ)

———— — اس انگے دسے چال ہنس کا بچارا
(نظر آئے)

۲۲۹۰ ۔ نہوے پیو کے مکھ کا ہے جھلکار سارا

کلی پھول تجھے بھی ہے نازک او لالن پھولے ہے او چھب دیکھ کر تو ہی نارا

لگے پھل انداں کے منج نیہہ بر کہ کوں کہ جس رنگ تھے ہوتا ہے چمن کا سنگارا
پھول میرے عشق کے درخت سے

نبی صدقے قطبا کوں تج نیہہ پنتھ بن
تیرے عشق کی راہ کے بغیر
نہیں من کوں بھاتا ہے کچ ہور ٹھارا (ج)
کچھ اور مقام

(۳)

مرا لالن ہے لیلی ہیں ہوں مجنوں کروں تل تل زیادہ نیہہ پیو سوں
ہر لمحہ عشق سے

اپس سر پر بندیا ہوں نیہہ سہرا کہ میں عاشق ہوں تج پر ہو (مضمول)
اپنے باندھا عشق کا تجھ پر اور طرح سے

میا سیتی کرو چک سار میری کہ بھیدیا ہے تمارا عشق رورو
محبت سے اثر کر گیا تمہارا جیسے پڑویں میں

تجے دیکھن تھے پاوے سکھ موتن میں کہ جھمکیا ہے مرے دو نین میں یوں
تجھے دیکھنے سے میرے

محبت تیرا منج سب تن میں بھیدیا نکر چالے چتر چھنداں کے مسوں
اثر کر گئی میرے چالیں (فن سوں ۹)

دو تن ہمناں سوں کرتی آڑیاں باتاں   او مورکھ کی سو باتاں کیا کہ بولوں

غیر ہم سے ہے ٹیڑھی باتیں

نبی صدقے کروں اپ دل سوں سیوا

وہ

غلامی ہے اپنے

قطب شہ کا کہ ہے شاہاں میں موزول   ۲۳۰۰

(ج)

۹

موہن

اہو مانی مدن موہن پیارا — پرم سو کھینچتا آنچل کنارا

نگینا لجو کندن کے میانے سنپڑے — سو دوں سنپڑ لیا منجکوں پیارا

(نگینہ — درمیان — اُسی طرح — مجھے)

پیا کوں پاوّوں پر جنیا مناوّوں — نہیں وو مانتا کہیا ہمارا

(پانے پر یعنی بعد — وو — کہا)

نکیلی دیکھ منج انکھیانتی ہیں — کہاں میں نہاس کر کرتا پکارا

(مجھے)

نمیں منج تو لجاتی سیج اوپر — ولے دیو وادھر کا منج ادہارا

(تم — مجھے — ہونٹ — مجھے)

نبیؐ صدقے کہی لیلی ہیں قطبا

کہ ہم تم پیم میں مجنوں بچارا

(تمہارے عشق)

(ج)

(۲)

پرت تازی لگی ہے منج سکی موہن پیاری سوں

محبت مجھے سے

بندھیا ہوں دل او چاتر چھند بھری کنونت ناری سوں

باندھا

امیداں کے انجھو موتی کے راساں ہائے ڈھکر ڈھک

آنسو

رین ساری صبا لک منج گئی ہیں بیقراری سوں

راتیں صبح تک میری

کیاں کسوت سکیاں ہر یک پرکی اس چند رکھ کوں

سہانی سبز ساری سوں شفق انچل کناری سوں

انجھوں دستیاں ہیں تج کھ ہیں نشاں نیاساں ہیں انگ سنگ کیاں

اب تک نظر آتی تیرے چہرہ تیرے جسم کی قربت کی

انجھوں کھلتی اہیں تیری نین رنس کی خماری سوں

۲۳۱۰

اب تک رات

سجن کیے نیہہ میں بن مست ہوئے نیں کام حاصل تو

عشق بغیر نہیں

نہیں ہے عشق کوں کچ آشنائی ہوشیاری سوں

کو کچھ سے

پیا ملنے کے قصے شوق سوں گو رنگ رنگ سیتے

سے

کہو

نہ کو ساجن کی دوری کی بچن نہہ کی دکھیاری سوں

سے عشق کہو

نبی صدقے ہوے ہیں منج کوں لا یاں کے اوپر لا با

مجھے

کیی ہوں نہہ کا سودا قطب شہ نہہ بھاری سوں

(ج) عشق کے عشق گراں بہا سے

(۳)

ہمن بائیں میں حلقہ کان میں ہا وے سو اُس دھن کے — چلیچ فرمائے ہم سر پر کہ حاجب ہیں تمی من کے

سورج ہور چاند کوں کرتے پیا کے مکھ کے سم لوگاں — وبے میں نا کروں سم چاند ہور سورج کوں ساجن کے

پیا کوں دیکھنے مو دل کلے ہے آب و زیور سوں — کہ پھول پنکھڑی من نکھرے نہ ہوے نظراں جو لالن کے

یکیلا میں نہ الجھیا ہوں سو اُس زلفاں کے اے بندمیں — بہوت ہیں سحر اُس دو نین جادو ے پرفن کے

اُسی تھے گل کوں جو پھر تھے چبے کانٹے سو تن رنگ کوں تیا — جو تیری باس سنگ کرنے کئے پھولاں سو سب بن کے

برن تج حسن کا جگ کوں دیا ہے روشنی دایم — کہ تارے آرتی کرتیں تجے آتے ہیں سب گگن کے

کہ کرنا یک پیا کے وصف کا تعریف حیراں ہیں — گنوائے عاقلاں سُدبُد سو دیکھت نین موہن کے

تجے سوتے نین دیکھا بر آیا منج کوں حاجت سب — ہوا یوں مدعا حاصل کہ گوہر نکلے معدن کے

نہیں ہے آجکل تھے بیو سوں یاری ہمن جیو کوں
جھمکتے جوت ازل تھے ہے معانی دل کے درپن کے
سے

(ق)

۱۰

حیدر محل

حیدر محل میا لے نابات گھول ساجے | دن دن انند سیتے طبلا مدن کے باجے
سے

اُس سرو قد کے اوپر جلوہ ہے نورتن کا | عشق کے پاتراں سب اُس کا سِ دیکھ لاجے

سب عاشقاں کے دلمیں ہے عشق پھول جلوا | پتلیاں نین کیاں ہیں میرے من میں انند سو کاجے

عشق کا ٹیلا لائی اپنی پشانی اوپر | چو پھیر نورتن کے تاراں مندل سو باجے

چادر عشق کا اوڑے جوں بر بھوتی دیسے | تیرے عشق کے لاجاں دیکھے ہیں لا جو بھاجے
نظر آئے   عشق   اوڑے

ماوے سو برو بنکر براں سوں ناچے نرسن | ماوے رومال اڑتے ہیں راج کرتے راجے

صدقے نبی شکر کر تج کوں ملی اے پاتر | حیدر غلامی سیتی تج سیس تاج ساجے
یہ   کی   سے   تیرے   سر

(ق)

(۲)

بھواں ابرو میں ماوے برد باندے ۔۲۳۳　　عشق کے راگ تاں ہیں بھید باندے

ترے کیس ہیں کنول ہور سور آوے　　کماں بھنواں ہیں کاجل ساج ساندے

(بال، اور)

چولی تنگ انگ ہیں نت نارنگ پنچے　　نین سوکاں سوں موچت نت پھاندے

(آنچھ کے خط سرمہ سے میرا دل)

سنے جالی منے من میں ہلجا ....　　عشق ناداں سوں نت آنند تھیں دے

(میں، سے)

توں گھور کر دیکھ رکھی ہے کن پہ طرا　　کنے کاندیاں پوچھوں نا بوجھے کاندے

نبیؐ صدقے علی حیدر پیاری　　اے سیویاں سینتیں چنت سوں چیت باندے

(ان بیووں سے)

ترے انچل پہ ہے چندنی کا چھایا　　قطب داواں سوں براں کا س باندے

(ق)

(۳)

حیدر محل میا تے جلو اعشق کا گاوایا

(سے)

یزدانی تا نت چوندھر نگاں سینتیں بجاویں

(سے)

اب بات میں بندی ہے جلوے کے نادنگن

سے ، باندھی

نیناں کی پتلیاں کوں پتلیاں نمن نچاویں

تماشا دل کی طرح

عاشقاں محبتاں کا پیالا بھرے پیاری

(ق) ....ناقص الآخر..........

نوٹ۔ حیدر محل یا حیدر پیاری کا ذکر اس نظم میں بھی ہے جو محلات شاہی میں "حیدر محل" کے عنوان سے شامل ہے۔

۱۱

محبوب

دل چمن میں او پری ناز سوں وستی محبوب ۲۳۴۰ سرو سنگار کے بن میں کھڑی ہنستی محبوب

دو

پھول گلالاں ایسے گالاں تھے ہوا بلبل مست رنگیلا جام لے اب ہت منجے کستی محبوب

پھول سے ہاتھ مجھے

تیرے دربار کوں قبلہ کے منن بوجے جے سر بسر ہے اسے منج عشق کی مستی محبوب

مانند جو میرے

اہے باریک کمر بال تھے اُس بالی کا اُس اُپر زر کمرات ناز سوں کستی محبوب

سے سے

اے فوبلی نہ پوچھے کوئی تیرے مذہب کوں بہو مذہب منے مذہب ترا ستی محبوب

بہت میں

نبیؐ کے داس پنے تھے ہوا ہو قطب زماں اُسی تھے تیغ ہے میرا سدا جستی محبوب

سے اسی لئے (ج)

(۲)

جگت حسن میں ہے ترا حسن محبوب میں طالب ترا ہوں مرا توں ہے مطلوب

تمیں بات دل جان کی بوجھتے ہیں — سو کے قلم سیتیں لکھ بھیجو مکتوب

تم — خلاصہ کے — سے

ترا حسن یوسف سوں کرتا ہولاوا — تری آرزو میں ہیں عاشق جوں یعقوب

ترے حسن کا ذکر ہو گل ہے تسبی — مرے دل کے گوشے منے توں ہی مرغوب

میرے گلے کی تسبیح — میں

اُسی تھے شہاں میں ہوا سر بلندی

سے

۲۲۵۰

نبیؐ کے غلاماں سوں ہے قطب منسوب (ج)

۱۲
مشتری

نین پتلی ہم سوں کری ایک بات نین بن میں دعوے کے پھولاں کھلات

عشق کسوتاں تھے مجے مشتری عشق انت ادھر میوہ تج کوں بہات

سے مجھے ہونٹ تجھے

عشق توسے جوبن کی ساراں کرے ادھر نبیرے کوثر کا پیالا پلات

ہونٹ پلاتے ہیں

ادھر پر ترے ہے پرم کا نشاں ادھر چومنے تھے سو لاجے نبات

سے شرمائے

اچپت چاند ہتے ترے دو دو دل ترا مکھڑا پرم کہانی سنات

سناتا ہے

چتر ناریاں ہیں چترپن سے تجھے کہ آپس کے من میانے منگوں متات

نبی صدقے ماوے چتر قطب سیں

کہ راباں منے قطب ناراجنات

شاہوں میں

(ق)

(۲)

دعا معشوق کا کر کام نج با مدعا ہے

ں

اُسے جیسے مجھے سب جگ پر ترا فرمار وا ہے

ترا ہستی اسی کا ناتو ہے تن میں حیا ہو

تو نج مستی ازل تھے تا ابد لگ با صفا ہے

سے تیری

اسی ستی کے تئیں توں جب رہیا ہو دیس دلمیں

۳۲۶ بہت دن

ہزاراں شکر و سجدے کر کہ نج سوم رحبا ہے

ہمن دل کے گگنوارے میں سجن کا نور دستا

گہوارے

سورج کرناں کی ڈوریاں سوں جھلکتا خوشنما ہے

سکل دندیاں کے طالع میٹیا ہے زحل تارا

سب

ہمارا مشتری طالع میں طالع کا بقا ہے

خدایا قطب کے تارے کوں دے توں سرفرازی
خوارج کے ستاریاں میں منگل کیسرا اچھا ہے

نبیؐ لشکر میں لنگردار ہو کر رہ معانی
(ق) کہ لنگرداری میں تج کوں ہزاراں لک شفا ہے
لاکھ


دو

بلقیس زمانی

زیب دیتی ہے تجھے — نہ زیب دے تیرے سوا

عشق پادشاہی سو ہے تج آج — حسن ملک میں نا سہے تج باج

کی

تو چھبنے مٹھائی شیریں کو نہ آئے — دیکھ اس مکھ تجلی سورج پکڑیا لاج

تیرے چومنے کی

سچی اس زمانے کی بلقیس توں — انچل سیس سہاتا ہے تج جیوں تاج

میرا — تیرے عشق

تو خدمت میں حوراں کھڑیاں ہات جوڑ — اتن قول بیڑا دے کرو تم ساج

تیری — کھڑی ہیں — ان کو

کھنجن تیر کھنجن پہ کرتی بڑائی — تیری چوٹی گندنے ہوے مشتا ساج

گوندھنے

جوبن پیالا دے ہت میں پیالا پلا ۲۳۷۰ ادھر نقل سوں توں دے کر کال ساج

ہاتھ — ہونٹ

عرضداشت عاشق کوں معشوق پاس — عشق تاراں سوں تم بجاو و کماج

ہے سرپا نوں لک توں کندن کی بنی — دو تن کوں توں تا دیکھ کر مکھ ملاج

غیر

نبی صدقے پایا ہے جنت کی حور — محبت قطب کے خوشیاں سوں تول راج

(ج)

۲
حاتم

ناری سہے تجہ اتا لے چالا — جھلکار سہی ———

زیب دے تجھے — چال

سنپولی اپر بھونگ سٹیا چپ ام — چھوٹے اَلکاں ہیں پھول مالا

رتن تھے ادک دیں ہونٹاں پر — ادھراں کے اُپر جے بڑسو لالا

سے — ہونٹوں — لال

دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں — سورج کوں پڑا چھندوں پیالا

چاندنی — سے

دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس — نِس میں جو ہنسے پڑیا اُوجالا

عورت نے باتی — رات

ناریاں میں جو ناز بھاگ اچگل — انگ سنگ سوں کرے پیا نہالا

نت پیوے علی کے صدقے حاتم

۲۳۸۰ قطبا کے ادھر تھے پیالا

سے

(ج)

۳
بہمنی ہندو

اس بہمنی ہندو کا کس دھر کروں شکایت — نیں لیکھے ہیں مورخ تاریخ اس حکایت
نہیں

بے دام اس کا خدمت کرتا ہوں اپنے دل سوں — دیتے ہیں دام اُنوکوں ہور کرتے ہیں عنایت
اُن — اور

آساں اسا سا تھے سب جوٹیاں سو کھے ہیں تج نین — نیں ہے صواب پانی دیتا تمن ولایت
امید کی آہوں سے

اُس شہر کی سو بتاں کن نا دیکھیا نہ سنیا — نا کوتوال قاضی نا کس کا ہے حمایت
کوئی دیکھا سنا

غمزے کے سمند میانے تیر اتر بہت نہ دے کر — ڈوبن ہوے ہیں اب تو تم ٹک کرو ہدایت

آہاں اماس و لکا راہ خیال باندھیا — اپ ناز روشنی باتا مجکوں ہو نہایت

تو انت میں جیو کا دوری کد ھیں انٹر نہ سکتا — تج حسن کے چھجی کا کوئی نا بوجھی بدایت

ن اُن ۔

یک جھن اگر نہ دیکھوں تج یاد کا جو شہلا
تج باج گمنا منج کوں مشکل اہے بغایت

تیرے بغیر گذارنا مجھے

نیناں کے لعل تجھے دل پکڑیا ہی جوش میرا
سٹ چھانوں عشق کا منج توں آپنی لوایت

سے

تم یاد تجھے ہوا ہے مومور منے موتن ۲۳۹۰
اب نا کریں تو ہم پر ہور کب کریں عنایت

تمہاری سے اور

کوئی نا سکے معانی آپ کی تیر بیاں کر
پڑتا ہے اپنے دل میں سب دن علی روایت

(ق ۔ ج)

۴

ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تجھے توں رنگ بھری ہے
کی وجہ سے
سُگڑ سُندر سہیلی گن بھری ہے

لٹکنا بجلی نمنے اُس سہاوے
کی طرح اس کو زیب دے
وُ ہندی چھوری بہو چھند شہ پری ہے
وہ لڑکی بہت

چندر مکھ موہنیاں جب ناچتیاں ہیں
چاند جیسی صورت والی
وُ تن میں توں سورنگی جوں پری ہے
اتنوں خوشرنگ

سبھی حوراں نہ آسیں آج تج سم
آسکیں تیرے مقابل
کہ توں بالاں میں سب عنبر بھری ہے
بالوں

اُپجتا ہے ترے مکھ تھے جے شابی
پیدا ہوتا سے جو جوانی
او شابی تھے سدا تج سروری ہے
اُس کی وجہ سے تجھے

گگن منڈپ تاریاں سوں سنوارے
آسمان
او ہاں گاون سو زہرہ مشتری ہے
وہاں ؛

نبی صدقے ریجھائے قطب شہ کوں
تو سکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے
اسلئے

۵

پدمنی

تج ناک موتی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں

یا خضر کے چشمے میں ترتا بُڑبُڑا پُر تاب سوں

وو بُڑبُڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھائیا

۲۴۰۰

جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنگ ہے داب سوں

تج نین کی راوت چڑھائی بھنوں کماناں وس کر

سب عاشقاں میں منجہ اُپر راکھے چاپ ناب سوں

جب ناک میں مکراسہاگن ہین آئی جلوہ میں

وو قفل وے منجہ گیان پر سکہ کرے شب تاب سوں

مکوا جو لٹکائی بہونک بالاں میں پدمنی پدم کے
یک تل میں الجھای منجے اس کمر کے قلاب سوں
مجھے

قلاب سٹ من میں کوں کھینچی الک ڈوری سیتی
اپ عشق کے کھیلاں دکھاتی ہے عجب لکھ باب سوں
لاکھ طرح

ہنستن سنکھن ہور چیتنی بھل کر رہے دھن بھید میں
وو پدمنی مل کر شہے اب قطب شہ نواب سوں
وہ

(ق)

۶
سُندر

چندر مکھ تج، لعل لب ہیں، دسن جوں تیر تارے ہیں
چاند چہرہ تیرا دانت مثل
کہو یہ چاند کاں کا ہے کس اسماں تھے اتارے ہیں
کہاں سے

اگر یہ چاند اس اسماں کا کہیں جگ تو قبولوں کیوں
سماں کے چاند کے مکھ میں کون دیکھیا جو تارے ہیں
اسمان چہرہ

سرج چند سوں سندھر مکھ کوں دیئے تشبیہ سب شاعر
سورج چاند سے زیادہ حسین چہرہ کو
ولے پوچھیں جو مجکوں تو اُس انگے او بچارے ہیں
مجھ سے کے مقابل وہ

کہے دیکھے کرشمہ کرو سندر نازنیں منج کوں
مجھے وہ
تو اُس نیناں کے جھلکارے جھلکتے جوں کٹارے ہیں
ان آنکھوں

سما آباج کے اوپر ہدف سو سور کرنا دو

بھواں کے قوس سوں تارے کے نیناں تیر مارے ہیں ۲۴۱۰

سورج ہور چاند کے کرناں جھلکتے سو دسیں مج یوں

کہ جوں منگتے سندھر کن او گدا ہو ہت پسارے ہیں

ایسی سندر کوں پایا ہوں خدا کے رحم تے قطبا

جو حوراں ہور ملک دیکھ کر ہوے حیران سارے ہیں

سجن

سجن باہاں پکڑ دیو وادھارا — تماری سیج ہے جیون ہمارا

سنو منج بنتی سا جن دیا سولا — گھڑی تلتل تمن پر میں بلھیارا

میری آپ بیتی عرض حال، کرم سے — تم، بلہار

مرے تن من میں نس دن یو لیسے شہ — تجی سوں جیونا میرا ہے سارا

رات — تجھ ہی سے جینا

تمن مکھ جوت سوں سب میں اُجالے — سورج چنداد یوے مشعل ہمارا

تمہارے چہرے کی

تمارے مکھ کے درپن میں دیکھوں میں — جوں اسکندر کے درپن جگ سارا

تمہارے چہرہ آئینہ — جس طرح، آئینہ میں ساری دنیا

سکی تج میں اچنبا ہے اچنبا

تجھ

نبی صدقے کہے قطبا کی پیاری

— کرم خوردہ —

(ج)

ریختی

مری مٹھ بولنی میٹھائی سوں پیالا پلاتی ہے

خماری رات کا اپنی نین میانے دکھاتی ہے ۲۴۲۰

آنکھ میں

مری شیریں کنگھی کرتی، کنگن بجتے ہیں ناداں سوں

آواز سے

رتن ٹیلا دھرے منگ میں نوے چھند سوں چمکاتی ہے

ٹیکا مانگ نئے چمکاتی

نوی متوالی مد پیالا پلاتی نین نُقلاں سوں

نین خماری اپنے تن چڑھا دھن کن بناتی ہے

انچل جھلکار کی چونیاں چند سورج نمن جھمکیں

کی طرح

ڈھلک نار لٹک چالاں منے چالاں نپاتی ہے

مدن کا تھاں نوے جوبن نویلے تن اُپر سُہتے

پون کے راگ رنگ گا کر منجے چھند سوں رجھاتی ہے

رتن کی پیاری مانک جوت پیالا بھر پلاتی منج
مجھے

رنگیلی یر بہوٹی بر بہوٹیاں میں سُہاتی ہے

نبی صدقے محمد قطب سوں مل اچ گڑی اب توں

(ق) چندا ایسی سہیلیاں تیں سورج سا مکھ دکھاتی ہے

۹
نور کی مورت

کجل انکھ میں سو ماہی کے مراتب سوں علم پکڑے
چگر بالاں چند انکھ پر سو حبشیاں کا حشم پکڑے

تو فوجاں حسن کے ہتے جوبن گج مست ہو چلے
کمند کنٹھ مال تج گلے کمندیوں کوئی کم پکڑے

ترا مکھ جام چندر ہے سو ہیت درپن سکندر ہے
ولایت حسن بندر ہے تو خوباں تج سوں ہم پکڑے

مصور تج لکھے صورت نہ لکھ سک نور کی مورت
۲۲۳۰
اپن میں آپ بہت جوڑت قلم سٹ کر شرم پکڑے

چلی لنکت چمن کھن میں اٹھے غلغل تو پھل بن میں

جھڑیں پھل برگ ہنگن میں جھلوں دیکھ سر خم پکڑے

عجب قدرت برن ہیں تج جگت خوباں سر ہیں تج

للات ان کا چرن ہیں تج دیکھت اپ دل میں غم پکڑے

تجھے دیکھ کر اپنے

معانی ختم کر اب توں سنے جے کوئی ہوئے مجنوں

جو یک شمہ سنے تج روں کدہیں نا جام جم پکڑے (دق)

کبھی

کسبن (۱۰)

لاج کے خوے بند اُپر رات کا کہنے جواب
ترم بوند
کیوں چھپائے بی نہ تجب سے نیر زرل کا جواب
بھی کے صاف پانی
نکہ اچھر لکھے مکھ اوپر سرح صحبت کا بیاں
ناخن سے تر . چہرہ کے
آرسی دیکھ ہوگا تب خاطر نشاں تج با حساب
آئینہ
طرح صحبت باغ میں کیتی ہے توں وضعی نوا
نئی وضع سے کرتی
جانتی توں کچ بوجا ہوں تیرے سب چالے وشاب
ہے تو کچھ سمجھ گیا چالیں
پیتی ...... سوں مدتج کسبنا ناوں ہے
سے شراب تیرا کسبن نام
حیف میری عاشقی تجہ حیف معشوقی کے باب
تیری
مج محمد ناوں ہے معنی سو بولیا راستی
میرا نام سچ
آ و خوش یا نہ آ و خوش ہے نام میرا آفتاب

(ج)

نازُ

نازنیں

دھن دید پر نادید رکھ سورج نہیں رہتا کھڑا
عورت کی

تارے چندر رسن یو خبر سب ین میں ہے گڑبڑا
چاند کریہ رات

سو دھن کا مکھ جھلکا و تا نس میں سورج چھپ جاوتا
نازنیں رخ جھلکتا رات جاتا

دن میں چندا نہیں آوتا تارے تٹیں سب جھڑپڑا
۲۴۴۰
چاند آتا ٹوٹیں

سہیلی کا کھونپا ہے بدک بند خوے جھڑ جو مہوں نجھل
بوند پسینہ کے تینھ

دیکھت چنچل نیناں چپل بجلی تو جاوے کڑکڑا

بچ نیر کوی نا آئے کر کوی آگ بھرنا جائے کر
بیچ پانی

باڑی سو پلکاں لائے کر سوکا کرے آڑا اڑا

دھن سیس پر پھولاں چڑے انبر پہ جوں تارے جڑے
خط بہرہ
سر آسمان

حوراں ملک دیکھن کھڑے دستا تماشا یو بڑا
دیکھے نظر آتا یہ

ہاتاں میں لالی یوں بسے، کیتے شکارو سب کسے

ہاتھوں — کرتا شکار وہ ہر ایک کو

خونی نشانی سچ دسے عشاق لے جنگ سنپڑا

نظر آئے

صدقے نبی کا داس ہوں میں و اس اسک راس ہو

غلام

قطبا علیؑ کا داس ہوں پکڑ کھڑا دل دل کڑا

(ج) — غلام — پکڑ کر

(۲) اسرارِ شباب

---(پ)---

سورج تارے دپائی ہے سُندر چندر پشانی میں

چمکائی — حسین چاند حسین پیشانی

گروستا ہے عکس اُس کا گگن سمدور پانی میں

نظر آتا — آسمان سمندر

بو باندی ڈال ساڑی لال پتلی جبین کے چن کر

دھرت پر سور ہوں دیکھیا شفق رنگ زعفرانی میں

زمین — سورج میں نے دیکھا

رچی اپنی پیشانی پر وو خونی خون کرنے کوں
نہ سمجھے خوب کر عاشق نہیں چوک اس نشانی میں

ادھر کے رنگ لالی سوں سکی بیقوت کوں بالی
ہونٹ — یاقوت
شکر نابات کوں پگلائی ہے شیریں زبانی میں

بیکائی چاک گج ہنس کوں پھلائی پھول ہنسی میں
سکھائی — چال، ہاتھی — کھلائی — ۲۴۵۔
جواناں کوں نہ خاطر لیائی مغروری سوں جانی میں
جوانی — لائی

ادھر امرت پیا جانوں سو مکرا جیو پا جھلتا
ہونٹ
سدا کیوں نا جیوے ہنسا ہے آبِ زندگانی میں

نیکن ہور نیہوں سوں جیو لینے و دینے جانتی ہی تو
گفتگو اور اشارے سے دل لینا اور دینا
نبیؐ صدقے قطب ماہر ہے تیرے بھید جانی میں (ج)

(۳) انداز شباب

یوں سینے ہت راکھی ہے اپ کمر — سورج چند نمن جھمکے وو زر کمر
جوانی سے ہاتھ رکھی اپنی پر — چاند کی طرح وہ

میں اس نور سوں لبدیا ہوں کیا عجب — ڈو جگ روشنی پایا کس نیں خبر
سے — نے کہا

تو دوری ڈراوے منجے دو رتھے — وو کیا بوجھے وو دل میں ہے تو نگر
سے تیرا فراق — وہ سمجھے تیری

نہ ار دھنگ سوں سیس اپر پائے انچل — کہ جیوں ابر چھاتا ہے سور و قمر
ہ دھے جسم سے سر پر ڈال — جسطرح سورج اور

اچھوں وو اکرنا اچھو فرق نہیں — وو نمونت ہے میرے نظر کا بصر
اسکی

کہتے لوگ جو کھو حسن حسن سوں — جو صراف ہوے کا بوجھے گا گہر

منجے اپنا کہہ نہیں کنتے آپنا — کہو نا کہو ہلجیا تیرے منتر
مجھے کہکر کرتے — نہ معلوم گیا ہو

مگر حیلے کی دارو نہ بھاوے منجے — وو لعل نین تھے چڑھیا منج اثر
مجھے — اس سے چڑھا

معانی کی باتاں تھے جھڑتا نمک — جے چا کھے لیے ہی نمک سوں شکر
سے — جو

(ق)

(۴)

چنچل نین

دو نین تج ابرو تلیں ہیں نار کیرے خواب میں
دونوں آنکھیں تیرے کے نیچے

دو مست شوخی سوں تہنے مسجد کیرے محراب میں
سے سوتے

تج نین چنچل ...... کان کر دو زلف سوں

کھیلیں جو دھر تھڈی کے کو تج مکھ کے مہتاب میں
تیرے

یہ کیا عجب پڑتا نظر جو دوپ پڑتی چاند پر
دھوپ

یا مکھ نورانی جوت بھرے نین کیرے شاب میں
آنکھ روشنی

ہیں لشکری نیناں تری سنجور سلح کلا کرے
آنکھیں

کوئی ریس تس کی کیوں کرے یو ندل کرے اسباب میں
ان

نینوگھلاتی سندری تب قطب شہ کوں بھاؤتی

ل سیج میں ریجھاؤتی چو سار توں ہر باب میں

چاروں طرف تو (ج)

(۵) ماہ ابرو

تج ابرواں کے چند تھے دستا تجل چند عید کا

تیرے چاند سے نظر آتا چاند

ساقی بھواں کا دور تج پیالہ ہے منج امید کا

میری تیرے

نس دن وعا تھے مو نظر پڑیا ہلالی بھواوپر

رات سے میری پڑتی

اس روشنی کے سم نہ آوے روشنی خورشید کا

مقابل

تیرے ادھر پیالے کا ہے شیرینی ہور تلخی دھرے

ہونٹ اور

اس کے برابر نا کہوں پیالا کدھیں جمشید کا

کبھی

راکھوں نظر تج حسن پر صلوٰۃ بھیجوں شوق سوں

۲۴۷۰

تو میرے طالع .... کا

سب سرو قداں میں کرے سو سرو خوشیاں سوں سماٹ
سے
تو جیو کا جاں بھاگ دے دیتا قب جاوید کا

کوئی آج لگ بجھے نہیں تج حسن کے نکتے کے تئیں
تیرے
معنی نہ بوجھے عالماں ہرگز کدھیں تج بھید کا
تیرے کبھی

پہچانے
تج مکھ مسی کا سکہ ہے عاشقاں کے دل منے
میں
نا بُج رقیباں جھوٹے کوں دیکھیں کتب تقلید کا

بوجھ
تیرا نزاکت حسن کا پڑھنے میں لکھنے میں نہ آئے

او نور ہے روشن بہوت نیں ہی سکت یک دید کا
نہیں

دو
تم یاد بن ہور یاد نیں یک تل معانی کوں کدھیں
اور نہیں لمحہ کبھی
شاہا نظر منج پر دھرو تشریف دیو و عید کا
مجھ

(ق)

(۶) کعبۂ رخ

سکی کا مکھ مکا، ہور کیس کسوت جون بنائے ہیں
چہرہ مکہ اور بال کی طرح

دیسے یوں مانگ موتیاں کی کہ حاجی حج کوں آئے ہیں
نظر آئے کرنے کیلئے

سہے تل حجر الاسود ہور ذقن جو چاہ زمزم ہے
سجے اور

سو مکرا ڈول جوں پانی سے بند موتی چوآئے ہیں
بوند ٹپکائے

سکی کے زلف حلقے ہیں سو جوں کعبے کے درمیانی
مثل

یوں ہت قطب کے داعی دعا کر کر بلائے ہیں

چنچل کی نیں تھے حج کوں نشانیاں خون کیاں دستیاں
آنکھ سے کی نظر آتی ہیں

مگر قربان کرنے جیو حاجیاں کے دن آئے ہیں

ن ننگ کر

منا عرفاتِ دھن جوبن ترے ہور عاشقاں حج کے

اے عورت اور

کینتے قرباں کر کر جیو نشانیاں لہوں کی لائے ہیں

۲۴۸۰

دل لہو؟

دیسے یوں جالے موتیاں کے بچھل جوبن پہ چنچل کے

نظر آتے ہیں

کہ جوں طبنو دو تھانیے کا پون سوں کس دو لائے ہیں

(ق ۔ ج)

(۷) سروِ خوش قد

سروِ خوش قد دیکھیا سب سرو کے بن میں عجب

دیکھا

اُس کے سر کوئی نہیں سب باغ و گلشن میں عجب

(سر یکا) طرح

سَرورِ سرواں مرا سر اوچ ہے سورج نمن

سربلند

او سورج کرناں جھمکتے مجہ نین کھن میں عجب

اُس سورج کی کرنیں چمکتی ہیں میری آنکھوں کے

باغ میں کرتے چمک چالے سکل سروان ولے
چالیں سب

چل نہ سک تجہ چال سم گاڑے گئے بن میں عجب
کے

باغ میں سب...... سروان ڈولیں حیران ہو

سیس خم کر بات کرتے یک کے یک کن میں عجب
کے کان

گل کھلے تارے نمن کنولے رنگیلے سرو کوں
کی طرح کو

چند سورج اس پھل لگے سب سرو کے بن میں عجب
چاند سورج اسکو

سب پھولاں کی باس میں مہکار مجہ پھول کا نہیں
خوشبو میرے

لذت اس جھلکار کا چبیا ہے مجہ من میں عجب
چبھا میرے دل

یارب اس سرو رواں کوں نا دکھا بادِ سموم

کیونکہ اس کا نور دستا دل کے درپن میں عجب
نظر آتا

تر ٹری دم دم میں اتاروں سرو رعنا کے اوپر

سب رقیب اسپند کر جالوں اگن فن میں عجب
جلاؤں آگ

جاں چھپیا لکھوں معانی پا وتی دو تن نشاں
جہاں بھی لکھوں پالیتی غیر ۲۴۹۰
طاق لوچن میں چھپیا او نور لوچن میں عجب
آنکھ
(ج)

(۸) چاندنی اور سجن

سجن مکھ کا اوجالا چند تھے آلا
چاند سے اعلیٰ
ادھر تھے چو پڑے جم امرت پیالا
ہونٹ سے ٹپکے

سپورن ہے کلا چند تھی اے شا کئی
چاند سے
توسب جگ پر سٹیا ہے اپ اجالا
ڈالا اپنا

ستارے نمنے جھلکے کن کے موتی
کی طرح کان
دیا اس رنگ سائیں مکھ گلالا

دیسے جوں دو و چندا اس میں موہن
نظر آتے
سہیا جوں کہ نرمل چند بالا
جسطرح

جھلکتی ہے رین الماس نمنے
رات مانند
سجن دیوا اس صفا میں نرالا

چندن کے اونٹ چندنی ہے زیبا
——————

نبی صدقے قطبا کوں نیاں سب
——————

(ج)

(۹) چاندنی اور پیا

چلے چندنی میں جب لٹک پیو ہمارا — اون عکس دیے چندر تھے اپارا

بسے جس ہیا میں پرت ہم سجن کی — پن انگی پرت کچھ نہیں اُس پیارا

جنے سائیں کے عشق کا مد پیا ہے — نکر سے اُسے ہور مستی اتارا ۲۵۰۰

جکوئی ماتی ہے سائیں کے حسن چھب تھے — او سے مائیں نہہ پت میں جگ سارا

پیا نور بستا ہے منج دل جھمک میں — کہ جس نور تھے ہے سورج آشکارا

سکی پیو چنتا لگیا ہے ہمن کوں — سجن بن نکر سے لے ہور کوئی نوارا

نبیؐ صدقے قطبا کا من تج سوں لاگیا
کہ اپ جیو میں تیرا کیتا ہے ٹھارا

(ج)

نیاز

علم عاشقی

جس پیو کوں ڈھونڈتی تھی نا بج جہاں جہاں میں
نہ پہچان کر

سو پائی تس اپس میں جیوں سوں تہاں تہاں میں
اسکو اپنے دل سے ہر جگہ

سمجی کہ کچ اودھر تے مج ...... (پی) کا تھا تھا
سمجھی کچھ ہونٹ سے مجھے

تو ایسے بے نشاں کوں دیکھ کے نشاں نشاں میں
تجھ جیسے دیکھکر

مج دل نین میں نورا و سنبور کر کے خوش خوش
میرے کی آنکھ وہ بھرپور

پھر پھر دکھائے مکھ تو دیکھی عیاں عیاں میں

کئی برہ آچرایا جو ہر وصال سو سو

اب سنپرآئی ہوں اس ڈھنڈ ڈھنڈ کہاں کہاں میں
حاصل کرلی ڈھونڈکر

معشوق پیو کی عاشق ہوئے کر کے جگت منج منج

پیا

او علم معشوقی کا کرتی بیاں بیاں میں

اُس

کینتی دیکھت پیارے تیری ہو داس داسی

کہتی

کی صاحب اپنے سوں مل رنگی ایاں ایاں میں ۲۵۱۰

کیوں ہ رہوں گی

حضرت نبی کے صدقے تج پیو اہے جو جاں جاں

تیرا پیا ہے جہاں جہاں (ہر جگہ)

کہہ توں جہاں جہاں او قطبا تہاں تہاں میں

(ج)

دو

(۲) رسم عاشقی

نین بت خانہ پتلیاں کوں اچھوتا کرتا ہوں سیوا

سندور ٹیلا پیشانی راکھے تل تل ریت ادے نیوا

لگائے

مسلماں ریت کافر ریت کیا ریت اے نہ جانوں میں
کہ جگ کے لوگ ریتاں چھوڑ پکڑے ریت تج جیوا

تہ کی
دھری ہی کان میں مندرے چڑائی ہے ابو تی تن
کہ پتلیاں میانے دستی ہے سو بچلی پتلی جیوں دیوا

میں نظر آتی
امنگ ندی کی کشتی میں سکھیاں چڑ کھیلتیاں میں خوش
چڑھ کر
انچل ار دھنک ست پکڑے او نا کا ہت ستی ریوا

ہاتھ سے
پرت جھنتر سوں آئی ہے سکھی اب دود جوبن پر
نین ال کھلا کھینتی صراحی نہ سرا پیوا

شراب
میرا امرت انچل اوچھل لذت منجکوں دکھائے ہے
پسار یا ہات میں آساں سوں او اس منجکوں تک ریوا

آس سے وہ
نبی صدقے پرت باغاں میں عشرت کرتا ہوں کرسوں
قطب شہ کوں کھلاتیاں میں سہیلیاں رنگ بھرا میوا　(ق)

کتابِ عشق

(۳)

کجل آنکھ کے رنگ میں بھید ہے   تو بھید بھید میں جوت خورشید ہے
گھر پاکاں میں تجھے بیجیا گھر ۲۵۲۰   عشق کا جنیتا سو امید ہے
عشق حرکتاں میں سو حرکت اہے   خوشی پھول چادر میں جمشید ہے
خوشی بیٹھتے بوسا دے منج تخت پر   گھرے گھر عشق میوے کا بھید ہے
خوشی خوشبوی خوش ہے اپنڈ اُتار   عشق باس کے جلوہ میں بھید ہے
خوشی خرمی میں سر بانی گنائے   عشق کے نشاں پر مرادید ہے

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں
قطب شہ نبی صدقے جاوید ہے

(ق)

نقشۂ وصال

(۴)

اے نار میرے نین کوں دے آپنا دیدار عیش
آنکھ کو

سو وَن بھی تپتے ہیں مِرے ان کوں بھی دے گفتار عیش
کان

منج ناک وھن تج ناک تھے دم باس کا دھرتا ہوں
میرے تیرے سے

دم باس دیکر توں اُسے دایم دیئے آپار عیش
خوشبو تو بے حد

...... تج دُرا دھر تس میں نبات امرت بھر
تیرے موتی جیسے ہونٹ آبحیات

میرے ادھر پر دھر ادھر منگتا ہوں میں آشار عیش
ہونٹ رکھ ہونٹ

تج رخ سیتی منج رخ اہے نہیں اس تھے رخ فرخ کہیں
تیرے سے میرا سے زیادہ

رخ سوں ملا رخ کوں کہ ہے رخسار کوں رخسار عیش
سے

منج کنٹھ دھن تج کنٹھ کی کنٹھ کوں بہت منگتا اہے

میرا گلا عورت تیرے گلے

منج کنٹھ سوں ہم کنٹھ ہووے سور کا جھلکار عیش

۲۵۳۰

میرے گلے سے گلا سورج

باہاں میریاں مشتاق ہیں تج باہنہ کے گلہار کے

بازو تیرے بازو گلے کا ہار

باہاں منے بانا سکے تج باہنہ کا گلہار عیش

بازووں میں نہ سما سکے تیرے بازو گلے کا ہار

منج ہات منگتا ہے ادک تج ہات سوں ملنے کتیں

میرا ہاتھ بہت تیرے ہاتھ سے لئے

منج ہات کوں اپ ہات سوں کرنے دے توں اے یار عیش

میرے اپنے سے تو

بھیٹن کے ڈو بٹ سیتی دھن کچ کچ اپنا طول کر

سے

ہم دو تو کچ سوں کچ لگا کچ کچ کریں ہر بار عیش

پستانوں سے چھاتی تھوڑا تھوڑا

چھاتی سوں چھاتی ایک کر یک جیب ہور یک میت سوں

اور دوست

تج نکھ سیتی نکھ منج کرنے میں ہے ٹھارے ٹھار عیش

تیرے ناخن ناخن میرے

میرے ترے روما[1] دلی جمنا و گنگا جوں مل اہیں

روں روں سو مچھلی ہوے کر کرتے ہیں تج گنگ و ٹھار عیش

رواں تیری گنگا کی دھارا ہیں

[1] وہ لکیر جو ناف سے نیچے کی طرف سیدھی جاتی ہے۔ اسکو پیٹی بھی کہتے ہیں۔

ڈونا بھی دو بھونرے اہیں سنگرام کے دریا منے
وصل میں
دو من ترا دو تیر تیر کرتے اہیں اس ٹھار عیش
جگہ
نچ منج کمر کے کٹ منے بیرت بکٹ سنپڑیا بکٹ
اس کٹ منے کرتا اہے دایم مدن کا بھار عیش
میں
تیرے مرے پاواں سکی جوں ناگ ناگن مل رہے
مثل
صدقے نبی کرتا قطب کرتار تھے آپار عیش
خدا کی عنایت سے بیحد (ج)

(۵) عیش وصال

سدا منج عید سوری ہے کہ میں دھن وصل پایا ہوں
مجھے عورت کا
وفا کے منتر اں سیتی سو دھن کا من رجھایا ہوں
سے ناز نیں دل
کہو چند سور کوں جا جو یکایک آج نا نکلیں
چاند سورج کو ۲۵۴۰
کہ دھن مکھ نور تھے اپنی مجالس میں دیپایا ہوں
عورت کے چہرہ کے نور سے

ہت اِراں منتاں کرتا تو ٹک ہنس بولتی نیں تھی
نہیں
سو آج اُتری ہے باتاں میں کہ میں مدبی پلایا ہوں
شراب بھی

شراب ہور عشق بازی باج منج تھے نا رہیا جا سے
اور　کے بغیر مجھ سے　رہا
کہ یو وو کام کرنا کر میں لے سوگند کھایا ہوں
بہت　قسم

سکی ہرگز نکو کہہ ہو کھیا میں بات تج کوں جو
تجھ سے
کہ دو تن پھٹ پڑے گی وو اُسے میں آزمایا ہوں
غیر رقیب پھٹ پڑے　وہ

سمندِ دل میانے غواص ہو کر غوطے مار برسانتھی
دل کے سمندر　میں　(برسات میں)
بچن کے موتی..... ڈھنڈ سکی تج تائیں لیایا ہوں
سخن　ڈھونڈکر　تیرے لئے

سو دھن جا عیش کوں پوچھے کہ توں آیا ہے کس خاطر
نازنیں
کھیا ہنس عیش ازل تجے ہیں قطب شہ خاطر آیا ہوں　(ج)
کہا　سے

بعدِ وصال

(۶)

رین سب شہ سوں مل جاگی سو چھب نیکا ہی پیاری کا
رات   اچھا
نین ماتے الک بکھرے اثر گھلت اخماری کا
زلف

دیا جھولے پرم بار اڈولے پھُل ڈالی ہو تارا
پھول
چھوٹے گل موتیاں ہارا ....

چلے لٹ پٹ لٹک بالی سو ہوشہ مد سوں متوالی
انچل ہر چھوٹ گل لالی جھولے اس متواری کا

چنچل کا مکھ چھبیلا ہے ادھر امرت رسیلا ہے
ہونٹ آبحیات
اجت جھلکار ٹیلا ہے چکندار انت ساری کا

دسن کے داغ گالاں پر بھنور جوں پھل گلالاں پر

(پھول)
دیسے پھل جھلک بالاں پر سو گجنارات آنند جھاری کا

(نظر آئے پھول)
سو لکھن چھند بھری چنچل کھائے سیس تھے انچل

(عشوہ / سرکائے / سر / سے)
متی ہوئے مست جوں منگل سو مد پی پیو کی پیاری کا

نبی[۳۰] صدقے قطب راجے طبل آنند نت کاجے

(راجہ، شاہ)
سدا اچھل گیند کنٹھ ساجے سو جوبن دھن ہماری کا

(ج)

محبت افسانہ

پریم کی کہانی

سنو لوگ میری پرم کی کہانی — کہ پیلا ہے رنگ عاشقی کی نشانی

تمن عشق بھیدیا ہے منج بالے بالا — کہ ہوی ہوں تمن پیم میں ہوں دِوانی

تمہارا اثر کر گیا میرے بال بال میں — تمہارے عشق میں

محبت کی لذت فرشتیاں کوں نیں ہے — بہت سعی سوں میں سو لذت پچھانی

نہیں

پرت میں جنے اپنا دل کیتا دریا — عشق پنتھ میں آس کوں ساجا کہ مانی

محبت جو کرتا — راہ

جکو بی عمر کھویا ہے ساجن ہوس میں — جیوں پھل وہی پایا پیا کریں جانی

جو کوئی — زندگی کا ثمرہ پایا

اوسی کا ہے دو جگ میں جیونا انند سوں — جنے نیہہ بوجھیا ہے سن اے ایانی

جینا آرام سے — جس نے عشق

نبی صدقے قطبا جگت میول پایا

دنیا کی قیمت

سو او عشق ہے اس تھے نیں خوش کہانی

وہ — سے نہیں خوشتر

(ج)

پریم کے چھند بند

(۲)

پرت جل میں جنے رہے ہور نہانے — او پیرت بات کوں ہر گز نمانے

محبت کے پانی جو رہے اور — وہ

جنے جم نیہہ دھیاناں میں رہیا ہے — اُسے معلوم ہیں سب نیہہ کے مانے

جو ہمیشہ عشق کے دھیان رہا — عشق معنے

جو اپ پیرت کے تیں دو جگ نپایا — بڑے بھاگ اُس کے جن اپے نینہہ پچھانے

اپنی — جو یہ راہ

عشق کا جن بنوجے ان نگٹ بھاؤ ۲۵۶۰ — پرت میں اُن کرے بھو آنے بھانے

جو — وہ بہت

ہمارا بھید نیں بوجھتے نکو آؤ — ہمارے ہور پیا کے درمیانے

نہیں پہچانتے نہ — اور

کرے سیوا پرم کا رات دن وو — برہ کی رین جن کوئی بہانے

فراق رات

نبی صدقے پیاری قطب آکھے

پرم کے چھند بند سب توں اپچھانے

رقیب

(۳)

اے دو تن نراسی توں ہے سر بسر غلیظ
چڑ چڑ کہ منج سوں ہر گھڑی باتاں کر غلیظ

لے چیز تو غلیظ اہیں جگ منے ولے
ہوسے نہ کوئی جین کہیں تیرے سر غلیظ

بہتر جو بحر و بر میں نہ لے ناؤں کوئی ترا
تج ناؤں لینے تھے ہوویگا بحر و بر غلیظ

تیرا چتر خدا نہ کرے جو چتارے کوئی
تیرا چتر چترنے تھے ہوگا چتر غلیظ

شکر کوں آپ ادھر سوں شکر کر نکو کہے توں
تیرے ادھر غلیظ تھے ہوگی شکر غلیظ

دیکھے گا ٹک جو خواب میں تیرا لشت چھاں تو
لک گا نو بھاس جاوے گا شیطاں ڈر غلیظ

کس دھات تج کوں قطب کہے خوب ہے کگر
اے دو تنی نراسی توں ہے سر بسر غلیظ

(ج) ۲۵۷۰

رشکِ رقابت

(۴)

دیکھو سہیلیاں یہ دوتی جا پیا کوں کچھ سناتی ہے
میں شہ کی پیاری ہوں کر دیکھ نسک نقشاں مچاتی ہے
نہ سک کر
مرا نیہہ شاہ سوں قایم دوتی کیتا کوا کی توں
جھوٹی باتاں پیا سوں کر سبب دوندکی بساتی ہے
دشمنی
پنوا کی توں کیتا اپسے للن سوں ملکہ لے دو تن
ملکر
دو دین کے پرت میں اپنے شرم توں کے گنواتی ہے
کیوں
رہی ہوں جان بُج کر میں پٹے سب عشق کی بھی مُنج
پڑا کے کیا برہ نیہہ کا بچھو لیا کے لڑاتی ہے

سجن کے دشت جس ناری پہی تس کیا اڑاکی توں
مکر جو رحیل چھوڑے توں پھر اس کیا آزماتی ہے

نہوے باتاں میں جس کے گن سو وہ شہ کوں رجھاوے کیوں
تر کماں سوں اُن یکیاں ہے جتی کنکر نہ بجھاتی ہے

سو اُس ہیلی سیانی کوں تہاتا ہے سہاگ یہ سب
جکوئی خوشحال سو اُس شہ کا ہنس ہنس و قتاں گماتی ہے

کہی پیاری نبیؐ صدقے محمد قطب شہ کوں توں
ایسے او گن نبھاوے منج دو تن جو کن ڈرانی ہے (ج)

بڈھی کی کہانی

(۵)

پریاں کے باغ میانے دیکھیا مندھر گلالی
واں یک پری کے مکھ تھی سب بن لیا تھا لالی

اوتارنا پہ چنچل گل لال گال پھل پل دل   کھڑکی منے تھے انچل سر پر تھو سر تھے ڈالی

میں سے   سے   ڈھلکائی

تارے چندا پرو کر راکھے سو مانگ سر پر   جگنی جڑی منور اوڑے جھبنا سو آلی

پڑیا نظر ریکایک ہلبجیا سو جیو بے شک   چنگی اٹھی جیوں چمکک حسن و ہمن طلالی

مج اُس نگیا ہلاوا دو تن سو دیکھ سہاوا   اس گھر میں لائے لاواں گستاں سو جا اچھالی

تن عقل اُس بڈی کی ساس آئی اس گھڑی کی   سو جیو کھی کھڑی کی کھڑکی پہ جھانپہ کھالی

بوڑھی

بھنواں کوں گانٹھا کر ج کوں نپٹ دیا کر   غصے تھے اس جدا کر دیتی ہزار گالی

مُکھ پر بڈھی کی جھڑی کم شان کی ٹل کی جھڑی   مو چندپ کرنا ترڈی اوپا کنی ہے مالی

وہ

قطبِ زماں معانی بس کر بڈھی کی کہانی

شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی   (ق)

جلائی

عشق و عقل

(۶)

پرم آپنا چتر جگ پر سو چھایا　　　جہاں اپنا پنی چھایا اِس واں کھایا

پرم پھول بن میں سگندباس مہکا　　　پرم آپنے ہات ارگج کلایا

سبھی عالماں آپ ٹپرن جاہیں ۲۵۹۰　　　نہیں کوئی پایا اے پیرت کا مایا

پرم کے سو پیمانے سوں مدپلا کر　　　پیا طاق ابرو سوں سجدا کرایا

عقل کے تخت پر پرم تخت بیٹھا　　　عشق عقل کے ہات اپسے نوایا

نہ عاشق کوں کٹتا ہی بن عشق یک تل　　　وو عاقل سدا جن پرت سوں گمایا

پیارے سوں گمتا نبی صدقے قطبا

پرم اُس کوں ساجے جنے یوں گمایا

(ج)

دُنیائے فانی

(۷)

سنو عاقلاں سب کہ دنیا ہے فانی — جو کوئی بوجھیا اُس ہی صاحب قرانی

پہچانا اُسے

دنیا رنگ سوں جن بہوت دل نہ باندے — شہاں میں سُہاتا اُسے ...... سلطانی

باندھو ، جو بہت سے ، زیب دیتا ہے

وہی مرد ہے جے دنیا میانے دین کا — کرے کام ساجے اوسے کامرانی

میں ، جو ، سجتی ہے

دیو و جگ کوں بہو جن او بخشش کرو جم — کہ جھلکے گا اُس نور تھے تم پیشانی

وہ ، چمکے ، سے ، تمہاری

طمع کوں پیا یاد پانی سوں دھو کر — اپس دل میں تھے ہو بچن کن کہ دھیانی

کے یاد کے ، سے ، اپنے ، سے

نبیؐ ہور علیؑ سوں قطب کی ہے پیرت

اور ، سے

سدا تو ہیں پایا ہے تخت شہانی ۲۶۰۰ (ج)

اسی وجہ سے

مُتَفَرِّقَاتٌ

فتنۂ دکھن

الجھائے جیواں کوں سکی اپ چوٹی کیرے تاب میں
پھانسے دلوں کو اپنی بل

پتلی نمن لٹکائے ہے دل اپ نین محراب میں
کی طرح اپنی آنکھ کے

کہیا کہ مکھ دکھلا منجے، چھاتی سوں چھاتی لا منجے
کہا چہرہ مجھے سے مجھے

کہئی اپن گھر آ منجے یو سُدھ ہوا اس جاب میں
اپنے کے جواب

سورج بدن جھلکائے جب چھپ جائیں تارے لاج سب
شرم سے (جیسا)

دیکھت سو اس کا جوت چھب طاقت نہ رہے مہتاب میں
دیکھ کر رہے

کیا چلبلی سو دھن ہے توں ہر فن منے پُر فن ہے توں
نازنیں میں

ہور فتنۂ دکھن ہے توں سرزور ہر یک باب میں
اور

صدقے نبی قطبا سوں ٹل کرتے ریباں ہر یک تل
عیش ایک لمحہ

لبدائے کر مج جیو دل پگلائے جوں قندا بیں
میرا پگھلائے (ج)

ایک تلنگن سے

(۲)

پیاری جو وتی میں پنت تج پیم
تیری محبت
منجے جیو دیونا ہے پیم میں نیم
مجھے دل دینا محبت میں دھرم انقا اصول

کرب سوں میں نہ وچی تھی پیا کوں
نہ پہچانی
کہ یک تھا مج نین تل کو ہ ہو نا ہیم
میری آنکھ میں واحد

ڈھونڈیا ہوں میں نہیں پایا پرت جیہ
ڈھونڈا
بہوت جو یا ہوں نیں پایا ہوں میں تھیم
نہیں

پرم پیو کا ہمارا جیو سیجو
پیا کی محبت کا
پرم پنتھ میں ہی عشاقاں کا یہ نیم
راہ عشق اصول

نبی صدقے قطب شہ سانولی سوں

۲۶۱۰

بچن ہندی کوں بولا ایم مر بہیم
زباں ہندی میں ایم رے ایم (کیا رے کیا) (ج)

دکن کی پتلی

(۳)

سدا مجھ مست کرتی ہے نین سیتی نین پتلی
کہ بالی غمزے کے پیالے پلاتی ہے یون پتلی

نین سوں صبر کر کہتی کروں اب صبر میں کیتا
نین موتے ہیں روشن دیکھتی توں ہے گگن پتلی

بھنواں کشتی منے نین یوں رہیا جیو نوح کشتی میں
پرت دریا منے پایا پری ایسی رتن پتلی

ترا مکھ لوح کلیا یاڈروں ناں میں پری جن تجھے
ہندو پاتر سنپڑتی نین بحکتی جیو ہرن پتلی

اگر منگتی رنجانے عاشقاں کے تیں گھڑی تل
انچل جھلکار و باں سوں چلے ڈگ ڈگ کون پتلی

نین کے حوض میں پتلی نوی چالیاں سوں ترتی ہے
نین عاشق میں دیکھن کے بچن سننے کرن پتلی

نبی کے صدقے ہر تجھے جینتیا نادان بالی کوں
انند اں سوں ملی قطب زماں سے تیں دکن پتلی

(ق)

موہن اور حیدرنگر

(۴)

سو حضرت کے گو شاں پہ اپ تر کھایا — اُن ہت تھے حق پیالہ کوثر پلایا

جو — اپنا — اُن کے ہات سے

مرے سیں موہن سہرا سو متّا ہے — تخت ہور تخت کا قطب نجم اُدیا

سہرا سجتا — اور

فلک ماوے منڈپ چھایا ہے رنگ رنگ — پریاں ہور حوراں کوں اُس تل نچایا

اور — اسکے پیچھے

دمامے سو بادل کے گھن کا چتہ ہے — کلیجا سو تن دشمناں گڑ بڑایا

بریاں نظراں تھے اُسکوں اسپند اُتارد — نہ حیدرنگر اُس انداں بھرایا

کو اُس نے آنند سے بھر دیا

محمد قطب شہ بندہ ہے نبی کا

علی آپ صدقے دو جگ میں بنچایا

(ج)

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

دُوسرا حِصّہ

غزلیات

تفصیلی فہرستِ غزلیات

(جملہ غزلیں ۳۱۲ اور جملہ اشعار ۲۲۵۴)

نمبر شمار	ردیف	صفحہ	تعداد غزلیات	تعداد اشعار
۱۵	ظ	۱۴۶	۳	۲۱
۱۶	ع	۱۴۹	۱۲	۸۵
۱۷	غ	۱۵۹	۵	۳۰
۱۸	ل	۱۶۳	۲	۱۶
۱۹	م	۱۶۶	۹	۷۰
۲۰	ن	۱۷۴	۳۹	۱۷۶
۲۱	و	۲۱۳	۵	۴۱
۲۲	ہ	۲۱۸	۶	۵۰
۲۳	ی	۲۲۴	۸۱	۵۴۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

ردیف الف

(۱)

دلا منگ خدا کن کہ خدا کام دِویگا
ماتگ کے پاس دیوے گا
تمن من کے مراداں کے بھرے جام دِویگا
تمہارے دل مرادوں دیوے گا

خوارج کی اگن قہر کے پانی سوں بُجھاگا
آگ سے بجھائیگا
براہیم نمن تجکوں سُکھ آرام دِویگا
ابراہیم کے مانند تجھے

دو عالم کے دوارے کھلے ہیں عیش کے خاطر
دروازے
جے کوئی نبی نام سوں دل رام دِویگا
جو سے

جے دل میں محبت علی و آلِ علی ناہ
جس نہیں
اسے خون جگر دا روئے ناکام دِویگا

نکھا غم توں زمانے کا ترا کام خدا سوں
تو سے
ہر اک پستی منے تجکوں بلند نام دِویگا
میں تجھے

اپن بخت خضر سے تجھے کدیں دلمیں نکر غم
اپنے کبھی سے
تجے وارد کے صحت سوں شفا جام دِویگا
تجھے سے کا

رقیباں کے دکھوں سیتی قطبؔ توں نکر غم
تجھے سے
خدا سارے رقیباں کے گلے دام دِویگا
تو سے پھانسی

(۲)

سب اختیار میرا تج ہات ہے پیارا
جس حال سوں رکھیگا ہے او خوشی ہمارا

پیارے　تیرے　سے　وہ　ہماری

نیناں انجھوں سوں دھوؤں پگ اپ پلک سوں جھاڑوں
جے کوئی خبر سو لیا وے مکھ پھول کا تمھارا

آنکھیں آنسو، سے دھوؤں قدم اپنی پلکوں سے جھاڑوں　جو　لادے　تمھارے

بتخانہ نین تیرے ہور بت نین کیاں پتلیاں
مجھ نین میں پوجاری پوجا ادھان ہمارا

آنکھیں　اور　کی　میری آنکھیں　شرب

اس پتلیاں کی صورت کئی خواب میں جو دیکھے
رشک آئے مجھ کرے مت کوئی سجدہ اس دوارا

کوئی　دروازہ

تج عاشقاں میں ہوتا جنگ و جدل سو سب دن
ہے شرع احمدی تج انصاف کر خدارا

تیرے عاشقوں　تیرے پاس

تج خیال کی ہوس تھی ہیں جیو ہمن سو زندہ
او خیال کد نجاوے ہم سر تھے ٹک بہارا

تیرے　سے　ہمارا　وہ　کبھی　سے　باہر

جب توں لکھیا قطب شہ مہر محمد اپ دل
ہے شش جہت میں تجکوں حیدر کہ تو ادھارا

تو لکھا　اپنے　تجھے　سہارا

(۳)

نزاکت حسن و دولت ہے منگے جاہی کرن سکتا
نوا یوں نوجوانی سوں سکل شاہی کرن سکتا

مانگا　سکتا　نیا　سے پورا　کر سکتا

دیپا مشرق و مغرب میں جھلک درپن مکھا تیرا — کہ تو جلوہ فلک تھے ہے سو تا ماہی کرن سکتا
چمکا آئینہ سر رخ

تمن مکھ میں خدا کا نور مج نیناں بھربا دیکھے — کِنن صورت تمن سر بھر نہ ہمراہی کرن سکتا
تمہارے سے میری آنکھیں — سے کسی کی تمہاری معاملہ

مکھا سورج کتاباں تھے نوا خط سو لکھیا یا تو پ — اسی خط پر سبی عاشق سو یک نہ اہی کرن سکتا
تو سے نیا سے — سبھی ہمراہی کرنا

کتے دن تجھے پڑا کر مج کتاں پڑھیا نو چھا ٹک — الف پڑھنے ہمن چوگاں اگر خواہی کرن سکتا
کتنے سے مجھے کتنا پڑھنا نہیں پوچھا — ہزار

تمن جو آتش ہمن نہ روی نپایا مکھ بیچارا ہو — دکھے عاشق شفا خانہ تمن لاہی کرن سکتا
فائدہ

تمن مکتب میں نہ ہوا داں بہ بحثاں سدا کرتے — سکاوں علم شیخاں کوں ن پنچھل کاہی کرن سکتا
تمہارے بچے فراق — سکھانے شیخوں مشکل کیوں

دم عیسیٰ کتے مردے جلاون ہی و تیرا لے — دوری مارن ملن جیون مجہ آگاہی کرن سکتا
کتنے جلاتا — دوری موت وصل زندگی

زمانے کے اندھارے تھے معانی توں نکر غم جگ
اندھیرے سے دنیا میں
پیالا ہت پیا کے پیو توں جگ شاہی کرن سکتا
پیا کے ہاتھ سے پیکر دنیا کی بادشاہی کر سکتا ہے

(۴)

سکی باتاں شکر کرتی ولے میٹھائی آسے نا — دوانی نیشکر میں کوئی کدھیں نا بات باسے نا
سکی نہیں آ سکتی — اے دیوانی کبھی نبات نہیں رکھتے

۴

خبر ہوی شہ ہوی سو ایکایک آئے مج تھارا
نپوچھے ٹک پھرے بھار اتو اب ہا سکا سے نا

کہوں آپن برہ جس تن اگن شعلہ پڑے اس تن
سو مشکل ڈاتیا مج من ہمن دکھ کوی سنا سے نا

مگر کھولے خدا ای دکھ دکھاوے اس سرج کا مکھ
اندھاری مین پاویں سکھ تو مجھ پر دکھ ہا سے نا

معانی تھاوں توں جانے غوص ہو کر تن یا نے
سو خالی سپیاں لیا وو حباں سم تجکوں آسے نا

(۵)

مکھ مین بنفشہ رنگت بلا کا نور میں توں پائیا
جیوں کن سیا مرنگ چند ال سوں مل سب جگت چندنا چھائیا

مکھ کعبہ کے میانے منے مقصود مج پانے منے
امید کے خانے منے گوہر کے دیوے لائیا

کنتل مین کیوڑے بھیں ہیں لوگاں کہیں سن دیس ہیں یا
مانک اجالے سیس ہیں منتر سوں میں ہلجائیا

مجنوں ہوا میرا نام ہے وحشی توں مج سوں رام ہیں
اس مکھ الکھ مجہ دام ہیں یک ہیچ میں گل باہیا

تج گال پھل الے اپر لٹ ہے سو گل لالے اپر
یا ہے بھنور لالے اپر سو نقش مج من کا ئیا

تج خیال بیا تو ن سج گیان دیوا توں سے　　کتنا کسوٹی پر کسے میں دھیان تج سوں لایا
میرے　میں　تو میرے　چراغ تو نظر آئے　کتنا ہی　تیرا ہی

بریا معانی ہل اہے اس کا ولا مج دل اہے
نظر آئی

پھل سنگ تیباں ہل اہے کیوں بی تو من ہلکائیا
پھول کے ساتھ　بھی خیال

(۶)

ہے عشق ہر اک دھات ہر اک دل میں پیارا　　مج عشق پیاری کا اہے جیو کا ادھارا
سہارا

تپلیاں نیناں کی سو کل جگ کو بھلائے　　اسماں میں اٹھے شور دیکھت زلف تمارا
طرح　مجھے　بھی
آنکھوں　سب دنیا　دیکھکر　تمہارا

تری ٹھڈی کے جل منے سو جیو کا جیون ہے　　او چشمہ منے میں من جیو کیا ٹھارا
آب ذقن　میں　روح　زندگی　میں

زاہد جو ترا مکھ دیکھت جیو دئے ہیں　　تج نیر ٹھڈی کی چھپی ہے عیسے کا بارا
اس　مانند بھی　مقام
چہرہ　دیکھکر　بھی　تیرے آب ذقن　دم

انکھ پاس کے سم پھول اپن پاس نوائے　　کملا کر جھڑے برگ کتے باس میں ہارا
برابر　پھیلائے　کمہلا

کر تار تئیں کس میں توں پھول نہ گوندا　　قدرت کی کلیاں کا ہے لٹاں میں نہکارا
بال　بالوں

بن نیر تمن ساری کلیاں سوک رہی ہیں　　ٹک آ کے کرو گشت چمن جی اٹھے سارا
تمہاری　سوکھ　ذرا

سب مالی نِجھل نیر پلا جھور رہے تھے — یک تل میں ہر یک پھول ہوا نور ستارا

دیکھیا ہوں ترے مَن منیں صنع خدا کا — تو سِترِ نہانی سوں جھلکتا ہے پھرارا

عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا — لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا

دو تِن سو حسد کیوں نہ کرے نِت ہمنا پر — ہے تاج مرے سیس منور جھمکارا

پایا ہوں اماماں کی دعا تاجِ شہانی — مج تاج میں ہے نورِ الٰہی جھلکارا

اے قطبِ معانی کہ ترا قطب خطاب ہے
کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو ستارا

(۷)

باغ دل میں تج محبت کا اچنبا پھل لگیا — باس سنگ پھولاں عرق کا ہیں ہو اہوٹ ڈگیا

یے علم ہور یے کتب ہور کس تھے بوجھیا جانا — عالماں بیچارہ دکھ کر اُسکی تک میں رہے تھکیا

سانولی قد سرو کوں لاگے ہیں اب میٹھے نبات — چکھنے جا کر میں دوراں ستی رہیا ہو دہک دکیا

شیشے کی قلقل تھے پیالے میانے باندھی بڑ بڑے | بڑ بڑا او ونیہ کے نزوان سوں جگ میں جگمگیا
توں اندھارے پنتھ میں نا منگ روشنی اغیار تھے | روشنی تج دیوے کون قدرت اجالے کا لگیا
میں امی کر گنتے ہیں سب امیاں تو علم میں | موزبانی کا قلم تج وصف لکھ نا سک بھگیا

تم معانی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کیے
میں محمد ناؤں تھے دونوں جہاں میانے جگیا

(۸)

سکندر کے درپن ترا مکھ دپایا | میں اپ کام اس آرسی میانے پایا
تری یاد سوں نکلے سو دل تھی لالی | کہ اپ پیالہ سوں لالہ سب کوں چھایا
صراحی میں پنہاں ہے مے گنج قاروں | گدا گنج پا کر اپس کو پسوایا
اپس خیال میانے دکھیا گنج زر کوں | سنے بڑبڑے پر اپس جیو چو بھایا
نہ ہنچو منجے مشک نافے کے نمنے | ازل تھے گرہ پا کہ طبلاں بجایا

ہمن تم میں اے باو شرط وفا تھا — وفا چھوڑ باتاں رقیباں سنایا

ہم — یہ

کہے ظلم کتوال کا شہر میں ہے

معانی کوں ڈر کیا توں لطفاں نپایا

کو — تیرے — نپایا ہوا

(۹)

کل مو تو نور دیدہ یسو شاب تاب تھا — اُس مکھ شراب و دشت مرا آفتاب تھا

مجھے تیرا — بعد — دولت — انکا چہرہ — نظر

تا دیس اُس تماشہ مکھ سور نور دوست — میں روتہ تھا سو یوں کہ نہ او وقت خواب تھا

تا — وہ

ون (دیکھ) — سورج

مجلس ترا ہزار پر یخانہ یسکل — جیو اس میاں بصورت و معنی خراب تھا

تمام — دل — ہیں

اوز ہر ڈنک نینو جو پئے گا نیں سو دہاک — دیوانہ سیں آگ برہ تھے کباب تھا

وہ — آنکھ — سر — فراق — سے

میں تو میان ریختہ جیوں دانہ سنک — تب ہر طرف تھے کار رقیب اضطراب تھا

سے

موا آہ و نالہ تب تھے دکھایا ملن گھڑی — او نقد عمر مو دو نفس در حساب تھا

میرا — سے — وہ — میرا

اوکی بنت جیا کانہ سکے دیکھن سو کوئی — او شرم مو کا اُس رخ چند پر حجاب تھا

اسکے بغیر — نہ دیکھ سکے — وہ — مجھکو — کے — چاند جیسے

تسبیح زاہداں کرو نقل و مدہوا ۔۔ تسبی گنہ سو کیاہی یہ بات اس کتاب تھا
تسبیح میں

ساقی تو آہ کرم معانی کے تھیں نرج
سے ریج نہ کر
اس کیا ہی اختیار گناہ شراب تھا

(۱۰)

یوسف گم سو پھر آگا اب کنعان غم نکھا ۔۔ گھر ترا امید کا ہو گا گلستاں غم نکھا
آئے گا
ای ہمایہ دکھ دکھیا سو خوب ہو ل گا حاج تج ۔۔ من کا چنتا ہوئیگا پھر آکہ جاناں غم نکھا
اے دل عشق کا دیکھا تیرا دل کا کے
برہے کہا او دو دن نکھا دور اپنے پیو تھی ۔۔ دایم یک دھا توں نہ رہسے کار بزاں غم نکھا
سے رہ سکے
جم بہار عمر تج ہے پھر کہ آگا باغ میں ۔۔ چنسر پھل کا کھلک رنگیں مرغ خوشخواں غم نکھا
آ تجھے پھر سے آئیگا آسمان کے پھول کھل کے
ہاں توں نا امید نا ہو کو نجانے سر غیب ۔۔ کبا اچھگا پڑے او جھل کھیل تپلیاں غم نکھا
کوئی ہوگا
او جنگل ہن شوق سوں کعبہ کے خاطر رکھ قدم ۔۔ تج اگر بولیں جیبں کانٹے مغیلاں غم نکھا
اُس تجھ سے چبھیں
ای صبا سو جا تھے ناڈر منکا بھانا ہوئیگا ۔۔ تو تجھے ہے نوح کشتی بان طوفاں غم نکھا
اے دل موج سے دل کا

بات تیرا دوا گر ہے عشق پنتھ دکھلائیگا — شاہِ رایاں تو ہے رایاں میں زرایاں غم نکھا

راہ — از

حال میرا دوی نادان ہور کوپ رقیب — سب تو پوچھیا ہی خدا ہور شاہ مزاں غم نکھا

غصہ — اور

قطب شہ اس کنجِ فکر و خلوت وینی مینے

میں

تا اچھے ورد ت دعا و درسِ قرآں غم نکھا

جب تک رہے تیرا ورد

(۱۱)

منج جیو کی آرزو کوں بند موتیں پیا — دو تن کی بات پکڑے ہے یکرو ستیں پیا

میرے دل — مجھ سے — غیر — سے

ملنے کوں عاشقاں کوں نہیں باوا آنہ ٹھاؤں — پکڑے کمان آپنی ابرو ستیں پیا

آتنا — جگہ — اپنی

قربان جاؤں نا میٹھے یا طرل کے سحر پر — سب جادو پکڑے نین کے جادو ستیں پیا

آنکھ

مشکی خطا کا باس بچارہ دسیگا کاں — پکڑے ہیں سب ہی باس کوں اب بو ستیں پیا

مشک — خوشبو — دکھائی دیگا کہاں — خوشبو

کیا کم پلاؤں نا منجے ساقی پیالہ بھر — جوڑے ہیں سر تھے یاری او ہندو ستیں پیا

پھر سے — اس — سے

داؤد وراگ پنچی صراحی کے ناد تھے — رنگیں کیے ہیں بزم کوں دارو ستیں پیا

طرح سے — سے

ہر غم پچھے خوشی ہے معانی توں غم نکھا

تعویذ باندھے ہیں ترے بازو سیتیں پیا

(۱۲)

تیرے ہونٹاں کے حقے میں تھے لا انجکوں دوا
میرے درداں کوں سدا تیری شفا تھی ہے شفا

نین جھلکار تیری بجلی نمن جب جھمکی
دِشت تھی منج شوق کا مینہ پڑکر ہوا سب ہی ہوا

پھول و پھل کھیت ہمارے کوں لگے مینہ تھے
نین و دل بحث آپس آپ میں کرتے ہیں بجا

کیا غرض تجکوں اے بخشاں سوں پلاوی ساقی
غم پچھیں عیش و خوشی کا ہے صفا ہور صفا

حسن تیرے کا کریں چاڑی نین آپ میں آپ
یک نین کیا تو جھایک کیا دیکھیا توں ان میں بجا

عشق بازی جو منگے کرنے ہونا صبر اسے
غم ندیاں اُبلے تو کرنا ہے اسے صبر دوا

وعظ تیرے سوں معانی بندھیا ہے دل یارب

کرو آمین نبیؐ و علیؑ تھے اس کی دعا

(۱۳)

دیکھو کہ کیوں کئے اُنو ہمنا سیتیں وفا یک تل نہیں ہوا کہ کرے سیر تجھے بھی جفا
وہ ہمارے ساتھ

لیکھے سو پایا ہوں نہیں کچ یار کا گناہ جن ظلم کے تو اسکوں اہے درد بے دوا
قسمت کا لکھا ظلم از سرنو

مارے پنکھیاں سو دل کا کبوتر تو پنتھ میں دیو نہ دانا پانی یہ تم شرع ہے روا
کچھ جو کہے

تم ظلم ہے ہمن کوں خوشی سو دیل لوں کرنا نہ کچ پکار کہ چپ رہے تو ہے شفا
تمہارا تیرے مسلک میرے تمہاری

ساقی وو تن کے رشک نین ناز پیالہ دے جم کوں نتھا ای پیالہ نیں اس آتا ہیں ریا
ہم کچھ کے

جاسوس سیدھی باٹ دکھا نہ پنتھ میں رہ باٹ میانے ہور نکر سب سوں ماجرا
غیر آنکھ جمشید کے پاس یہ نہیں

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں
عشق راہ راہ میں اور

بخشیا فصیح شعر معانی کے تئیں خدا

(۱۴)

جگ جوت عشق کا او لائی انچل کنارا لیدیا جیا پنکھی جیوں اس جوت کوں ہمارا
وہ کھینچا دل پروانہ کی مانند
مائل ہوا

جب توں بلائی ہمنا پیرت میں آپنا کر — جو سی نکر توں پھر کر ہم خاطر استخارا
تو ہم کو محبت اپنا سمجھکر — جو نشی سے نکر پھر سے ہمارے بارے میں

تج مکھ کی جھلک ہور پیشانی کی تجلی — چھپتا ہے عرش کوں جیوں چھپتا دیس تارا
اور — تیرے چہرہ

اے دیدواں تعدی نا کر منجے نہیں ڈر — ینہ شہر میں ہے قاضی کو تواں سیچ کارا
سونپ رات جوں دن کو — عشق نے

اب انکھیاں کوں کہہ توں ٹک مرحمت نظر کر — طالع لکھے سوں انیڑ یا اسکوں نہیں ہے چارا
مجھے — حاصل ہوا

زاہد ہور عالم ہور جوہری صراف — نا بوجھیں توں بوجھیا سو کر بات آشکارا
آنکھوں سے — اور اور اور

نیہ بند انجھواں تے جاتا پھٹر تر رخ گل
عشق بوند آنسوؤں سے پتھر

حیران ہے معانی او دل میں نہیں ہے ٹھارا
اس کے قرار

(۱۵)

جے کو کہ ہتیلی جام لیتیا ۱۱۰ سلطانی جم مدام لیتیا
جو کوئی میں لیا — لیا

پانی کہ خضر حیات پایا — مد گھر تے ...... جام لیتیا
جس سے کہ — لیا

سر .... کام راکھو — اے ۔ ھا ۔ سوں نظام لیتیا
یہ — لیا

.... مو یار کن بھتے رام لیتیا

باہر تو اُدھر تے ساقیا نا اس دور رکنے کہ کام لیتیا

لوچن تیرے شیوہائے مستی او دِشٹ چنچل نمے وام لیتیا

ذکرِ مکھ و زلف تج ہمن دل پوجن سو صبح و شام لیتیا

مو بینہ داغ درد دکھوں روپوں نمکی تمام لیتیا

او چاہ ٹھڈی معانی کی جان

تو حسن دُوسو غلام لیتیا

(۱۶)

زلف کی جدول میں الجھا ہے دکھو بادِ صبا

الجھتا ہے باو ایسا بوجھو و کیا ہے بلا

نین میٹھائی سوں لبدے زاہداں تج نیہہ میں

ہم مکھی کوں چاکھتا ہے او مٹھائی سب روا

تیرے مکھ کے نور تھے ہوتا منوّر چاند اچھت

سے نہ جیتا ہوا

دل کی تحقیقاں سوں دیکھو ہر بی باتاں بے ریا

سے بھی

تیرے مکھ کے مصحف اوپر کھینچے سو کے کازبر

سُرمہ کا خط

جزم ہور ہیا ہے دل تشدید ناکر آپیا

تشدّد

سبز خط اگے کہتے ہیں بات لوگاں سبزی کا

کے آگے

کیا خبر ہے اُن کوں کیوں ہیلا ہوا ہی سب گیا

انھیں کہ گیاہ

کیس کھولے کرنے کنگھی رات ہی ہمناں کوں وو

بال تو ہمارے لئے وہ

مانگ کاڑے جب کی وو دیس ہمناں کوں صبا

نکالے تو وہ دن ہمارے لئے صبح

تج کِتا کوں اے شمع اپ روشنی تھے نتر کھینچ

تجھسے کتنا کہوں شمع اپنی سے

مارتے ہیں دم بدم گردن کہ توں ہے بے حیا

تو

سِدے کر مُنتران سیتی دکھلاتے اس کا نور سب

ستید ہے سے

نور جاتا اُف سیتی اس تھے سدا ہے بے نوا

سے

رات ساری تیرے غم کھینچے صفاں ہمناں اُپر
ہم پر
میٹھے بچناں تھے لکھیا میرے خلاصی کا رخا
باتوں سے رہائی رقعہ

اپ گناہاں سوں ہمیں کھاتے ہیں غوطے رات دن
اپنے سے ہم
اپنی قدرت ہات سوں مُنج کو بچا و وا ے خدا
کے سے مجھے

تیری انچل باد تھے ہے عیسوی دم جلوہ گر
ہوا سے
وو انچل مُنج ہات میں ہے جیوں کے موسی کا عصا
وہ میرے

میں نہ جانوں کعبہ و بت خانہ و میخانہ کوں
۱۳۰
دیکھتا ہوں ہر کہاں دستا ہے تج مُکھ کا صفا
ہر اس جگہ جہاں نظر آتا ہے تیرے

بھاتے ہیں پردے اندھارے کے معانی تیرے سب
اٹھ جاتے ہیں اندھیرے
شکر کر حاصل ہوا ہے مدعا توں اُس دعا
تیرا سے

(۱۷)

خبر لیا یا ہے ہُدہُد میرے تئیں اُس یارِ جانی کا
لے آیا — پاس
خوشی کا وقت ہے ظاہر کروں رازِ نہانی کا

مرے جیو آرسی میں خیال تج مکھ کا سو دِستا ہے
دل کے آئینہ — تیرے — نظر آتا ہے
کرے او خیال مُنج دل میں نشانی زر فشانی کا

میرے
چیتا ہو عشق کے جنگل میں بیٹھیا ہے دری لُکر
چیتا بن کر
لیا ہے چھانپ سوں آہو مَنَ دل مُنج ایانی کا
چھپا — مانند — بھولا

خدا کا شکر ہے تج سلطنت تھے کام پایا ہوں
تیری — سے متعدد
ڈنڈے دشمن کے مکھ پر پیوتا مئے ارغوانی کا
سامنے — مخالف

چھبیلے مست ساقی کے پچھیں دوڑیں سو مخموراں
پیچھے
پلا دو مئی ہوا اب تو ہوا ہے گل فشانی کا

دو تِن انسوں کے بارے تھے ہمن کوں کچ نہیں ڈر ہے
غیر کے پھونک سے ہم کو کچھ
ہمارے دیے کوں ہے روشنی صاحب قرانی کا
چراغ کو

لگے ہیں انجواں کے پھل ضعیف اس نخل کوں میرے
آنسو
ہر اک انجو ہے دُر دانہ مُنجے وو خسروانی کا
آنسو وہ

ہمیں ہیں عشق کے پنتھ میں دونو عالم تھے بے پروا
سے راہ ہم
لگیا ہے داغ مُنج دل پر سو اُس ہندوستانی کا
لگا میرے

پڑے دنبال ہیں میرے سو اُس نیناں کے دنبالے
آنکھوں ۱۴۰
خدایا عشق مشکل ہے بھرم رکھ توں معانی کا

(۱۸)

کل جج کوں نور نین لسو شاہ بے تاب تھا — اس مکھ شراب و حشت مرا آفتاب تھا
مجھ — اسکا چہرہ نظر
تا دیس پیو کے مکھ کے تماشا کے نور تھے — میں عیش میں تھا یوں کہ نہ او وقت خواب تھا
صبح تک سے چہرہ — وہ

مجلس ترا سہاتا ہے خوباں کے حسن سوں — مج جیو انہی کے روپ سینتی کامیاب تھا

میرا دل — سے

اس من سو کا سینتیں پرت مج کوں لیو پیا — دو جیاں کا دل ہماری برہ تھے کباب تھا

آنکھ غلط سرمہ سے محبت مجھ کو — اغیار — فراق میں

(19)

سلیماں کن لجاوے کن خبر منجھ موریک بارا

کے پاس لے جائے کون چیونٹی کی بار

کبوتر دل کوں عرضہ بند کروں پرواز اس ٹھارا

جگہ

عجب سحرے کہ سحر سامری اس تھے گیا ہے چھپ

سے

او لب خندے کے افسوں پر سوں وارو ں آپ لکھ بارا

ہنس — نثار کروں — اپنے کو لاکھ بار

برہ کی تاب تھے منج کوں خدایا توں سلامت رکھ

فراق تپش سے مجھے تو

تمن امید سوں بیٹھیا ہوں بھیجو لطف کا بارا

تمھاری سے ہوا

نمن راوت لئے سو کی کے نیزے ہاتھ غمزے سوں

آنکھ — خط سرمہ

سو کرتا نیزہ بازی ناز سوں منجہ دل میں او پیارا

سے میرے — وہ

صنماں سب بتاں کے بھاگ گئے تج خسروی فر تھے
(تیرے ، سے)

شہاں تو رات دن کرتے مدارا جیو سوں سارا
(تیرا)

کریں طاقت گنوا کر عابداں میخانہ کوں سجدہ
(دل سے ، کو)

۱۵۰ کیا زناریں تسبیح دیکھن روئے زیبارا
(دیکھنے کے لئے)

تجھے سوں ہے معانی کوں جواں کر آپ بوسیاں سوں
(قسم ، کو ، اپنے سے)

کہ میں صدبار قرباں جاؤں اس لعل شکر خارا

(۲۰)

خبر لیا دو کہ میرے تئیں سو اس بے رحم عالم کا

نجانوں میں کہ او بے رحم ہے سب جگ میں آدم کا
(نہ ، وہ)

اگر وہ ملتفت ہووے ہماری بات پر یک چھن
(لمحہ)

نواروں میں خزینہ اس اپر اس دل کے درہم کا
(نثار کروں)

گدا تج عشق کا ہوں دے زکاتِ عشق منج سائیں

تیرے مجھے اے سائیں

کہ ہے اعجاز منج من کوں کہ جیوں عیسئِ مریم کا

میرے دل کو جیسے

فقیر و ناتواں ہوں میں کہاں شاہاں کی مجلس منج

مجھے

مگر اپ خیال میں دیکھوں او صحبت آبِ زمزم کا

اپنے وہ

مرا قد ہے سو تج نیہ باو تھے لرزاں سو جیوں جبغہ

مثل تیرے عشق ہوا سے

عصا دے ہاتھ میں میرے کہ جیوں موسئ محرم کا

جوں

توں ہے خورشیدِ خاور ذرہ میں جب نا گنے منج کوں

تو شمار کرے مجھے

گنو یا نا گنو تج ہات ہے سب حکم خاتم کا

تیرے ہاتھ

پیا تج بند میں الجھا ہوں کر آزاد منج بند تھے

تیرے گرفتار مجھے سے

معانی کوں غلاماں میں خطاب اب دے مکرم کا

کو

(۲۱)

یاد مُج اُس رات کا دیوانہ کیتا — وو تھنا مُج خواب میں افسانہ کیتا

مجھے کرتا — وہ کم عمر مجھ سے

رات میرے نین مُج سونے نہ دیویں — او ہمن گھر میں نپٹ ویرانہ کیتا

آنکھیں مجھے — وہ ہمارے بالکل

کم نکو کر یا خدا اُس زلف کے تئیں — مُج دل آزاری بدل آں شانہ کیتا

میری

شمع مہاں جیوں کرے پروانہ کوں اب — مرغِ بسمل مجھو نکر پروانہ کیتا

جیو میرا اُس پری کے نیہہ سوں ہِل — عقل و ہوش و سُدھ مرا بے گانہ کیتا

دل عشق — سدھ

میں نہ جانوں کیوں اچھے گی حورِ جنت — حُسن تیرا مُج عجب دیوانہ کیتا

کیسی ہوگی — کرتا

مجھے

اب پچھے گا قطبِ معنی حال کیوں

معانی

پوچھے

قبلہ کوں اُس کام میں میخانہ کیتا

کو اسکے عشق میں سمجھتا

(۲۲)

صبر سوں معمور تھا مندر سو مُنج دیوانے کا — عشق آپی آ گیا سودا سو میرے خانے کا

سے (دل) مجھ — آپ ہی

وصل کہہ یا دوری ہے دونوں کا معنا ایک ہے — نس میں جگنا شمع پروا کیا شمعے پروانے کا
یہ معنی — رات شمع کو
سب ہی کچ کوں انت نیں نا نیم حرف کو انتہا نیں — بہوت ڈھنڈ دیکھے نہ پلئے انتہا نہہ افسانے کا
کچھ حد نہیں حد نہیں — بہت ڈھونڈھ حد عشق کے
عاشقاں کا دور ہی آلودہ تیرے بادے تھے — سنگ سنگیں باندے ہیں ہیا دس میخانے کا
پیو بادہ سے — سنگ سنگ سے باندے

قطب کے میخانے تھے مے پینا آساں کام نیں
سے نہیں
بن محمد کوں پیوے مے سو اس پیمانے کا
بغیر محمد قلی کے پی سکتا

(۲۳)

پیا باج پیالا پیا جائے نا — پیا باج یک تل جیا جائے نا
کے بغیر نہ — کے بغیر ایک لحظہ نہ
کہتے پیا بن صبوری کروں — کھیا جائے اتا کیا جائے نا
کیسے بغیر — کہا لیکن نہ
نہیں عشق جس وہ بڑا کوڑ ہے — کدھیں اس سے مل بسیا جائے نا
کو جاہل — کبھی بیٹھا نہ
قطب شہ نہ دے مج دوانے کو پند
مجھ دیوانہ کو
دوانے کوں کچ پند دیا جائے نا
کو کچھ نہ

(۲۴)

کل منج وزیر دل تھے قاصد بشارت آیا

میرے سے
یا حضرتِ سلیماں کَن تھے اشارت آیا
کے پاس سے اشارہ

خوش نین نیر سیتی تن خاک کوں کلاوو
آنسوؤں کے پانی سے جسم کی کو ملاؤ
دل کے مندِ ہر کوں سر تھے وقتِ عمارت آیا
مکان کے لئے نئے سرے سے تعمیر

میرا سو عیب ڈھانکوا مے سوں بھیگے کپڑے
شراب سے بھیگے ہوئے کپڑو
او پاک دامن آپی ہمنا بچارت آیا
وہ آپ ہی ہم کو بچانے

منج یار حسن تھے جے بولے ہیں باتاں بے حد
میرے کے سے جو
یک باب ہے سو اُن میں جو اس عبارت آیا

جاگا سو ہر یکس کا ہووے گا آج پرگٹ
جگہ مقام ہر ایک (سب) ظاہر
او چھند بھریا سو چندا بیٹھن صدارت آیا
وہ عشوہ ساز چاند بیٹھنے صدر میں

جم کے سو تخت او پر جے تاج سو ر چند ہے

جنکو سورج چاند ۱۰۰

چمٹے کی دیکھو ہمت جو اس تجارت آیا

چیونٹی

اُس شوخ دید تھے یوں ایماں اپس سنبھالیں

کی سے اپنا

اوس حرکما ندار کرنے سو غارت آیا

قطبا توں داس اس شہ کا جم فیض اُس تھے مانگیں

تو غلام ہمیشہ سے

سو دا ہے تج برم سب وقت تجارت آیا

تجھے عشق کا

(۲۵)

سجن میری چنچل اَ ہے پیم ماتا — سکیاں کوں پیا بات رنگیں سو بھاتا

ہے عشق بھری — سکھیوں کو کی بھاتی

موہن کوپ کرتے ہیں اپ ناز سیتی — دو تن جا کہے ہے مگر میری باتا

موہن غصہ اپنے سے — غیر یا رقیب بات

ستاتے ہیں چھنداں سوں ساجن ولیکن — سجن کامیا نیہہ منج دن (دل ؟) نپاتا

ستاتے فریب سے — محبت میرے

مرمی چنت کرتے ہیں ساجن پرت سوں — اُسی تھے سدا برہ کوں میں ستاتا

فکر محبت سے — سے (ابھالئے) فراق ستاتا

دو تن گلتی ہور بلتی جوں موم بتی　　گنواتی ہے جلنے منے ساری راتا

رقیب　اور بل کھاتی　میں　رات

سدا انگوں میں جیو ہور دل سوں پیو کوں　　کہ اُس بن دو جا میرے من نئے سماتا

جان اور　سے پیا کو　دوسرا　نہیں

بنی صدقے قطبا سوں کہو بنتی میری

سے　عرض

کہ تم حسن کا چھب مرا من رجھاتا

تمہارے

(۲۶)

سنو میری ساتی پیا ہور وں راتا　　کہ پر سیج پر سائیں پر سنک گماتا

ساتی سہیلی　اوروں کے ساتھ مشغول رہتا　غیر کے سیج پر　پیا　عیش و عشرت سے بسر کرنا

ہوا بے سبب سائیں ہمنا سوں کروٹ　　پکڑ دو وُتی کا مَن ہَمَن من ستاتا

یار　ہم　سے　ناراض　دوسری　ہمارے دل کو　ستاتا

پیا مج سوں یوں مل کہ جھل کھا دو تن　　میں ہوں تیری ماتی تو ہے میرا ماتا

اے پیا مجھ سے اس طرح　جل　رقیب　شیدا　شیدا

حکایت پرم کا نکو منج تے پوچھو　　پیا ہات دے ہوں ہیں سب من کا بھاتا

عشق　نہ　مجھ　سے　ہاتھ　دے چکی ہوں　دل کی پسندیدہ چیزیں

میں بھولی ہوں تیرے چھنداں سوں پیارے　　کہ خاطر دکھا کر بھی پھر پھر مناتا

فریب خوردہ　عشوہ طرازیاں سے

نہیں امن خاطر منجے وصل میانے　　کہ ہر دم منجے بزہ سائیں ڈراتا

مجھے　میں　مجھے　فراق　یار

بنی صدقے قطبا کی ماتی کہتی ہے

دیوانی کہتی

قطب شاہ سُندر گنی تد ماتا

بچھ گن والا عشق میں مگن

(۲۷)

تری نیہہ کا منج کو بچھو لڑیا — مرے سب ہی تن میں بس اُس کا چڑیا

عشق مجھے — زہر چڑھا

میں آئی ہوں تج پاس اُتارا کرن — تمیں کرے بارا اُتارا پیارا

تیرے کرنے — تم ہی والے

جو دیکھی ہیں اُس روپ و نتا سجن — نین اُس سلونی تھے پھر بس چڑیا

آنکھ سے زہر چڑھا

(۲۸)

کھوا بچھڑ کے آویں گے من ہرنا — لگوں گی آج پیا کے چرنا

دلبر — قدم

سنوا نری ہوں میں صدر سینا تو تیں — مو انگن میں توں پیا یک دھر نا

سنوا ری سینہ تیرے لئے — میرے صحن تو قدم

کہ دیو و منج کوں اثر تم للتا — کہ تمیں من کے میرے ہیں یرنا

دل لائق مجھے — تم ہی دل قول قوت

دو تے کا کوڑ کپٹ دوتن کوں — نیہہ نگر میں تو سکیاں سوں پھرنا

غیر کے ساتھ — عشق کے شہر کے ساتھ

پھول بن میں تیرا نازک ہی دہن — چپ رہنا آہ سکی نا کرنا
خاموش — آہ نہ کرنا

نبیؐ صدقے قطبا کے من میں
جوں سسی ناؤ سکی چپ رہنا
چاند مانند کرنا ؛

(۲۹)

سکی آپی توں سائیں سمجاؤنا — مندر میرے سمجاؤ کر لیاؤنا
تو آپ ہی سائیں کو سمجھاؤ — مکان سمجھا لاؤ

پیاری کا کرنا ہے من بھاؤنا — پیا مکھ بچن لے منگل گاؤنا
دل کو بھانے والا — بات بول

پیا بات میں ہے مرا اختیار — منج اپنا کیا ہے مومن بھاونا
کے ہاتھ — مجھے میرے دل کو بھانے والا

منجے غنچے کوں دیکھ یاد آوتا — النکار سوں سائیں مکاونا
مجھے آتا — دیور سے مسکرانا

جلانا دو تن کوں اگن رشک میں — ستانے دو تن منج سوں راونا
غیر آتش — ستانے غیر لے راؤ ؛

بلانا وخت منج ہنسی بازی سوں — دو تن دیکھتے منج مندر آوتا
بلاکر بے وقت مجھے — رقیب کو دکھانے کو لیے میرے مکان میں آؤ

نبیؐ صدقے قطبا توں اس چھوکری
سجن کی سرک میں سو ہلکاونا
بستر کروٹ پھانسونا

(۳۰)

پیا بچھڑا ہے مُنج کوں دُکھ گھنیرا ‎ ‎ ‎ نہ جانوں کب ملے کا پیو میرا
مجھے ‎ زیادہ

جو سلطاں وصل نیہہ سوں نہ ورلیاوے ‎ ‎ ‎ تو بھاگیا بِرَہ اپنا چھوڑ ڈیرا
لاوے ‎ عشق ‎ بھاگا ‎ فراق

پیتر رخسار کر سُوٹ کے قلم سوں ‎ ‎ ‎ کجل سیاہی سوں لکھے ہے گھنیرا
سے ‎ خط ‎ کاجل ‎ سے ‎ لکھے ‎ گہرا

اَپَس سائیں سوں یک چِت سوا کرنا ‎ ‎ ‎ اگر یوں نیں تو دوسی ہے کیرا
اپنے ‎ سے ‎ یکدل ہوکر ‎ بطرح نہیں

صبر سوں کام دونو جگ کر تو اپنا ‎ ‎ ‎ اِتا لا دیو گُن گن سبھر دھیرا
سے ‎ دونوں ‎ اتنا ‎ عقل ‎ گہری ‎ آہستہ آہستہ

محمد قطب شہ راجا اَپَن سر ‎ ‎ ‎ محمد نانو لے باندیا ہے سیرا
راجہ ‎ اپنے ‎ کا نام ‎ لیکر ‎ باندھا ‎ سہرا

نبی صدقے سدا کہتا تُرکماں ‎ ‎ ‎ کہ مُنج سر تاج ہے حضرت امیرا
میرے

(۳۱)

نوازیں اپ میا سیتی توں مُنج کوں ‎ ۲۳۰ ‎ کہ میں باندی ہوں تج سوں حب سارا
اپنی ‎ سے ‎ مجھے ‎ باندی ‎ تجھ سے محبت ساری

ـه سوکا = سرمہ کا وہ خط جو آنکھ سے زلف تک کھینچا جائے۔

نکو ہو نکو ہو سہیلی کھیلی تجے سٹ کرمیں گے میا سوں نہالا
تجھے محبت سے

ردیف ب

(۳۲)

تج دل پیا دل ایک ہو میانے نہ آسے کوئی تب
تیرا کے سے درمیان آسکے صنعت انو پراس
یک چیت ہو مِل پیو سوں جو سی نہ پوچھن ہوئے تب
دل پیارے جو تشی

خاطر خوشی خبراں سیتی خوش ہو خوشیاں کرتا ہے خوش
خ سے
خسرو خماری ہوے خوش یاں کے خیال سوں خوش ہوے تب

رنگوں رقیباں کے رسیلی راج سوں لاجاں کرو
سے گ
رنگ کے رَین میں رنگ کرو رخ ہوے رنگیلا خوی تب
رات

پیو کی پرت کا پھول پا لو پیم پانی پور کر
پیا محبت عشق کا پ
پلکاں کے پینگا میں پگا وہ پیو کوں پیل ہوے تب
پلکوں کے بیچ بہنے گا

سائیں نگھر کے سامنے سکیاں کی سُتراں کیوں سوں
نازنیناں

س

سُہتا ہے سائیں سیج سب سُندر رمناں سونے تب
سجتا پر

جوبن جوانی جوت پر جو لا چڑا ئی چھنت سوں
چمک جسم نثار کر دیا ڈگر

ج

چنچل چپل چیت میں جھولانے جھولنا جگ جوئے تب
دیکھے دل

صدقے نبی صدقا قُطُب ہی صدق سوں صاحبقراں

ص

صہبا صراحی صاف پی آتا صبا کا بوئے تب

(۳۳)

صباحی اد مکھ دیکھ پینا شراب
صبح کو وہ چہرہ دیکھ کر
فرح بخش ساعت میں لینا شراب

ترے حسن تھے وان دے شاہ کوں
سے خیرات
او مکھ کے عرق تھے سو پینا شراب
اس سے

تری نین مستی ہو روں روں چڑی
آنکھ (روم) رواں رواں چڑھی
پرت مے بھریا دل کا لینا شراب
عشق کی مے سے بھرے ہوئے

رِعشق ساز کے تار مطرب بجاؤ
کہ قانون تاناں میں لینا شراب

ازل تھے نبیؐ حب قطب پیوتا
سے حب نبیؐ پیتا
ترے پیالے سوں ساقی وینا شراب

(۳۴)

جب سپن دیکھوں توں آتا میرے خواب
خواب تو
رات دن نہ سوں گماتا میرے خواب
(نیند) عشق میں گذارتا

میں ہوں عاشق تیری چت نیناں سوں دیکھ
دل آنکھیں
تیرے بن کوئی نہ بھاتا میرے خواب
بغیر

تج امولک نور تھے روشن جگت
تیرے بے بہا سے
عشق جھلکاراں دیتا میرے خواب
روشن کرتا

میرے روں روں تھے بدل غم دور ہیں
رواں سے غم کے بادل
چاند سورج توں دکھاتا میرے خواب
تو

جم اچھو صدقے نبیؐ عشرت سوں قطب
رہے کے ساتھ
نہہ سوں نیناں دکھاتا میرے خواب
محبت کے ساتھ آنکھیں

(۳۵)

خوشا مستی تمہارا بی ہمن پر بل کیا ہے اب
بھی ہم
کہوں مے کا خماری تج کدہر توں ساقیا ہے اب
تجھے تو

سدا دیتا ندا مطرب مقام دلپذیری کا
۲۵۰
ہمارے تم میانے آشنا باتاں کیا ہے اب
تمہارے درمیان

دم صبحے، مئی لعلے ادہر بھر توں پلا تِل تِل
ہونٹ بھرکر تو لحظہ بلحظہ
عنبا مرغاں کریں تہ تہ نواسوں نو کیا ہے اب
نئے سے

سلیماں دوجی انکھی صبا بار اخبر لیا یا
تر نانے ترن تاران بجا کر دل چھیا ہے اب
چاہا

جیا جیوں پھل پگ گلے باندھے گئے تیوں توں پچن یا کر
تیرا
پون دل گل کھِلاں ہارا طرب کا مدپیا ہے اب
شراب

دو ادارو مرا ساقی کا پھر دیکھن مجھے بس ہے
دیکھنا
منگیا توں سو خوشیاں کرو والیا کر دیا ہے اب

مرید پیر میخانہ ہوا ہوں دیکھ اے زاہد
ہماری مے پرستی میں تمن تسبی ریا ہے اب
تمہاری تسبیح

نڈر اچپل چنچل لوچن ہمن ساجن کے خوش ٹہب ہے
انھاو ن مل کئے و شتی سوں سنجر کار یا ہے اب

فلک سارے سکل تارے اپن رغبت سوں دہن میں سب
سدا قطب سعادت کا معانی تج دیا ہے اب

(۳۶)

اب مجھے و اِمی دے اس لعل شراب آلو داب
یا ہدف توکر او تیر زین شاب آلو داب

ہنس ہنسا شیریں زباں سوں دیو منج گالیاں جھنک
میری آساں کم نکر توں مہر تاب آلو داب

دل چمن بند قبا کھو لو گریبان چنپہ کا
فرح دیو اس بتیاں ثواب آلو داب

کیں لگن آسرو تیوں پھل بیچ عرق راکھے سدا
تک — پھول

او لبجاں خوی کینہ لیلات نقاب آلوداب

اس ادھرانگے معانی گرٹر کے تیں منگت کھڑا
اس کے ہونٹوں سے — مانگنا

منگتا سو دے یا بگالیاں سوں جواب آلوداب
گالیوں کے ساتھ

(۳۷)

خوش رات تب سو تیرا مطلوب آئے طالب

مست آک مستی سیتی گالیاں دلائے طالب
آکر — سے

تند کا مرا میٹھائی بے حدا تھیا ہے ڈرتا

اس دن کی مار کر تو جیبھی جو کھائے طالب

اچھر کسی کے مکتب نا لیکھیا بت پرست او
حروف — لکھا

دل گھر میں چیتر کر کر صورت دکھائے طالب
تصویر اتار کر

اس سات الجھا ہوں میں چنگی ہے عشق کا سو
پھنس گیا ہوں — مشرر

سب کنکرے جھلالاں جگ میں دیائے طالب
چمکائے

جو طالباں کوں دیکھوں سب آرزوئے یار ہیں
مطلوب میرا بارے پھر پھر بلائے طالب

کو تو نہیں کہن تمن پتلی و وتن کو بالیا
کہو کہتے ہیں نیر
او ظلم کس وضا سوں کرنس جگائے طالب
وضع سے رات لو

مکھ برن تھے ہزاراں کھنیا ہیں لکھ کتاباں
رنگ سے دکھ
منتر سوں ناصحاں کے کانٹے چوبائے طالب
سے چبھائے

کہتے ہیں طالباں تیں دیرا اچائے تو رخ
اٹھائے سے
او مکھ کی بندگی تھے تک دل نہ رکھائے طالب
اس چہرہ سے

مکھ پانی اے سجانی ٹک سٹ معانی اگ پر
ڈال
۲۷۰
نہ پیا لا مو پلا سو آنند پائے طالب
عشق کا مجھ

(۳۸)

سجن تج مکھ عرق بند بند بہت وزور دستاب
تیرے چہرے کا بوند بوند نظر آتا
او مدجن کو پیئے سو عاشقی میں ہور دستاب
وہ شراب کوئی اور ہی نظر آتا

کماں بھنواں کے نانددے ہیں سجن کیا بھید ہے دیکھو
دو تن کچ کو نمے ہے غیبت کشش بل دور دستاب
رقیب کچھ

ڈاں تھے بھوں اچا کر چپک ت دیکھو بہوں ساجن کے
ڈ سے بھوں اٹھا کر پوک ر بھول
کہ مکھ سمدر کی موجاں تھے ابلتا خور دستاب
سمندر سے

سکت تج جیو دینے ہے و لے مارن قواعد نا
تجھے دل
تری خوبی بچھل بازار میانے سور دستاب
پاک میں سورج نظر آتا

معانی قطب شہ کس دھر نکہ رمز نہاں ہیو کا
کسی طرح پیا
کہ ہے جے سر مجلس کا سو سچلا حور دستا اب
جو صدر سچا

(۳۹)

باغ کے پھولاں سراسر مست ہیں بن دیک آب

بغیر دیکھے

بات اب باساں سے کرتے ہور پیتے ہیں شراب

اور

اپ عرق بنداں تھے بھرتے ہیں پیالہ دم بدم

اپنے عرق کے بوندوں سے

او پیالہ کن پیوے ہے آس سدا مستی کی واب

وہ　کون پیئے　میں　دباؤ

تم بہشتی کرندا آتا ہے مے خانہ میں تھے

سے

خوش طہورا مے تمی پیو کہ ہے وقت شباب

تم ہی

اس بچن میٹھے تھے جھڑتا ہے نمک بھونا زسوں

اس کی میٹھی گفتگو سے　بہت

او نمک واں تھے نمک دیو کہ ہو گا سم کباب

سے　اس

عرضہ کرنے پھول سب آئے ہیں تج کن ہات کھول

تیرے پاس

۲۸۰

نرخ ہمارا نا توڑو ہیں ہم تمن تھے نوریاب

تمہارے سے

تج میں دیکھیا ہوں سلیماں فر عجائب حسن کا
تجھ
سر و خم کھاتے ہیں تیرے پاؤں پڑنے کوں شتاب

مے فروشاں لاج تھے باندھے ہیں میخانہ کے در
شرم سے
عیسوی دم موسوی فر یتھے ہمارا کھول باب
سے

بیہدہ کرتے پرستش چاند ہور خورشید کوں
اور کی
میں کروں سجدہ تجھے توں نور کا ہے آفتاب
تو

مکھ عرق تھے بھر صراحی ساقیا منج بزم میں
سے میری
تا معانی پی کے گاوے ہور بجاوے نیہہ رباب
اور عشق

(۴۰)

جب کھلے امید دروازے دعای مستجاب
کے
اب تو اپ تسبیح ہور قرآن تھے پایا ثواب
اپنی اور سے

غم کی آہاں واٹیاں تیہہ کا پانی چھنک

عشق چھڑکنے سے

دالکھو کا ہنگام ہے ساقی پلامے جیوں گلاب

انگور مثل

ہے ٹھنڈی پانی ترا سرچشمۂ آبِ حیات

آب ذقن

حقہ ہے جیوں نوشدار و کا ادھر تیرے خوشاب

ہونٹ مانند

اَپ مکھ آئینے تھے مو دل کا کریں سب زنگ دور

اپنے آئینہ رخ سے میرے

بھی کدھیں زنگ اس کوں نا پکڑے تمی دیو آب و تاب

پھر کبھی کو تم ہی

نٹوے سد لاکا ن لیتے ہیں جیو پون نت ناٹ کا

ناچنے والے مثل ہوا

پاتراں غمزے کتیاں و کھلاوتیاں مو نین خواب

رنڈیاں کرتی ہیں دکھلاتی ہیں میری آنکھ میں

عاشقاں کوں نہیں ہے حاجت کچ سلح سنجود سوں

کے لئے ہتیار جوڑنا

۲۹۰

تم نین بھالے ہمن دل پر رہیں حاضر جواب

تمہاری آنکھ کے ہمارے

اب معانی شوق کے موتی جھڑیں تج نیہہ سیں

پانی کا پھل

جوت اس موتیاں کہ یوں دیسے کہ جیوں سمدر پر آب

چمک کے نظر آئے

(۱۴۱)

اے بہشتی حور تج کیا کم نقاب — دو دی جگ میں روشنی تو مکھ کے باب

اس سبب دیوانہ و حیراں ہوا — مت سٹیں گے کس اوپر تم آب شاب

مستحقِ عشق کوں دیو زکات — تا اچھے فردا قیامت تم ثواب

باٹ مارے تیر پلکاں کی ہمن — کس سیتھے اِی شیوے سکھ کرتے کباب

نیہہ ترنگ چڑ کر کرے سب کوں شکار — میں پھروں پروانہ ہو دیو خطاب

عاشقاں جلتے ہیں پروانہ نمن — کرتے ہیں بے رحمی و منگتے جواب

دین و دنیا کھوئے ہیں تج عشق میں — بے خبر ہوں لطف سوں سٹ نیہہ ب

عشق کے پنتھ میں ہماری پند ہے — غیر کے باتاں نہ سن ہیں بے حساب

دو نو جوبن ہیں ترے قصرِ بہشت — دو اَدھر تیرے ہیں جیون کوثر آب

یارب اس علوی کوں رکھ علویاں منے — آب نیہہ میں رہ پلا کوثر شراب

حلقۂ نینہہ کا ہے معانی کان میں
عشق کے
راکھ اپنے حلقہ میں نا کر عتاب
رکھ

(۴۲)

سونے میں دیکھیا کہ پیتا ہوں شراب — عاشقاں کا دل ہوا اِس تھے کباب
دیکھا — سے

حور کھولے روزہ شیخاں باس تھے — آ بجاوے میرے میخانہ رباب
سے — میں

میرے بت کوں پوجتے سارے بتاں — سبھی رتالاں کہو اس کا جواب
معشوق حسین

مُکھ کر و شکر و شکر لاکھاں شکر ہے — میری مجلس کوں ملک نا دیکھیں خواب
ہ میں بھی

ٹھارتے کیے نیں بوجھو چند سور کوں — ہور کے دھرتی مکھ اُپر بادل نقاب
ٹھراتے کیوں نہیں پہچانو چاند سورج کو — اور کیوں زمین کے چہرہ پر کے

چاند سورج تاریاں کوں منج عذر کہو — ایک تل نا ٹھار کے لئے نقاب
تارون کو میلا — ٹھہر لیو

آسماں کہتے کُنہہ مشکل بہوت — گر کہیں گے تو کہیں گے بوتراب
کا راز بہت

تج نین تل میرے دل تل تل بسے — ایک تل انکھ تا ادچا چوتا شراب ؎
تیری آنکھ کی میں ہر لمحہ — ایک لمحہ اٹھا

؎ ایک تل انکھ کھول تا چووے شراب

عاشقاں کے شعر تھے جگ مگ اُٹھے میری آہ کا آگ ہے جیوں آفتاب

قطب شہ بندہ گناہ گار اہے

سب کرو یاراں دعا ہوگا ثواب

ردیف ت

(۴۳)

سجنی کے ناز مستی دیکھ کر سر تھے ہوا مست بہوت نیکا برا گا مدعا کا کام منج دست

نین غمزے سیتی پیاری گلے میں پائے زنجیر نجانوں کس جنس ہوگا منجے اس ہانس تھے رست

ترے مکھ صفحہ کے خط تھے جتے علماں سو بسریا پڑن ابجد پہ سب عالماں مکتب میں نشست

کنگی کرنے کوں کھولی کیس شیرینی سو شیریا کرے اُس باس تھے میرا دماغ باو راست

وفا منگنے ہمیں بے عقل شہر حسن میں اب وفا کا باس نہیں اس شہر میں کیا ہے نہ برست

بہت، اچھا، برتے گا، میرے ہاتھ، چہرے، آنکھ کے، سے، ڈالے، طرح، ہنسی سے چھٹکارا، چہرہ، سے، جتنے علم، بھول گیا، پڑھنے، کنگھی، بال، سے، اس کی خوشبو، سے، دیوانہ، کی خواہش کرتے ہم

ن: عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے اُن اوساساں روشنی ہے آفتاب
آہوں سے

درد تیرا ڈر آتا ہے یکیلا دیکھ کر مج — کروں جب یاد دکھ کی آہ سوں غم جاوتا پست
اکیلا — سے — باآتا

قطب شہ سب شہاں میں ہی شہنشاہی خدا کا
مجھکو — شاہوں
کھڑے ہیں رست انس و جاں وو دربار کے بند دست
بس

(۴۴)

یوَن کی شاخ کوں لاگے ہیں پھل جوبن کے مست — صبا کا باو لیجا عرض میری دست بدست
جوانی — کو لگے — ہوا (جھونکا) لے جا
او بال پن میں دیسا جو بناں کا مُنکا سخت — او توں سیتیں مو دل بھانڈہ کاچ کا شکست
اس کے بچپن — نظر آیا جو بنوں کونپل — جلد بازی — اتاؤلا پن — سے میرا — برتن
نکو پلا منجے ساقی پیالہ بھر بھر کر — کہ پیتے ہیں ہمیں دایم پیالہ اس کے دست
نہ — مجھے — ہم — ہاتھ سے
روا ہے گرچہ سبھی طاقِ ابرواں کوں نماز — تو طاقِ ابرواں کوں جن نماز کیا سو جیت
تیرے — جو — کرتا
دلیل پایا ہوں تو زلف سیتیں آبِ حیات — اچھے جو زندگی کا نیر تیری زلف میں ست
تیری — سے — پانی — ہے
ترے خیال کے مرغاں ہوئے ہیں جگت پنکھی — تماری یاد سوں بے خبری تھے مرغِ دل مست
پرند — تمہاری — کی — سے — ہے — میلا

ن ۱ آہ ۔ ن ۲ متاں

نکو کرو پنکھی تم بال و پرسوں مغروری — کہ بے پنکھاں سیتی تم میں ہوا ابو مست الست

پرند — غرور — بغیر بال و پر — سے

تماری یاد بغیر نیں ہے بزم مو رنگیں — کہ میرے بھاگ لکھیا ہے اے عیش و ذالت

تمہاری — نہیں — میری — حصہ قسمت لکھا — ہے

سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کی کہتا ہے

قطبؔ شہ شعر نزا تو لکھے ہیں و بدست

ن معانی

(۴۵)

میرا رے پیارا سو سرا پیک جو دولت — میں تو کہ کیا جانوں کوں بخت سوں بولت

بولتا ہے — پیکر

انچل تو بکیا رن گنا موتی سو تارا — ۳۳. نا یک و پیا موتی ثریا تم جھولت

رنگ — چوکا

دو جوگ ٹلا موتی کنول بکھرے تارے — مکھ نور کہ جوں سورتا ریاکوں سو رولت

بکھرے ہوئے — شفق — سورج — رولتا ہے

ابھری ہے نین رنگ خماری کی گلابی — مد پیک گلے لاگ جوبن کھولک بولت

آنکھ میں — شراب پیکر — گل — کھول کر — کہتا

ساقی تو اَبار یک لکا مو پہ مراسٹ — گل گشت چمن پیالا ہتا لیک سو سولت

ہاتھ میں لیکر

دو تن تو رکھے وثٹ نپٹ میرے خیالوں — برہے کی کتابوں سوں دلا لیکھ امولت

غیر — نظر — فراق — لکھ

سب دن تو متا اچھے معانی کہ نکر غم
رہے
برہے کی شکایت تو کسی وھیر نکھولت
فراق　طرح نہ کھول

(۴۶)

مج تیرے لال لب کے چپن سوں کام دیت　　خوش دل ہو ہو گا تیرٹ سوں اُباری کا جام دیت
مجھے　میرا　دیتا

تو نانوں یاد دل تھے سبھی یا دل تھو دھوت　　وو نانوں ورد کرتے سو دو جگ میں نام دیت
سے　تیرا نام　سے　دھوتا ہے　اس نام کو　دیتا

یک چھن سو مج کوں صبر تیرے مکھ بنا تو ناہ　　کس دھر کہ کس دھر آکھوں دلا مونہ رام دیت
مکھ　مجھے　بغیر　نہیں　طرح　مجھکو

ٹک دیکھ اب تو حسن ملکاؤں تو اُسے بھار　　اب تیرا حسن دیکھ منگیں مجہ کوں وام دیت
باہر

شکیں کر نگ دل میں سیدا رکھے کرب خیال　　میں دام کس وضا سوں پچھاؤں کو فام دیت
رکھے　وضع　فہم

کوئی تو محرماں کوں رضانا ہیں چند وصال　　عاشق بیچارہ کیا کرے کونا پیام دیت
کہو

کیا تا میں توں غم کرتا معانی انند کر
کس لئے　تو
قلقل پیالہ بھرندا ہاتف مدام دیت

لے قطب شہ۔

(۴۷)

مدن مست بدل مست کجن مست پری مست — ہوئی مست پون مست لگن مست پری مست
عشق کا دیوتا ، دل ، تازہ و انداز — ہوا

چڑھی مست بہی مست ڈلی مست رہی مست — کھا مست سدا مست سُہن مست پری مست
چہرہ — سجتی ہے

کھڑی مست انچل مست ڈھلی مست اودھی مست — گزک مست نقل مست بچن مست پری مست
وہ

پری مست پیون مست سُرا مست ہوئی مست — ملی مست کجھی مست رسن مست پری مست
شراب — زبان

کُھپا مست پھلاں مست کجل مست کھلی مست — لٹاں مست نین مست دیکھن مست پری مست
پھولاں ، کاجل — زلف ، آنکھ ، دیکھتی ہے

تلا مست طرا مست دھری مست دھڑی مست — شکر مست چُمن مست ہنسن مست پری مست
ٹیکا — چومنا ، ہنسی

چولی مست کھلی مست کمل مست بھنور مست
کنول
قطب مست کری مست یون مست پری مست
جوانی

(۴۸)

نکھہ تیرا دیکھ کر میں آج مست — تیرے نکھ کے تئیں ہوا ہو بت پرست
چہرہ

مکھ عرق میں زور مستی ہے عجب — میری مکھ زردی میں رنگ لعل بست
چہرہ کے — چہرہ کی

واکھ وانے انگلیاں کی بوٹ میں — رنگ بوٹاں[1] میں مے عناب ہست
انگور کے

زاہدا کیا پند کہے اے بے خبر — رب کی حکمت میں سو گنج حکمتست

میرے آکھر میں لکھے سونا پھرے — خوش لکھے ہیں عشق سطراں رست رست
حرف

جانتے وار و حکیماں درد کا — نیہہ دوا ہوسے نہ ہرگز[2] اُن کے دست
عشق کی — ہو سکے — ہاتھ سے

ہر یکس میں مستی ہر یک وصفات ہے
ہر ایک — طرح طرح
قطب معنا[3] مست از روز الست

(۴۹)

تمھارے مکھ کے کہر تھے سو نور پایا بہشت — عدن چمن میں تمن مہر کا ہوا ہے کرشت
سے — کے تمھارے

پیا کے حسن تھے سورج چھپا ہے مغرب میں — گلے میں طوق سو دکھ چاند کے مرا یہ سرشت
سے — دیکھ

---

[1] بوٹاں۔ [2] ترکماں۔ [3] معنی۔

رقم ہوا ہے مرے خیال میں تجا تو خیال — نہ حک تھے جائے نہ آبِ لال تھے او نوشت
تیرا — سے وہ تحریر

تو مکھ کے باغ تھے مو آرزو کے پھول کھلے — شو اس نہال کوں بسلانے باغبان نشست
بھلاتے

تیرے — سے میری
سو باس تیر تھے اپ دل میں لالہ داغ دیا — پھولاں کے باغ میں تج باج دستے ہیں زشت
خوشبو — تیرے بغیر نظر آتے ہیں

سے اپنے
نہ کر خیال ہمیں پی شراب مست ہو لے — کہ مکھ کے پانی ترے تھے سدا ہیں منہ بہشت
خودی — سے

پیا کا حسن معانی ہے جگ میں جیوں اوتا

سپند جالوں لگے مت او سے کسی کی دشت
جلاؤں تا نہ لگے اسکو نظر

(۵۰)

خال ہندو کا بھلا کر مجھ کیا ہے بت پرست — سب خیالاں اپنے سٹ کرتا ہے میرا خیال دست
مجھے بنایا

وو طلسما خال تج در بند ہے میخ جیو کا — کس نظر اس خال پر پڑیا کہ ہیں بند تھے نجست

وہ — تیرے — میرے دل — سے
ماوہ قابل دیکھ کرتا اس زمیں کو کھان دار — میرے دل کی کھان تھے گوہر نہ پایا لعل مست
ماوہ — کان — کان سے

لے سو اس نہال کوں بسلانے باغباں کا رُت ۲ے قطب شہ ۳ے جوں ۴ے اوسی مت ۵ے کدہی ۔

جن چرے چاڑا وو دانے کا اچھے معمور سب — دایم الایام پیالہ عشق کا ہے اُس کے دست

عالماں سب خضر کے تج سبز خط تھے خط لکھیں — جدلاں اُس زلف کے میرے دل او پر نقش لست

علم کا عالم پڑھایا نہیہ کی آیت منجے — آیت اس پر کار کا پر کاری کاں منج دل نشست

کن بکر باندھے مَن لہو رنگ انگے بھیک تل — اُجلا پیلا ہو رہیا بیچارہ نرگس سب بیں پست

نین کے تیز آب تھی چوتے ہیں منج نیناں تھے بند — وو بُنداں دریا کے موتی ہو لگاتے دست

قد الف ساقی توں ہت لے جام و شمع وآل کا — دے نمن قد میرے کوں سیدا کریں تو ں اپنے ہست

بادشاہی مرتبہ پایا ہوں تم درگاہ تھے — یے رقیباں دیکھکر دکھ تھی کئے اپ جیو پہ جست

اے معانی توں چھپا کر کا ہے پیتا ہی شراب

کوتوالاں لکھ رہے باتاں تریاں سب رست

(۵۱)

نظر تج پہ ہے کیا تماشا کا حاجت — نہیں سبز خط آگے چنپا کا حاجت

اختلاف نسخ

۱؎ کا ۲؎ نون ۳؎ یے قطب شہ ۴؎ نہیں سبز خط انگے خضرا کا حاجت

طبیباں کریں منج کوں[1] بالی سوں دارو — کہ بالی[2] ہیں موہن ہے بالا کا حاجت

(میری — ہے)

ہمیں نیشکر ننے بلچے ہیں بندیں — نہیں ہور ہمنا[3] کوں جالا کا حاجت

(ہم — کی طرح — پھنسے — قید) (اور — ہم — کو — جال)

تماری نین تھے کھلے پھول جیویں — نہیں ہو کو دونا و بالا کا حاجت

(آنکھ سے — دل) (مجھ)

مرادل ہے زربفت کا کارخانہ — نہیں منج کوں بازار والا کا حاجت

(مجھے)

تو کنیاں کتاباں کے جیو میں لکھیا ہوں — معلم ہے نین کھول کہنا کا حاجت

(تیری کہانیاں) (دل) (نہیں)

انگوٹھی سلیماں کی تج ہات نیں ہے — سکندر کے درپن اجالا کا حاجت

(تیرے ہاتھ میں نہیں) (آئینہ)

مرادل کندن حسن کا کھان ہے تو — نہیں ہے سناری تقاضا کا حاجت

(کان)

ہمن مدعا مدعی نا بوجھے کچ — نکو بحث کرنیں ہے اعدا[4] کا حاجت

(ہمارا — نہ سمجھے — کچھ) (نہیں)

معانی[5] ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں

کہ اس علم میں نیں ہے دانا کا حاجت

(نہیں)

---

۱ تس کوں ۲ کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالا کا حاجت ۳ ہمناں ۴ غوغا ۵ قطب شہ

(۵۲)

نہ جانوں کیا اُتم ہی رات پایا اُس کا میں صحبت
اچھا
دعائے صبح میر اب دکھایا ہے اپن قدرت
اپنی
انچل کا ناز کا جب چھانوں پاڑی منج پہ او چنچل
ڈالے مجھ وہ
سبھی بھاگاں میں دِستا ہے مرے بخت نہہ کا دولت
عشق قسمتوں نظر آتا

بہت دن تھے لگیا ہے پیاس تیرا آس کا منج کوں
سے لگا مجھے
پلا دو نیر اب ہوٹاں کا ہے او نیر منج جنت
پانی وہ میری
نزاکت حسن تیرے کا نہ آوے جیب سوں کہنے
زبان سے
اے باتاں سُن کہ سب پکڑے ہیں تیرے شوق سوں حالت
سے کے

تمارے مکھ کے چھاواں تھے ہمیں روشن ہوے ہیں سب
یہ
تمہارے پرچھائیں سے ہم
اے چھاواں دیکھ کر دوتن کوں پکڑیا تاب ہور دہشت
لاڑ غیر کو پکڑا اور

دیکھو تم عاقلاں کا عقل کہتے جام کوں چھوڑو
کو

۲۹۰
کہ رگ رگ بھید یا ے دیوانگی کا اُن کوں سب علت

چھید دیا ہے
اثر کر گیا ہے
منجے پالے ہیں ہمن پن کھوتے اس چاہِ زنخداں کا
بچپن بسر کرتے
کریں کیوں ترک اے مذہب ازل تھے پایا ہوں ملت
سے پایا تے

ہمیں ہیں شیعہ کر کرتے خوارج دشمنی سب یوں
ہم سمجھ کر سے
علیؑ ابن ابی طالب انن کوں مارو ہت ضربت
ان کو ہاتھ سے

معانیؔ عاجز و بیچارہ ہو آیا تمن در کوں
تمہارے
کھولو دروانے لطفاں کے کرو مو پر نظر رحمت
مجھ

(۵۳)

یک چمک ناز کا دیکھیا ہوں رات جن سُنے دین کا گنوائے بات
میں دیکھا جو

---

۱ قطب شہ۔

سوہوناں کا پھسی برہ آگ پر — آگ سرزا او جائے سب جنات
اُٹھائے
چھاوں انچل بچھیاں نین کی تیلیاں — ان نہ چمکا طلسم ہے ہیہات
بیٹھی ہیں آنکھ
برہ کی اگ کھلا سمندر کوں — میں ہما ہوں کھلاؤ منج نابات
فراق مجھے
قدِ رعنا و ہور لٹکتا چال — پایہ ڈو منج تھے دو جگ لعات
اور سے
زلف سحراں ہیں طالباں ملچے — باطل السحر نیں ہے اس ابیات
پایا
کے جادو پھنسے نہیں
نین دریا میں اُبلے ہیں موتی — ۴۰۰ — عشق گدڑی بکاوے ہاتے ہات
آنکھ کی
حسن کے دعوے ہور کی کرتے — اس دئے ہیں ازل تھے حسن برات
اور کیوں اسکو سے

شعر تیرا معانی صدقے نبیؐ
لکھ لیتے ہا ہات گاتے پلات
تے
پلاتے

(۵۴)

رُخ کئے میخانہ رُخ لے پیالا ہات — ڈگمگی چالاں سوں سب کس کوں بھلات
کی طرف میں — سے ہر ایک کو بھول جاتے۔

نعل جنگی کے تھے ہوا پیدا اے نور — چاند سورج جگ میں ہیں نوراں سہات
چنگاری — سے — یہ — اسکے نور سے زیب دیتے

تھا ازل تھے اس ہیں ہور ہمنا میں راز — کیوں کہوں نیں ہات میں ہے اس کا ہات[1]
نہیں — سے — اور — ہم

میری آہاں جوت سے تھے یو جتا دِوا — کیا پکارے تج پکاراں ہونے صحات
سے — بجھتا — چراغ

کیا کرے گا نیشکر کا توں مٹھائی — پایا اس اُدھراں سیتی شاخ نبات
تو — ہونٹوں سے

داکھ کے کھنوا دیجے تیرے باغ — عیش و خوشیاں کرسداد و نوسرات
انگور — بچھے — اُگے

حسن تیرا لکھے ہیں قدرت قلم — کیا کم آوے تج مشاطا کا رجھات
لکھے — تجھے — رجھانا

موگرا چنپا جتا خوشبو اچھے — کیس کے پچاں منیں پیچے ہے رات
جتنا

تیر مارے سو معانی[2] پھر نہ آئے
ہے — بال — میں

ہے عجب تیر مار کر لیتے پھرات
پھیر لینا

۱۔ کیوں کہوں ہے ہات میرا اس کے ہات ۲۔ قطب شہ

ردیف ث

(۵۵)

کرے سب شے اپے اونار احداث
مٹھائی اپ ادھر ولدار احداث

انیں مکھ پھول ایسے رنگ بھرتے
کیا ہے جگ میں سب گلزار احداث

ترے دو زلف ہیں جے کفر رنگ کے
کیئے عاشق کے تئیں زنار احداث

سلونی روپ ونتی جیو کی پیاری
ہمن پر لی (لے) کرے ہی پیار احداث

بچن اس کے کریں راویں کے سم کیوں
کہ ہے اس بات میں گلزار احداث

خداوندی اسے سہتی دو جگ کی
کیا اپ پیار سوں سنسار احداث

نبی صدقے قطب شہ دل میں کیتا
محبت حیدر کرار احداث

(۵۶)

اپ حسن سوں لٹکے جو توں مرد ے سبھی پاوین بعث
اپنے سے چال تو زندگی
سوکے سو پھل تج درشت تھی تانے ہو کر لیاوین بعث
سوکھے پھول تیری نظر سے لاویں

سب عاشقاں تج عشق میں جوں پھول بن تازے جھیں
تیرے عشق جوجائیں
موراں، پپیہے، کویلاں تج شوق تھے گاوین بعث
تیرے سے

تج نین تھے، سُک چین سب پائے ہیں آدم ہور ملک
تیری آنکھ سے سکھ اور
امرت بنی سیتی سدا تج ہونٹ برساوین بعث
آب حیات سے تیرے

نابات ہور ابلوج تھے، دھرتی ہے میٹھائی بہت
نبات اور دھرتی سے دنیا میں
تیرے بچن تھے پائے ہیں میٹھائی سب راوین بعث
سے مٹھاس

بھوواں کماناں، تیر پلکاں، ساند کر بانے جو توں
کمان ابرو جوڑ تو
ہر تیر سوں تو لاک جیو سو تن میں الجاوین بعث
سے لاکھ الجھ جاویں

جب توں کرے یک دِشٹ اپیں دونوں جگت سب جی اُٹھو
نظر تو
تج نین نرمل روپ سوں تِل تِل کوں دکھلاویں بعث
تیری آنکھ صاف شکل دکھلاویں
صدقے نبی قطب زماں عیسیٰ نمن بولے بچن
مانند
چوندھر تھے جیون کے بدل عالم اُپر چھاویں بعث
چاروں طرف سے زندگی بادل کے اوپر

(۵۷)

سکی چھند کوں ترا ہے ناز باعث — منجے تج عشق کوں ہے راز باعث
غرض کو — مجھے تیرے کو
پیا مِٹھے بول تھے، ہور اُس ادھر تھے — ہمیں ہیں مست، نیں چنگ ساز باعث
پیا کے میٹھے سے اور اس کے ہونٹ سے — ہم نہیں چنگ سازی کی وجہ سے
نین تیرے کے کیتے دِشٹ چاڑی — چھپے کیونکر کہ ہے غماز باعث
آنکھ کرتے نظر چار آنکھیں
نظر جیو کوں پیا بھل مکھ سبب جوں — پرم مد کوں ہے خوش آواز باعث
دل بھول کر — محبت کی شراب کو
بچن بولے رنگیلی سب جیسے موتی — ۴۳۰ کہ جس موتیاں سوں جیو دم ساز باعث
جن موتیوں سے
کھلے ہیں پھول نیہہ کے مرغ من کوں — ہوا ہے اُس تھے اے پرواز باعث
عشق دل کو — سے یہ

نبی صدقے ملیا قطب زماں سوں

ملا — سے

او بوجے چھند میں ہے ور ساز باعث

وہ — جو — فریب

(۵۸)

گنوانے دین کوں بیگ نین تبخانہ ہے باعث
بُت مرم کی ندیاں کیا کم منجے میخانہ ہے باعث

آنکھ کا — یہ — میرے لئے

موآہاں کے پیتر پر دوڑتا ہے عشق کا پانی
ہزاروں شکر کرتا ہوں نہ اس پیمانہ ہے باعث

میری آہوں — انتہا عشق

بچھایا ہوں پلو میں آرزو کا کام دیو کر
توں نا دیوے توں کن دیوے وو تل کا دانہ ہے باعث

کون — وہ

پروشہراں منے جب تھی سٹیا ہوں بیج میں نیہہ کے
ہر یک پھولاں ورق مبالغے پرت تمانا نہ ہے باعث

فراق — میں — سے ڈالا — عشق — کے — میں — محبت

نین کی چلبلائی میر دل کے بن منے بنچیا
پڑے بلبل فسانہ کی منج او افسانہ ہے باعث

باغ میں مجھ اگلے — کیوں — مجھے — وہ

نہ ماریں دم ہمیں ہرگز کہ مت دم نکلیگا اس کا
ہمیں کیا کام ماریں دم ہمن جانانہ ہے باعث

معانی کے پرکھنے پر ہنساں کیا کام کرتے ہیں

ہنس

نکو لیا دو گھڑوں موتی مو یک در دانہ ہے باعث

مجھے — نہ ملا

(۵۹)

تیری نین کے چوٹاں منج پر کیا حوادث ۴۰ ساقی دے منج پیالا جاوے صیا حوادث

تجھ نہ مجھے

پلکاں کے بال بھالاں نا مارو میرے تن پر آسان اُسا ساں تھے دل میرا لیا حوادث

کے بھالے نہ دل سے

کیا کام آوے منج کوں اے لال داکھ مستی موسر منے چڑھیا ہی نہہ مے پیا حوادث

مجھے یہ انگوری امیدوں کی آہوں سے

میرے میں چڑھی عشق کی شراب کی

باتاں کہتے ہیں لوگاں دشواری ہور غم کیا ہے غم ہور محبت اپنے دل پر لیا حوادث

کہتے اور کی اور

تم ناز حسن سکہ بے دل اُپر ہمارے رقیباں رحم نہ بوجھیں ہی اے جیا حوادث

تمہارے کا یہ

دل دل کی بات کہنے کوئی کھول کہنہ سکے کھل کھل کتاباں پڑھتے دل کوں دیا حوادث

نہیں سکتا کھول کھول کر

او طاق ابرواں دیکھ موں پی معانی فرصت

وہ

بے کیف جیونا ہے جگ میں دیا حوادث

جینا

(۶۰)

مرے جیو بادشاہی کا سدا تم ہی اچھو وارث عریضہ اپ بندی کا اٹک کن دھر سنو وارث

دل کی ہو اپنے یہ ذرا کان دھر کر

تمہارے عشق کا بیں وو دن پن تھی پیا جو سول　　منجھے سب عاشقاں میں اب بڑا ہے کر گنو وارث

وہ　بچپن سے　دل سے　　مجھکو شمار کرو

نکل سکنے وا کن عشق درداں کا کدیں ہرگز　　طبیباں سب ہوے عاجز کہ یک دارو کہو وارث

سکے　کوئی　کے　کبھی

گنگا ابلیا ہے میرے نین کے انجھواں کے بنداں تھے　　منجھے ڈر کیا ترا ون ہار دریا کا ہے تو وارث

اُبلا　آنکھ　آنسوؤں　بوندوں سے　　ترانے والا

تمہارے نور تھی پایا ہوں میں پنچھاں عشق کے سب　　رقیباں پکڑے ہیں دنبال اس تھی تم رکھو وارث

سے　راہیں　　وجہ سے

اودر امید کا ہے توں پکڑو و زور یک چت سوں　　اودر کا حلقہ کن میں با کے ہیں تیرے انو وارث

وہ　تو　سکو　دل　　اُس　کان میں ڈالکر

معانی کوں وو انگن کا گرد عنبر تھے ہی خوشبو

کے لئے　اس صحن　سے زیادہ خوشبودار ہے

منجھے پھولاں کا بو کیا کام آتا ہے جو او وارث

خوشبو　وہ　وہ

(۶۱)

تو حسن کا جھمک ہے جیون کی دیری حارث　　تو پگ پکڑ کھیا ہوں تم ہیں ہمارے وارث

تیرے　زندگی　　تیرے قدم　کر کہا

اپنے نین کی کد تابا تے کمت دکر گل　　کھینچیں نہ اپ طرف کیا اُن کوں ہوا ہے باعث

اپنی

مسجد نمن کیا ہوں اُس ابراں کوں سجدہ　　میں بندہ ہوں گنہ گار بخشو مرا خباثت

مانند　اُن　کو

پر کار منے پکڑے تو زلف دور میرا ....
مانند تیرے

دیتے ہیں خوبریاں سب کے نین مین جلوے — مکھ خال نقطہ منج پر کرتا اہے حوادث
آنکھوں چہرے کے خال کا مجھ

نیناں کے دھار اوپر خوشیاں سوں ناچتا ہے — کہو اے رقیب کا ہے تم ہو رہے ہیں ماکث
آنکھوں کیوں

بوجھیا اہے معانی راز و رموز پیو کا
سے

ہر کوئی فہم کر کچ ہوتے اپس مین ناجث ۶۰
کچھ اپنے آپ

(۶۲)

بچھڑی کے درداں کوں تم ہونٹاں کا منج کوں مے غیاث
فراق تمہارے مجھے

او اثر سر کوں چڑے تو منج کوں ہے او مے غیاث
وہ چڑھتا ہے میرے لئے وہ

میرا شد بد سب لے کر کے ہور بتاتے ہیں جدا
اور

دل کے آساں ہور اُساساں کا ہوا ہے نئے غیاث
آہوں

وصل کا دیوے خبر جن دے کر داپ جیو کا
جو اپنے دل

تو فرشتے آئیں کہہ دیویں منجھے پے پے غیاث
دیں

جوشِ غم پکڑیا ہے دیو نہیسے کا لنگر تمیں

عشق تم

آس کی کشتی میں بیٹھا ہوں کر دم سے عیاش

میں پلک اوپر پلک نا مار رکھو تا عشق باٹ

کر نہ کا راستہ پر

منج کوں اپنا ہیو کہے تو سب منے او ہے عیاش

میں وہ مجھے

حسن رنگ کا مے پلائے منج کوں نعن پن تھے پیا

سے بچپن مجھے

دین میں کچ نا بوجھوں منج کوں ہے دین و مے عیاش

کچھ میرے لئے

تیری یاداں کا معانی کرتا ہے تسبیح نت

ہمیشہ

مصطفےٰ ہور مرتضےٰ تھے ہے توجی لے لے عیاش

سے اور

(۶۳)

مومنیں ہور دل میں لگیا ہے مدام بحث — چپ رہ توں عقل کرتی وو دو توں کلام بحث

میرے اور لگی وہ

کہہ مطرباں کوں ساقی کہ اب صوت کم کرو — کن رکھ سنو کہ کرتے صراحی و جام بحث

سے کان دھر کر

بوسے کے نول سیتی نہ آئے اے جیو سسم ۷ ہر کن کرے وہ بحث اہے اس کا خام بحث
دل مقابل سے وہ

رستم ہے تسن کا ہٹ اپ نیہہ فن منے کیا کام آوے ایسے وقت زال و سام بحث
ہمارے عشق کے میں میں

لازم گناہ کرنے ہیں کوتوال و قاضی سُن میں شرعی ہوں کی کرتے اہیں لوگ عام بحث
سنکر

نازک ہوا ہے شیشہ تجے دل اس رکھو سنبال لاگیا ہے ہم تمن کوں ازل تھے مدام بحث
کو سنبھال سے تم کو سے

دیکھے اعجب معانی کے انگارہ تج رقوم
لکھے ہیں

کچ ہور باد آوے تو وہ ہے حرام بحث
کچھ اور

(۶۴)

اُس کے مشکیں خط کا ہے دل اُپر کھولو حدیث عالماں عاجز ہوئے ہیں ایک تل بولو حدیث
ایک لمحہ

بات میری کہہ رقیباں دھر لئے طاقت مرا تم سلیماں ثانی ہیں کن دھر سنو یک مو حدیث
کان دھر کر میری

تیرے طاقِ ابرواں کا کن میں پایا حلقہ سُن اب منجے زیبا ہے کہہ بولو پیا یک دو حدیث
کان ڈالا

عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں لاف تو نین کے جام کا ہے پیکہ پڑتا ادحدیث
تیری آنکھ پیکر

تیرے تل ہیں میرے دل کنٹھال کے موتی صحی — کرتا ہوں تسبیح اس موتیاں کا تم آکھو حدیث

کہو

شمع تم مجلس میں قصا اپ زباں سوں بولیا ۴۰۰ — رشک آتا ہے منجے کیوں بولتا ہے تو حدیث

تمہاری قصہ اپنی سے بولا مجھے تیرا

سب گنہ تیرے معانی دھو گئے اس پاں سوں

ہی سے

نقش کر اپ دل منے توں دو جہاں میں سو حدیث

اپنے میں

(۶۵)

جنے پیوے او نین جام اُسے جام عبث — زلف پھاندے منے الجھیا ہو منجے دام عبث

ہو پیئے اس آنکھ سے — کے پھندے میں پھنسا میرے لئے

بزم میرا سو تمن یاد تھے روشن رہے جم — جیو کی دوری بندھیا ہوں بھیجنا پیغام عبث

تمہاری سے ہمیشہ — دل باندھا

جیو کی آرسی میں کن نہ دیکھیا تمنا کوں — اس کا ناؤں نا لیو و کوئی لینا ہے او نام عبث

دل کے آئینہ کوئی تم کو — نام

عشق کا ملک تری یاد ستی جیتیا ہوں — روستے ہیں میرے انگے رستم ہو کہ سام عبث

سے جیتا — نظر آتے آگے

تمہارے عشق میں جیوں موسی گگن لک انپڑیا — اس چھجے پر چڑھیا ہوں بھی منجے ہے بام عبث

آسماں تک خیال کیا

تمہارے حسن کا دیوانہ ہوا ہوں جگ میں — اس تھے جھگڑا کریں خاص بھی ہور عام عبث

سبب سے اور

اے معانی توں پرت شوق کا پایا ہے لذت
تو محبت کیے
قند نا بات مٹھائی اہے تج کام عبث
تیرے حلق کے لئے

ردیف ج

(۶۶)

طبیباں دیکھ کر مو درد نا بوج | کہ دارو مدد بھیتر کا یو نا بوج
میرا نہ پہچان سکے
ملن کا سد دیا بو جک ستارا | ولیکن فتنہ جیو کا تو نا بوج ۴۹۰
وصل کا یاد دلایا بتلانے والا
کون شعلہ تھا کتیا نج جو مج من | کہ عاشق غیر عاشق کوں جو نا بوج
کیا تیرے دل کی طرح
وہاں تھے باس خوش بارالے آیا | ولے مجہ باس مخفی تو او نا بوج
سے میری اسکو
گگن کہتا جو دو تن تجھکوں دیکھیا | ادھر پر چین انتاں کا مو نا بوج
خراب گن غیر (رقیب) مست ہونٹ نشان میرا
کتے ہیں تم کہ عاشق دیکھیا مج | جنوں تھا دو ر پیرن کا سو نا بوج
کہتے دیکھا مجھے

ن ل طبیباں ناڑ میری دیکھ نا بوج | دیویں دارو جیتیں مو دردیو نا بوج
نا سمجھ

معانی[1] مست تھا او نرگس ان نس
رات کو
مو باتاں عرض کی تل یک دو نا بوج
میری

(٦٧)

تمہارا مکھ سو کعبہ من دسے مجہ آج | دو جگ کے لوگ سب آویں کہ قبلہ حاجت آج
کے مانند نظر آئے مجھے
تمہارے مکھ کے پہل جل میں مچہ عجب ترتی | خضر کا چشمہ تمن روزی ہے رکھو سر تاج
کر کر
صاف پانی مچھلی تیرتی ہے
تراوی دن سو دیا نور حور جنت کوں | بھوں[2] تیری سو اعرافیاں کوں دینے داج
تمہیں حاصل
چہرہ
تمن دوائر مکھ ہے نگیں سلیماں کا | طیور و انس و پری پر کرو سدا تم راج
تمہارا چہرہ
ازل تھے عشق کے پلڑے کتیں کئے مج بٹ | فقیہ و زاہداں میانے منجھے کئے ہیں سراج
سے
ہمارا درد تمن دوری تھیں ہے گاڑا سخت | سو درد دوری کا اپ وصل سوں کرو موعلاج
میں مجھے
تمہارے فراق سے فراق اپنے سے میرا
نبی کا داس معانی[3] ہے عرض خوب منو
غلام
سکل شہاں نے شاہی کا منج کوں دیو واج
تمام میں مجھے

---
1. قطب شہ 2. بھونک 3. قطب شہ۔

(٦٨)

دن ازل تھے جیو تاراں سوں بنیا ہوں خیال تج

روز سے ال کے سے بنا تیرا

نقش بندی خیال میں مو دل ہوا ہے خال تج

میرے میں تیرا

نین پتلیاں یاد کے دریا میں غوطے کھاتے ہیں

آنکھ

نیہہ کے طبلاں بجا درپن دکھا مو گال تج

عشق آئینہ مجھکو تیرے رخسار کا

اُس کے نیناں کی سیاہی میانے ہے آب حیات

آنکھوں میں

کیا بوجھیں غواص زیبا حسن کا ہے حال تج

پہچانیں تیرے

عشق کیاں باتاں سمجھنے ہر کسی کوں آوے نا

کی

جانے وو اپ دل میں بسلایا ہے پیرت ڈال تج

وہ اپنے بٹھایا محبت تیری

مکھ تیرا دیکھ کر پایا خوشی دل مو صباح

میرا

ایک چھن کر صبر دیکھوں مکھ مصحف خال تج

لمحہ

تیری باساں تھے ہمارا جیو دایم تازہ ہے
خوشبو سے دل

ناچ کر ہور بوسہ دیوؤں میں ترنگ کا نال تج
اور گھوڑے کے نال جیسا

شکر کر چھن چھن معانی آپنے پروردگار

نیہہ باغاں میں گلابی پھل کھلے ہیں لال تج
محبت پھول

(۶۹)

چندا مکھ پر سکی کن دیکھنے باری تھے بالاں کج
چاند جیسے چہرہ سہیلی

غصے سوں اس پر کھینچوں کماں ابرو ہلالاں کج ۵۱۰
سے اُو

تمارا حسن میرے دو نین میں نقش باندیا ہے
سے آنکھوں

تجے کوئی دیکھیں تمن کوں کج ہوویں انکے نہالاں کج
تمہارا باندھ دیا تم کو جو کچھ

نہ آوے سرو کوں ہرگز کدہیں او ناز کا ڈلنا

سہاتے ہیں انوں کوں ناز ہور چالنے و چالاں کج
کبھی وہ زیب دیتے اُن کو اور

ا۔ جی کوئی دیکھوں۔

جیتے ہیں سمند، ہور خشکی کوں بھی کیا جیتے منگتے
حمائل نمنے بائے ہیں گلے میں کنٹھ مالاں کچ
گنوائے غم گیا میں باغ ہیں دیکھیا عجائب کچ
پیا کے پاؤں پڑنے تیں ہوئے ہیں پھول ڈالاں کچ
دو دل ہور یونگ کے موتی تن کن میں کرے باتاں
اسی تھے ہو کے نرل ڈلتے ہیں خوباں کے گالاں کچ
معانی عشق کے تاراں سوں بنتا ہے سراسر سب
سراسر کن نہ بن سکیں انوں کے ہیں خیالاں کچ

(۷۰)

رقیباں ناز دکھلاتے دکھو رنج
توں اپ سائیں سوں اچھ ان تھے نکو رنج
تمارے ناز جھلکاراں کا نیں تاب
کہ عاجز ہوں منج او پر نا کرو رنج

ا۔ قطب شہ

پیا منج خاص خیلاں میں گنے ہیں — کہ ہے منج شب نویساں تھے بہو رنج

مجھے مجھے بہت

خدا اپ صنع تھے دیتا ہے تم ناز — پرستش نا کرے اُس دل رہو رنج

اپنی صنعت سے کو نہ کے میں رہے

منگے عاشق جو اوپھول حسن سُنگنے — کہ اپنے جیو کتاباں پر لکھو رنج

چاہیے اس کو سونگھنے دل کی

ازل تھے حسن کا دل کارخانہ — کہ اُس کے تار پوداں کا سہو رنج

سے

معانی[1] کوں تمن غمزیاں تھے نیں ہوش

کو تمہارے سے نہیں ہے

نچھل صوفی بندا ہے نا رکھو رنج

اٹل بندہ نہ

(۷۱)

او چشمۂ حیات کوں نا لا خدا توں رنج — اُس وہن تھے عاشقاں کو ملیا ہی پریت کا گنج

اس نہ دے تو عورت سے کو ملا محبت

مو درد کا علاج کرن توں حکیم ہے — مو آہ درد دیکھ حکیماں کدہیں نہ رنج

میرے کرنے کے لئے تو میری کبھی

یوسف کا ہور قصہ زلیخا کا جگ بھریا — ہم تم کوں دیکھ کاٹ لئے ہات جوں ترنج

میں مشہور ہوا اور مانند

مو سیس اپر بھنواں کا انکس کا ہے راکھتی — نیناں کے شہر میانے بندہیں ہنجے سینج

میرے سر پر کیوں آنکھوں میں باندھنے مجھے

---

[1] قطب شہ

تو نازکی سوں جانو نا کس کا بھلاں کے دل — پیشانی ٹیکا لائے ہیں سیندور جیوں سُرج
(تیری — سے — ہوئے — اچھے رنگ والا)

مو سر منے چڑیا ہے خماری او یار کا — اس یاد میتی پیالے پلا ساقی چار و پنج
(میرے — میں چڑھا — اس — کی — میں)

تو نین قصہ حُسن کے معانی ہوا ہے مست
(تیری آنکھ کا)

اب نہہ کی ترازو میں کھکر توں اسکوں سنج ۵۳۰
(عشق — تو — تول)

(۷۲)

صُبح جیو منے ازل تھے ہی جاناں کا احتیاج — غم کے جنگل منے اہے رضواں کا احتیاج
(میرے دل میں — سے — میں)

پیرت کا ناز راز تمن کو عیاں اہے — روشن ضمیر کوں نہیں داناں کا احتیاج
(عشق — تم — کو)

تم لعل ادھر تھے پائے ہیں یاقوت رنگ سُر — سو رنگ بھرے کوں نہیں اہے پاناں کا احتیاج
(تمہارے ہونٹ سے — اچھا رنگ — ہے — پان)

تو نین دشٹ تھے نہیں ہے صبر کوں قرار — تج کفر زلف تھے نہیں ایماں کا احتیاج
(تیری آنکھ کی نظر سے — تیری کافر — سے)

مو خاک کوں تمہاری محبت سیتیں گھڑے — ہم تم میں اس تھے نیں اہے پیماں کا احتیاج
(میری — سے — وجہ سے نہیں ہے)

مو نین میانے بیس کے بھی کے نہ آوتے — مجلس ہماری کوں نہیں درباں کا احتیاج
(میری آنکھ میں بیٹھ کر بھی — کیوں نہیں آتے — کو)

لہ قطب شہ

ہونٹاں کے نیر پی کے معانی دیسے خضر

پانی ۔ نظر آتا ہے

دربار تیرے کوں اہے شاہاں کا احتیاج

کو

(۷۳)

سکی آج پیا لا انند کا پلا منج ۔۔۔ و یاقوت اودھراں کی مستی دلا منج

خوشی ۔ مجھے ۔۔۔ اور ۔ جیسے ہونٹوں ۔ مجھے

محل دستے ہیں نور کے ات صفا سوں ۔۔۔ سکی لیا سجن کوں منا کر بلا منج

نظر آتے ۔ بہت ۔ سے ۔۔۔ لے آ ۔ کو ۔ مجھ پاس

گگن سے طبق موتیاں سوں بھری ہوں ۔۔۔ پیا آرتی تا ہیں پیو کوں بلا منج

موتیوں سے ۔۔۔ کی پوجا کے لئے پیا

ترے نیہہ بن جیونا منج نہ بھاوے ۔۔۔ میسحا نمن آپ دم سوں جلا منج

عشق کے بغیر جینا مجھے نہ پسند آئے ۔۔۔ کی طرح ۔ اپنے ۔ سے ۔ مجھے

ادھر تیرے بن منج نہ بھاویں عقیقاں ۔۔۔ بدن تیرے بن نیں ہے نیکا طلا منج

ہونٹ ۔ بغیر ۔ مجھے ۔ پسند آئیں ۔۔۔ بغیر ۔ نہیں ۔ اچھا ۔ سونا

ترے حسن بن ہور منج نین میں کد ۔۔۔ نہ آوے کہ ہے اس سیتیں ابتلا منج

کے بغیر ۔ اور ۔ میری آنکھ ۔ کوئی ۔۔۔ سے

نبی صدقے قطبا علی مہر سیتے

سے

بندھا دل کہیں نیں ان بن ولا منج

نہیں ان کی بغیر محبت

(۷۴)

دنیا کے کارخانہ کا نہیں زر بتا مو لک کچ — سنے کے تار جب جانگے نکل کرتب نہ رسے دچ

بخش تیت بچھ — سونے جائیں گے بیچکے رد

سو دھن میں کونپلیاں پنچے سو لیو کونپلیاں اپ بیت — تو اس تھے مدعا پا کر دسے گا عاشقاں کچ

اچھی عورت پھوٹنے اپنے ہاتھ میں — سے نظر آئینگا

ترے قد سدرہ طوبیٰ من سچلا سہاتا جو — لگے تو رس بھرے میوے نگیلی تجکوں اودو کچ

کے مانند سچا زیب دیتا — تب تجھے وہ پستان

سنے کے باغ میں تیرے بہشتی میو چنتا ہوں — کہ تازے میوے کے انگے سو کے سو میوے ہے سب بچ

سینہ — سامنے سوکھے ہو ہیچ

امید باغ میں تج کوں لگے ہیں تازہ میوے — شکر کر میوے کھا کر توں دکھ اپنے جیو تھے اولچ

کے مجھے — تو بیچ دل سے نکال دینے

بنگی شاخاں اپر پالی رکھے آرا غصے سینے — رکھے گا سیدھی شاخاں پر اگر آرا تو ہوگا لچ

ٹیڑھی

سمومی باد اب ہمنا ڈراتا کیا ہے گرمی سوں — ۵۵ ہمارے باغ کوں نہہ باؤ لگتا باؤ تیرا ہیچ

سے باد سموم ہم کو سے — کو عشق کی ہوا ہوا ہیچ

(۷۵)

برہ مج جاجتا ہے سائیں تم باج — مرے مندر تم آدیو وصل کوں راج

فراق مجھے جگاتا تمہارے بغیر — مکان

جو عاشق سائیں کارن جی چھپاوے — اسے نیں عاشقاں کے صف منے لاج

کی خاطر — نہیں ہے میں شرمندگی

جنے ثابت قدم ہے عشق میانے — دھرے گا پیم اُس کے سیس پر تاج

جو میں — محبتا سر

جنے کامل کیا ہے پیم اپنا — غنی ہے دو جگت میں نیں وہ محتاج

جس نے عشق — نہیں ہے

پرت کوں جان عاشق جو اہے فرد — توں یوں بوجے تو تج دکھلائے منہاج

محبت سمجھکر ہے — تو اگر بوجھے تجھے

پرت تج کوں کرے گر نیر باراں — توں اپنا سینہ کر اُس تائیں آماج

محبت تجھے کی بارش — تو کے لئے آماجگاہ

نبی صدقے قطب شہ دو جگت میں

علی کا دھر تج سر دُرۃ التاج

تیرے

ردیف ح

(۷۶)

اگر تو دین میں ہی ٹیلا لاونے کوں مباح — پیشانی ٹیلا لگا دیو تا کہ پاوُوں نجاح

تیرے ٹیکا لگانے جائز — ٹیکا نجات

لوچن کی پتلیاں کے تبخانہ کوں کیا سجدہ — فقیر و ناتواں ہوں میں کروں اسی الحاح

آنکھ

کھولے جو کیس کنگھی کرنے کوں دسے ظلمات — جو سر تجھے بائے پھر اٹھو تو مکھ دسے اصباح

بال کے لئے تو نظر آئے — پھر سے چہرہ چمکے

تمہارے ہونٹاں کا یک بوسہ نوش دارو ہے — کہ سر تھے ہووں جوان اُس تھی پال و قوت راح

بھواں کماں نین تیر تھے کنن نہ چھوٹیا — ہدف ہو بیٹھے ہیں مارو نہ مارو تم ہے صلاح

تمہارے ہجر دریا میانے پایا نہیہ کشتی — ہلیا ہے ذوق کا پار نہ جانے کن ملاح

پیا کے مکھ میں وسے جوت خضر و موسیٰ کا — کہ اس کی یاد کوں توں ذکر مسا و صباح

ہمن سیتی نہ کرو ہٹ مَیا کرو ساقی — خیال بزم میں یک دو پلاؤ منج اقداح

معانی بھید پایا اُس یاد نور تو دل میں
اُسی تھے دستا ہے روپ رو ترا کہ جیوں مصباح

(۷۷)

ساقی پلا پیالا منج کوں ہوا ہوا صبح — دو تن کی چاڑی ڈر تھے منگتا ہوں میں دعا صبح

سائیں کا راز مستی تج پر چسیٹر یا دعا کر — شکرانے کا دو رکعت کرتا ہوں میں ہوا صبح

مجلس ہوا معطر اس زلف عنبریں تھے — کیوں یک دو پیالے پیوں دستا ہے صفا صبح

باتاں عشق کیاں منج یوں وو لگر نہ پوچھو ۔۔۔ غم کی بیاہی دھویا یک چھن نے صبا صبح
کی مجھ سے کہکر — میں

دو دل سیتی تمن سوں جن کوئی کیتے پیرت ۔ جیو کے نین سوں ہرگز نا دیکھے دلکشا صبح
سے تم سے کرتے محبت — دل آنکھ سے

میرا خمار توڑ دا اپ حسن کی نگہ سوں ۔ جیوں مے پرست کرتے پیالے سیتی دوا صبح
اپنے سے جس طرح سے

تسلیم کر معانی او طاق ابرواں کوں
بس
...... گدا کا حاجت برآیا ہے کو صبح

(۷۸)

ترے ہونٹاں کے رتن تھی سنیا ہوں بات صحیح ۔ عالماں اس کوں نہ مانیں تو ویں سب ہیں قبیح
سے سنا — نظر آتیں

دل کے باتاں بوجھے معشوق پیر کے حق میں ۔ کہ نجانوں نہیں کہتے ہیں منجھے کھول صریح
پہچانے کی محبت — مجھ سے

تمہارے حسن تھے دستا ہے ہمن مکھ پر نور ۔ تو ہمن علم کو کیتے اہیں سب لوگ فصیح
سے نظر آتا ہمارا — ہیں

سینہ چھیلے گیا ہے باو اُساساں تجے پیا ۔ ہونٹاں کا پھونے ملم لاو کہ تا ہوئے ملیح
آہوں سے — مرہم

زندگی نیر اُپر میل نہ کرسوں ہرگز ۔ مے تمن ہونٹ کا ہووے جو ہمن جیو کا مسیح
آب حیات — تمہارے ہمارے دل

دل کے سینے میں بھریا تیری محبت کا مے — او خماری چڑی منج سر میں صحیح ہو صحیح

تو کنک دشٹ تجھے ہوا ہے معانی سنا

نہیں حاجت ہے نبی چودہ کون کرنا تشریح

(۷۹)

نین تمہارے کرے ہیں ہمن سوں بات صریح — خدا کا شکر کہ سب کوں کیا ہے مات صریح

لوچن کے بھالے چبھے ہیں تو عاشقاں دل میں — اساس آہ کی باتاں تجھے دیسے رات صریح

لوچن اوپر بند ہیں نم خماری کا پردہ — عشق کا آب نوا باندھی ہے دعات صریح

ہوا ہے نقش مرے دل میں جیوں تمن صورت — خطا ختن میں نہ لکھیں تمہارا گات صریح

تمہارا خیال لوچن نیر میں ترے مجھ ہو — کہ سبھی ..... میں تو منجے دکھات صریح

بہوت ہیں رمز کی باتاں پیا او سائیں میں — دو تن غرض کیا تیری ذات ہے نجات صریح

معانی تج کوں محمد غلامی ہے شاہی

توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صریح

(۸۰)

تمہاری یاد میں نس گی پلاؤ ساقی صبوح | او یک قطرہ اہوتا ہیں توڑیا توبہ نصوح

رات — وہ ایک

رتن ہونٹاں کا پلاؤ تمیں منجھے جلاب | کہ سر تھے ہو واں جو اس نھی پاو قوت روح

تم مجھے عرق — پھر سے — سے

تمہارے پاس بھیجیا ہوں خیال کا حاجت ۵۵ | سنے جو یک چھن او عرضہ ہوے منجکو فتوح

بھیجا — ایک تو وہ

تمہارا حسن دکھیا جب ہوا ہو جیوں جمشید | تمہارے ذکر تھے پایا ہو عمر میں جیوں نوح

نظر آیا — مانند — سے — مانند

معانی کوں نہیں ہے ڈر اندھاری راتاں کا

کہ رات اون دسے انکوں پیا کا مکھ جیوں لوح

نظر آئے

(۸۱)

تمن کوں آمین اچھو ساقیا دعای قدح | کہ مطرباں کرو مجلس نوا برائے قدح

تم قبول ہو — نئی

خبر لے آو تمیں میرے تیں پرت جاسوس | کہ میرے سر میں رہیا ہے اچھو ہوائے قدح

تم پاس عشق کے — رہا اب تک

اسے نہیں ہے سورج چاند پیالے کی پروا | تمہارے ہونٹ اچھنگے جسے بجائے قدح

کے — ہونٹ کے حسن کے لئے

شراب خانہ صرا تھے چڑھے نہ مستی ہنج — ہوا ہے نین کے لعل تھے ابتدائے قدح

ہماری مستی نہیں تیرے پیالے تھے ساقی — دوناوں سیتی پلاتا ہو دیں فدائے قدح

ہوا ہے مست معانی صراے بخت تھے

کہ پیو کے نین کے دستے اہیں لوائے قدح

(۸۲)

تو مکھ کی نازکی ہور یاں تھے سمن مجروح — کئے ہیں تیرے پچو چھپر تھے کانٹے تن مجروح

ٹھڈی کے خم تھے پلا و ہمیں کوں لعل مد — ہمارے ہونٹ ہوے تم کو بے چومن مجروح

ہوا ہے جہا خیالاں تھے شیشہ مو دل کا — نہ دیکھوں نور سوں مست نینگے نگن مجروح

مو تن کو کیئے ہیں جیو بیل زلف کی پھانسے — انجھو تھے پا کتہ کر مالی کا وطن مجروح

ہمارے سائیں کو ظاہر ہیں دل میں کی باتاں — دو تن کی بات کہوں تو ہوئے دہن مجروح

کمال ہجر تھے چھوڑے اہے محبت تیر — ہزار شکر کروں بھی نہوئے بچن مجروح

معانی کوں نہیں ڈر غم کی موج طوفاں تھے
سے
پیا کا لطف نہ کرسے کدھیں ہمن مجروح
نہ کرسکے کبھی ہم کو

(۸۳)

ہونٹاں کے بوسہ تھے پایا جیا روح — ہونٹاں کے نا دمیا نے ہے دوا روح
سے دل — مانند دبیان

نگین تمنے ادھر کوں جبین پکڑے — نجانے جبین میں او جبین کا بہا روح
کے مانند ہونٹ نشان — اس نشان قیمت

شکل بن آرسیاں تک کیا ہوں میں صاف — دیکھو مکھ آرسی دیسے صفا روح
آئینہ کی — چہرہ آئینہ میں نظر آتے

پیا کا شغل مستی کس نہیں سر — اُنوں تھے ہے یگانہ آشنا روح
جسکے سر میں نہیں ہو — اُن سے بیگانہ

نین پتلیاں ہوئے ہیں بھوت آتانی ۶۱۰ حسن پانی کے پیالے میں دکھا روح
آنکھ کی بہت

ہوا درپن سکندر تم تھے روشن — کروں کیوں جام جم پر میں فدا روح
آئینہ کا سے

معانی دل بھرے تو حسن کا گنج
کے تیرے
کرے نت نت خوشیاں سیتی نوا روح
سے نیا

ردیف خ

(۸۴)

پڑوں بلبل کے نمن حسن کا قصا سب شاخ		جن نہ سمجھے یے قصا سینہ ہوئی اس کا سنگلاخ

پڑھوں طرح قصہ شاخوں پر		جو یہ قصہ

بات وو تن کی تمن کان منیں ہے محرم		آس ہوا ہے تمن آرزو تھے تو گستاخ

غیر تمہارے میں		سے تب

جب کنگھی ملجے تمن کیس منے ناداں سوں		عاشق او نیش کنگھی دیکھ کا ہوتا سوراخ

پھنسے تمہارے بال میں		مانگ لی		وہ

مصطفےٰ ٹھانوں ازل تھی دیئے ہیں حیدر کوں		جنے ننک لیا وپکے جیوں کہ تنورِ طبّاخ

کی جگہ		سے		جو		لائے جس طرح

نار کے نور کا پیالا دے منجھے ساقی توں		پُھکنا اغیار کا دیکھ کر پایا ہے مو دل نفاخ

تو		میرا

حال تمنے دِسوں ہیں عاشقاں مِین تھے پیا		بات چوگان لیو نیہہ کا میداں ہے فراخ

کے مانند نظر آؤں		سے		لیو عشق

پیو کے درداں تھے معانی اچھے کیوں دور کہو

سے		رہے

اس کی یاداں سیتی جنتا ہے عشرت کا کاخ

سے جیتنا ہے

(۸۵)

چندنی مکھ کے اُپر مکری کا ڈُلتا گستاخ ۶۲۰ جب رکھے کان اُپر تو دِسے ہمنا گستاخ

چاندنی		نظر آئے ہمکو

باس پھولاں کا تمن کیس منیں ہے محرم
کنگھی اپ شوخی سوں تم کیس ہیں ہنا گستاخ
تمہارے بال میں — اپنی سے تمہارے بال

پوچھنا عاشق و معشوق کی باتاں مشکل
یے معما ہیں دو تن بات کوں سننا گستاخ
پہچانتا — یہ رقیب کی

تم ادھر تھے پانے ہیں پانی سیرنگ لعلی کا
وو ادھر باج ادھر ہور ہے چھمنا گستاخ
تمہارے ہونٹ سے خوشرنگ لالی — وہ ہونٹ بغیر اور دوسرے چومنا

حسن باغاں میں کھلے پھول بہو رنگ رنگ سوں
تمہاری باس تھی بھی پھول ہے سنگنا گستاخ
سونگھنا

مرگ کا نافہ تمن یاد تھے ہوا خوشبو
نافہ میانے تھے دو جا نافہ کوں چننا گستاخ
ہرن تمہاری سے — میں سے دوسرے کو گستاخی ہے

تمہاری یاد تھے ہوا ہے معانی مجنوں
مجنوں اگلے ہے پرت کہنے کو کہنا گستاخ
کے سامنے محبت

(۸۶)

غیر جب لبوے تمن نام ہووے میرا دہن تلخ
شکر و شہد پلاویں تو نجاوے وو سخن تلخ
تمہارا — وہ

بھالے پلکاں کے تمہارے ہیں جراح قلم جیوں
میں قلم بال ہوا ہوں کر دو مو پہ نین تلخ

دل لہو رنگ تھے یاقوت رنگیلے ہوئے ہیں سب
جن کنکر جوت نہ پائے ہیں اس کے سو چھن تلخ
کے کے سے — مجھ چمک ہیں

پھول کلیاں کئے مجلس خوشی سوں مل چمناں میں ویسے یک بیل کوں یک پھول مٹھا ایک سمن تلخ

نظر آئے

عاشقاں کئے ہیں منج کوں ہد ہو پیت ہیں بن تمن تیر ہے منج کوں دوجا تیر و کھین تلخ

مجھے پیا کی محبت بغیر تمہارے تیر کے مجھے دوسرا دیکھنا

تیرے سنگھار کے موتیاں تھی پڑیا جگ میں اجالا دسیں اس جوت کے انگے تارے ہور رین تلخ

سے نظر آئیں روشن اور

چاکھیا شیرینی معانی تمہارے مکھ مٹھائی کا

چکھا

تو ادھر تھے چو و مٹھائی نہوے کدھی بچن تلخ

تیرے ہونٹ سے کبھی

(۸۷)

نیناں کی شوخی میں دیکھیا ہوں آج نوا تلخ پلکاں کے بچن سوں نہ کرو میرا ہیا تلخ

آنکھوں نئی تلخی ذکر سے دل

ہم درد کا گانا ہے تمن بزم منے راگ پیو نیہہ کے کھونٹے بنا ہے میرا جیا تلخ

ہمارے تمہارے میں نغمہ پیا کی محبت بغیر دل

تم ہونٹ مٹھائی تھے ندی بہتی ہے منج ہو اپ نیہہ مٹھائی تھے مٹھی منج پہ کیسا تلخ

تمہارے کی سے تیر میں اپنے عشق کی سے شیرینی مجھ

پیرت کا پیالا پلائے منج کوں ازل تھے ساقی چھپاؤ میرے انگے شیشہ سُر تلخ

عشق مجھے سے سامنے شراب

شہ کر گئے ہیں عشق کے شہراں منے منج کوں صندل رکھو سر پر نکرو کدھی ہیا تلخ

شاہوں میں شمار کیتی میں مجھے کبھی محبت

عاجز ہوا اس فن منے سب ساحراں کا سحر — دو تن گنداں تھے ہوا ہے سب ہی وو فالنج
میں — رقیب کی — تھے

جم عیش سوں کر راج سکل جگ ہیں معانی
ہمیشہ — سے — سب دنیا
کیتا ہے ترے دشمناں کا کام خدا تلنج
کرتا

ردیف د

(۸۸)

سہیلی نہ کر توں ہمن سیتے دند — کہ میں بوجھے ہوں تیرے سب چھند بند
تو — ہم — سے — دشمنی — سمجھتا

منتر پڑتی ہے دوتی پیو دشٹ پر — کہ زیبا دسے اس نین اپنے چھند
غیر — پیا کی نظر — دکھائی دیتے ہیں اسکے آنکھ کو

سکی چالے نا کر مو پیاری سیتی — کہ سلتا ہے منج سینہ میں تیرا دند
چال — نہ — میری — سے — کھٹکتا — میرے

پیا کوں سچا نیہہ بھاتا اہے — دو تن اس کنے میں پیو انگے ارجمند
عشق — پسند — ہے — رقیب — اس وجہ سے نہیں — کے پاس

نہیں دیکھے ہیں کس چمن ہیں کدھیں — سجن قد ایسا سرو کوئی بلند
کسی — کبھی — کی طرح

محبت پیالہ پریاں لے کھڑیاں — دسے یوں انن ہت میں جیوں سور چند
کا — کر کھڑی ہیں — نظر آئے — ان کے ہاتھ — جسطرح سورج اور چاند

محمد غلامی تھے قطب زماں
کی — سے

سکیاں گل میں بابا ہے اپ نہہ کا پھند
کر گلے — ڈالا — اپنی محبت

(٨٩)

پیاری بھنواں ہیں تیر باں جوں کہ چند — اُسے دیکھنے میں ہیں عشاق بند
تیری — چاند

توں سولہ سنگاراں کوں جب پن آئے — تجے دیکھ کر پائے عیشاں انند
تو — کو — پہن — تجھے

ہوئے عاشقاں بے خبر دیکھ تج — تجے کون سکلائے اے مست چھند
تجھکو — تجھے — سکھلائے — یہ

بہوت بھید سیتی تو فتناں سو آئے — نظر نا لگے تیوں کرو اُن سپند
بہت — سے — جمع فتنہ — سے — اسلئے — کو

سُہاتی ہے مہتاب کی رات چھب — کر اُس نور کی تیلی سوں مل انند
زیب دیتی — سے — ملکر

پیا گھر میں دن دن صفت عید ہے — کہ عیداں ہوباں اُن تھے سب ارجمند
ہوئیں — سے

نبی کی غلامی میں ہے قطب شاہ

صفت اُس کے ہے نانوں کی چاروں کھنڈ
نام

(۹۰)

ہمن سوں یک ہو غم کرتا ہے فریاد کرو ہم دو نو کوں اس غم تھے آزاد

سٹیا متیشد کے تھمان میں ییں میرے سب تخم کوں تم کرنا آباد

کہ ہے منج روح تم باساں سوں زندہ کرو باد صبا سوں منج کوں ٹک شاد

لبو رنگ کا بسنت لیا و کہ کھیلیں ہمیں اس کھیل عاجز ہیں توں استاد

خیال اس حسن کا منج جیوں سوں پکیا پکیا بن آگ سوں تم دیونک داد

نہ بوجھے آدمی اس نار کا ناز لکھن وو ناد نا آوے کس اوراد

کہتے ہیں گوہراں سوں حسن دستا وو خط و خال کرنا منج دل آباد

ہنر ہور لے ہنر ظاہر ہمارا محبت کا قبا پیناہوں میں شاد

پیا کی یاد سوں پیتا ہوں میں مے ہمارا حال کیا جانیں گے سکھ زاد

اشا سان اس سیتی کرتے ہیں بات ہمارا اس بر لیا قد شمشاد

معانی بے خبر باتاں توں کہنا
ولیکن رکھ خدایا توں اپ امداد

(۹۱)

مو عمل بنیاد نا جا توں کہ کیوں کہتا ہے بنیاد
مرتضیٰ کا با نظر بنیاد تیں تا ہوے فرہاد

رنگ میرا کس رنگاں تھے نا پکڑے رنگیا ٹک
سب رنگاں تھی دھو گیا ہوں یا علی منجکوں کر آزاد

مستی کی باتاں کہو یا رات کی باتاں کہوں اب
دونوں قصہ کھول کہتا ہوں کہ تو تم ہیں استاد

اے ہما میرے خیالاں کی ہوا میں اڑتا ہی توں
گھر کہاں ہے تیرا دکھلا تا کروں میں گھر کوں آباد

جیقہ کی باواں تھے بجتیاں ہیں نفیریاں صد ہزار
اس نفیریاں میں کریگا کن نفیری منجکوں امداد

لکھ رکھے ہیں سب ہی ابجد میں الف بے کی کتیباں
تم پڑہاؤ موکوں ابجد تا دستوں میں سب ارشاد

صح کرے ہیں سبھی استاداں اس ابجد کی کتیباں
جن بوجھے وو علم سب علماں تھی ہو دیگا ان آباد

بے نقط اعراب سوں کرتا ہے تعلیماں منجے ان
میں اگرچہ کونگا ہیں تم نہ پکڑو ہم پہ ایراد

اے معانی سب کے بولاں دہر تے ہیں شکر لیکن

بات تیری پھول نمنے اس نمک شکر خداداد

کے مانند میں

(۹۲)

سکی کے ہات کنگھی کیس دیکھ کرتا ہے فریاد
اُٹھیا فریاد از حد یو ٹک ہماں کوں تم داد

نین تپلیاں چنچل چابک اران جو کے منج
جنا ور ہیں ہیں تیر ہمارا توں ہے صیاد

سکی تج ناک کی پھلڑی کہیں یا قوت کا دانہ
کہ سب دانے بسر کر میں ہوا او دانے تھی آباد

لٹر میری پلکاں کا تج نین تپلیاں میں الجھیا
پہچ رہ کر ہوا ہوں میں تو اس کاماں میں استاد

الف ہور میم و عین ان سنگ منے ہور کیچ بنجاو پیچ
کہ میں ہوں خاک تج رہ کا کرو مو خاک آباد

اپن شیرینی سوں شیریں کئے سب کام شیریں
کہ میں لڑتا ہوں غم پہاڑاں سوں جو لڑتا ہے فرہاد

پسر کر قبلہ میں تم طاق کوں کرتا نمازاں
ندیویں داد میرا کس کروں میں داد و فریاد

کمینے گماں پر توں چھاؤں مُشا اپنے کرم سوں
کہ جیوں ستاں ہی چھاؤں اپ گھالیں نچ وو قد شمشاد

دنیا کی دھرپ آبجاں تھی معانی توں نڈر تل
[جمع آنچ]
دُکھاں کی آنچ تھے تج کوں خدا کیتا ہے آزاد
[سے تجھے]

(۹۳)

جنے رکھے قدم اب کام بھی نکو فریاد ۔ جو کوئی قدم رکھے کچ باٹ میں سو اُن افتاد
[جو ۔ راہ ۔ جو ۔ وہ گرا]
تمہارے کام میں مو کام کا نفیر بجیا ۔ پڑیا ہے کن میں وو آواز سب آواز آں باد
[میرے ۔ بجا ۔ پڑ گئی ۔ کان ۔ وہ ۔ بعد]
تیری کمر کوں سراہے ہیں با دتے نازک ۔ او باو گانٹھ کنے عقل تھی کدیں نکشاد
[کو سراہے ہوا سے ۔ وہ ہوا ۔ کوئی بھی ۔ سے کبھی]
گنوایا دین تمن بت پرستی میں اپنا ۔ او پوجنا تھا یقیں اُس تھی میں ہوا آباد
[تمہاری ۔ سے ۔ وہ]
گدا ترا ہوں کروں میں گدائی کس کن ۔ سوال کرنے دو دینے تھے میں ہوا آزاد
[کے پاس ۔ اس سے]
وال کرنہ تم اپنا کدھیں نکو چھوڑو ۔ ترا نصیب ازل تھی لکھیا ہے یوں استاد
[کبھی ۔ سے]

کہیں معانی کوں نھنواد عاقلاں سارے
[بچ]
۶۹۰ ہجے بسرا ہیں ابجد کے کرتے سرتھے یاد
[بھول ۔ پھر سے]

(۹۴)

کہو کس نور تھے یاراں ہوا ایے نور پدید
میں نجانوں تمھیں پوچھو کہ کون ہے یے عید

اب تو تج دیکھتے سُد بُد تو مرا کھوئے گیا
کس کی مجلس کوں معطر کرے موئے کس کی رشید

اُس چومن تھی مو چومن دور خدا یا نہ کریں
کہ حیات آب و لب ہے مرادل اُس پہ کشید

ہے بڑائی جو ہمن شمع پہ تم نور پڑے
پوچھو خورشید کوں کس تھی تجھی یے نور رسید

نیند بھانے سو نین جب تم ہی اپنے مو نچے
ساحران کا سبھی سحر اُسی لحظ درید

کیمیا و شٹ دم عیسیٰ ہور بھاگ ہیں فتح
ایسے دُر وانہ کے ہر بات میں میرا سو کلید

کہو یاراں کہ معانی ہوا دیوانہ سو اُس
ہوئے انجان سو پیو جانوں کدھیں اپ نشنید

(۹۵)

ہوت وَن تھی ہیں منگتے داکھ لعلے ساقی کہ دو
چکا کر اپ نین تھے لعل مدیخانہ کوں پر دو

تمن ویسا موتی کن جوہری پایا نہ ہور پیاسے　　غوطے کھا کر ہوویں حیراں غواص امیں کن ہی مرد

نین دل کا ہے جھگڑا کن کیے وصر کہتا بہوت مشکل　　اگر آکھیں تو ان کیج جیو میانے تھے اٹھے گا گرد

یوں کے حسن پر ہو سوار دیکھیں آرسی ہت کی　　عجائب نیمخنی میں کھیلتے اپ حسن سیتی نرد

تمن کوں حکمتاں کن سکھلایا کہ پوچھیا پیو کوں　　سکھایا ہے حکیم او منج جنے تصویریں کا گرد

عالم سو گیان تھے کرتا ہوں تو میں واری عالم میں　　انداز کیا ہے رستم کا کہ کہو سب میں میں ہوں فرد

اگر منج پر اچھے دایم پیا کا فیض یک چھن میں　　نہالا نہہ کے پنجاں دو کروں گا دکھ کے پھولاں سرد

جے کوئی اپ حسن کا کرتے ہیں جگ میں لاف دعوی سوں　　دسیں تج مکھ کے مہتاب انگے انکے مکھ کے دیو زرد

رقیباں اپنے تار پود میانے ملیے غم سیتی　　خدایا انکے بستر کوں نکر ہرگز کدھیں گسترد

ادھر کے پھول چنا عیش ہے وانتاں کے چھیے سوں　　وو چھپانا دجن نافہم ہے اس کے دل اچھو سو درد

طنایاں تمنے کا ہے تاب دیتے زلف کوں کھینچنا
ازل تھے نہہ تمہاری ہے معانی کوں خدا پرورد

(۹۶)

جنوں کے دل میں جو صورت ہے انکو ہے آنند — دیا ہے روشنی تحقیق حسن اُسی تے بلند

عشق کا جزو ہوا چند بند سیتی تمام — ۱۰، ای جزو کوں نکرو جور جز سیتی پیوند

بنی مو تن کا تمن نور تھے ہوا روشن — کہ تل تل اسکوں نہ کترو ان تھی ہے خرسند

جی کوئی کہ عید کے دن پیو کے پگ پہ رکھے ہاتھ — ہر روز ہر مہ ہر سال اُس نہیں مانند

زاہد کی باتاں مکرکیاں ہیں دے پلا ساقی — کہ ایک دو پیالے پیکر ہوں سو آز نہہ کا سمند

شراب فائدہ نیں کر کہتے ہیں لوگاں سب — مجھے ای بس کہ کیا ہے خلاصی عقل کمند

جو عالماں غم رکھیں مدرسے تھے بہار قدم — سو آکے سکھتے ہیں میخانہ پیر کن سب پند

قلم کے نسنے جینے ہے تمہارے فرماں میں — پلاؤ جاؤ سوں شربت او سے محبت قند

معانی کوں نکو دیو بارالٰہ خاص و عام شراب

سو اس کے نہہ کا مد پی ہوا ہے دولت مند

(۹۷)

تم کی اودھر کے بھومی سیتیں باندہیا ہی گلہ قند ۔ یک چھن ہنسی تھے نیشکر اب کیتا بند بند

ہونٹ سے باندھا ۔ کرتا سے

گر منگتے ہو کہ لہو کے دریا میں نہ تیرے توں ۔ خوباں کے کسی میانے وفا ہی کہ دل نہ بند

منگتا

طوبیٰ کا پھل نہ آوے اودھر پھل کے سم کدھیں ۲۰ اے بات میں حدیث سیتیں کہتا ہوں بلند

ہونٹ مقابل کبھی ۔ سے

گر غصہ کرتے ہیں تمیں گر ناز کرتے تم ۔ اس کے ہمیں بندے ہیں جسے دل کرے پسند

پکڑیا ہے جوش شوق کا دریا کہاں ہی فوج ۔ تل تل آتاروں تر تڑی تو اوروں گا ہو سینہ

اور

سائیں کی سیوہ فرض ہوا ہی معانی تج

تجھے سیوا

او فرض کوں ادا کر ہیں ہور نت کریں انند

وہ اور

ردیف ذ

(۹۸)

پیا کا روپ نرمل ہے سدا میرے نین تعویذ

چہرۂ صاف آنکھ کا

پیارے کا پرت پیاری کے بچپن تے من تعویذ

محبت بچپن سے دل کا

سجن کے ہونٹ امرت کا لذت یک وِلِیں چاکے تھے
کے آبحیات ون چکھنے سے
سو دو لذت کوں اجنوں لک کیا ہے منج رسن تعویذ
دہ کو ایک تک میری زبان

پیا نکہ کے قلم سوں خوش نویسی کرنے منگتے ہیں
ناخون سے کیلئے مانگتے
ضرورت ہے سکی پیو ہت میں دینا اپ جوبن تعویذ
سے پیا کے ہاتھ اپنے کا

سکی منج لب پہ دستی سو نشانی بوجتی ہے کیا
میرے نظر آنی پہچانتی
دِسے میرے اَدھر کوں پیار سوں پیو کی رسن تعویذ
نظر آئے ہونٹ زبان

عجب تاثیر ہے تج ناؤں میں پیاری جو سن نے میں
تیرے نام سننے
سکیاں بھل جا کر لکھ لیکے کرتیاں ہیں اپن تعویذ
بھول اپنا

مرے بازو کوں جب لالن پکڑتے پانچوں انگلیاں سوں
کو سے
سو انگلیاں ہیں سکیاں منج بازو کے کندن رتن تعویذ
میرے

پیا کا نیہہ لگیا وَرزدر منج کھو بند گویاں کوں
عشق مجھے
کہ کچ پر جیت نا ہوسے ہمن پر اپ تمن تعویذ
کچھ موثر نہ ہو سکے ہم تمہارا

پیا جس دن نہیں لگتے گلے منج سوں تو دکھ ہے منج

مجھے بھی سے

گلے لگنا پیا کا ہے سو میرا دکھ بھنجن تعویذ

توڑنے والا

نہ جانوں کسکوں اپ نیہہ پھند میں سنپڑانے منگتے ہیں

اپنے عشق کے پھندے پھانسنا چاہتے

سنی ہوں میں کہ لکھتے ہیں اپس ہاتوں سجن تعویذ

اپنے ہاتھوں سے

منگی تعویذ پیو کن وصل کا نیہہ سر تھے دیوانی ہو

مانگی کے پاس عشق سے ہوکر

ہوے میری دیوانی جب دیئے منج کوں للن تعویذ

مجھے لالن

سجن یک دن بسر کر منج سلاماں کے لکھ بھیجے

بھول کر مجھے

سو اس کاغذ کوں جیو منے جتن کر کے ہوں تعویذ

کو دل کی طرح احتیاط ہونے

بساتو برس لک قطب زماں ہن جگ میں جیتیں

تک جیتے رہیں

ازل من تھے دیئے لکھ کر دیا تھے پنجتن تعویذ

سے کرم سے

(۹۹)

میں اُس بت ہندی کے رکھیا ہوں دل میں لکھ بجن تعویذ
رکھا لکھکر باتیں
وو منج تھے دور نا ہوئے تیوں کیا مج پر بندن تعویذ
وہ مجھ سے نہ بازو بندھن

دعا ہور منتراں سیتی وو چنچل منج کوں سنپڑے کر
اور سے وہ شوخ مجھ کو ہاتھ آئے
بندیا ہوں اُس کے دو زلفاں سیتی میں جیو کمن تعویذ
باندھا سے دل کو کمند

پرت ور زور دھن ور زور ہور ور زور نازا کا
عشق عورت اور
بہوت پرچیت کا ہونا منجے نصرت کرن تعویذ
بہت اثر مجھے کرنے کیلئے

عشق کے بھار میں جانے کوں منج دل کوں نہیں کچ ڈر
بار بوجھ کو مجھ کو کچھ
کیا ہوں اُس کی پیرت کوں میں آپس کا سو من تعویذ
عشق اپنے لئے دل کا

پرت کے قول دیتی ہی وے لے منج کوں پتیارا میں
عشق مجھ نہیں
پتیارا تو ہووے منج کوں جو دیوے منج چمن تعویذ
بھروسہ مجھے مجھ چوستے

و برو ایت کٹرا ایت ہور چالاک اچپل ہے
اور شوخ
نظر میں کس نہ آوے تیوں رکھے ہے دو جوبن تعوید
کسی اسلئے کو بناکر
محمد ہور علیؑ کا نانو لے کر قطب شہ جینیا
اور نام جیتا ہے
سو یہ چنچل کے دو جوبن گرا تس اوپر کے بھی تن تعوید
شوخ تنگ

(۱۰۰)

نکی دیتی ادھر کا جام احناذ — لذت دکھلاتی ہے منج کام احناذ
ہونٹ — میرے حلق میں
مرا دل تھا بہت ہشیار اول — کتی ہے مست منج ہر کام احناذ
کرتی مجھے
ہوا ہوں مست میں اس نانوں تھے جم — منجے دیتا اہے او نام احناذ
اس کے نام سے — مجھے وہ
ہزاراں شیخ کوں اَت شوخی سیتے — کئے بے ہوش تج بادام احناذ
زیادہ سے — تیرے (آنکھ)
کرے ہے عاشقاں کوں مست بے سُد — نکی کا کام صبح و شام احناذ
سکل عشاق کوں متوال کرنے — دیتے تج ناز ہور لٹ لام احناذ
سب — تیرے اور زلف

قطب مدن نہیں گمتا ہی یک چھن
شراب عشق کے بغیر گذرتا لمحہ
دیا ہے مُیج علی کا نام احشاذ
مجھے

(۱۰۱)

سکی ول جگ میں تج فرمان انفاذ ۔۔ سبھیں خوباں میں ہی تج شان انفاذ
کی دنیا تیرا سب ہی تیری

اَدھر تیرے جو ہیں قدرت کے یاقوت اُنن کے حکم تل سب کھان انفاذ
ہونٹ اُن اُکے تحت کان

ترے بوسے تھی ہے جیواں کوں راحت ترے لب تھے اہے درمان انفاذ
سے دلوں کو سے

نیلم ٹیلک ترا تِل حجر الاسود ترا مکھ کعبہ ہے ایمان انفاذ
چہرہ

عجب معجزا ہے تیرے بچن میں کہ ہے تیرے بچن دِل کان انفاذ

خوش آوازاں جتے اس جگ منے ہیں اُنن پر ہے ترا الحان انفاذ
جتنے میں ان

نبیؐ صدقے علیؓ کا داس قطبا
کے سے غلام ہے
تو اُس فرمان ہے سب ٹھان انفاذ
کا جگہ

(۱۰۲)

سُندر کے اُدھر ہیں شکر تھے اُلذ — ترے بوسے نابات تر تھے اُلذ
ہونٹ سے — نبات سے

چُندر تو اہے جوت میانے لذیذ — ولے مکھ سکی کا چندر تھے اُلذ
چاند — (پیے) چاند سے

دکھاتی سکی جھگد کان نین میں — ترا بی (اب) ہنر سب ہنر تھے اُلذ
آنکھ — سے

گھنگروالے تیرے لٹاں کے کھباں — دسیں نیر پر کی لہر تھے اُلذ
بالوں — دکھائی دیں پانی لہروں سے

کمل پھول پر تو بھنور ہی لذیذ — ولے مکھ پہ تج تل بھنور تھے اُلذ
کنول — چہرہ تل کا بھنورا سے

ترے مکھ برن سم سو کنچن نہ آئے — ترے کیس ہیں مشک تر تھے اُلذ
رنگ مقابل سونا — بال سے

خضر نیر تو جن پیوے سو جیوے — ولے تج اُدھر میں امر تھے اُلذ
تیرا آب خضر جو پیئے جیئے — تیرے ہونٹ امرت سے

گہر کوں تو ہے رنگ ہور جوت لے — ولے تج دسن ہیں گہر تھے اُلذ
اور کئی — دانت سے

ترے دو کچاں پر سجن نکھ کی لکھ — سہاتی بچتر چیتر تھے اُلذ
پستاں خاوند کے ناخونوں کی لکیر — عجیب تصویر سے

سو رنگاں میں لے لذتاں ہیں و لے — تری دِشٹ ہے مد اثر تھے اُلذ
اچھی رنگ کی شراب کئی — نظر شراب کے سے

خبر تو ترے وصل کا ہے لذیذ　　تجے دیکھنے ہے خبر تجے الذ
(تجھے دیکھنا　سے)

نبی صدقے تج نیہہ شہر میں ہی قطب
(کے　سے تیرے عشق کے)

نہیں کوئی شہر اس شہر تجے الذ
(سے)

(۱۰۳)

سکی تج ادھر تھے پلا منج نبیذ　　چمن کے نقل سوں پلا منج نبیذ
(تیرے ہونٹ سے مجھے　چومنے (بوسہ) سے مجھے)

جیا کوں دیا ہے صفا نیہہ شراب　　دیا دل کوں کوثر جلا منج نبیذ
(روح کو عشق کی　کی میری)

مرے نین جوں سور پر نور کر　　دلا کوں دلا کر کھلا منج نبیذ
(آنکھ کو مثل خورشید　دل کو میرے)

تری نین تھے منج چڑیا ہے اثر　　دیا تج تلا کی کلا منج نبیذ
(آنکھ سے مجھے چڑھا　تیری تل مجھے)

جوبن کی صراحی قطب ہت میں دے
(کے ہاتھ)

بشارت دیا قلقلا منج نبیذ

(١٠٤)

دو جگ منے منج کوں اہے کرتار معاف — بندا ہوں اسی کا وہی ہر بار معاف

میں مجھے ہے خالق — جگ

امت ہوں محمد کا کروں شکر خدا — تو ہے منجے جم احمد مختار معاف

مجھے ہمیشہ

پایا ہوں ملک کوٹ اُنن پیار تھی ہیں — منج کوں ہے سدا حیدر کرار معاف

اُن کے سے — مجھے

پنجتن کا منجے داس کیا پیا تھے حق — پنجتن ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاف

مجھے غلام سے — سے میرے لئے

اللہ محمد علی ہور بارہ امام

اور

یو سب اہیں قطبا کے سو آپار معاف

یہ ہیں اوپر

(١٠٥)

رقم دکھو اپس پر جب پیا کا نیہہ بچن کاغذ — گلابی رنگ سوں نازک موی جوبن کے سمن کاغذ

اگر لکھا رکھو اپنے پاس عشق کی بات کا — سے پھول

تھوڑی پڑچوی تو نیں ہی پرت کے راز نیناں کے — وو حرفاں ہیں جو دستے ہیں اسی سیب ذقن کاغذ

نہیں محبت آنکھوں — وہ نظر آتے ہیں

بڑائی منج یہی بس ہی پرت کے نیہہ باز ان میں — پیا لیکر رکھے اپنے نین او پر ہمن کاغذ

مجھے محبت عشق بازوں — آنکھ پر ہمارا

نین پتلی لکھن ہار سیاہی کاجل انکھیاں لے — اُپھر تج حسن کے اُس من سفید سو من کاغذ

توں حسن کاغذ اپر کرتا ہے نقطا دلنوازی کا — جھمکتا ہے او سب کاغذاں میں لچو تن کاغذ

لکھے تا صنع کا کاتب خدا کے وصف مصحف کوں — سو اُس تیں لیجے آیا ہے بہت رنگ کے چمن کاغذ

نبی کا مدح لیکھیا ہے قطب شہ ہو کلک سیتی
تو اُس خوش مدح کوں سہتا ہے جم سورج بران کاغذ

(۱۰۶)

شہد و شکر نبات تھے ہے تج ادھر لذیذ — لاگے تو قد سرو کوں سو جوبن ثمر لذیذ

امرت چشمہ تھنڈی ہے ناسک چمپا کلی — تو بینی آئے نیں ہے الک کے بھونر لذیذ

سنگ باس چنپی کا رہی مکھ موڑ الک بھونر — پایا نہیں بھونر مگر اُس کا اثر لذیذ

پنکھی نجانے بات سو اُس باس چنپی کا — اُس چنپی باس راس پچھانے بشر لذیذ

مکھ کے کنول پہ چھائے ہیں چھند کے بھونر ۷۰ — متوال ہو کے جھلنے ہیں وو بے خبر لذیذ

کاوڑ بھواں ہی پتلیاں سنپارے ماسبد ہے ناگ چوٹی ناگ سُہے ناگ سر لذید
پڑھی
گھمتے ہیں بھونر د سور سو سراں کی سراں پکڑ مکھ دیکھ کرتے ہیں سور سر بسر لذید
سورج
گھومتے آفتاب رخ
والے تِلان منتر کہ اگھٹ مار گارڑے وَنت چھند اَودھر پہ ہی سو منتر کی اَچھر لذید
شکل دانت ہونٹ حروف

صدقے نبی کے رات دنا بھوت انند سوں
رات دن بہت آرام سے
امرت ادھر پلاتے قطب کوں سُندر لذید
آب حیات ہونٹ سے کو

(۱۰۷)

یک دو پیالی پیار سوں منج ہات تھے اے یار خُد
ہاتھ سے
لے
سے میرے
اپنے اَدھر امرت میں منج لب نُقل کے ٹھار خُد
ہونٹ کے آبحیات کے میرے
تج سات مدل پینے کوں بھو دن تھی دھر تا ہوں ہوس
تیرے ساتھ شراب ملکر کو بہت سے
اَپ نہہ مد پیالے کے تیں منج ہات تھے یک بار خُد
اپنی محبت کی شراب کے پیالے کو میرے ہاتھ سے
تج سنگ میں جب شوق سوں لاگوں گلے اے چھند بھرے
سے لگوں فریبی
کچ سُک نکو منج لب سیتی توں بوسے دو تین چار خُد
کچھ سکھ نہ چاہیے تیرے سے تو تین

منج من اتالا ہے اَدِک اے نرتن سنگرام کا

میرا دل جلدباز زیادہ عورت تیری دیل

لٹ پٹ ہوا ات پیم سوں تنج بانہہ کے گلہار خذ

بہت محبت سے میری باذو گلے کا ہار

عشاق اپن من ہیش کش لیاتے ہیں تجہ سے زلف تیں

اپنے دل لاتے کے لیے

ٹک دیک کر خاطر میں لیا اپ زلف سوں آیا رخذ

ذرا دیکھ لا اپنی سے

بہوون تجھے نیں سنیا بچن تیرے ادھر امرت تھے میا

بہت سے نہیں سنا بات ہونٹ آبِ حیات سے

•••

عشاق کتے ہیں اے پری اپ لب تھی کہہ گفتار خذ

کو اپنے سے

تج عشق کا میں برہمن ہو کر سو آیا تج کنے

تیرے تیرے پاس

اجھوں کتے ہیں کے منجے منج زلف تھے زنار خذ

آج تک کہتے کیوں مجھے میری سے

سنگار تج سینے کا ہے اپ سینے تیں توں نا چھپا

تیرے اپنے کو تو

منج تِل کیرے ہار کوں اے چنچلی دلدار خذ

میرے

صدقے نبیؐ کے آج دن ہے عیش ہور عشرت ادک

کے اور زیادہ

قطبا نبیؐ سوں کر لیتاں ہور خطای چوسار خذ

کے ساتھ عیش اور

(۱۰۸)

سکی تج زُلف ہے جیواں کے آخذ — دسن تیرے اہیں رتناں کے آخذ

تیری دلوں — دانت ہیں موتیوں

تری نیناں تھے پیچے ہیں انتر سب — ترے نازاں ہیں سب ستھراں کے آخذ

آنکھوں سے نکلے

سہے تج سیس پر انچل سہیلی — سہے سب عاشق درواں کے آخذ

زیب دیتا ہے تیرے سر — زیب دے درباں؟

تری پتلیاں بھلائیاں ہیں جگت کو — نین دو مست ہیں مستاں کے آخذ

بھلائی دنیا کو — آنکھیں

نکھاں تیرے ہیں تج جوبن کے مشتاق — ادھر ہیرے ترے بوسیاں کے آخذ

ناخن تیرے — ہونٹ بوسوں

علیؑ ناوں سو کہیا یو غزل قطب

کے ناموں کہا یہ

علیؑ ناواں ہیں سب ناواں کے آخذ

کے نام

(۱۰۹)

خدا تج حسن کوں دیتا ہے تعذیذ ۸۱۰ ہمن من کوں او سوں کیتا ہی تعذیذ

تیرے — ہمارے دل کو اس سے کرتا

نہیں آتے سنگاراں تج نظر تل — تجے اپ حسن کا بھاتا ہے تعذیذ

تیری تلے — تجھے اپنے

کیا لکھ نور چپارا منج نین کا — وہی منج نین کوں سُہتا ہے تعویذ

رخ — میری آنکھ — میری آنکھ — تو — زیب دیتا

ردیف ر

(۱۱۰)

نیاں کوں سورن پکڑنے کوں ہیں اس سے پیکر — پتھلی کے نمنے چمکتا اہے مو دشٹ کے گھر

مانند — میری نظر

شوق کا جال اسٹیا ہوں سو سمند عشق میں بھر — آس بندھیا ہوں وو جابیں تھی کیا ہوئے مظہر

ڈالا — سمندر — اس — سے — ظاہر

سر چڑھا نیہہ کی مستی منتی کج چپرائی — ان یکا دُسکے اُپر پڑکہ دموں میں صرصر

عشق — پڑ کر — دم کروں

عشق کا کچھ سبے ہیں بھید سوں منج راہ منے — پنتھ یو بوجھوں میرے پنتھ کا سوا ہی توں داور

مگر کچھ — سے — میری میں — راہ

ہرن یک ناز کا منج پیرتے ہیں دل میں مرے — کہو کس ناز سیتی باندھوں مو جیوا سرور

سے — میرا دل

چمنے چمناں تو نزاکت تھے جھڑیں پھول ورق — باورشکاں تھی انوں سب کوں کیا ہے ابتر

چمن چمن — سے — سے — ان

تو طلب کا کرے تسبیح معانی دن رات

تیری

مرتضیٰ نور تھے یا رب کریں مو گھر انور

کے — سے — میرا

(۱۱۱)

خدا جیو کی جاں کوں دکھا یک بار — دکھاں عرضہ کر غم کروں خوار و زار

دل ایک کو — اپنے دکھ

سمند ناز کا گردش مت کرو — کہ انکھیاں دچلنے سو ہو وے قرار

اُساس آس کا باٹ باندھی ہیں سب — نزاکت چپل چلبلی نین نار

آہ — آنکھ

کہ جیوں ذرہ یک پف سیتی بند ہول — اگر پف کریں سب میں ہووں گا خوار

مثل سے

کرے کن دلیل وو لائل سوں عشق — دلیلاں میں الجھے ہیں عالم ہزار

کون سے — گرفتار

جھلک نین شمشیر تھے توں نہ ڈر — نمک چاک کر ہم ہوئے اختیار

آنکھ کی تلوار سے تو — چک

کرے بھوں کا تل تل میں بیلد ہمن — وو تل باج یکھیں ہور تل موا دھار

ہم کو — اُس کے بغیر اور میرا سہارا

کرے نالہ تج نار زلفاں تھے جن — وو مجلس تھے کرنا ہے اُس کوں بہار

سے جو — اس سے کو باہر

معانی کا دھاگا بندھی زلف سوں

سے

اُسی تھے دیئے مصطفےٰ وو اتار

سے — وہ

(۱۱۲)

صورتاں سب مرے نیناں تھے گئے ہیں باہر — جیوں مجنوں ہوا مرتے ہی تمہارا ذاکر

باندیا احرام کہ تیرا کروں گا جیوں سوں طواف — لعل رنگ انجھو ہمن کوں نہیں ہوتا قاصر

نین پیچاں سے الجھے ہیں مرغ سب جنگلی — خانگی مرغ نہ الجھے تو کرو اس قاصر

آنکھ کی پیچوں میں گرفتار

اپ پیشانی پہ دھریا داغ غلامی کا ترا — کھرا کھوٹا نہ گنو اس کوں کرو تم وافر

وو انچل ناز سیں جب ہات چڑھیگا میرے — او انچل پر ہے منجے میں اڑوں گا جیوں طائر

عیسیٰ دم پھونک کے مردے کوں کری زندہ ولے — تو نزیک آنے میں مردے ہونے ہیں سب ظاہر

تیری یاداں سیتی کد آہ نہ ماروں ہرگز — آہ ماروں تو کہیں نہہ مین نہیں ہی صابر

میں کتاباں تو علم کیاں پڑیا ہوں بہوت ولے — گال خط مشکیں جتا پڑتا نہ ہوتا آخر

کرو بے ناز معانی کے جیا میں تیرا

کد نجا سے او رقم بیٹھیا ہے اس کے خاطر

(۱۱۳)

کھلیاں ہیں کلیاں یوں مستی سیتیں جیوں نو بہار　　مے پلا ساقی ہوا ہوں سر تھے میں بے اختیار

کھلی　مثل　سے

ویداو پر جب وید ہووے ہے غنیمت وو گھڑی　　سب گھڑیاں کوں نا بوجھوں ہے وو گھڑی منج کوں شمار

پھر سے　وہ　بے شمار ہیں

کیس تھی ظلمات پنچے مکھ کے پانی تھے حیات　　یک دو بنداں تجھ کرو تم کام میرا خوش گوار

بال سے　نکلے　سے　وہ　بوندوں سے

میرے جیو کا دھاگہ اس کے موتیاں باندے ہیں کھینچ　　دن ازل تھی کیتے ہیں قسمت منجے یہ روزگار

دل　سے　کرتے

دو نین کی چلبلائی کھیل ہر یک ضع سوں　　کس سوں دل باندھوں کہو دو لوں تھے ہوں میں بے قرار

آنکھ　سے　سے

میرے دل کا بھید نہ سکیں سمجنے مدعی　　عاقلاں ہیں وستے ہیں اس تھی اوں سب شرمسار

سکیں　نظر آتے ہیں اس وجہ سے وہ

تیری یاداں سوں معانی پیتا ہے پیالا مدام

یاد میں

آپنے پیاراں سیتیں توڑو تمیں اس کا خمار

سے　تم ہی

(۱۱۴)

تیری طلعت تمی نہووے کم جو کرے منج پر نظر　　ذرے سب تیرے سو مکھ نور تھی ہوتے ہیں قمر

سے　مجھ　سے

راز بھو ساں کا میرا کئے آنجھو ظاہر
کیا گنہ انجھواں کا ہیں دریا ابلیا دگر

موتی انجھواں کے رکھیں کان ہیں صاحب نہاں
صبر کر راز ترا لکھتے انو دھر سر سر

تا بوجیں بھید ہمن جا سو ساں کا مورکھ کد
کچ نہ بوجھ بھوٹے کوں پکڑیا کپٹ سیتی و ودر

کیوں پڑیا گرد چمن کا نرمے امن پہ پیا
ذہلیں و گرد کی خاطر انجھواں نیں تھی بہر

پھول سم ہوئے کوں منتر سکے ہیں کانٹے سب
باطل السحر نہ جانوں نہ تو پڑتا منتر

قد ترا دیکھ پگلتا ہے گلا قند کا سب
کیا اندازہ کہ تیرے سم آوے بیچارہ شکر

کلک قدرت تھے لکھے حسن ترا اول تھے
کس قلم سوں نہ کے کوئی لکھیں تیرا چیتر

یاد تیری تھے ہوا نام و نشاں ہو ظاہر
عاشقاں حسن کا گنوائے ہیں بھی آپ خبر

عشق کے پنتھ منے ہلجے ہے مانی منگل
عاقلاں دیکھ انوں کوں ہوئے ہیں سب ابتر

درد میرے کوں طبیباں کا دوا حاجت نیں
منجے ہو یاد کی مد تھے چڑیا ہی سر کوں اثر

اب معانی کوں نہیں ڈر دندے ہور دشمن کا
پڑتا ہوں جیو سیتی ناد علی کا مظہر

(۱۱۵)

لوچن دکھائے جیو دلم جشانہ خانہ کر
عشق تو مج تنم زن و مستی بہانہ کر

اي وصنعہا کہ گل جو کیا تازہ اے صنم
او غمزہ تازہ تازہ ترا عارفانہ کر

جے دشت عشوہ کا کہ زنیناروان کرے
او دل دلِ گستۂ میرا یگانہ کر

لے چابکت ابرشت لے ناز کے سوار
منج سینہ میانے اسپ ترا تازیانہ کر

بیدار یم تمن سوں ہماری کہانی ہے
او چشم ساحرانہ ترا ٹونہ ٹانہ کر

پیوستہ باد یا تو معانی عروس عیش
قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

(۱۱۶)

کا فر سلاح سجک سرا پیک آیا بہار
صاحبقران اپ تو مرے جیک آیا بہار

جیتقہ سو حو ہراں کا وضا سیس پر رکھا
سو جیتقہ لاکھ مجنوں گدا یک آیا بہار

عاشق ہے ناتواں نہ کرے باد لے وفا
مجکوں بیار کرانے سارنگ آیا بہار

دکھ دینا یے وفائی ان کا تو عادت ہے　　عادت بسر کہ مست نسر اپیک آیا بہار

اس کانٹے کے جفا سوں معانی یک ہو ہیا
آخر سو خار سات تو پھل نیک آیا بہار

(۱۱۷)

نبی جو کاوسو گہے ڈوبے کیا بے ڈر　　مکھ سورتو نور سدا دیپے سیر کے

تج مکھ جھلک کی سات تے رب چند اسوج　　ٹک مکھ دکھاوں تج تمیں نور تے سر

تری للے ہیں دا میں تن نور کے برن　　جھلکا دکھاو نل میں تج جیقہ موج پر

تج انگ باس من منے پھل ہو کھلے سو ہن　　سو باس نا من منے نا مشک و نا عنبر

طلعت سو نور کے لیایا ہیں چاؤ سوں　　آرت ستارے سو چند کرنے تج اوپر

تج ہیں باغ کو بلانے جاویں دل　　کیا بوجھے بھول نا انگر بوجے تو تج

موکھ ست تبسک سا ز کر چلے　　سو نا و نک ست منی سب میں ہار ڈر

ہستن سکیاں سو گھنٹ ننت گر بڑا اٹھیاں — باور گیند تنت پچھانیاں سو سر بسر
ہنسنے والی گھنٹہ گنکر اٹھیں اصلت پہچانی

قطبا تو دکھ بسار بحق علیؑ ولی
بھول جا
لے ہات کھرگ مار کمر خارجی حسر
ہاتھ میں تلوار

(۱۱۸)

تمہارے مکھ کی تجلی تھے پایا نور — تمہاری چھاؤں تھے چند اپنم ہوا سنپور
چہرہ سے — سے چاند پورا
تمن پرت کری پچھاں پڑے ہیں ب دل میں — ملائکان مقرب سندر بہشتی حور
تمہاری محبت
میا کی دشٹ سوں یک ون لنک عدن میانے — مریاں جلاؤ اُدھر کے زلال تھے بھر پور
محبت نظر سے ناز سے آ میں — مردوں کو ہونٹ سے
نچھل جل آرسی تج مکھ میں قوت روح دسے — ہمن حیات سو جاگا کیا باذن غفور
صاف پانی آئینہ تیرے نظر آئے — ہماری
خدا کے پیار تھے پایا ہوں میرے من کی مراد — اسد اللہ کی کھرگ تھے ہمارے ویند چور
سے دل — تلوار سے دشمن
تمن خیال منے میں نہ بوجوں مسلہ چک — پڑیگی عاشقاں میں مسلہا حل کروں مشہور ۸۸۰
تمہارے میں

بچن معانی ہیں گوہر کے دل جو اول تھے
سے
سجن نظر کی کرن تھے سدا دپے جوں سور
کی — سے — چمکے مثل سورج

(۱۱۹)

ہندوئے ہند جب کرے مجہ جانِ لے آرام کر
نابات مصری مصر کوں ہیں اُوں اسکے جام پر

ساقی اُبار یا جام دے ہر او مجھے آبِ حیات
پی کر او جھوٹا ہیں کروں نہ قاصی جنت بام پر

نیناں کے پانی میں سدا مجہ دل تراوین کر
گوڑیاں تپلیاں کوں چرالے جائے استہغام پر

میرے سرانے تجھے کہو آن کیا سرا با جائیگا
پایا ہے او پر ورش جنات کے احکام پر

قصا ہے جگ میں لیلے و مجنون ہور فرہاد کا
اب عشق میرا جلوہ کرتا ہے ترے پیغام پر

گالیاں ستے او نازیں مجہ یاد کرتا کر سنیا
اب دل کروں قربان اُس دشنام کے انعام پر

ہم بت پرستی چھوڑ کر زاہد نکہہ پوجو صمد
ہم کام میں تج کیا غرض رہ دھیان لا اپ کام پر

دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہر گز حکیماں علم سوں
گاوو ترانا عیش کا رین دن پیا کے نام پر

شعر معانی آن بندے موتی ہیں جگ میں حسن کے
۸۹۰
ہر دے صدف موتی جمیا اپ وار ایزد نام پر

(۱۲۰)

سورج من پیالے میں ساقی شراب پور کر
مو غم دبر سالہ کوں یک دو قدح سوں دور کر

سائیں کے مکھ گلال تھے ستی عشق اپ چڑھی
دور کروں بنفشہ رنگ پیسر ہن آج پور کر

میرے خیالِ کھیل پر ہنستے ہیں عاقلاں سدا
جانو نجانو کھیل کچھ کھیل پیا کے سور کر

بادِ سحر کتا کرے بہدہ یہ دوا دِوی
یک دو خبر خوشی کی لیا مول جاں سرور کر

میری سو آہ مجھے شفق چھایا ہے رنگ شیام کا
برق من جھمکتا ہے شعلہ بطور نور کر

گوشہ کروں مو جیو کوں گوشہ تھی سر بر ور کرے
خاصہ و عام میں منجے اب تو اپس حضور کر

مستِ نگاہ ہو سدا اس بت نازنیں اپر
مو دل دردمند مجھے صبر لجائے گھور کر

سرو نہ بھائے دیکھنے یک تل اگر او قد دکھوں
باوں اُساس دمبدم شوق سوں ہات چور کر

صبر نیں ہے نپجا صبر توں نیک جھن دکھا
اب تو معانی عشق سوں درد و جہا ظہور کر

(۱۲۱)

اندھارے شہر پر خورشید تاباں ٹک منور کر ۔۔ ۹۰۰ اجھالاں آہ کے دانے ہیں منج سینے منے در کر
کھیا عرصہ منوں ناز سوں کبھی کام ہے منجکوں — غروری آہ کرتے ہیں کتا اب حسن کے زرگر
کرے ایراں زمیں پر بادشاہی تج بنیں غم — مدن کانٹیاں پہوتا ہو پیا توں دیکھ سر بر کر
سو اُس زنجیر زلفاں سوں کتاں کوں توں کریا ہے بند — مسا داغِ غلامی دے منجھے مجمر میں عنبر کر
ہمارے عکس تھے روشن ہوا ہے چاند سب جگ میں — وگرنہ رنگ کا ٹھکرا ہے تج بن خاک بر سر کر
غباری خط سو اُس مکھ پر عجب خط ہے جو بنجا ہے — سو پڑنے اُس ورق نا یک رہی بیت جو ہر ہر کر
ہماری آہ کی شعلیاں تھے پایا ہے شفق لالی — اُساساں دود میرے تھے اُپر چھایا ہے منظر کر
خدایا لطف کا باراں بھیج اُس شعلہ کے اوپر — کہ جیوں نمرود کی آتش میں ابراہیم سر در کر

رقیباں کہنیاں سُن کر ہماری ہوتے ہیں حیراں
معانی آپنے دل میں علی کا مظہر کر

(۱۲۲)

ہمیں ہیں بے ہنر گر ہوے نظر یار — ہنرداراں میں دیسیں گے ہنردار
نظر آئیں

طلب کر تے سو نیں ہے منج نظر میں — نین ہوتے ہیں اُس تھی مونیاں بار
نہیں میری — آنکھیں سے

نظر تج پر الٰہی کا ہوا ہے — تو بیٹھے ہیں شہاں سب تج دربار
تجھ

دنیا کا پھول اُپجیا ہے جگا سوں — پینہ میں رکھ خدایا منج اُس آزار
اُگا — پناہ مجھے سے

محبت مے دسے اُس مکھ صفا یا — ہمن پیالے میں مے بھر ساقی گلنار
سے — لی نظر آئے اسکے چہرہ کی — ہمارے

دیا اُستاد منج تعلیم کچھ ہور — ہمیں کچ دیکھ کر باندھی ہیں زنار
مجھے اور — ہم کچھ

صراحی کے اوپر پیالا اچھا ہے — کہ اُس چھپتے بغیر چھپتے ہیں بے کار

درد جانے حکیم خوب دانا — ہمارا درد کیا بوجھیں گے اغیار
پہچانیں گے

معانی پر نظر اُس یار کا ہے
سدا اُس نیہ سوں ہے بیدار دیدار
کی محبت سے

(۱۲۳)

مو نظر سامنے نہیں ہے یار
نین پانی میں تیرتا دلدار

میری ۔ گے ۔ آنکھ کے

پلک پر میں پلک جتا موندوں
ووں بھی نکلے بھرا یہ پالی مار

جتنا

قبلہ کا پنتھ نہ کوئی دکھاوے ساج
منجکوں چوندھر نماز ییک قرار

راہ ۔ سچا ۔ چاروں طرف ۔ ایک

سامری سحر میں جتا کہ کروں
باطل السحر ہے بچن در کار

جتنا

دارو کرتے ہزار وضع طبیب
توں و کھا غمزہ ناز سوں یکبار

تو ۔ سے

غم کے خواراں میں نین بند بھرلے
تجھ سٹتا ہوں تا کیوں آوے یار

آنکھیں موند ۔ ڈالتا

عشق ناگر کیا زمیں دل کا
سٹوں انجھو کہ ہوئے شجر دربار

گراؤں ۔ آنسو

بار دِہ میرے جھاڑ کوں یا ز
پھول و پھل ہوئے تا سبھی گلزار

دے ۔ کو

ہے معانی گناہگار بندا
رکھ محبت نظر سوں تج دربار

کی ۔ سے ۔ تیرے

(۱۲۴)

سکل باغ پانی تھے ہوتا ہے پروُ ہمن شاخ بن پانی ہوتا ہے سروُ

ہندوُ بت کوں دیتے ہیں تم رُو اجال کہ بتخانہ نمنے ہے تو بی ہمن سر

تری یاد کا بحث غم سینی کرتے ہمن جینت ناسک وو کرتا ہے غرغر

میں اُستاد تعلیم تھے سرنہ کھینچیا جنے کوئی کھینچے پکارے گا جیوں خر

ہوا ہے ہمن قصہ یک بے سیتی بند جے کوئی بسم نا جانے ہی خر تھے کمتر

بلائی مُنج اونا زیں مست ہوکر سدا راکھ یارب وو مستی کا شکر

کلا قند و تا بات کا کیا کروں گا سو مکھ چھوئی تھے باندھیا گیا قند تھر

صفا مکھ تھے پیتا ہوں مے ارغوانی تو وندیاں سوں لڑتا ہے مریخ اختر

ترے مکھ کے پانی پہ ظلمات ہے زور نہ دستا کہاں پیوں اللہ اکبر

ترے عشق کے نیر تھے میں ہوں زندہ ازل تھے ہوا ہے یہ روزی مقرر

معانی کی شاخاں کوں نبات لاگیا
وو میٹھائی رکھتے ہیں شہراں میں گھر گھر

(۱۲۵)

ہونٹاں کے چین ہیں توں چومن رکھیا ہے پر کا — چومن وو منجکوں روزی کر توں خدائی یکبار
منج دیکھ کر یکیلا غم کا ہے کرتا فریاد — تو عشق منج کیا ہے سب خسروان میں سردار
قرآن کی ہے آیت سب سیتی راجوٹ کر — اس پنتھ میں ہوں دوانا لیجا منج اسکے دربار
تج دیکھ کر بھولے ہیں سب کافر و مسلماں — ناجانوں ریت کیا ہے اس کا ہے گرم بازار
کھوٹے ہمارے پیکے بازار میں نہ چلتے — گر ہوئے نظر تمہارا ہم زر چلیگا سنسار
اپ عشق کے نگر کی کتوالی دیو منجکوں — بہچیا ہے ریت تمنے میرے گلے وو زنار
آیا ہے وقت مہدی ہادی جگت میانے — جس کوں اچھے گنجینا اسکوں کھلیں گے اسرار

اس یاد میں ہے جے کوئی اسکوں نہیں کدھیں غم
غم توں نہ کھا معانی تج کوں خدا ہے غم خوار

(۱۲۶)

پیا مکھ تے چو تا شرابِ منوّر　　پلا ایک دو پیالے ہمن ساقی بھر بھر
اپنے رخ سے چھلکا　　ہمارے
چکا نقل ہونٹاں کا مستی سوں منجکوں　　خوشی سات غم کوں بساروں گا از سر
مجھے سے　　کے ساتھ　بھول جاؤں گا
شمے بے شرم نور میں ہے دھواں تج　　نپٹ کور دل اس سوں ہوئے برابر
شمع　تیرے　　سے
ترے کام میں گام راکھیا ہوں میں تو　　دیا عشق شاباشی کی منج کوں چادر
رکھا　　مجھے
منجے آگ کوئیلیاں کی کرسے نہ تاثیر　　ترے عشق کی آگ کا ہوں سمندر
کوئلے　کر سکے
سنا نو نبی کا ہو سے مرے سم　　گھڑیا عشق کندن سیتی منج کوں زرگر
سونا　سکے　مقابل　　گھڑا　کے سونے سے　مجھے
براہیم کا قصہ بیچیا ہے جگ میں　　نکو لیا و بھی کوئی کہانی آذر
پھر
عشق کے منارے اوپر جیو و دل سوں
پر　مدح اور دل سے
معانی کہے بانگ اللہ اکبر

ردیف ز

(۱۲۷)

سبز کھ پر میاہے سبزہ ہو امستی خیبز
آرزو مد جو وُ ے منج جیو مے تجھی جیوں گلریز
کی شراب چپکا دے میرے دل میں سے متل

دایرہ تا دحریفاں پکڑے ہیں دُنبال
ہوش سوں راکھ قدم کاٹنے ہیں تج نیچہ خونریز
کی طرح سے رکھ تیری ذات

کیوں چھپا ہویں ہیں ہے پُھلاں گلزا ر منے
کہ صراحی کرے قلقل اُس اوپر قاضی تیز
ہم پھولاں میں

دل کباب آساں اُماساں تجھے ہوا ہے میرا
لھو سیتی دھو یا گیا پیسرہن لھو آمیز
آہوں سے لہو سے

دنیا کے پھول میں تو تُن باس فا کا نہ تنگیں
کہ سبی پھول کوں جو پھر لگے ہیں کانٹے دُکھ آمیز
تو مانگیں سبھی

کہاں کیخسرو دارا و سکندر جمشید
دل پیالے میں بھریں ساقی شراب لبریز

شعر تیرا دُر و گوہر ہے معانی سب میں
۹۶۰
شعرِ حافظؒ کے سرا و پرا ہے تلج پرویز
ہے

(۱۲۸)

دیکھیا ہوں سُہنہ کہ میخانہ کا ہوا دریاز
کروں گا شکر گزاروں گا سو دُوگانہ نماز

بجانے سو بخت کیا کم آوے گا مجھ کوں
ہمارا او ہے بخبتر کہ آوے خم تھے آواز

ہمیں سو عجز کریں او کرے بڑائی کی بات
سوال نا دینے سک کرتا ہوں او در پہ نیاز

سو دل کا بات کھیا ہیں کدھیں کسوں ناکس
نہیں ہے کہنے کہ حاجت عیاں ہے انکوں راز

نہ لکھ سکیگا کنے شرح منج کتاباں کا
ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

برہ کا درد کرو سنج پرت کی باداں سوں
اے دو نوں مل چلیں گے تو کریں گے ہم پرواز

سیسے ہیں میری دو نوں انکھیاں ہری کے نمنے
انکھیاں کھلے تو تجھے دیکھ کر ہو اشہباز

تمارے مکھ کے کعبہ کوں جن طواف کرے
نہیں ہے حاجت اسے جاونے کو تا بہ حجاز

معانی اس تمیں کیا بوجھیں اے میخواراں
تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات مجاز

ردیف س

(۱۲۹)

تج روپ دیکھ پاتے ہیں جیت کے نین اُمس ۹۰۰ اَستت تری کرن کرتے تل تل بچن اُمس
تیرا دل آنکھیں تعریف کرنے کے لئے ہر لمحہ بات

تج حسن کیرے دور میں رقاص ہوئے کر کرتا ہے رقص مستی سوں پا کر گگن اُمس
تیرے سے آسمان

جس دیس مجھے تج دیکھیا اُس دن تھی بےسدھ ہو بھی تج سوں ملنے تائیں کرے جیو تن اُمس
دن سے مجھے دیکھا سے بیہوش پھر بھی سے کے لئے دل و

ہے بے بہار تن سکی توں نو ترے اُپر آپس کے تئیں نوارنے کرتے رتن اُمس
اے سکھی تو اپنے تئیں نثار کرتے

تیرا اُمس سکی کدھیں جاسے نہ منج سینے راکھیا ہوں دل کے طبلے میں تیرا جتن اُمس
کبھی جاسکے مجھ سے رکھا حفاظت سے

تج مکھ کے نیر تھے سو تری پائے کر سدا پاتے ہیں تازہ ہوے کہ سب پھول بن اُمس
تیرے عرق سے

صدقے نبیؐ کے قطب سدا عشق بازی
اس کام میں منجے دیتے ہیں پنجتن اُمس
مجھے

(۱۳۰)

اے نار موہی نار ہے تیرا سریں درس
عورت ریلا درشن
جس ہیں پر جو دشٹ کرے ہوئے ہوا و پرس
تحقیر نظر وہ پارس

دل لوٹے باج تل رتی نہیں شوخ سندری
بغیر نہیں
دل لوٹنے کے کام میں تجکوں بہوت ہے جس
تجھے شہرت

ناجانوں تج درس میں سکی کیا منتر اہے
تیری دید
لیلی تجے سو دیکھ کہ مجنوں سنگئے اپس
تجھے دیکھ کر اپنے کوں

شیریں ہے توں و خسرو شیریں ہے تیرا ناؤں
تو نام
فرہاد ہو کہ جیو کرے تج سیری ہوس
دل تجھ سے ہونی

یوسف حسن ترا ہے، زلیخا ہے دل مرا
تج منج پرت کسوٹی پہ دیکھیا لکو کس
تیرا اور میری محبت دیکھا

معشوق ہور عاشق ہمیں مل کے دونوں ہیں
اور ہم
نا آوو تن ہمن منے تیرا ہے سنگ لس
یہ آ رقیب ہمارے درمیان ساتھ قریب

صدقے نبی قطب کے دل میں جو عشق ہے
او عشق ہے جگت منے سینسار کا کلس
وہ دنیا میں

(۱۳۱)

تج مکھ کمل پہ پھرتا ہے بھونرا ہو کر اکاس
تیرے چہرے کے آسمان
دیوے پہ جوں پتنگ پھرے بے خبر اکاس
چراغ پروانہ

تج عشق کے وفا میں کمر باندیا ہے کر — چندسور کا سو بابہ لبے زر کمر اکاس
تیرے باندھا — چاند سورج ڈالا ہے

بہر خدا نہ دیکھ تجھا آسماں کدیں — تج نین دولتی ہو ناز یروز برا کاس
تیری آنکھ دولت نے ؟

تو میری باٹ ہے سکی ہور تیری پاس میں — پھرتا ہے ڈاواں ڈول کدھر کا کدھر اکاس

اور
تج درس دیکھ دور نھٹے بے تاب ہوئے کر — میر تج چرن سوں لانے کوں آوے اُترا کاس
تیرا درشن سے — تیرے قدموں پر

چندسور کے انکھیاں سوں تج دیکھنے کے تیں — لایا ہے نور نین تھے بچھرا اکاس
چاند سورج سے تجھے لئے — پانی آنکھ سے

کرتا ہے شاہی قطب محمد کے ناؤں تج
نام سے
۹۹۰ توں داس ہو پیا ہی محمد کے گھر اکاس
تو غلام ہو رہا

(۱۳۲)

ہر بار منگتا جیو مرا تج لب سینتی اے نار بوس — ہر ٹھار دے ہر بار منج اے نار دو تن چار بوس
مانگتا دل تیرے سے عورت بوسہ — جگہ مجھے عورت

روز ازل نھٹے مست ہیں دو تو ہیں آ ما سکے — توں مست ہی میں مست ہوں مستی سوں دے ابار بوس
سے نہ آ سکے — تو سے

مستی میں سٹ..... کے بوسے نہیں دیتے منج — مانگیا ہوں عاجز ہوئے کر تج پاس کیتے بار بوس
گرا کیوں مجھے — مانگا کتنے بوسہ

بوسیاں کا لذت اسے سکی اس کچ منے تو بھو ہے — آما لذت دھرتا ہے کچ تیرا سو شکر بار ہوں

بوسوں ہیں بہت

تج بوسے امرت کا لذت منج باج ہور کوئی جانا تے — میں جانتا ہوں قدر وے تِل تِل منجے دلدار ہوں

تیرے آبحیات میرے سوا اور نہ جانی ہر لمحہ

تج بات ہور گفتار میں نا جانوں میں کیا ہے منتر — منگتا ہے تِل تِل کوں اے دل شکر زرا گفتار ہوں

تیری اور نہ مانگتا ہر لمحہ

تج لب منے عیسیٰ کا دم ہور خضر کا امرت ہے

تیرے میں اور آبحیات

صدقے نبی کے قطب کوں دے اے سندر جو سا ہو رس

کو

(۱۳۳)

اے خیال لیجا وو تو خبر میری پیا پاس — منج تا ہیں طالب زندگی کا نیر اس الیاس

لیجا میرے لئے پانی

دل توں پنکھی ہو مار پنکھاں عشق کے پنتھ میں — چوندھر تھے خیال اُسکا منجے پڑیا ہے اس پاس

تو پھڑپھڑا راہ چاروں طرف سے

مقصود کی باٹ آو بہوت دور دسے منج … ! — نا مار پلک پر پلکاں ٹھاوہ ہوں تج آس

راہ بہت نظر آئے مجھے

دن رات اجالا اچھے اودن توں دعا کر — مقبول دعا تیرا ہو غم جاوے کہ سب نھاس

رہتے اس دن کے لئے تو بھاگ

شکر کی صفاں کھینچ کہ غم آیا ڈرانے — کیا ڈر ہے منجے ہات میں ہے کھرگ جیوں الماس

مجھے تلوار مثل

دل آس و منے سو سر سیتی ہیں رقیباں ‏ ‏ ‏ دو جگ میں کرین لعن انو پر کہ ہیں خناس

درپن ہے سکندر کا ترے مکھ کی صفا میں ‏ ‏ ‏ دیکھیں دیو مکھ تا کہ وسوں کا بٹے قیاس

آئینہ

دکھ درد کی فریاد نہ کر صبر کر اک تل ‏ ‏ ‏ ہے یار ترا سب میں حکیماں منے جاماس

میں

رشتہ ترا اس رشتہ سوں ہے بند معانی

ایکے ‏ ‏ سے

شادی و خوشی کر کہ اہے مشتری تج راس

تیرے لئے

(۱۳۴)

راز رس کا تم سیتی کہنا ہوس ‏ ‏ ‏ تیری بات انکار کا سننا ہوس

رات ‏ ‏ سے

لے کچی کلیاں بھری باغاں منے ‏ ‏ ‏ رس کی کلیاں باغ باغ چننا ہوس

بہت ‏ ‏ میں

بزم تیرا دستا ہے رنگین بہشت ‏ ‏ ‏ یک دو باتاں پیالہ سوں کہنا ہوس

نظر آتا ‏ ‏ سے

کیسے ہوتی ڈھال قطراں سوں ڈھلے ‏ ۱۰۱۰ ‏ انکوں ہی نظراں سیتی بندنا ہوس

سے ‏ ‏ باندھنا

کنولی ڈالی کوں لگے پھل رنگ رنگ ‏ ‏ ‏ اس پھلاں سیتی طرا گندنا ہوس

پھول ‏ ‏ ‏ پھولوں سے گوندھنا

سب بہشتی حوراں باس لیا جیو یں روح کوں اس باس ہی سنگنا ہوس
سونگھنا خواہش

شاعراں پڑنے معانی شعر لیک
لیکر
شعر حضرت مدح پر پڑنا ہوس

ردیف ش

(۱۳۵)

ہوا ہے فرح بخش ہور ساقی سرکش سمند ناز چڑ باندی ہیں کس پہ ترکش
اور
سو اس نعل کا گرد عنبر ہے جیو کا وو خوشبوئی سنگ ہونے عطار بے غش
سونگھ
ٹھنی کوپ میں کونپلی کچ کا کچ ہے لکھیا بات قدرت سوں صورت منقش
پستان
سورج چاند کوں کیوں کروں تج برابر ہمن مین کا نور ہے توں پری وش
ہماری آنکھ تیرے تو
کہکتا ہے تن پنجرے میں جیوں کبوتر کہکنا ترا صبح کا ہو گا دل کش

بیٹ نوی روت ن کہکتا اسے ۔

ادھر تیرے کا عکس[۱] پیالے میں جھلکے　　عجب ہے کہ دستا ہے پانی میں آتش

ہونٹ　　نظر آتا

بہت دن تھے تھا آرزو منجکوں تج یوں میں　　کہ پیوں سرنگ آگ کا پیالہ بے غش

سے　مجھے دل　　خوش رنگ

دلا اہل مجلس کوں ساقی سماعاں　　کہ تشریف تج دیووں گا لالہ رنگ وش

تجھے

معانی[۲] ریا ترک کر عیش سوں اچھ

رہ

کہ سنپڑیا ہے تج ہات آنچل سبز وش

حاصل ہوا ہے تیرے ہاتھ میں

(۱۳۶)

منجے اس دھات سوں کیتی او چنچل چھند بھری بے ہوش

مجھے　طرح سے　کرتی

کسے یوں آج لگ جگ میں نکیتی کوئی پری بے ہوش

تک　دنیا　کرتی

جواہر نیں کہیں تج سار کا خوبی کے دکاں میں

نہیں　تجھ جیسا

جو آوے مول کرنے تج تو ہووے جوہری بے ہوش

قیمت　تیری

۱ع عشق ۔ ۲ع قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم ۔

عجب کچ سحر دھرتے ہیں سکی تج نین ساحردو
کچھ　کرتے　تیری آنکھیں
کہ تج نیناں کے سحراں دیکھ ہوئے سامری بے ہوش
تیری آنکھوں

اگر محمود ہور فیروز بے ہوش ہوئیں عجب کیا ہے
اور
ہوئے تج وصف ناکر سک ظہیر ہور انوری بے ہوش
تیرا　نہ کر سکنے سے　اور

پون مورت اہے تیری نہ آوے چھانو جوں ہت میں
ہوا کی　ہے　کی طرح ہاتھ
ترے پاواں کے سنگا کی تھے ہوئے دھرمری بے ہوش
سے　(دھرتری۔ زمین)

نہ منج مد کی پیالی اس جنس بے ہوش کیتے ہیں
میری شراب　طرح　کرتی
دکھا جھلکار اپ مکھ کا کیتی وہ سندری بے ہوش
اپنے　کرتی

نبی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھی ثریا سے
فلک پر یو غزل سن سن کے ہوئے مشتری بے ہوش
یہ

(۱۳۷)

نہیں تج نین پتلیاں سار او باش ۱۰۴۰ یکس تھے ایک ہی عیار او باش
تیری آنکھ کی کی طرح ایک

ترے دو زلف ہیں سحراں میں ماہر ترے دو لعل ہیں خونخار او باش
خونخوار

لکھے تج سیس ازل تھے چھند چالے زستا پلنے تج رفتار او باش
تیرے سر سے چالیں تیری

جگت میں تو بہوت او باش اما نہیں تج سار ہی کوئی یار او باش
بہت لیکن تجھ جیسا

انکھیاں پتلیاں و پلکاں ہور بھواں اہے یک ٹھار میں دو چار او باش
اور جگہ

نبی صدقے قطب سوں راستی ہے
سے
اگرچہ ہے اوک اونار او باش
زیادہ وہ عورت

(۱۳۸)

منج تج میں جے کچھ راز ہے کس سوں نکرے نار فاش
میرے تیرے درمیاں جو کچھ
اے راز ایسا میں جو کہیں کوئی جا کرے ہر ٹھار فاش
یہ نہیں کہیں جگہ

پیرت کوں کہتی نار ہے آما نہ کوئی دیکھیا اوسے
اس نار کوں ہر تل گھڑی کرتا ہے تج مکھ نار فاش
لو تیرا
میں راز اپنے جیو کا تل تل چھپاتا ہوں ولے
دل ہر گھڑی
آپس سیتی او راز اپے ہوتا اہے اظہار فاش
خود سے وہ ہے
از بس نزاکت میں اہیں نازک ترے دو نوا دھر
ہونٹ ہیں
بوسیاں کی نیشانیاں کیئے او لعل شکر بار فاش
کرتا ہے
کہتی پیا تیرا ہوں میں سنبھال توں اس راز کوں
تو ۱۰۴۰
دو تن سنے گی بات لے کس دھر نکر اسرار فاش
رقیب یہ کسی طرح نہ کر
میں فاش کیوں نا ہووں سکی تج عشق تھے دو جگ منے
سے تیرے
منصور سا عاشق ہوا آکر سو تیرے دار فاش
صدقے نبیؐ کے قطب شہ منگ پنجتن سیتی مدد
مانگ سے
تج عشق کے میدان میں چالاک ہو رہوار فاش
تیرے

(۱۳۹)

دکھت تیری نچھل صورت نورانی ہور شکل نقاش
دیکھ کر پاک اور
گنواں سُدبُد ہوے ہیں کم اپس میں اپ سکل نقاش
گنوا کر ہوش اپنے سب

سو دھن کا تن نچھل جیو ہے یہی ہے منج کوں حیرانی
ایسی صورت پاک دل مجھے
کہ کیوں لکھنے سکے گا جیو کی صورت چپل نقاش
دل

نہ جانوں کس ضیا سوں اس ضیا کا نقش لکھیا ہے
وضع وضع لکھا
کہ ہرگز نیں لکھیا ہے یوں ابد لگ بھی ازل نقاش
نہیں لکھا تک

صورت لکھنے میں جب لیکھے نمونہ زلف کا تیرا
لکھے
بھونک یو ہے بسالا کر پری چل چل اچپل نقاش

جو دھن کا روپ لیکھے تو نقاشاں نقش چھنتے ہیں
صورت چہرہ لکھے
کہ دھن چھند ناز کوں کیوں لکھ سکے وہ کم عقل نقاش
صورت کے

نپجل تج روپ لکھنے تھے قلم جیو پائے کرناچ
پاک تیرا چہرہ سے جان
لکھے منثور نامہ تج حسن کا بے بدل نقاش
نامہ تیرے

قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت
لکھا
کیا منج پر کرم آخر دیا سوں وو اول نقاش
مجھ مہربانی سے وہ

(۱۴۰)

منج دل منے جیو کے نمن تج نہہ کیا ہر ٹھار نقش
میرے میں روح کی طرح تیری محبت جگہ
۱۰۵۰ نقاش تیرے خیال کا کیتا ہے ...... نقش
کرتا

تیرا عجب کچھ نقش ہے دستا نہیں یوں نقش کہیں
نظر آتا کچھ کہیں
اول نہ آخر لیکھ سے نقاش تیرے سار نقش
لکھ سکے طرح

جس صدر کی صورت اُپر توں پگ دھرے اے موہنی
تو قدم
تو جیو پا کر پھر لکھے تج نازنیں اوتار نقش
روح تیرا

جب نار لٹکے سوں چلے یوں نقش بیٹھے ہیں اُپر
عورت ناز سے بھوتی زمین
گویا کہ پانی کے اُپر تیرا کیاں .... نقش

تج نکھ تھے نو چند نیپجے آبچھے شفق رنگ تن اُپر
تیرے ناخن سے نیا چاند نکلے
جوں پھول پر ریکاں سہیں تیوں تن پہ ٹھارے ٹھار نقش
سطح لکیریں زیب دیتے ہیں اسطرح جسم پر جگہ جگہ

دیکھے نہیں کوئی نین تج توں سب نین تھے ہے چھپا
آنکھ تجھے تو آنکھوں سے
تیری سونیکے حسن کا دستا اہے سینسار نقش
اچھے نظر آتا ہے دنیا

صدقے نبیؐ کے قطب شہ اپ دل کے صفحے کے اُپر
اپنے
حضرت علیؓ کے حب کا لیکھا ہے جیو کے سار نقش
لکھا روح کی طرح

(۱۴۱)

پیا سوں رات جاگی ہے سو دستی ہے سو دھن سرخوش
پیے کے ساتھ اسلئے نظر آتی نازنیں
مدن سرخوش، سیج سرخوش، انجن سرخوش، نین سرخوش
کام دیو بستر سرمہ آنکھ

پیاری پیا رسوں پی ہے پیالا پیم کا تو ہے

سے محبت

دہن سرخوش، دسن سرخوش، رسن سرخوش، بچن سرخوش

دانت زبان گفتگو

نین متوالی ہو جھلتی، پیالی پیم پی پی کر

آنکھ محبت کی

جوبن سرخوش ہے، من سرخوش، سو تن سرخوش، کرن سرخوش

دل حواس

۱۰۶۰ سکی لٹ سنبلستاں تھے بتاے باو پرمل تو

زلف سے ہوائے خوشبو

چمن سرخوش ہے، بن سرخوش، سمن سرخوش، انگن سرخوش

پھول

چڑی ہے نیہہ کی مستی سکی کوں پیو کے سنگ تھے

عشق پیا قربت سے

چرن سرخوش، چلن سرخوش، ہلن سرخوش، ڈلن سرخوش

قدم چال ہلنا پھرنا

مدن سو لٹ پیشانی سو عجائب کچ ہے چھب دھن کا

کچھ حسن عورت

ذقن سرخوش، چومن سرخوش، لگن سرخوش ہے، من سرخوش

بور محبت دل

نبی صدقے قطب ہو گن رین دن عیش کرنے تھے

بہت خوبیاں رکھنے والا رات دن سے

یون سرخوش، مدن سرخوش، جگن سرخوش، مکن سرخوش

جوانی کام دیو جاگنا

(۱۴۲)

نین کے سحر دستے ہیں ترے گالاں جھلک تھے خوش
آنکھ نظر آتے کی سے
سُہاتے ہیں ترے عشاق..... لک تھے خوش
زیب دیتے

سکی چندر مکھی سوں مل تجے مد پینے کے تائیں
چاند جیسا چہرہ رکھنے والی سے ملکر تجھے شراب لئے
سنوارے ہیں ہزار اں مجلساں رنگیں فلک تھے خوش
سے

عجب دستا او مکھ چند سور سے او پر تلک روشن
نظر آتا وہ چہرہ چاند سورج تک
جھلکتی ہے پشانی سندری کی اس تلک تھے خوش
ٹیکے سے
پیشانی

او قد رفتار سُہتا ہے ہر یک یک دُکھ تھے یک بہتر
وہ زیب دیتا سے
او چند رخسار دستا ہے..... الک تھے خوش
وہ چاند جیسا رخسار نظر آتا ہے سے

جھلک تیرے دسن الماس کی تج لب تھے ہیں رنگیں
دانت تیرے سے
ڈھلک تیرے نین مخمور کے ہیں چھند پلک تھے خوش
آنکھ ناز سے

دوتن کا ناؤں میں منگتا ہوں لیانے کد زباں اوپر
غیر نام نہیں چاہتا ہوں لانے کبھی

کہ اس کا ناؤں سب ناواں منے دستا ہے جگ تھے خوش
نام ناموں میں نظر آتا ہے سے

نبی صدقے قطب کا دل اماماں نیہہ سوں ہے روشن
کے عشق سے

موجیو کنچن کے تئیں اے بارہ ناواں ہیں مجک تھے خوش ۱۰۷۰
میرا دل لئے نام سے

(۱۴۳)

پیدا کرے دو جگ منے سنگار کی روش
میں

یک ٹھار اچھے کے دھرتی توں ہر ٹھار کی روش
جگہ رہکر رکھتی ہے تو جگہ

وعدہ اتیبارے کا توں مجے دے ہے پیم سوں
بھروسہ تو مجھے دیتی ہے محبت سے

بارے دیکھیں سکی تری گفتار کی روش

اپروپ روپ پات کرے جگ کوں باولا

یوں دل رجانے کوں اہے اس نار کی روش
عورت

نا کچ میں کوئی دیکھیا ہے نا کبک ہنس منے
میں

اس نار میں جو دستی ہے رفتار کی روش
عورت نظر آتی

لیلے .... چل کے روش ولے

تازی روش اپس سکی چوسار کی روش
اپنی

جیواں کے مانکاں کے گلے ہار پینی ہے
دلوں موتی پہنی

کوئی آج لگ کیا نہیں یوں ہار کی روش
تک

تج سات یاری کر کے قطب شہ نچھوڑے
تیرے ساتھ ۔ سے
یاری میں لیچ اچھتی اہے یار کی روش
اس طرح رہتی

(۱۴۴)

چینچل چھبیلی چھند بھری رفتار پکڑی ہور روش
شوخ ناز اور طرح سے
ساری رویشاں چھوڑ کر او نار پکڑی ہور روش
وہ عورت اور

سب مذہباں کی ییس لے پاتا ہوں اس سوں بیٹنے
دل دیتی نیں ہے منج کوں دلدار پکڑی ہور روش
نہیں مجھے اور

جگ خون کر بھی خوں کرن ٹیلا پشانی لائی لال
کرنے ٹیکا پیشانی پر لگائی ۱۰۶۰
ناجانو کس عشاق تیں اتبار پکڑی ہور روش
نہ معلوم کے لئے اور

دو زلف سیاہی رنگ ہیں تج گال کیرے مال پر
سیاہ تیرے رخسار
جگ بس چڑانے نیں سو دھن ہت مار پکڑی ہور روش
زہر کے لئے حسین عورت ہاتھ میں اور

دھن ہات کی لالی نہ یو مہدی کے رنگ تھے لال ہے،
عورت ہاتھ یہ مہندی سے
رنگیں کئے اپ ہات او خونخار پکڑی ہور روش
اپنے وہ خونخوار اور
سب جگ کی ناریاں کے تیں ٹک دھرتی فتوا دیونے
دنیا عورتیں لئے
کل کار پر اختیار ہور پر کار پکڑی ہور روش
اور اور
یو جھیا نجائے وکس کوں تجھن تری سنپڑیا ہوں میں
سمجھا نہ جائے
بولی کہ اے قطبا پتی اتبار پکڑی ہور روش

ردیف ص

(۱۴۵)

ہوئی تج نین پتلی دل میں رقاص
تیری آنکھ کی
سدا منج نین کی منزل میں رقاص
میری آنکھ

تہیں منج خواب و بیداری میں دیسے
تو ہی مجھے نظر آئے
جدھر دیکھوں کھڑی تل تل میں رقاص

بھواں کی طاق میں سجدا کروں میں
ہوے سائیں مری محفل میں رقاص

نیں مس ...... سو ہے بھونرجوں — انچل او جھل گھنگر پایل ہیں رقاص
جس طرح

قطب شہ پائیا ہے بے بہا دُر
پایا

ہوی اپ ناچ تھے کامل ہیں رقاص
اپنے — سے

(۱۴۶)

سکی کا مکھ برن جھلکے کنچن جناس ۱۰۹۰ — کرے پھل پھانک کسوت اپنے تن خاص
رنگ — سونا

ہوا غرقِ عرق شرموں تھے پھل نیر — کھولے ڈورے سکی تن یاسمن خاص
سے

وو پیاری ناری قدرت کی سنواری — سُہاتا اُس کے تن تھے ابہرن خاص
عورت — سے

نہ تھا کچ روپ رنگ اُس تو کرہ کوں — چڑیا خوباں تھے رنگ اس ہور برن خاص
کچھ — چڑھا — سے — اور

نین تھے سیت آسیت نیلم و موتی — ادھر تھے لعل رنگ مانک رتن خاص
آنکھ سے — ہونٹھ سے

ہوا خط سبز تھے رنگیں زمرد — وجر رنگ سیت پایا تس دسن خاص
سے — دانت

نبی صدقے ترکماں کوں میا تھے — دیتے دکھن کی شاہی پنجتن خاص
کو

(۱۴۷)

تیری زلفاں کے قلابے میں پیچ دستا ہوں خاص بنسی کھینچو نہ کھینچو، الجا ہوں میں تو اخلاص
پھنسا نظر آتا تیرے

نامراداں کی مراداں کوں اگر بر لیا وے سبھی خیراں منے او خیر اہے خاص الخاص
کو برلاۓ میں وہ

تری نہہ پرا و تاں میں کوئی نہیں سم بیرے تج کہا سوں نہہ میں ہوں میں جوں سعد وقاص
مقابل عشق عشق

توں گھری گھر نکو پھر ہو نہ منگ کس کن بھیک بھیک اُس گھر کنے منگ شوق سوں توں اچھ قاس ۱۱۰۰
تو نہ اور مانگ کسی کے پاس مانگ تو رہ

مشک نا فاتری کھونپے تھے ہوتا ہے ظاہر عقل نا بوج پرندے کوں چھوٹے کرتے قفاص
نافہ سے

چین و ماچین کے نقاش صورت لکھتے کتے صورتاں کھینچے تو کیا لکھ نہ سکیں تیرا خواص
کھینچتے ہیں

تیری بیعت میں معانی[1] کا قدم ثابت ہے

سیس اوپر ہات صندل کا دھر کر غم تھے خلاص
سر سے

(۱۴۸)

ازل تھے ہے مجے خوباں سوں اخلاص ابد لگ مج ہے محبوباں سوں اخلاص
سے مجھے سے تک مجھے سے

---

[1] قطب شہ۔

اگر توں عاشق صادق ہے طالب ۔۔۔ نکر توں باج مطلوباں سوں اخلاص
تو ۔۔۔ نہ کر تو بغیر سے

سکی کا حسن کیتا جذب مولود ۔۔۔ اُسی تے مُج ہے مجذوباں سوں اخلاص
کرتا ۔۔۔ سے مجھے سے

پیاری کے چھنداں ہیں سب کوں مرغوب ۔۔۔ مجھے لازم ہے مرغوباں سوں اخلاص
فریب ۔۔۔ مجھے سے

جو ہے مکتوب مانند خال و خط سوں ۔۔۔ دھروں میں اس تھے مکتوباں سوں اخلاص
سے ۔۔۔ اس لئے سے

نین ناری کے قلابے ہیں مشہور ۔۔۔ دھروں میں اس تھے مقلوباں سوں اخلاص
لئے سے

نبی صدقے قطب شہ کی محبت ہے
۱۱۱۰
سدا دھرتا ہے تو خوباں سوں اخلاص
سے

(۱۴۹)

ہوا ہوں ییک چت سوں جیو سیتی یار کا مخلص ۔۔۔ نہیں مج باج کوئی دو جگت اس نار کا مخلص
ایک دل سے جان سے ۔۔۔ میرے بغیر

۱ حقیقت برتتا ہوں نیں مجازی عشقبازی منج ۔۔۔ دکھاوو چکہ درس مج میں تمن دیدار کا مخلص
مجھ ۔۔۔ برتتا نہیں ہے مجھے ۔۔۔ دکھاؤ ذرا دیدار مجھے تمہارے

کروں تن من تماری درشٹ پر تھے آرتی چھن چھن ۔۔۔ فدائی ہو ہوا دیدار کی تروار کا مخلص
تمہاری نظر سے لمحہ بلحہ ۔۔۔ تلوار

اے چاند جانا کی توں یوں جھلکارتا ہے آج نس

کیوں تو رات

اُس پیو بن منج کوں تری جھلکار میں نیں کوچ حظ

پیا کے بغیر مجھے نہیں کچھ لطف

جس ٹھار جاتی ہوں بی میں کچ وقت گمتا نیں مرا ۱۱۳۰

جگہ بھی گذرتا نہیں

انگن دیسے کونڈ بار سو ہور دار میں نیں کوچ حظ

نظر آتے بند کرنے کی جگہ اور دروازہ نہیں کچھ لطف

ہر حال میں اس حال سوں خوشحال ہوں میں اے سکی

سے

کی یوں توں منج سنگارنی سنگار میں نیں کوچ حظ

کیوں تو مجھے سجاتی نہیں کچھ لطف

گا ہے منجے گلزار میں لے جاوتی توں کھینچکر

کیوں مجھے جاتی تو

اُس سرو بن ہرگز منجے گلزار میں نیں کوچ حظ

کے بغیر مجھے نہیں کچھ لطف

میں اپنے پیو کے پیار سوں دھرتی ہوں و جگ میں غرض

پیا سے

گر جگ کئے بی پیار منج، اُس پیار میں نیں کوچ حظ

اگر دنیا بھی مجھے

میں قطب عاشق ہوں کوئی پند کی نکو گفتار منج

مجھے

عاشق کوں کس کی بندگی میں...... نہیں کوچ حظ

نہیں کچھ لطف

ردیف ع

(۱۵۳)

عشق پھولاں توں گوندے ہے مرصع — نوی جو نیاں سوں کینے لے مرصع

بہوت پہ چھند بند سوں مجنوں رجھانے — کینتی ہے آپ دو لیلے مرصع

سکی پہنی سراسر چھند ابھرن — لگے لشٹ ڈال پے در پے مرصع

پرت کے نور تن کا لائے طرا — سکی پیتے نقل سوں ہے مرصع

عشق تیلی کوں اتہہ چھند سوں سنوارو — او سے کسوت پناؤ و لے مرصع

لیاو و اتہہ چاؤ سوں مجلس کے میانے — ۱۱۴۰ — طنبورا ہور کماج و نے مرصع

نبیؐ صدقے سو تر جگ دیکھ کینتے
قطب شہ کا سو مجلس ہے مرصع

(۱۵۴)

پیشانی پر سعادت کی لکھیا کیرا ازل طالع رقم میرا سکل طالع کی کیتا ہے اول طالع
پیشانی سب کرتا

کیتک کہنے ہیں طالع کوں ہمیں کیوں آزماں دیکھیں دنیا جوں آرسی تس میں اپے دستا نجھل طالع
کتنے ایک کو ہم آزما کر مثل آئینہ ہے جس میں خود ہی نظر آتا

دنیا کوں ہیچ کر جے کوئی خدا کی باٹ پکڑے ہیں او نو افضل ہیں مار بیاں میں ان کا بے بدل طالع
کو سمجھ کر جو راہ وہ سب اُن کا

دنیا کی مہر سوں دیکھیا ہوں طالع کی انچائی میں سکل طالع ہیں ٹینکاں ہور سو میرا نچل طالع
کرم سے بلندی سب ٹیک ٹیلا اور یہ

مجے جو ہے میسر ہے سو تس طالع کی خدمت کوں دنیا کے حکم سوں خدمت کوں دیتے ہیں سکل طالع
اس کے لئے کرم سے کو سب

نبی کے ہور علی کے گھر کا سوں بندا اہے قطبیا
اور تو بندہ ہے

نکو کچ فکر کی غم کر کہ تیرا ہے نول طالع
نہ کچھ نیا

(۱۵۵)

نجھا تجہ نین دیکھیا دسن تو ہوتے ہیں پلک مانع کہ جب تج گال دیکھن کے تو واں تج الک مانع
تیری آنکھ دیکھا نے ہوتی تیرے دیکھنے کے وہاں زلف

سکی تج کیس ہنس ہور بات ساروں مانگ موتیاں کی اجالا مکہ کا دیکھ آپی سو ہوتا ہے تلک مانع
تیرے بال رات اور آپ ہی

سو دھن کے دیکھنے مکھ کوں پھرے چند سو دن راتا ۱۱۵۰ سکی نا دیکھنے چند سور مکھ ہوتا جھلک مانگ

حسین چہرہ کو چاند سورج رات نہ دیکھ سکیں، چاند سورج رخ کو

کہ جب عاشق اپنے لے اواٹ کر دھن آونے لو سب کوں سو تو توں پن کھڑے کوں آس کنے تا میں رکٹ مانگ

پہن رکھ

گلے لگنے کوں منگتا ہوں و لے دھن کیا کہے گی کر جتا دھتا ہو آتنے کوں لے سو ہوتا ہے شک مانگ

چاہتا عورت سمجھ کر جتنا بہت

چنچل کے پگ کا عاشق ہوں منگے بھوئیں پاؤں پڑنے کو سو تس کے پاؤں کے پینجن کا ہوتا ہے جھنک مانگ

قدم چاہے زمین پانو

قطب جوبن پہ سٹنے ہات آ کتے ہیں اوس ستے

خواہش سے ڈالنے

سو تو لے ہات کوں ہوتا ہے چنچل تج پدک مانگ

تجھے کو بہت

(۱۵۶)

ازل تھے کئے مکھ دھن کوں مرصع کہے جائے تس کے بدن کوں مرصع

سے رخ عورت کو کہا جا سکتا ہے اس

سکی بیام کیساں میں پھولاں سے بول کہ تاریاں سوں کیتے گگن کوں مرصع

کے سیاہ بالوں نظر آئیں جسطرح تاروں سے کرتے ہیں آسمان کو

بہوت پی سکی مد اُسی تھے ہوا ہے سرنگ لعل کا سب نین کوں مرصع

نے شراب اسی لئے خوشرنگ آنکھ کو

سکی دانت چھلنا لگا پان کھاوے کندن کر کنے جوں دن کوں مرصع

سنار کرتا جسطرح دانت

نخیل موتی ہور پاچ یاقوت لاکر — کئے دو علیفاں جوبن کوں مرصع

صاف — اور

دسے یوں زر بناں نخل و حسن بند پر ۱۱۶۰ — کئے پھول سوں جوں چمن کوں مرصع

نظر آئے — صاف عورت — سے جسطرح

قطب شہ نبی صدقے آپی کیا ہے

آپ ہی

نوا طرح جگ میں بچن کوں مرصع

نئی طرح سے دنیا میں شعر کو

(۱۵۷)

ترے درس کا دھن نین ہے متابع — کہ جیوں نین سوں مل انجن ہے متابع

دیدار — اے عورت ہے پیچھے — جسطرح آنکھ سے مل کر سرمہ

سکی سنگ ترے مکھ کے دو زلف یوں ہے — کہ جیوں دیس سوں دو رین ہے متابع

اے سکی قریب — چہرہ — جسطرح دن کے ساتھ راتیں

ادھر لعل یاقوت تجھ ہے نخل تج — ترے لب کا دل تجھ نین ہے متابع

ہونٹ — سے زیادہ صاف ہیں تیرے — سے

کہ گل لعل کے پھانک پر ریکھ جوں ہے — سو تیوں تج ادھر میں شکن ہے متابع

پنکھڑی — لکیریں جسطرح ہیں — اسطرح تیرے ہونٹوں

تری بات نا بات سنکر وھلیا ہے — سو نا بات کا نورسن ہے متابع

زبان

مرا ہاتھ کرتا سلگ جوبناں سوں — کہ جوں جوبناں کا کسن ہے متابع

کھینچنے کی قوت

نہ جانوں کہ کیا ہے سحر تج کنے وصن — مِٹھے تج بچن کا یو من ہے متابع

تیرے پاس آ خوش — تیرے شیریں یہ دل

تجے ڈر نہیں کچ سکی ہور سکیاں سوں — اپے آپ تیرا بچن ہے متابع

تجھے کچھ اور — خود ہی

سو بارہ۱۲ اماماں مدد ہے قطب کوں

۱۱۰۰

او سی تھے یو سارا دکن ہے متابع

اسی لئے یہ

(۱۵۸)

سکی لکھ صفحے پر تیرے لکھیا راقم ملک مصرع — خفی خط سوں لکھیا نازک ترے دو لب پو ملک مصرع

کے — سے لکھا

قلم لیکر جلی لکھیا جو کوئی بھی نا سکیں لکھنے — لکھیا ہے دو کدھن لکھ تیرے صفحے پر الک مصرع

لکھا — لکھا — زلف

بزاں کر خوشنویساں ملک کے کینے ہیں سم ہو تن — بہت چھپ چھپ کے لکھتے ہیں نظر تک دیکھ کر تک مصرع

ملک کرتے ہیں مقابل ہونے

سو لکھ لکھ کر پریشاں ہو قلم لٹ آپ کہتے ہیں — مقابل او سکے ہو نہ لکھیں کے گرد و لک مصرع

از نیں — نہ لکھیں — ورلا کہ

بزاں کر دیکھ لکھ دھن کا دوانی ہو بہانے سوں — کئے سب خوشنویساں سٹ قلم لکھ نیں یک مصرع

ڈال — نہ لکھ سکنے کی وجہ سے

قلم لکھ ڈرے سوں ناک لے لیکھے ہے لب کو سرخی سوں — جو کوئی بھی لکھ کہتے ہیں لکھیا ہے کیا خوب یک مصرع

چہرہ سے ناک سے

سکی کر کچ پہ نازک خط نہ بوجھے کوئی کنے لکھیا
کس نے لکھا
پلستاں
قطب کوں پوچھے تو یوں کے لکھیا ہے امیر اِک مسمع
کو　کیے　لکھا ہے ناخن

(۱۵۹)

لکھیا ہوں وصف مکھ تیرے کا اے دھن خوب اول مطلع
لکھا　رخ　عورت
دیسا مطلع بی ہو سے نا کہ او ہے بے بدل مطلع
اس طرح کا　پھر نہ ہو سکے　وہ

جتا اپسے سنواریں گے انچل بن کچھ سُہاسے نا
جتنا　اپنے سے　کے بغیر　زیب نہ دے
ترے سنگار میں اے دھن اول ہے سو انچل مطلع

کیتاں کوں خوبصورت ہور نیں چھندوں کی آتوں کامن
کتنا　کہوں　دوسرا نہیں
۱۱۸۰
اُتو کیا کام آویں جو اونوں کوں نیں اَصل مطلع
وہ　ان کے پاس نہیں ہے

جو کوئی ہے چھند بھری اے دھن سکیاں میں سُن چنچل کہنے
سُہاتا ٹک چھنداں کا ہے گگر تج کوں نِچل مطلع
زیب دیتا　کہہ کر تجھے

ترا مکھ دیکھکر اپسے غلاماں میں چند لکھیا
رخ خود ہی چاند لکھا

جتے ہیں عاشقاں لکھ لے کے پڑتے ہیں پچھل مطلع
جتنے پڑھتے صاف

پچھل تج نانو کے بیتاں کوں دل میرا کیا ازبر
تیرے نام

سو تیرے نانوں کا دل میرا پڑتا ہر محل مطلع
نام

تری چھاتی پہ دھن قطبا لکھیا ہی بھو قلم سیتے
اے عورت بھوکے سے

اوسی تھے ڈھانک رکھتے ہیں سو موتیاں کے اوجل مطلع
اسی لئے چھپا

(۱۶۰)

پچھل مکھ ترا دیکھ ڈھلتا شمع
سو عاشق ترا ہو کے ڈلتا شمع

ترے حسن کوں دیکھ شرموں سیتے
شرم سے
رِ عشق کے بہانے تھے گلتا شمع

ترے زلف کی دیکھ پریشانی کوں
دیکھ کر
یوں جس پریشاں ہو جلتا شمع
ہوا کی طرح

ترے نین کا کاجلا دیکھ دھن
آنکھ کاجل دیکھکر اے عورت
اپے کاجلا ہونے جلتا شمع
خود کاجل بننے کے لئے

گھرے گھر ڈھونڈتے تج پچھل رات کوں ترے تیں عکس ہو نکلتا شمع

ڈھونڈتا ہے تجھ نئے

پگلنے جوں ہوئے سورج سامنے ۱۱۹۰ تجے دیکھ دھن وَوں پگلتا شمع

اوے کے تجھے کر اسطرح

قطب آئے جب صبح اس کے مندر

تو تسلیم کرنے کوں چلتا شمع

(۱۶۱)

مُروت میٹھے زبانی ہے یار کا متاع خوش شکل خوبصورت دیدار کا متاع

بے دل ہوے سو دل کوں دیدار بن نہ رکھے بھی ہونا دل کوں رکھنے دلدار کا متاع

کے

منگتا جو کوئی سنوارے مجلس کوں شوق سیتے مے جام ہور رکبیاں ہیں سنگار کا متاع

چاہتا ہے کو سے اور

میرا پیار دھن لے دل میں پیار تیرا دونوں کے دل میں ہوتا یک سار کا متاع

ایک طرح

میرے گلے میں پھولاں کے ہار کیا کروں میں دھن نار ہونا میرے گلہار کا متاع

پایل پینجن جو گھنگرو دھن پین کر جو ٹلکے آگن بھی خوب ہو نار فتار کا متاع

پہن آنگن ؟

باتاں کی لے نزاکت ہن شاعراں نہ بوجھیں

بہت سی بغیر کے دوسرے نہ پہچانیں

دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع

(۱۶۲)

تیرے مکھ پر سہاتا ہے لعل انچل کا دھن برقع — کہ جوں رنگ رنگ پھولاں کا لیا ہے پیرہن برقع

اے عورت

نکو منج تھے چھپا آ دھن کہا مے پی کہاں جاگی ۱۲۰۰ — پچھانیا ہوں جو پہنیا ہے خمار کی نین برقع

نہ مجھ سے عورت پہچانا پہنا آنکھ

چنچل توں پینی مکرے کوں سو جانیا ہوں سبب کا ہے — سو تل تل ہات مکرے پہ کرتی ہے ہن برقع

تو پہنتی کو جانا ہر لحظہ ہاتھ ڈال

توں ہے میرے جیو بن دایم ہیں تج جیو سو یک ہوں — میلی سو جیو حاضر ہے و لے پینے بدن برقع

تو دل دل سے دل پہنے

سکی ہونیا کی جالی میں دسے کوچ تیری یو منجکوں — کیتیاں کے من تپانے میں کیا تیرا جوبن برقع

نظر آتے پستاں مجھے کتنوں دل جلانے کیلئے

بجر کا جو انگن تیرا بھولاوے نا کیتیاں کے دل — ترے پگ کی نشانیاں کا جو پینیا ہے اگن برقع

نے کتنوں قدم پہنا

قطب شہ تیرے انچل کا ڈو... دیکھنا زلف منگتے

کہ جوں حاجی مکہ کا آکے منگتا ہے دیکھن برقع

چاہتا دیکھنے

(۱۶۳)

دھن مکھ پہ تیری لٹ ہے نس شاب کا طلوع نس لٹ میں مکھ دسے جو مہتاب کا طلوع
اے عورت چہرہ پر زلف رات — شب زلف چہرہ نظر آئے

مد دھن جو پی لئے ہیں پلکاں ہیں رل مل جاگے چنچل نین میں ہے خواب کا طلوع
شراب

دھن مکھ تجلی ہے دن جو ہور سج تجہ پیشانی تس پر سو رنگ جوں ہے آفتاب کا طلوع
عورت کے رخ صاف اور تیری — اس

عاشق شفا کے تائیں تج لب کا پانی پیوے یاں تجھے مگر ہے زم زم کے آب کا طلوع
لئے تیرے — سے

دل منگتا ہے جو دھن لب ترا جو من کا مکہ تیرا خم سو تس میں شراب کا طلوع
چاہتا اے عورت (چومن)

چنچل انچل جو مکہ پر کھس کر نین تجھے آوے چند پر بدل کا جوں ہے حجاب کا طلوع
چاند بادل جس طرح

صدقے نبی قطب شہ یوں شعر بولے ہر دن
دریا کو روز جوں ہے موجاب کا طلوع

(۱۶۴)

تج کیس رین اندکار کا کرتا ہے مشک تر طمع تج لب کے امرت نیر کا دھرتا ہی اسکندر طمع
تیرے بال رات اندھیر — تیرے آبحیات

دل کوں ای وو دھر میں طمع اس چھند بھری نار کا — تس نار ہور گھونگٹ کے میں وو دھرتا اپے چادر طمع

جھلکار پر جھلکار کر یو مکھ دکھاتے چھند سوں — عاشق اپے ہو دیپ کر دھر کر کھڑا چند طمع

باتاں میٹھی دھن یو کرے جو کڑوے میٹھے ہو ڑے — باتاں کے تس کے دھر رہے نابات ہور شکر طمع

جب پھول مکھ باتاں کرے انبریت تو تا نیر جو — تس پانی کے یک بوند کا دھرتا اپے کوثر طمع

شاعر کے پگ ڈونگر پرین جوبن سوں تشبیہ دیو کر — دھن کے جوبن تا میں کھڑے دھر کر سدا ڈونگر طمع

بندا نبی کا قطب شہ دھرتا طمع حد کوں یو
جوں کرنے خدمت شاہ کا دھرتا اتھا قنبر طمع

ردیف غ

(۱۶۵)

۱۲۲۰ دھڑی ہونٹاں کی مکھ میرے دل ہنی دیا ہے داغ — خوشیاں تھی پھول کھلے ہیں میرے جیو کے چراغ

تمہاری بندگی کا حلقہ کن میں پایا ہوں — تمہارا عشق جسے نیں ہے دیو داغ پہ داغ

تمہارا حسن سو قدرت تھے روشنی پایا
حوراں کا حسن تر حسن انگے جیسے چراغ

شراب پھول کھلے تیرے باغ نو خطا میں
پلا توں ساقی سرمست منجکوں ایک دو ایاغ

برہ کا باؤ منجے باورا کیا ہے اب
صبا کا باؤ معطر کریں توں میرا دماغ

تمہاری یاد تھی بھانیا ہوں کہ اپس دل تھے
خوشیاں کا وقت ہے شادی کریں ہمن بے فراغ

ہمارے پھول کے جھاڑاں کوں پھول پھل لاگے
ثواب ہے تجھے مالی اوڑا مو جھاڑ تھی زاغ

خمار پکڑیا ہے منج نین کوں ترا سر تھے
پیالہ نا دے ہمن سیتی کرتے کیتا لاغ

معانی شکر خدا کر نہ کر توں غم ہرگز
نبی کے نانوں تھی آتا تو تجھے خوشی کا سراغ

(۱۶۶)

سرج چاند تج مکھ تھے پاتے فروغ
اپے دیپ جگ میں دپاتے فروغ

۱؎ قطب شہ ن ۲؎ آیا ۔

۱۲۲

دین ہار جیتے ہیں اس جگ منے — نہ دیپ لاج تھے سب چھپاتے فروغ
اگر تو نہ بخشے اس جگ منے — سورج چاند یوں کاں تھے لیاتے فروغ
ترے بال نمنے ترے گال پر — ابھالاں ہو کر چھند سوں چھاتے فروغ
جوشہ کوں بھلائے کوں جاتی ہے یوں — تو قدرت تھے تج مکھ پر آتے فروغ
اگر دل پکڑتا نہ تج زلف کوں — تو مکھ نیر میں اس ڈباتے فروغ

نبی صدقے قطبا کوں تل تل سکی
جھلک مکھ تھے تیرے بھلاتے فروغ

(۱۲۳)

تج مکھ کوں دیکھت سورج چندر تھی ہوا فارغ — لے لب میں ترے دو لب شکر تھے ہوا فارغ
توں پاوں چھونا باندے ہو ریپنے ترن تن پو — تاریاں تھی ہوا بے دل انبر تھے ہوا فارغ
بادل ہو تری نیہہ میں پھرتا ہوں گلستاں میں — الحمد للہ بارے ہیں گھر تھے ہوا فارغ
تج خوبی سوں یک آیت سکیا تو ہوا بے مطلق — افسون سحر تو نے منتر تھے ہوا فارغ

لاگیا ہے لذت جب تھی تج لب کا سکی تب تھی ۱۲۴۰. امرت نہیں بھاتا کوثر تھے ہوا فارغ
لگی سے تیرے سے

تج جوڑ کے ڈہلک نیکا دیکھ تھاٹ سکی چنچل طنبورے لبر کے سب جنت تھے ہوا فارغ
تیری اچھی دیکھکر آبحیات سے سے

(۱۶۸)

اے نار ہے اس جگ منے تج مکھ عجب روشن چراغ
عورت میں تیرے چہرے کا

دیکھے نہیں اجنوں کہیں اس دھات کا نوکھن چراغ
اب تک طرح آسمان

حاجت نہیں جو سور چند دن رات یوں نکلیا کریں
سورج چاند

بس ہے دیپانے دو جگت تج مکھ کا درپن چراغ
چمکانے تیرے چہرہ آئینہ

مُلّا ہے خدمت گار تل دھن مکھ کی مسجد میں
عورت کے چہرہ مسجد

پلکاں بتیاں کاجل دھواں دیتا ہے لوبن چراغ
لوبان

دھن دیکھنے کوں آئے کی یک دیس تو لے ان سبب
کیوں دن نہیں

پھولاں کرے شعلیاں سیتے روشن ہوا گلشن چراغ
کے رے شعلوں سے

عشاق پروانے ہو کر جو ندھیسر تھے پڑنا لگر
چاروں طرف سے کھکر
اپ تن اُپر ہر یک رتن جھمکائے ہے سو دمن چراغ
اپنے پر موتی حسین عورت

کیا رسم ہے تج فام نیں اس عشق کے مندہیر میں
تجھے فہم نہیں مندر
جو عاشقاں ستمیں آپے آجالتے اپ من چراغ
ستم کرکے خود آکر جلاتے اپنے دل کا چراغ

صدقے نبی کے جو تلک روشن ہے یو گگن تو تلک
جب تک آسمان تب تک
روشن اچھو جم قطب شہ جگ سایں کا روشن چراغ
رہے ہمیشہ دنیا کے مالک

(۱۶۹)

مد نیر تھے پھولیا ہے سکی تج نین باغ   بوسے کے پھولاں بار لے آیا ہی دہن باغ
آبِ شراب سے تیری آنکھ کا

ردیف ل

(۱۷۰)

اچپل پیارے کے مندھر منگتی جو توں جانے چنچل
مکان چاہتی تو
۱۲۵۰
تو یوں چھپے چوری سوں جاجی کوں جانے چنچل
سے اطلاع

دو تیاں گگے پر چو طرف تاریاں نمن بھر ہے چندا

اغیار مانند چاند

تس پر برستا چندنا سو تجکوں دکھلائے چنچل

چاندنی تجھے

توں کیس کے نس بھیس او جھل جھپ جا چھپے دیکر تمن

رات بال

جو چھانوں تج دیکھیں گگے تو منگتی ہے سنپڑائے چنچل

تجھے

بل کیک تیا کر چھانو کوں ناوے خبر چک پا کے تو

دنبال لگ گر پانو پر آوے گی پھسلائے چنچل

پیچھے

سن سرگ بن تھے حور اپن کھن بن تھے تٹ تارے نمن

جنت خود آسمان سے ٹوٹ کی طرح

سو لک فریباں کھائے کے جو آئے سکلائے چنچل

سو لاکھ سکھلانے

چت کر دو چت یک چت ہو چت لا چلی ہے پیو سول

یکدل پیا سے

سو نس چکا پیو مکھ اپر یوں نور برسائے چنچل

رات

پیو اج سورج آیا ہے دیکھ نس میں سورج دل نور لیا

رات

چندا پنم کے چھانے لے پگ دھوتے تیں.... چنچل

چاند پونم چھاؤں قدم

تس پیاری کوں گل لائیا شو قوں سوں لے بوسے دیا
گلے لگایا سے بہت
ہنس مانکوں لیانے بیج چک تو لاج تے آئے چنچل
(مانگ) لانے بستر شرم سے
حضرت نبیؐ صدقے پیا قطبا رکھیں مو خیال اس

لک بھاؤ سوں سمجا تجے آتی ہے ریجھانے چنچل
لاکھ سے سمجھا کر تجھے دل لبھانے

(۱۷۱)

ترے دو نین ہیں مد مست متوال
آنکھ شراب کے متوالے
ترے دو گال ہیں خوبی کے گلال

ترے مکھ کی لٹاں نیں ہیں کہ دو ناگ ۱۲۶۰
چہرہ زلفیں نہیں مگر
سلیماں کی انگھوٹی کے ہیں رکھوال
انگوٹھی

بھواں تیریاں کوں کیوں لیکھے گا نقاش
تیری لکھے
کماں دو کھینچیا ہے سخت اشکال

سکیاں کے ہات میں دیکھ پیالی مد کی
ہاتھ دیکھیے شراب
نہیں دیکھیا اگن کے تیں جو پیال
دیکھا آگ کو

توں موتی بے بہا ہے تج بہا نیں
تو تجھے قیمت نہیں
جگت کا مال ہے تیرا سو پامال
دنیا

جہاں ہے سیمیا کا نقش اس تھے
اسی لئے
کہے ہیں عارفاں سب اس کوں تمثال

نبیؐ صدقے قطب جم عیش کر عیش

کہ تج در پر کھڑے ہیں فتح و اقبال

تیرے

ردیف م

(۱۷۲)

پیو مکھ کی آرسی میں دسیا ہے سچ آپ نام — جے کو نجھا یقین سوں دیکھے من پائے کام

نظر آیا اپنا — جو سے اُس کا

متاں کوں جائے پوچھو تمیں راستی کی بات — نیں ہے غلط یہ بات انو کن ہے راست جام

جا کر — نہیں ان کے یہاں

او مرغ وحشی رام نہوئے آپ و دانہ سوں — ہر چند بچھاویں دام نپیٹر کسی کے دام

سے — نہ پیٹر

وہ

تج سیس اوپر ہے چھاؤں ہما کا نہیں قدے — مرغان خوش کلام تب آویں سو تج سلام

تیرے سر — تیرے تجھے سلام کو

روزی ہوا وصال تجے یک دو جام پی — اس تھے بہوت طمع کرے ہے درد سر مدام

تجھے — سے زیادہ

انجانی میں جوانی گیا پند نا سنیا — قران ہور حدیث سوں ترکیب کر کلام

نہ سنا — اور

شابت رہ آپ کام میں دنیا کوں نیں وفا — آدم کیا ہے کوہ سراندیپ پر مقام

نہیں

نپج

باندیا ہوں عشق میں کمر آساں اساس ہوں — نن پن تھے میں ہوا ہوں تیرے نیہہ کا غلام

ہا — آہ سے — بچپن سے — عشق

مکہ کعبہ کوں طواف قطبؔ شہ کرے سدا

سب حاجیاں میں میں حجِ اکبر کیا تمام

(۱۷۳)

منجے اُس گلے کا حمایل ہے دام — او یک جوت جوہر سورج پایا نام

مجھے — وہ

تو مکھ صافی میں نور کا ہے نشاں — او سی تھے گیا چھپ کہ جمشید جام

تیرے رخ — اُسی سے کر

نین تیری کوں باو انپڑ کاں سکے — قبولیا ہے تو چاکری جیوں غلام

آنکھ — پہنچ کہاں — تیری — مثل

سرا وے کن اُس ناری نازکی — کہ عاجز زباں ہور قلم ہے تمام

سراہے — کون — عورت — اور

طلسماں تھے مشکل ہے نیہہ کا طلسم — جنے راکھے قدم بوجھے افلاک کام

عشق — جو

دو تن گوند کر ڈاولی سے کے نکھو — نین کس چٹک لاگے کیا جانے عام

سے — ڈالی (؟) — آنکھ — لگے

ن له معانی ن له بکوئی بسجھے بوجھے او اسان نام ۔

معانی عشق جنیا ہوں کر نہ کہے
جنے عشق جنیا کہے او ہے خام
جو وہ

(۱۷۴)

تج شہر کا سو کیا ہے پری بول منجکوں نام — احرام اس کا باندھوں گا ہور پکڑوں گا صیام
تیرے مجھے اور
جن نام و نیہہ تا بوجھے وو گن وگیان کیا — کن نا بوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام
پہنچانے ان
تج یاد تھے ہوئے ہیں سبھی طالباں کباب — ساقی پلانوں لطف سیتی اپ نو یک دو جام
تیری سے تو
ایسا پلا شراب کہ سب دل تھی جائے دھوئے — وو نقش کار قوم کریں میرے دل مدام
سے وہ
انگار تھا ک یاد کیا تج تو جیو دیا — جب تھے تجھے دیکھیا ہوں تو تھے کیا ہوں تجھے سلام
سے تب سے
عالم مجھے سکھاویں گے کیا آپنا سو علم — وو نانوں کے حرف ہمن دل میں ہیں کلام
وہ نام ہمارے
کرتے غروری اپنے بغل میں رکھ کتاب — وو نیہہ کا سو باس نکلتا ہے ہم مشام
اس محبت خوشبو

لہ قطب شہ ۲ه ووکان وکیان ۳ه جے ۴ه نگار ۵ه جیو دیکھ اس پہ بھیجیا ہوں توں اپنا سلام ۔

دوڑایا ہے عقل جتا اُتنا دوڑیا — دوڑائے ناتو بھی دیوے دشنام میرا کام

اے پند گو معانی کوں کیا پند کہتی ہیں ۱۲۹۰ اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام

(۱۷۵)

کرے نازنیں ناز سوں منج کرم — عشق بات سوں تو اچھایا علم

ازل کے قلم ستے پیشانی لکھے — سدا اُس کا ہورہا اچھے تج بھرم

تیرے ہندسی دل پر گنت جو کوں کیوں — حسابان میں آیا ہوں میں تج قلم

میٹھے لب سیتی ناوں میرا لئے — ہزاراں شکر ہے کرے منج دھرم

ترے مکھ کا مکرا کرے لب سوں بات — وو محرم نہ کیوں آبسیا در حرم

انجو جو ہو دوڑیں تری بزم میں — توں مکھ دھوے تو ہو کا شرف منجکوں جم

ہمن سیتی آڑے ہوے جان بوج — سنگھاتیاں سوں پیالے پیتے دمبدم

بچھایا ہوں میں سفرہ امید کا — بھر و صحنکاں نعمتاں محترم

بہوت دن تھے ساقی موہمسایہ ہے — پیالہ نہ دیتا منجے یک دم

ن قطب شہ ن منج -

اچھو عیش و عشرت سدا بزم میں ۱۴۰۰ معانی گدا کوں دلاوو درم

قطب شہ

(۱۷۶)

ترے قد تھے سرو تازہ ہے جم اوچایا ہے یا نو چمن میں علم

سے اٹھایا

توں ہے چند تارے ہیں لشکر ترے توں ہی شاہ خوباں میں تیرا حشم

تو چاند

ورق صنع پر ہیں لکھیا تج سا ہور ازل کے مصور کا ہر گز قلم

نہیں تجھ اور

سکندر کوں تھی آرسی جم کوں جام ترے ہست ہی درپن ہور جام جم

ہاتھ اور

ترے مکھ کے پھل بن کوں دیکھ لاج تھے چھپایا ہے مکھ آپنے کوں ارم

پھول شرم سے

سدا تج اپر دھیان تارے رکھوں سدا تج سوں کھیلوں نویلا پرم

تیرے ساتھ نئی محبت

نبی کے میا فیض تھے قطب شہ

کی محبت کے سے

محبت کے پھلبن کا پایا ہے سم

پھول بن مقابل

(۱۷۷)

کیوں سکے لکھے بینگی تری لٹ کا صفت سیدا قلم ہے نوا چاند بہوت تیرے بھواں چاند تھے کم

ٹیڑھی زلف سیدھا نیا بہت سے

نازکی میں نہیں ہے پھول تیرے مکھ کے مَن
چہرہ کے مانند
چند سورج مشتری تیر کیں کیوں تج سیتے ہم
تیرے ساتھ برابری

مکھ دکھایا ہے رنگ روپ عجب لالی تھے خوب ۱۳۱۰
سے
قد او چایا ہے ہریا سرو تھے بھی اچھا علم
اٹھایا ہرا سے

کیوں نہ جیویں سدا عشاق تیرا مرت نمنے
آب حیات کے مانند
تیرے گالاں کے سو خوی تھے چوتا ہی جیو کا نم
پسینہ سے ٹپکتا حیات کا پانی

غمزے تیرے جو پلک مارنے میں زخم کریں
اُس کوں کر میٹھے بوسیاں کے شہد سیتے ملم
بوسوں سے مرہم

ایک چھن انپڑیں پیا سو نین میں کھن پگ
قدم
محبت سے میری آنکھ
باند کر پلکاں کے پردے کیا ہوں تیرا حرم

نبی کے صدقے کہے قطب زماں خوباں میں

تجھا دیکھیا نہیں ہے کوئی تیرے حسن کے سم
مقابل

(۱۷۸)

سو دھن کے لب تھے منگیا تو میں تو پوچھی نام
سے
جو کہیا نام اُسے بولی نام دے دشنام

نازنیں
ہنسی میں سٹ کہ اپس مستی کے بہانے سوں
ڈال کے اپنی
دکھا کہ چھند چلی ہت میں لے صراحی جام
غمزہ ہاتھ

سے
شراب پیکہ سورج کر دکھائی اپ توں سج
پی کے
اول تو نین تاریاں سوں مکھ تھا بدر تمام
تیری آنکھ تاروں سے

جو پھول پن کھڑی دھن سوں جو نہال کھلیا ۔۔۔ سرگ میں سرو نہ تج مالے سرو گل اندام

پہنکر ۔ عورت جیسے ۔ کھلا ۔۔۔ جنت ۔ تجھ

سمن پہ وال سنبل یا دیکھا کہ تل راکھے ۔۔۔ جیواں کے پنکھی پکڑنے الک کی کیہ پر دام

دلوں کے ۔ پرند ۔ کے لئے زلف

بین پہ لبد کرا و لب خنداں ازل تھی کہے ۔۱۳۲ ۔۔۔ ابد لگوں منجے تج سوں ہے تج کوں مج سوں کام

سے ۔۔۔ تک ۔ مجھے تیرے ۔ سے ۔ تجھے ۔ مجھ سے

نبی کے صدقے قطب شہ لگیا ہے دھن کے گلے

لگا ۔ عورت

جوں لام الیف میں مل رہی الف ہور لام

الف کی طرح ۔ اور

(۱۷۹)

ترے ہونٹ خرما نین تج بدام ۔۔۔ ترے تل اہیں دانے، ہور زلف دام

آنکھ تیری بادام ۔۔۔ اور

عجب ناو شیشے کے قلقل میں ہے ۔۔۔ کہ اس ناو پر رقص کرتا ہے جام

ترے لب نقل سوں ہے مے منج حلال ۔۔۔ تیرے نین نرگس بناں ہے حرام

سے ۔ مجھے ۔۔۔ آنکھ ۔ کے بغیر

نین مرگ تیرے ہیں ہور سو کے شاخ ۔۔۔ چند اکھ ترا ہے سو ہور لٹ غمام

آنکھ ۔ ہرن ۔ اور خط سرمہ ۔۔۔ اور زلف

اپس زلف تاراں کے تیں نا ہلا ۔۔۔ ہوے ہیں جگت جیو پنکھی اس سوں رام

اپنی ۔۔۔ دنیا کے دلوں کے پرند

توں خسرو ہے شیریں بچن ہیں ترے — شیریا نیں بت فرہاد ایسا کلام
(شیریا) نہیں

نبی صدقے قطبا کوں جم عیش ہے
کو ہمیشہ

مدد ہیں اُسے آٹھ ہور چار امام
اور

(۱۸۰)

رین چندنی میں سائیں سوں پیو و جام — سجن من ہات لینے میں ہے آرام
رات چاندنی کے ساتھ پیو — کا دل ہاتھ میں

۱۳۳۰ کرو روشن انداں شمع چھب کوں — کہ راکھے ہیں پیا منج بزم میں (جام)

پیا بن کیوں گئے نس منجکوں ساری — موہن مکھ تھے یہ لیوں سکھ جب دام
کے بغیر گذرے رات مجھکو — کے چہرے سے

پیا گل بانہہ دے کنٹھ لا رہوں گی — بلا کر میں کھلاوں نقل بادام
کے گلے

سو اس نس نین نا کھولوں کہے ہوی صبح — پیا کے ناؤں بن نا لیو کوئی نام
رات آنکھ نہ — نام کے بغیر نہ

موہن مکھ چند ہور سکیاں ہیں تارے — ہمن دل مرغ ہور پیو زلف اُس دام
کا چہرہ چاند اور — ہمارا — اور پیا کی — کے لئے

نبی صدقے محمدؐ قطب شہ جم
ہمیشہ

پرم پیالے پیوے نت صبح ہور شام
محبت کے

ردیف ن

(۱۸۱)

ساقیا آ شرابِ ناب کہاں ۔۔۔ چند کے پیالے میں آفتاب کہاں

عاشقاں منگتے ہیں سماع کرن ۔۔۔ چند گانے کہاں رباب کہاں

مد کے پیالیاں کا دور پھرتا ہے ۔۔۔ نُقل مد کا کہاں کباب کہاں

او کنول مکھ میں نیشکر ہے سنپور ۔۔۔ اُس کے انگے تنک سراب کہاں

سو کہ دیکھو کتے ہیں ساجن کوں ۔۔۔ ولے میرے نین کوں خواب کہاں

نیند کی ہے خماری نیناں میں ۔۔۔ او کنول مکھ دھووں گلاب کہاں

صبح کے بن لے پھول کھلئے ہیں ۔۔۔ شُرب کا وقت ہے شراب کہاں

پردے میں کیوں چھپے گا او جھل کاں ۔۔۔ سور کے نور او پر نقاب کہاں

سکی مجلس شہاں سنوارے ہیں ۔۔۔ مجلس قطب کامیاب کہاں

(۱۸۲)

منگیا جو توبہ کے تیں صبح استخارہ کروں
ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چارہ کروں

چاہا لئے (میں) توڑنے کا

درست بات کتا ہوں نہ جاسے منجہ تے دیکھیا
شراب پیوں حریفاں و میں نظارہ کروں

کہتا مجھ سے نہ دیکھا جا سکے اور

سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں امید پھول مرے
دندے کے سر کوں ہنر پر پچھاڑ پارہ کروں

سے دشمن

شراب خانے کا مسکیں ہوں دیکھ مستی میں
کہ لاڑ انبر پہ کروں حکم تل سو تارہ کروں

آسان کے ماتحت (کو)

جو منج میں نیں اہیں پرہیزگاری کے کاماں
شراب خور کوں اہانت سوں کیوں اشارہ کروں

مجھ میں نہیں ہیں

پھولاں کے تخت پہ بسلاؤ میرے سلطاں کوں
بٹھاؤ ۱۲۵۰
سنبل سمن کوں گلے ہانس کر سنگارہ کروں
کی ہنسلی بنا کر

(۱۸۳)

پیا تج آشنا ہوں میں توں بیگانا نکر منج کوں
تیرا نہ کر مجھے
رتی نیں یک رتی تج یاد بن توں نا بسر منج کوں
رہتی نہیں گھڑی یا لمحہ تیری کے بغیر نہ بھول مجھے

ترے پگ تل رکھی ہوں سیس ازل ون تھی ابد لگ بھی
سر   سے   تک   پانوں تلے
عجب کیا ہے جو نت سر ہمیں دھریں ساتو انبر منجکوں
زمین پر رکھیں ساتوں آسمان بھی مجھ سامنے
جہاں توں واں ہوں میں پیارے منجے کیا کام ہے کس سوں
وہاں   مجھے   کسی سے
نہ بت خانہ کا منج پروا، نہ مسجد کا خبر منج کوں
مجھے

جنت ہور دوزخ ہور اعراف کچ نیں ہے مرے لیکھے
قسمت میں   نہیں   کچھ   اور   اور
جدھر توں واں مرا جنت جدھر نیں واں سقر منج کوں
تو نہیں   میرے لئے   تو
جنت کوں ہور دوزخ کوں سو مسجد بت خانہ کیا
اور
کسے نا جانوں میں معلوم میں کوئی تج بغیر منج کوں
نہیں   تیرے بغیر مجھے

ترے نیہہ مد کا میں سر مست ہو متوال ہوں پیاری
شراب عشق
کہ اس مد باج ناچڑسیں بھی ہور مد کا اثر منج کوں
شراب کے بغیر نہ چڑھ سکے پھر دوسری شراب
نبی صدقے قطب شہ کوں نہیں آدھار کا حاجت
کہ دو نو جگ منے آدھار ہے خیر البشر منج کوں
عالم میں   سہارا   مجھے

(۱۸۴)

سکی آ پھول اچھالیں ہور سٹیں مد بہ بہانہ عز میں | سورج کی کھول کر کھڑکی سٹیں نو طرح انبر میں
پھول — اور ڈالیں شراب عشق — رکھیں جی — آسمان
اگر لشکر لے آوے غم جھگڑنے عاشقاں کے سیم | ہمیں ہور ساقی ہو ہمدم سٹیں گے شور اس گھر میں
ساتھ بمقابل — ہم — اور — ڈالیں
سٹیں گے لال مد پیانے پرت کے خوے کا گلاب ۱۴۶۰ | یون خوش باس ہووے تیوں سٹیں سکر کوں مجمر میں
شراب میں محبت عرق — خوشبودار — اسلئے ڈالیں
جو ہے تج بات میں تا نتاں بجا مطرب خوشی تاناں | خوشیاں سیتے لوں لاگاں انند ہور عیش ہے ہتر میں
تیرے — سے — اور
صبا توں باٹ دکھلا ٹک ہمارے یار کے گھر کی | کہ شاید آوے وو لالن یکایک میر منظر میں
راہ — ذرا — وہ
کتک کرتے بڑی باتاں کتک کرتے خرافاتاں | چل آہاں ادلے جاویں کہ ہے سب حکم داور میں
کتنے ہی — کتنے ہی
اگر جنت توں منگتا ہے تو آ میخانے میں منج سوں | کہ خم نزدیک تجھے میلیں اوڑیاں خوش حوض کوثر میں
چاہتا — تیرے ساتھ — سے
رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس
بے قیمت
لیکر آووں جو بکھرا ہووے اس کا شہر حیدر میں
حیدرآباد (بکری. خریدی)

(۱۸۵)

باغ میں آ کہ بھنور پھول سوں کہیا یو بچن   ناز کم کر کے کھلے پھول بہت تیرے نمن

پھول ہنس کر کہیا سچ نار ٹھسوں و لے   عاشقاں نا کہیں معشوق کوں یوں سخت بچن

گر ہوس ہے تجے اس لعل پیالے تھی شراب   پلک کے انیاں سیتے بیند توں مانیک رتن

حشر لگ باس محبت کی نہ آسے اس کوں   جن پیشانی سیتیں جھاڑیا نہیں میخانے انگن

بہشت کے باغ میں کل باد کے ات لطف سیتے   ۱۳۷۰   لٹ سنبل کا سو بکھریا ہے سحر کا پون

ہوں کہیا جم کے تخت کوں کہ ترا جام کہاں   جواب دینا کہ توں چپ ہو گئے لے ایسے قرن

عشق کی بات نہیں او جو زباں میں اس کی   ساقیا آ کہ پیالا دے کہ بس کر یو مین

قطب کے صبر سو انجواں دئے دریا کوں اچھک
کیا کروں عشق نہیں دیتا ہے یو بات چھپن

(۱۸۶)

کہاں ہے چھانو شاہی ہر یک پنکھی کرے پنکھ میں
ہما کے پر میں ہے اے مرتبا سارے طیوراں میں
یہ
ہمن شوقاں کے آہاں کے جو تاں بھریا ہے و دھن
عورت
نہیں کس باں میں او تازگی ہور رس طنبوراں میں
تیر　وہ　اور
پلک پر میں پلک مارے تلک سو دل چورانے میں
نہ
چرانے
نہیں دیکھیا ہوں اے پنکی کسی نیناں کے چوراں میں
یہ　آنکھوں
نبی صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں سب بازی
اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لے بحوراں میں
کئی

(۱۸۷)

سکیاں جیواں چرانے اب نوی ترزاں نیایاں ہیں
دل　نئی طرز
چرا کر عاشقاں کے جیو لٹاں میں لے چھپایاں ہیں
دل　زلفوں

جو کہتے آج لگ جگ میں نہیں کوئی جیو کوں دیکھے کر
سو مج انکھیاں دیکھے ادھراں دو تھے جیو آں پایا ہیں

جو جگ عشاق عاشق اُس لباں کے ہو دیئے جیواں

۱۳۸۰

سو جانبازاں ہر عاشق کر اچھوں پیار پا نپایا ہیں

جو توں کھاپ نمک لب کے بدل بوسے لیں جیو عاشق
بدل بوسے جیواں لیکر نہ دے بوسے تپایاں ہیں

عجب غدے درغاں ہو دغادیں عشق بازاں کوں
یکس ہیں ایک لا دعوی جو پچ رنس دن چپائیاں ہیں

سہیلیاں پی سرنگ پیالے دھڑیاں دو نت جھلنے کیاں لاکر
دوے چاند..... رنس میں دن سوراں دیپایاں ہیں

نبی صدقے فوادیاں ، ناریاں نوے شیویاں کے نو قصے
نول قطباں سو کہنے دو نپایاں سو نپایاں ہیں

(۱۸۸)

ترے گل گال تھے اے دھن ہوئے ہیرے ہن گلشن

سے عورت آنکھ

سو پتلیاں بھونرے ہو پھرتیاں دیکھت او من گلشن تن

وہ دل کو گم کر دیا

سکل گلزار کے پھولاں کوں مانند تیرے مکھ کے کر

سب

لگے مرغولتے بلبل مرے جیو کے بھرن گلشن

دل

کھیا پھل غنچہ دھن تیرا دہن ہی کر خوش ہو کیئے

سرانے تھے دہن میرا ہوا تیرا دہن گلشن

سراہنے سے

جو لے ہت آرسی پیاری دیکھن تیں آپنا مکھ تو

دیکھنے کے لئے

ہوا ہے سربسر زل ترے درپن کا تن گلشن

دِسے یوں پاچ رنگی پاپ میں زنناں سوں تن دھن کا

نظر آئے

سمن پاتا ہیں سہتا تیوں سہے دوں تن رتن گلشن

اس طرح

مرگ بن کا نہال ہے کر کہے ناری کوں دیکھ نیناں

باغ جنت

لٹکتی جب جو ہنس ہنس کر تو ہوے منج گھر انگن گلشن ۱۳۹۰

ناز سے چلتی

میرا

نبیؐ صدقے قطب شہ آج یو بھیداں عجب دیکھیا

یہ

جو کھلیا وصن کے نیناں تھے طرف چار و گگن گلشن

چاروں

(۱۸۹)

پیارے گرچہ میں تج بن نہیں تل رہنے سکتی ہوں

تیرے بغیر لمحہ

ولے لوگاں کے ڈر تھے بھی اپس تیں کو نڈر کھتی ہوں

خود کو مقید سے

چھپی چوری کدہیں تدمیں یکیٹ پاتی جو پیو کہیں تج

کبھی اکیلا کہیں تجھ

تو دیکھ تج مست ہو جیوں مُہر اپس میں اپ ٹھمکتی ہوں

مور خود ہی آپ دیکھ کر تجھکو

لگی تھی میں انا چینی گلے تج پھول سوں یک دِن

سے تیرے

تدہاں تھے سر تھے پاواں لگ اجھوں خوشبو مہکتی ہوں

تب سے پھر سے پاؤں تک اب تک

مرا بس ہوئے تو آلٹ پٹ ہو تج تیں جیو دینے ہیں
تیرے ہاتھ دل
کہ فرصت نیں کروں کیا فکر اس غصہ تے پکتی ہوں
نہیں

سے
تسوں میں بات کرتی تو نمی و و تن پیٹ سوں اس تے
تجھ سے غیر، رقیب قریب سے
نہ تیا چھانوں کوں پنے کھڑی جب گا د چکیتی ہوں
بعیر و بسہ کیا جائے

دو تن کے جھوٹ کوں سچ ماننا توں لیو تو واجب میں
رقیب اس طرح نہیں
دو کیوں کے جھوٹ آنج کوں بری جا اُن ہٹکتی ہوں
وہ کہے تجھ

قطب شہ مست ہوں اس وقت پر تو در بخش ہو منجکوں

نہ جانوں کیا کہتی ہوں میں نہ جانوں کیا بھڑکتی ہوں
کہتی

(۱۹۰)

کو پیوں آئے ہیں شہ میرے انگن — چندمن جھمکتا او مکھ سمن
غصہ سے — چاند کی طرح وہ
کیا ہوا ہے سہو سائیں منج تجھے کو ۱۴۰۰ — ناز چھند سوں کی لگی لالن بسن
مجھ سے کہو — سے کیوں زبان

سب سہیلیاں میرے ستر ناٹاویاں ناہو سے منج تھے کدیں آبال پن

طعنہ نہ ہوسکے مجھ سے کبھی یہ بچپن

ایک چت سوں پیو کوں بوجھی ہوں میں لائی ہوں پیو پنتھ میں دیوے نین

دل سے کو پیا کی راہ چراغ

مصطفےٰ صدقے علی قطبا سینی

سے

او پری ہور ساری شہ پر نور تن

وہ اور

(۱۹۱)

پرت دعوے دوتن کرتی سہیلیاں ولے ہرگز نہ بوجھے عشق باناں

محبت کے غیر

جسے روں روں میں بھریا عشق مستی تو اس کوں نیہ کی پنتھ میں سراناں

رویں رویں بھرا ہے (کی) عشق راہ سراہنا

بہو چنچل چپل گن گیان گائیں کہ تا پیو کے ادھر تج دیو جاماں

ہونٹ سے تجھے جام

جوبن مے کر پیا چت سوں ملا چیت کہ دیوے تج سجن اپ حسن رنگاں

پیا کو دل سے دل تجھے اپنے (رکے)

نبی صدقے قطب من پھول کھلیا

(کے) دل کا کھلا

تو چوندھر سب مہکتا جیو باساں

چاروں طرف دل کی خوشبوئیں

(۱۹۲)

نھنا جیو باندی ہو تیرے پیا سوں — کہ پیچا کیا دل مرا تج ادا سوں
چھوٹا دل باندھی — (پیچا لگیا)

بہوت دھات سیتی بھلائی سجن کوں — کہ پیوں اُدھر کا پیالا اصفا سوں
بھلائی — ہونٹ

سکل سُد بد کھوی ساجن پرت میں — او مکھ شمع پر پھولی ہوں نت جیا سوں
سب — اُس

عشق کا بچھوڑا نکہ یار دیا ہے منجکوں — آ مار وا پ ادھراں کے دارو میا سوں

نبی صدقے قطبا کی ہو نہہ کی مانی

تو پائی ان وصل نس دن عا سوں
اُنکا رات

(۱۹۳)

پیا روپ تیں نین ماتے اہیں — سجن کے نین میں بھلاتے اہیں
مکھ چہرہ آنکھیں متوالی

سرج تمنے جب ..... نیکلے — چند تارے اس سوں و پاتے اہیں
سورج کی طرح — چاند سے چمکاتے

او نازوک قد سرو جب ڈولتا — تو چمناں کے پھولاں سہاتے اہیں
ڈُلتا — چمن زیب دیتے ہیں

اجت کے کرن سے رومالاں کیے تیں — چندر مکھ کے خوباں اُڑاتے اہیں

(چاند جیسے چہرے)

پرم کی رنجھا اَر بسے ہنس ہنس — کلیاں نیہہ کی سب کھلاتے اہیں

(عشق) (محبت)

پیاری سو مُہنر پرم دیکھ کر — سکی من سوں اپ من ملاتے اہیں

(کے دل سے اپنا دل) (محبت)

قطب شاہ کی سیج سنگرام پر

(بستر وصل)

۱۴۲۰ نول ہل کہ دو تن کھجاتے اہیں

(نئی رقیب شرماتے ہیں)

(۱۹۴)

یک چھن خبر کر اے صبا موہن ہندستان کوں

(میرے ہندوئے)

اپ زلف کے جنگل منے الجھائے منج نادان کوں

(اپنے میں پھانسے مجھ کو)

مو درد مند عشق کوں ہرگز دوا کدنا کیا

(کبھی) (مجھ)

گر پوچھے منج کیا کام ہے تج حسن کے ریحان کوں

تج شکر ایسے بول تھے نرخ شکر سب کم ہوا

(تیرے) (جیسے)

شہر بدخشاں میں نواروں لعل ادھر کے دان کوں

جب نغمہ داؤد نوں گاوے سو نہہ کے بن منے
عشق
سن کو ملاں الحان نج سجدا کریں فرمان کوں
تیرا
اغیار سیتی بولئے کیوں بات منج جیو انس کا
میرے دل کی محبت
یک تل کی صحبت میں پیا پسرے ہمن پیمان کوں
رنگ محبت نا دیکھیا یہو مکھ میں تجھ نا میں چھپیا
دیکھیا
کیسے دعا و سحر سوں اپنا کروں جانان کوں
شعر معانی پر سدا کرتے ہیں اعدا سب سماع
اس یاد سوں یک دو قدح ساقی پلا خاقان کوں

(۱۹۵)

بھلیا نخواد نمنے جیو ہر اشک ستان سوں
بھولا بچہ کی طرح دل سے
کتا پر بار یا ان نے کہ مت پاؤوں خلاصی میں
کتنا
کہ جیوں بلجے مگس کے پر محبت شہد اساں سوں
جس طرح پھنسے ڈھیر سے
مگر دیوے خلاصی منج کوں اپنے نینہ کے ہاتاں سوں
مجھے محبت ہاتھ

خیالاں کے سو پھانسیاں سوں دیکھیا ہوں دل میں نیہہ کا ۱۴۳۰ سعادت کا سو خال اُس کہہ او پڑ پیچ ناواں سوں

محبت
نہیں ہے کچ اے جیو گرنا بوجھی اس کچ کوں دو جگمیں اگر بوجھے تو پوچ ہور سوچ علم جاناں سوں

شگافیں کی جو میرے مو موکوں ہو یں کچ نیں ازل تھے خاک میری کوں گھڑے ہیں عشق فرماں سوں

سے
ترنگ نیہہ چڑ کر آج جولاں دیو میداں میں کہ کھیلو ڈاو یک تم داو سینی اپنے منتاں سوں

لیے جب ناوں ڈاواں کا گئے ہم بھاگ گرداں تھے کہ دل کو ہوک لگیا ہے تمارے ہات چوگاں سوں
تمہارے

بہوت دن تھی تمن سوں آرزو تھا ڈاو بولوں کر ہوا جب دید پر پنج دید بسر یا آمیں جاں سوں
بہت سے

معانی کہتے ہیں لوگاں پریشاں حال ہے میرا
کہ لبدیا جیو میرا باز اس زلف پریشاں سوں

(۱۹۶)

کجل آنکھ کا علم پکڑیا ہے رو ں رو ں دوروں روں کا تُرّا لایا ہے گرد و ں

جے کوئی یک روں تُرّا رکھے آپ سر کہ ہووے سب شہاں میں جیوں فریدوں
جو طرہ اپنے مثل

فلک پر کا دیا نی شعلہ جاوے ۔۔۔ کہ اس شعلہ کے انگلے کیا ہے جیجوں
مقابل

بھنی کی پھوکنیاں پھو کیا ہوں دل سوں ۔۔۔ اُسی تے ہیں تیرے نیناں پُر افسوں
سے

منتر پر راکھ پر جو ندبھر سکتے ہیں ۔۔۔ عجب ہے ہیے نہ بوجے راکھ مضموں
یہ

تمن نوراں تھے ہے بے نور حوراں ۔۔۔ تمارے نور تھے جنت ہے موزوں
سے ۔۔۔ سے

تراوے آس کے پانی میں منجکوں ۔۔۔ کہ غم دا ٹیا مگر میٹی لے میچوں
مجھے

دنیا کا پاٹ منجکوں دور دِستا ۔۔۔ خوشی سوں پی تو یک دو پیالے گلگوں
نظر آتا ۔۔۔ سے

ہمارا عشق ہنستا عاشقاں پر ۔۔۔ نہ بوجھے عشق مو لیلے و مجنوں
میرا

تری سبزی تے دمنے سبز ورقاں ۔۔۔ گلالی رنگ مے چوتا ہے اجنوں
سے ۔۔۔ ٹپکتا ۔۔۔ اب تک

معانی کے بچن تے پیچ نا بات
سے

دِسے سب شعر میں میٹھائی افزوں
نظر آئے

(۱۹۷)

وو نازک نازکی جھمکا رتیں کرتی ہے بے ویں
کہ اس جوتاں کی جھلکاراں سوں باندے دل منے آئیں

تمن مکھ روشنی شاباں بوج چندیتے ہیں تاواں
بچارے تارے دیسے کاں تمن نور انگے اے سائیں

ہمارا قصہ ہے شیریں کرو ہم قصہ پر تحسیں
کہ کہنے خسرو شیریں ہمن آنگے نہیں شیریں

لکھیا تج ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کا تب
ندھاں تھے شعر میرا سب ہوا ہے گوہر رنگیں

محبت پنتھ کوں جو کر نوار یا آپ کوں تو پر
لیجا تو تم خضر ہو کر منجے اس کعبے کے تائیں

نبی کی بندگی لوٹیا صفاں سب کفر کیاں توڑیا

عشق کے صدر اپر جوڑیا تکیہ بھو عزت و تمکیں
بہت

رقیباں بیری باتاں کے کریں کوتوال کوں آکہہ
کیوں

مو دل بیٹھا ہے شاہنشہ دسوں تو جوت سوں پریں
میرا

نین اُس کے ہیں دو نرگس بھویں کانٹے اسے چوندس

وو کانٹے کا چوبے نا بس کلیاں و ستیاں ہیں جوں نسترن

معافی ہے گنہ گارا رکھیں یا رب آپ آدھارا

رکھیا سر تیرے دربار آ کریں اُس کا دعا آمیں

(۱۹۸)

نین کی بنداں نَھے چوتا ہے شراب ارغواں
آنکھ   آنسوؤں سے ٹپکتا

غم کے کپڑے پھاڑ مست کریں ہوا سر تھے جواں
بھرے

لعل تیرے کھاں تھے یاقوت کا پیالا پلا
سے

نقل اُدھر کا سکہ ہے منج جیو پر لے دل ستاں
ہونٹ   میرے دل

سام سیس اِن بھنواں کا چک اُچا نے نا سکے — منج اُپر کیوں کھینچتے ہیں غصے سوں زوریں کماں
زور سے

میں نجانوں بہشت جنت میں تموں کس جنت کی حور — ۱۲۶۰ کافر و مومن کریں تج دیکھ کر جیوں فغاں
دل سے

تیری میٹھی بات تھے پیچی شکر و جگ منے — تو جہاں میں اول جو چاولوں سوں بکا تا ہے رواں
سے پیدا ہو میں

تاب دوری کا بہت ہو میرے اوپر کرتا ہے زور — شربت اس قند کا چکاؤ اپ ہر تھے منج دہاں
اپنے ہونٹ سے

تیرے کہنے بن جے کوئی ہنگامہ میں کہتے بڑے — بہو عجب ہے اے کہ نیں ہوتا ہے گنگ اس کا زباں
یہ نہیں

کرتے ہیں باماں تا خیالاں سوں ہمیں تمنا سنگات — ہیں کہا ہور تم کہا جھوٹے کریں لوگاں گماں
ہم تمہارے — اور

اے معانی تیرے رازاں تھے ہوئے آگاہ سب
سے
تاج توں رکھ سراو پر ہے اماماں کا نشاں
وہ

(۱۹۹)

عشق بازار میں او نین جو خمار اچھیں — ساقیا پھاڑ و ورق غم کا کہ سرشار اچھیں
وہ آنکھیں ہیں — رہیں

بول آن بول کے چلتے ہیں سجن سینی پیا — پھر ہم پرہیز کریں پیو وے ہم یار اچھیں
ہم سے

چند سورج گال او پر دیسے جھن کا چھاوں | ابر سوں اس کوں برابر نہ کریں غار اچھیں

چاند (جیسے) نظر آئے — سے — سمجھیں

تمہارے نین سیاہی منے ہے نیر جیون | اس تجے اس چشمے میں الیاس و خضر یار اچھیں

آنکھ کی — میں — آب حیات — بیلنے

تن جنم ناں بند و تیخانہ کے لوگاں منجکو ۱۴۷۰ | میری گز ن میں کرن کے زنار اچھیں

جنیو — نہ باندھو

برہ تیزاب کا تروار بہوت تیز اہے | ڈر نہیں منجکوں سپر نمنے جو و ولدار اچھیں

فراق کے

کیوں کروں چاند سورج تاریاں سوں تشبیہ تمن | دم بدم چرخ تمن حسن پہ ایثار اچھیں

سے — تمہارے

میرے درداں کا دوا ہے تمہاری دشت سیتی | سو حکیم آویں تو اس کام میں بیکار اچھیں (۱۰۰)

نظر سے — تمہیں

نجانوں کس گھڑی کیتے ہیں معانی پہ نظر

کرتے

اس کے دل میانے علی مہر کا گلزار اچھیں

میں — رہے

(۲۰۰)

پیرت کے ڈاواں کھیلنے تج سوں کدیں نا ہار سوں

محبت — تجھ سے — کبھی — نہ ہار سکوں

تن میں رکھوں کیا کام جیو جو عشق پر نا وار سوں

کس کام کے لئے دل — نہ وار سکوں

جوں منج بسرتے ہیں تمیں تم نا بسرنتے ہمیں
جس طرح مجھے بھولتے تمکو نہ بھول ہم
ہمنا تمن بن نا گمیں جانا بہوت دشوار سوں
ہمکو تمہارے بنر گذارا نہیں جاتا بہت دشواری سے

جوں جیو سینتے مل ہے تن ووں جیو منگے تج سوں ملن
جسطرح روح سے ملا ہوا ہے جسم اسطرح دل چاہتا ہے تجھ سے ملنا
دونین پیا تج دیکھن بچھڑا نہ اپ دیدار سوں
آنکھوں کو تیری دید اپنے سے

کیوں رہ سکوں تج سوں الگ جاتا مجے ہر تل بکٹ
تجھ سے رہنا جدا مجھے لمحہ دشوار
لائے ہیں چور لے احوٹ تم آپ نے پڑار سوں
وارنے کیلئے

داڑے نہ دن صاوے منجے پانی نہ آن بھاوے منجے
مجھے کھانا مجھے
یک تل برس جاوے مجے کیا پوچھتے تکرار سوں
ایک لمحہ برس کی طرح گذرے مجھ پر پوچھتے ہو باربار

جب تھے جگت میں آئیا جو جیو منگیا سو پائیا
سے دنیا آیا دل چاہتا پایا
۱۴۰۰
ڈورا ذکر کا لائیا ہیں حیدر کرار سوں
ڈوری تسبیح لایا

جب لگ ہے تن میانے جیا تب لگ رہوں تج سوں پیا
تک میں روح تک تیرے ساتھ
قطبا جیا دل باندیا حضرت نبیؐ دربار سوں
جی سے باندھا

(۲۰۱)

پیا جوں جوں ملے تیوں تیوں دو تن دل داغ جالی میں

رقیب کے دل پر جلائی

سراسر دو تنی کے تیں کری جوں زاغ کالی یہ

رقیب کو مثل

پیارے آج کل آویں گے کر لے آس لاوکر

ہر یک تل کوں قرن کر کر گسائیں باج ٹالی یہ

لمحہ کے بغیر

جیوں میں جاگنے میں تج، سیوں سپنے منے بھی تج

یاد کروں تجھے دیکھوں خواب میں تجھے ہی

جنم تج دھیان میں گھٹیا نہیں مج تج تھے خالی یہ

تیرے تجھ سے

تمن بن دیس منج رین ہے تمن سوں رین منج دن ہے

تمہارے بغیر دن میرے لئے رات ہے تمہارے ساتھ رات مجھے

کھڑی اک پانو پر جوں سرو ملنے کی اوتالی یہ

مثل

نبیؐ صدقے قطب کن میں بچن کہہ جاتی کے منکر

کے پاس

سکیاں سب گواہی ہیں تو بات کرتی و کلی جالی میں

(۲۰۲)

کسائیں پاس پیو ہے کہ دیکھی آج سپنے میں　　　اُٹھی جب ہڑبڑا کر میں نہ دیکھی سیج اپنے میں

پیا کی چھاتی الگ کریں ہی تھی جیپ کے چھاتی میں　　　تہاں تھے ج دو تن کاڑے جو مت دیکھی تو چھپنے میں

جہاں سے یہ رقیب نکالی

نہ بوجھو سچ پرت میا میرا چینت کیوں آوے گا　　　نہ منج میں صبر تا تج ہر جاویں قرن جینے میں

تیری محبت میں

۱۴۹۰ تماری سوں تمن کوں میں کدہیں بھی یاد آئی تھی　　　تمن جینے نکو نس دن ہیں پنم چند جوں کے کھپنے میں

تمہاری قسم تم کو کبھی　　　تم کو یاد کرنے سے رات

نبی کے صدقے رے قطبا بھریا ہے عشق کا بازار

چکے منگتا ہے سوداگر نفا کچھ نیں ہے تپنے میں

نفع کچھ نہیں ہے بھاؤ کرنے میں

(۲۰۳)

پیا تج عشق کوں دیتی ہوں سُدبُد ہور جیو دل میں

تیرے　　　اَور

ہنوز یک ہوک نیں ملتا کسے بولوں تو مشکل میں

ایک　　　نہیں

خوشی کے انجھواں سیتی بھرائی سمدراں ساتو

آنسوؤں　　　سے　　　سمندر ساتوں

کرشہ کے وصل کی دولت کرے دُر گنج حاصل میں

بھونر کالا کیا ہے بھیس تیرے مکھ کمل کے تیں

دلے اُس بھونرے تھے تیر پرت میں ہوی ہو کال میں

سے محبت

ازل تھے سائیں کا دل ہور میرا دل کئے ہیں یک

سے اور

بچھڑ کر کیوں ہوں ایسے جیون پیارے تجی یک تل میں

سے دلی

نبی صدقے رین ساری دو تن جوں شمع جلتی تھی

رات رقیب مثل

جو تارے کے نمن رہی تھی قطب شہ چاند سول میں

سے مانند رہتا

(۲۰۴)

اپ نیہہ کی کسوٹی پر شہ منج کسیا نہیں
اپنی محبت مجھے کس کر نہیں دیکھا

دل بات کھول کہہ کہہ کدھیں تک ہنسیا نہیں
(کی) کبھی ذرا ہنسا

منج جیو منے ازل تھے ترا نیہہ یوں بسیا
میرے دل میں سے عشق

سو دھات بھی کسی کی جیا میں بسیا نہیں
کے دل

پلکاں کے تیر مارے جہاں سائیں ناز سوں
سے

منج باج سینہ کرنے ہدف کوئی دھسیا نہیں
میرے بغیر

مُگر با زلف سنپولا کھسیا گاڑرے عجب

اس دھات کا سنپولا بھی کس پڑ سیا نہیں

تاسک کے ناکسر کا سو دھن بھوَن کا ہونک — بے سند ہو کہ تھارا اُپر تھے کھیا نہیں

ناک — جگہ پر — سے

دو تن جدائی پاڑنے تدبیر کی ولے — سائیں ہمارا ہم تے کدھیں بھی رنجیا نہیں

ڈالنے — سے — رنجیدہ ہوا

صدقے نبی کے دیپے مرا بھاگ سور تھے

چمکے — سورج سے زیادہ

پنجتن کے چرن باج قطب ہر کھیا نہیں

قدموں کے بغیر

(۲۰۵)

پیا کس سات جیو لائے کہ سمجے کس کوں جاناتا نیں

عاشق ہوے — سمجھے کسی — نہیں

جو آسوں پوچھنے جاوں اُساساں بات آتا نیں

آنسوں — آہ

پیا تو شرط بولے ہیں کہ میں تج سیج آووں گا

تیری — (پر)

ولے منج سیج آئے باج میرا دل پتیاتا نیں

میرے — (پر) — بغیر — بھروسہ کرتا

کتے ہیں باغ میں گئے تو گنوایا جائے دکھ دل کا

کہتے

ولے مکھ باغ پیو کا دیکھے بن منج دکھ جاتا نیں

بغیر میرا

پھولاں سب باس کے بن میں کھلے ہیں من بھلانے تیں
دل کے بہلانے کیلئے
ولے پیو باس عرق بن باس بن ہر باس بھاتا نیں

محمدؐ ناؤں دل میں رکھ محبت سوں محمدؐ توں
کا نام سے اے محمد قلی
علیؑ کے عشق بن کچ کام بھی تجکوں سہاتا نیں
کے بغیر کچھ پھر تجھے زیب دیتا

۲۰۶

سکی نینہہ کا نین مندر کیا ہیں — جیا جیو جیو کا جیو کر راکھیا ہیں
کی محبت آنکھوں کو — رکھا
جیسے روں روں مرا تج ناؤں نس دن — تجے جپنے تھے دو جگ میں جیا ہیں ۱۵۱۰
یاد کرے رواں تیرے لئے رات — تجھے یاد کرنے سے زندہ رہا
نین سپنے میں باندی تیری صورت — تو تیرے نور اُپر نیناں سیا ہیں
آنکھ خواب باندھی — آنکھیں
خدا جو راکھیا منج ہو ستج کوں — جدائی جانتی نیں ہوں پیا ہیں
رکھا مجھے اور تجھے — نہیں
دیا ہوں دکھ کی باتاں دکھ کے تیں — جے کچ شک کے بچن تھے سولیا ہیں
جو کچھ
نبیؐ صدقے فنا نا جانے قطبا — محبت ہیں بقا پیالا پیا ہیں
(کا)

(۲۰۷)

اُجالا جگ منے جھمکیا جو باندے بال بھولی جوں
میں باندھو
ہوا پھر رین اندھارا بندے سو کیس کھولی جوں
رات کی تاریکی باندھو ہوے بال

لٹکتے جب چلے سو دھن سکے ہیں چال ہنس کی کال
نازنیں سیکھے
بنے بن پھول سب بھرئے جو ہنس کر بات بولی جوں
ہر بن میں کہا

منجے جب دیکھ کر سو دھن دسن تل لیاے لب ویسے
مجھے دانت کے نیچے نظر آئے
دسن نابات آدھر امریت کے پانی سوں گھولی جوں
دانت مصری ہونٹ آب حیات

گرواب عاشقاں دل گھٹ بچن معشوق کا یک نیں
وفا کے اچھراں جو تھے سو اپنے دل تے دھولی جوں
حروف سے

محمد کا محبت آ کیا ہے ٹھار منج دل میں
جگہ میرے
علی گھر بھیک منگنے تھے بھری منج دل کی جھولی جوں
سے میرے

(۲۰۸)

تج بن پیارے نیند نکہ نیناں میں منج آتی نہیں
تیرے بغیر ذرا آنکھوں میری

رینی اندھاری ہے کٹھن تج بن کٹی جاتی نہیں ۱۵۲۰
رات تیرے بغیر

تیرا خبر اے موہنی منج کوں کیا ہے بے خبر
مجھے

دل تجھے خبر کی یاد سوں اپنے کے جلاتی نہیں
سے کیوں

ہاوے پہ پاوے روم روم بجتے ازیں تج یاد نت
تیری

او نا د پا و یاں کا منجے کے یاد دلاتی نہیں
مجھے کیوں

کیتا صبوری میں کروں جوں من پانی تے بچھڑ
کتنا (مچھلی) سے

توں گل سناتی ہے و لے کے منج گلے لاتی نہیں
گالی کیوں مجھے

کیتا اپس کوں ناز ہور چھند میں پوانگی اے سکی
کتنا اور

آ سیج پر ٹل ٹل گمیں تج بن منجے راتی نہیں
گذاریں تیرے بغیر مجھے عیش سے گذرتی

اے دھن گھونگٹ میں ناز کے کیتا چھپا کے آپ سے
عورت　کتنا

کی منج نین تاریاں میں تج مکھ چند جھمکاتی نہیں
کیوں میری آنکھوں کے تاروں　تیرے چہرے کے چاند کو

خانا نبی صدقے قطب عاشق کہاتا ہے ترا
خاندان　کہلاتا

اس بن یقین پہچان توں بھی کوئی تج ساتی نہیں
کے بغیر　پھر　تیرا ساتھی

(۲۰۹)

او لالے عشق کے دل میں ہلا آوجاں سوں کرتے ہیں
سے

نجانوں اے او لالے ہم سوں کس قرباں سوں کرتے ہیں
یہ　سے　سے

ہمیں بیٹھے ہیں غم کشتی منے باد موافق کاں
میں　کہاں

صبا توں باد طالب لیا کہ جنگ طوفاں سوں کرتے ہیں
سے　لا　تو

سکندر کا ہے درپن ہات تج سب راز دستا ہے
تیرا　نظر آتا

ہمارا راز جان انجان ہو باتاں سوں کرتے ہیں

بساطِ دنیوی ہے بڑ بڑانوں جان اے غافل
۱۵۴۰
وفا اس میں نہیں گر عشق سوں کامان سوں کرتے ہیں

پرت گلزار میں سب بلبلاں الحان سوں کہتے ہیں
ہوا خوش دیکھو باتاں رات دن پھولاں سوں کرتے ہیں

مرا صاحب سلیماں تخت ستارہ حشم جگ میں
غروری اپنی شاہی کی ہمن موراں سوں کرتے ہیں

ہمارے شاہ کی شاہی عجب حکمت ہے لقماں کن
پیاتے دوستاں کوں دوستی وندیاں سوں کرتے ہیں

شراب تلخ دے ساقی کہ رنگ اس تھے شفق پاوے
او تلخی کا اثر میٹھا ہمن مستاں سوں کرتے ہیں
اس
جوانی کا عجب ہنگام ہے پھر کر نہ آوے او
کہ اس ہنگام کی خاطر بہوت درماں سوں کرتے ہیں

مینجے تج عاشقاں کی بزم میں ٹھارا نہ تھا لیکن
مجھے تیرے جگہ
پرت بازی ہماری سب پرت بازاں سوں کرتے ہیں
عشق عشق

حرارت عشق کا تیرا کیا منج بے عیادت کر
جراحت پر سلا بہ نازکی مژگاں سوں کرتے ہیں
سے

نکو جانی سلیمانی ہمن ہر قسم پری رُو یاں
دو اسب عاشقاں ہیں منج اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں
میری اپنے

معانی نا بوجھے خوبی برائی پیسم دارو کی
ہزاراں شکر مو دارو اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں
میرا علاج اپنے ہاتھوں سے

(۲۱۰)

۱۵۴۰ خدا کا لے ناتوں پیت پھل کھلائیں — تو تازے اُپر تازے بھی بار لیائیں
لیکر نام محبت کے پھول — پھر پھل لائیں
یک یک بھاؤ ہور یک یک ریت — سو لکھ شہر میانے یک یک کو جلائیں
اور ایک

سو من آسمانی انچل اوڑی ہے ۔۔۔ سورج چاند رخساراں جگ گامیں

تازمیں ۔ اوڑھی ۔ وہاں

منجے ایک کر جاتوں ناچار کر ۔۔۔ منجے ڈھونڈ نہ جیو جوتی تو پایب

مجھے ۔ مجھے

صراحی ہی نایک دھر تبخیڑیاں ۔۔۔ نین سوگی نرگت سوں نپیہ بھوامیں

نال ۔ ہونٹ ۔ آنکھ (سو کے) ۔ عشق نی شرب

صری سنہلا جگ منور کرے ۔۔۔ پیالے سو بہت سو ہو کر دیامیں

ہاتھ میں سورج

قطب نبیہ کے دھوسگی کرتی تھی

کی محبت

نبی صدقے اکوں اپتال آزمامیں

اب

(۲۱۱)

پتلیاں مصلیٰ طاق بھوں ابن بے نیاز کوں ۔۔۔ احرام باند کر سو کھڑیاں ہیں نماز کوں

باندھکر ۔ گھڑی

پلکاں طواف کرتے ہیں کعبے مین کوں ۔۔۔ تا مدعا بر آوے ایس دل کے راز کوں

کعبۂ چشم کو ۔ اپنے

ہاتاں کو دیکھ بچکتے سو جوبن کوں جیو ہے ۔۔۔ بھٹین نین سوں دیکھتے ہیں ہات باز کوں

ہاتھوں کو سر دیکھ کر ۔ مرلیتاں کی آنکھ سے ۔ کا

باندے ہی کھیچ جوڑے میں بیامی اُبھال حسن ۱۵۵۰ بُند خوی برسیں یا نت من سرو ناز کوں

باندھے ۔ پر ۔ دل ۔ سیاہ بادل عورت ۔ بوند پسینہ کے ۔ کی طرح

کرتار ہر یک کس کوں دیا ہے ہر یک کام — لاگیا ہے کام عشق کا مُنج عشق باز کوں
خالق ہر ایک کو ایک لگا مجھ

بھو منتراں سوں پالے سنپارا سو ایک ناگ — رُوں رُوں سنپولے لبدے ہیں اس غمزہ باز کوں
بہت سے سپیرا ہر رویں میں

حضرت علیؑ کی لے کہ درازی اہے تمام
(بیٹے) (کی)

صدقے نبیؐ کے قطب کی عمر دراز کوں

(۲۱۲)

کنگی چھٹ ہات تھے دھن کے رہی یوں سیام بالاں میں
چھوٹ کر ہاتھ سے نازنین بطرح سیاہ بالوں

کہ جوں چند ابر د کرناں سوں مل دستا ابھالاں میں
جطرح چاند سے ملکر نظر آتا ہے بادلوں

نین تپلی سیہ جوں مشک، جو ہر جام بھیتر پا
آنکھ کی اکے اندر

جڑے ہیں جوہری نیلم پچھل لیا موتی ڈھالاں میں
لا

کریں جوں سیر پانی میں بھونگ پیاہی ایس میں آپ
آپ

دیسیں تیوں عکس بالاں کے سو درپن صاف گالاں پیا
نظر آئیں اسطرح بالوں آئینہ کی طرح گالوں

گلالی لال پھانکاں دو آدھر پروال ہیں وہن کے
ہونٹ
ترتن جھلکار جوں دامن چمک ہیں پھول مالاں میں

پتنگ دل عاشقاں کے بِل رہے جلبل کجل ہوکر
جل بل کاجل
سو تس پھین نپوچھو کوئی جو ین نوری ہلالاں میں

پون جوں پیچ کھاوُنڈلاے صبحی ات تنک پن تھے
ہوا ڈھونڈے سے
دیسے نازک کمر تج وو خماری ڈول چالاں میں
نظر آئے تیری اُس طرح ڈلتی چالوں

عجب کچ کھان مخفی تھے سو پرگٹ پر قطرۂ دل
سے ظاہر
کچھ
جواہر سمندراں البیں ہر یک تا نے خیالاں میں
کے سمندر

(۲۱۳)

تیری دوری تھے مرا دل کوں نہیں یک دم قرار
فراق سے
تیری مجلس کا سو باقی پیک پریاں مست ہوئے
تلچھٹ پیکر

مچھلی نمنے تلملوں ہوتا جو لگ نہ دور توں
مچھلی کی طرح بھی
ہشت جنت میں تھی کس جنت کی چنچل حور توں
ہے

سب بہاریاں کے تین تھی پردہ تھا جہ نین پر
تیری دستی تھے اڑیا پڑا عجب و ستور توں
(آنکھ سے — تیری — نظر سے)

تج نین بجلیاں تھے بجلی سب سہیلیاں کی چھپی
سچلی دستی ہے سُندر جیوں طور پر کا نور توں
(تیری آنکھ — سے — سچی — نظر آتی)

سب فقیہاں ل الف نا پڑک کہتے ہے پڑو
میرے دل کے شہر کوں دایم رکھے معمور توں
((و) پڑھ کر — (ب) پڑھو)

پند گویاں تھی ہوا ہوں عاجز و بیہوش میں
میں سو عاشق با نوا و علم میں سنپور توں
(سے — اور — کامل)

کوئی بوجھے رمز تجھ بن قطب کا
لب شکر ساقی پیالا بھرک ہے فغفور توں
(کہ)

(۲۱۴)

بھواں کی کوشکی جب تھی تمیں چڑائے کماں
سوار رخش ہوئے جیوں کہ رستم دستاں
(سے تم چڑھائے — مثل)

تماری نازکی جب اوس جیو کے باغ پڑی
چووے وو اوس تھی ہر دم شراب لعل رواں
(تمہاری — دل — (میں) — ٹپکے — اُس — سے)

وو باس اپنی پری ل سوں چھید تا دم دم
ہر یک پھول اپس وضع سوں دکھائے کتاں
(وہ — اپنی)

بڑائی کرتے ہیں سب پھول اپنی باساں کی
یکایک آئی تمن پھول باس اونوں کا میاں
(خوشبو — تمہاری — ان کے درمیان)

تمارے چھن کے کرشمے سوں علم ہے سب عالم بغیر سحر سوں کھینچے ہیں طالباں کوں دل
تمہارے
تمارے نین کوں نرگس سوں کرتے لوگ تشبیہ کہاں تو جھیں اُنوں جھڑتا ہے اس تھے دو جہاں
تمہارے تجھیں وہ سے
نماز و روزہ سوں اچھنا کہ دل میں ہے پیر دکھاتے شیوے عجائب منج اِن زباں کے بتاں
رہنا سے مجھے
شراب صاف میں دھو کپڑے ہور غسل کیا رقیب کے مکھ اوپر توڑتا ہوں تال تتاں
اور
کہ سات سمند من تمسکرت علم ہے تو توڑے جیو وہ کاری دکھاوے اسکے کتاں
سمندر کی طرح
بھولیا ہے جیو مرا اس کے تل کے خال اوپر کہ پڑے ہیں منجے چوندھر تھے اسکے کتو خطاں
فریفتہ دل چاروں طرف سے

ہزار شکر الٰہی کا کرتا ہوں ہر دم

دمامے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۲۱۵

بلبلاں کرتے ہیں باتاں خوشی تھے پھولاں سوں منج وسے تج دسے سم نا آویں گے جاناں سوں
سے پھولوں کے ساتھ
کر سونار سو میں راستی کی بات کھیا ... ۱۵۰ نہنہ ترازو نمنے جو کہہ کر کھیا ہوں تمناں سوں
عشق کی میں کہا

مے ادھر لعل تھے منگتا ہوں پینے ہو دن تھے
ہونٹ سے چاہتا بہت سے

کون اَو دن اچھیگا پیالہ پیویں ہمناسوں
ہوگا وہ ہمارے ساتھ

تخم پیت کا ازل تھی پیا ہیں دل ہیں مرے
محبت سے بوئے

تو تمن بات کوں جاوب کروں پلکاسوں
تمہاری

عشق کے باغ میں گل پا و محبت کا ہلیا
ہوا

کروں اسپند لے ڈھنڈتا ہوں اُس پاتاسوں

آپنی آرسی کالاف سکندر نہ کرے

تیرے ہت آرسی دکھ گم ہوا اپ ناماسوں
ہاتھ میں دیکھ کر

عشق کا بات نہ آوے کنے ہور لکھنے ہیں
کیسے اور

ساقی پیالا پلا ہور رقص کرو ہمناسوں
ہمارے ساتھ

تمارے شہر میں بیٹھے ہیں فتنہ ہو کہ ہیں
تمہارے

کی نہیں کرتے تیراندازی اپس نیناسوں
اور کیوں اپنی آنکھوں

صبر گزریا ہے صبوری تھے معانی تیرا
سے

بر ہا تند ہوا لطف کرو نازاسوں
فراق سخت

۲۱۶

جدہر دیکھوں تو دسے حسن تیرا مجہ نین
نظر آئے آنکھیں

کر دل چمن میں تمارا ہی باس جیسے چمن
تمہارا خوشبو

پیالہ بھر تھے پیونگا رقیب کے ہت تھی
پھر سے ہاتھ سے

کہ مستی سوں کر چڑیا کر پھڑ وانوں کے انگن
اُن

نہنڈی کیے رنگ تیرے تھے جھڑ بن باغ گئے ۱۵۹۰ تو زیب دیکھ کے یوسف چھوڑیلے آپنے وطن

تے

تو نار جھاڑ تھے پھل چننے ہات نال اپڑے پرت میں ڈال مو اقد عصائے چننے رتن

تے پھول

خبر مو بھاگ کا بھیجو نین کے حاجب سوں تماری یاد تھے جیتا ہو سب خطا و ختن

سے میہ کی سمت

او بت کا ناز سے کچھ ہر پلک کے نیناں تل نظر ہمارا سو کچھ دیکھ کر لیا ہے چمن

وہ نظر آئے

کرے سوال معانی تمن تھے سال بسال

ہمے

کہ سوال دیویں تو کیا کم ہوئیگا حسن ٹپن

۲۱۷

دیس آنند کا تو یاراں طرح عشرت کیتے ہیں خوش مکھاں جا کر تو تج پھل ار صحبت کیتے ہیں

کرتے

دن

گوشہ پھل جھاڑ خوب ہے اب میں جو ساراں مست یک بکے پھل جھاڑ تل او جھلک خلوت کیتے ہیں

کام پڑیا اب تو عاشق کوں کہ اس جنگل و باغ چندریاں ہر روز مجلس کوں سو نوبت کیتے ہیں

آہ ایسے منساں کہ جو اپجے جگت آئے بھر سو ہمارے تائیں سو رنگاں سوں فرقت کیتے ہیں

کرتے نے

وقت او آیا کہ اس عالم میں ہت آوے پھٹ — پی شراباں کیوں کہ کانٹے سوں ملامت کیتے ہیں

دوست رکھو وضع مے پیناں کا کب دشمن نزیک — ان زماں میں مست اس جام محبت کیتے ہیں

مندر با قوتاں کا توں جالے نہال گل کلال — اس کے تائیں مجلس صاحب مروت کیتے ہیں

تب کہ مست ہوا نکھ اس لطف ازل را کیا امید (رکھا) — واں کہ حاضر تھا ہو میں جو وقت جنت کیتے ہیں

پیالہ ڈھان کیا کر معانی تا نہ لیوی نام کو (ڈھانکا)
کیمیائی آن سو کر ان سوں حیلت کیتے ہیں

(۲۱۸)

میں عاشق بیباک کھیلوں عشق تن آدھا سوں — پیرت کے لا کا پراپن دل جیو کنوں نا وار سوں (وار سکوں)

مستی سوں تم گالی دئے ہیں بھی تو کچھ کہتی ولے — یک حرف کہتی مست رسیں گی چپ پے روشوار سوں

آگھر مندر میں نج لکھی مج جیو میں تج صورت لبی (پنچھ) — لوچن میں روشن توں دسی تپلیا جیو میں بیدار سوں

طعام و پانی باج میں کیوں رہ سکوں تج پیار بن — مج جیو کا آہار ہے تج یاد کی آدھار سوں (میرے دل — تری)

مج اس ازل تھے لکھ رہے ناد اسکیاں کیا پوچھتے — میری زباں عاجز ہے تم سنگت بولنے تکرار سوں
(سے)

پنکھی ہزاراں جگ منے بن جو اڑتے ہیں و لے — تو جوت مج پر چھائی تو جگ ناہوی چو سار سوں
(پرند) (میں)

ذرے سکل جگ بھر رہیں تج عشق کیرے گرد میں
(سب دنیا میں)

تو نور تھے ذرہ معانی ظاہر ہے انوار سوں ۱۶۱۰
(تیرے سے)

(۲۱۹)

جداں تھی عشق بن بوجتے نداں دیکھے تج اپنے میں — سکل سُد بُد گنواں پوجے رہے تج ناؤں جپنے میں
(تیرا نام)

(اسکے بعد دیوان میں صفحات چھوٹ گئے ہیں)

ردیف و

(۲۲۰)

پیاری کے چکر بال کوں ہیری عجائب سو — بنا مالی گنا پالی رہیا تیری عجائب سو

غباری کا خطاں پڑ ہنے سو چشمک سوں ارنکھی — قلم بال سوں ہنت صنع رقم کیری عجائب سو

معلم سو سخن آئے دکھا حرف نوا خط سوں — جگا جگ میں ہوا بحث عنبر پھیری عجائب سو

نمنی کیس ا پچھنے کا معما ہو یو جو شیخ　　کہ ہر کیس تجھے لکھ وضع تمرا سیری عجائب سو
ہے

سہن بال چمن مکھ پہ لٹک تیری سنبل جھیلے　　او تو لالاں سو کھیلے پھول سرنگ تیری عجائب سو

چڑہیا تیری پکار اٹھیا سو چوندھر جیوں برق　　یوں منی کجل انکھ میں چمک تیری عجائب سو

سکل کیس بڑا کھوپ بندی کوپ معانی پہ
سب بال
بچن کوپ دلا کوپ خبر دے ری عجائب سو

(۲۲۱)

کہیا کہ بوسہ سیتی ہمن تم جواں کرو　　کہیے پرت کی بات تمن جیو کا جاں کرو
ہے　　تم

کہیا کہ آفتاب کرن آئی تول کوں　　۱۶۲۰　　کہیے کہ قول جوت سوں لکھ کر رواں کرو

کہیا ادھر تمارے جیوں کوں جلاوتے　　ہنس کر کہی یہ بات نکو تم بیاں کرو
ہونٹ　تمہارے

کہیا کہ حق پرستی کرو بت پوجن سٹو　　کہیا کہ دو نو بات میں ایک امتحاں کرو
کا پوجا چھوڑو

کہیا کہ آدمی کا مروت نہیں تمن　　کہیے کہ بس ہے عشق تمارا نہاں کرو
تم کو

کہیا کہ عاشقاں کوں دکھانے کا بھید کیا
کہئے کہ عاشقی منے گونگی زباں کرو
میں

کہیا کہ مدگلالی چلاد یوے جیو کوں
کہئے ازل تھے مست ہوں تم ناسماں کرو
سے

کہیا کہ مرحمت کی نظر سوں نوازو مجھ
کہئے ہماری پنتھ منے جاں نشاں کرو
راہ میں

کہیا تماری سیوا معانی کا دولت ہے
کہئے کہ تم بھی سیوا برابر شہاں کرو

(۲۲۲)

حسن بعضے دکھو ہور حسن اے محبوب دکھو
زمین اسماں نمن فرق اہے خوب دکھو
کے مانند

سبحۂ دین دکھو ہور حسن جنم کفر دکھو
اور
خرقۂ زہد دکھو جامۂ مشروب دکھو

قصہ یوسف دکھو ہیر ہمی یاراں دکھو
اور
۱۶۳۰ پیرہن باس دکھو دیدۂ یعقوب دکھو

دوری دیکھو سو تماری وہمن صبر دکھو
خندۂ ناز دکھو گریۂ ایوب دکھو

درد بیداد دکھو درماں سو آس کر دکھو
تمہاری ہمارا
اس غروری دکھو ہور منچ ثمرہ جاروب دکھو
اسکی اور میری

آبِ زمزم دِکھو ہور اُس ٹھڈی کا نیر دکھو ۔۔۔ صافی چشمہ دکھو نا بِ منثوب دکھو
سرو کا قد دکھو ہور اُس لٹکن چال دکھو ۔۔۔ عشق کا آہ دکھو منج دل مجذوب دکھو
ناز کا ناز دکھو ہور انچل اُس سیں دکھو ۔۔۔ سوکے کے بھالے دکھو سینہ مطلوب دکھو
نیہہ کا زی دکھو ہور مو دل مجنون دکھو
کوہکن دیکھو معانی دلِ مکتوب دکھو

(۲۲۳)

آ ہواں پائے خطا کی زلف مشکیں باس بُو ۔۔۔ کُچ عجب ہے راز اُس کی باس پر تجھے وار مُو
منج کرے مجنون دیوانہ پیا اب نیہہ سوں ۔۔۔ بھی کیئے زنجیر زلفاں سینی زلکوں بند اُو
دو دو کے نخوا دیں مو نین تیلیاں چلبلیاں ۔۔۔ تو لبد کیتی ہیں تیرے میٹھے چومیاں سینتی خو
مستی ہی تج ناؤں کی ہے سو میں اوپر سدا ۔۔۔ تاج وافسر میں کیا اس مستی کوں کیا کینگے گو
طوفِ طاق کعبہ کرنے دے منجے فرصت خدا ۔۔۔ خاک سر مہ کر دماغ اپنے کو دیو وں عود بو

منج محبت اُس ترک کا میل ہے اسکا شکار میں شکاری ہوں کھیا ابرو کماناں ناندے دو

باز جنگل باگ کا سیمرغ کوں کرتا شکار

اس کے جنگل میں معانی ہے بچارا مورو مور

(۲۲۴)

مرے مذہب کی باتاں کھولکر اب کیا پوچھینگے کو (کوئی) ہمیں جانے و مذہب ہے ارقیباں کیا غرض تمکو

پھولاں کی شاخ پر بیٹھا ہے بھنورا نیہہ سوں جلتا بھیریگا شہد رس اب تو ہمن اللہ جیو کا جو

ابروں رُوں کا چھایا ہے ترے مکھ سور کے اوپر او ابراں تھی چووے مہ بند اس تھے دل کیا ہے خو (سے ٹپکے مینہ کے بوند اسلئے)

کئے بنیاد مستی کا تمن دکھ زاہد و جاہل کروں کعبہ میں سجدہ ہر کدہر کوئی کینگے مو

ازل تھے ہم تمن میں یاری ہی اے بیرمغاں (سے، تم) عجب کیا ہے چھپا کر دیو مُئے منجکوں پیالی دو

موں یک بات و دل میں آ بایک میری نہیں عادت نہیں سُنگ دیکھو انگ مبارکہ پکڑتا ہے کیمدھے بو (سونگھ، عشق)

ہمارا عشق کا مجمر سو سر تھے روشنی پایا (منہ، پھر سے) اگر بو رعو و عنبر سونگھ کر ماغاں کوں کروں خوشبو (اور)

کروں تعریف میں کس دھات سوں میوہ یاں کے رنگ کا — یوں جوبن کے ملکیاں کوں لگیا ہے میوہ رنگین ہو

کے — جوانی کے — مولکوں کو

بہشتی میوے ارزانی ہوے ہیں اب معانی کوں

رقیباں اپے برائی دیکھ کر جاتے ہیں جگ تے تھو

سے — تو

ردیف ہ

(۲۲۵)

شبیہ مہ نیں روشن کا نوش تج مکھ پہ ہوا چرده — باندھے ہیں تمہاری کا اس نین اپر پرده

تھا حکم سلیماں کا خاتم ستیں جن اوپر — مکھ حکم ستیں حکماں دو جگ میں سدا کرده

نور نبوی مکھ پر تیرے سوا دیتا ہے — دانش کی نظر میں ہے اس نور تھے پرورده

سے

بے دانہ و پانی تھے آدم اچھے کیوں زنده — مکھ دانہ ازل تھے سیج منج جیو میں آورده

سے زندے — سے سوچکر میرے دل نے لئے

داتے او پر آنچل کا دو جھل کرے ہے نہ کا — کیوں جاؤں چرا چرنے دو دام ہے گسترده

وه — چارا

اس دانہ کے تئیں میرا دل دانہ ہو پچھنے — دے خمس وہ دانہ کا مونیر خضر خورده

وه — میرا

تج عشق کے پنہاں میں مکین معانی ہے
باجوت نین منج پر تا دبسوں کرو پردہ

(۲۲۶)

تمن روشنی بن ہمن روشنی ناہ — تو دیدار بن سبھی دیدار ہیں کاہ

تمہاری — تیرے

سبھی جھاڑ کوں پت جھڑی باد آیا — چکر کھانس پر ہی نظر تو دسوں شاہ

تمن خیال سیتی ہمیں خیال باندے — رقیباں نو جھیں بے تا آہ ہے آہ

تمہارے — سے — ہے

نمازاں کروں رات دن ملنے کیاں میں — ہوا منجکوں روزی ذو الحمد اللہ

کی

اندہارے کے باول منجے بڑی جو پہر — خدایا تو بھیجیں ہمن باد دلخواہ

کتا صبر فریاد کر چپ نرہ توں — کروں آہ آہاں تمن نہیں ہوتا آگاہ

ہوا بیقرار آہ آہاں تے میں اب — نظر با منج اوپر سونگا کہ جیون ماہ

سے — ڈال مجھ پر نظر آؤنگا

کریگا اگر یاد وو منج دکھی کوں — کروں یاد اگر کس کوں استغفر اللہ

وہ — کسی

معانی ہے عاجز تری خدمتاں میں

نہیں مُد مُدا سکوں تو کر سب تھے آگاہ

سے

(۲۲۷)

نیناں کے بندیں الجیا ہوں کن نہیں ہے آگاہ
نا بوجھ سک کہتے منجکوں دیوانہ گمراہ

نیہہ کھڑگ دھارا وپر چلنا بہوت ہے مشکل ۱۶۷..
چل نا سک اس کے اوپر کھوئی ہیں سب اپنی راہ

پیارا عشق کا ہو کر نیہہ صف میں ڈٹا ہوں
ہے مدعا یہ میرا سجدا کروں وو درگاہ

لکھ پھول آسماں میں دستے ہیں تارے جوہر (نظر آتے)
اپ کام میں (اس) میں پھرتے نہیں کس تھے کوئی آگاہ

ہیں مات تیرے جسم انگے کیقباد و رستم
چرے بندے ہیں تیرے ہمکوں کہا اپنے دلخواہ

کن لکھ سکے حساب تیری صنعت کے یارب
منشی نبوجھیں انشا قلماں ہوے ہیں جیوں کاہ

کافر کہو منجے کوئی یا زاہد و مسلماں
احرام باندیا اس کا نا سوجے ہور درگاہ
(سوجھے اور)

تج نیہہ صور کوں جھارن کوئی جگت میں (؟)
یک رنگ ہوے سو جھاڑے تو ویسے سب میں جمیاہ

ترکیب ہے ہماری ترکیب لے تراکیب — نک نوش و ارو بیجو ترکیب ہو ویگا شاہ
بہت

میں طفل ہو تمہارے کتب تھے علم پوچھیا — تو دیویں علماں سب شاباشی منجکوں گہ گاہ
سے

یہ سرفرازی بس ہے دو جگ منے معانی
میں

منج سیس پر لکھیا ہے اسم محمد اللہ
میرے سر

(۲۲۸)

رکھے ہے منجے گوشہ میں اپنے دلخواہ — ۱۶۸۰ ہزاراں شکر کرتا ہوں تا سحر گاہ

ہمن بزم میں نہیں ہے شیشہ کا حاجت — کہ دل شیشہ کرتا ہے قلقل شہنشاہ
ہماری

کیا ابتدا ظلم تم حسن کا اب — منج اس ظلم تھے اپنے میں رکھا اللہ
سے اپنی پناہ

اٹھیا باد چو ندھر تھے تج عشق کا یوں — گئے ذرہ او ڑمیں رہیا ذرہ درگاہ
سے

ہمن کوں ہے بتخانہ او خال ہندو — کروں سجدہ سکوں دکھاوے منجے راہ

ننھے پن تھے رکھیا ہوں تج در پر سر — کہ پایا ہوں دولت اسی تھے کمیں گاہ
وہ — بچپن سے — سے

معانی گنہگار ہے بخش یا رب
بندیا دل ترے مہر سوں توں ہے آگاہ
باندیا

(۲۲۹)

عشق گھر میں کرے اپ آشیانہ — سچیں تجکو سہاتا ہے اسے خانہ
اپنا — سچا — یہ

ہنسی میٹھائی سیتی دل بہلائی — نو جے کن کجل انکھ راکھے دانہ
سے

تن باساں سیتی پنکھی ہوا ہیا — نہ لے گی بوج بلبل منج فسانہ
سے

چڑیا ہوٹاں کی مسی کا اثر منج — اسے ستی میں ہے کس خمار خانہ ۱۶۹-
چڑھا — مجھ پر — یہ — نہیں

دیکھوں جب آس سوں ہوئے آہ پردہ — ہوا ہوں اس تھی میں سرتھی دوانہ
سے — پھر سے

سنار وپے کی چوری میں نجانوں — چرآتا ہوں او یاقوت خزانہ
سونا روپیہ — وہ

ترنگ تج ناز رستم نا سکے چڑ — تین تیز آب سوں کرتے نشانہ

کشش بیڑی اپر کن چل سکیگا — ہزاراں لرزہ ہے اس کارخانہ

فلک قلاب سوں باندھیا ہے بیڑی

معانی تو دِسے شاہِ یگانہ

اسی لئے نظر آتے

(۲۳۰)

میں دعا باں پڑوں کیتا نکرے منجکوں نگاہ
ٹیلا پیشانی پہ لا جاوُوں گا اس کی درگاہ

مے ہے مجلس منے کِن لاف صبورِی مارے
اسے عاقل نہ گنو تم وو ہے سب میں تباہ

نور ہو قد کے بچن بولنے صحبت میں تی
جل نکلتا ہی دھنواں تج تھے سحرگاہ پگاہ

عرضہ کرنے کوں پھولاں کن تھے صبا آوے باد
کیمیا دِشٹ کرو تا دھریں سر پر سب شاہ

پگ ہیں نازک ترے ہور نازکا رفتار اہے ... سرو یک پا پہ کھڑا ہے کہ ہمن بخشو گناہ

مستی سوں جب ... بگڑی بھنواں اور پر کج
میں دعا کرتا ہوں یارب کہ رکھ اس اپنی پناہ

پکڑے اغیار نپٹ اب تو معانی دنبال

صبر گر زریگا تو ہشیار ہیں مارینگے آہ

ردیف ی

(۲۳۱)

سہیلی کہی یوں کہ تج نیہہ تھی بالی
تیری محبت
سو مدمست ہو ملنے کی ہوی اوتالی
ہوکر ملنے کیلئے — جلدباز، مشتاق

مدن بان ساندے ہے پلکاں تے چھند سوں
تیر مارے — سے عشوہ سے
کہ جیواں ہرن پر سرک زلف کھالی
دلوں کے

پیا بن برہ دکھ ستاوے سدا منجھ
کے بغیر فراق — ستاوے — مجھکو
پیا سوں ملاوے سو دھن منج جو آلی
نازنین مجھے

سجن کے درس تئیں ہمن تئیں پیاسے
درشن کیلئے — ہم
دکھا کر پیا کوں مکھڑا منج سنبھالی
دکھا — مجھے

مرے دل ہیں نس دن تھی ہے پند بستا
رات — سے
کہ شہ کے چرن تھے نہ ہوؤں نرالی
قدم — سے — جدا

سہیلی توں خاطر پیا کا پکڑ کر
سجن کے خیالاں ہے سب لاوبالی

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہو سرسوں
شروع سے
جو بن ناد تاریخ چولی میں کھالی

(۲۳۲)

نہ بچھڑوں سائیں تھی یک تل سہیلی ۔۔۱۰۱۰ پیا کی رنگ سوں ہیں ہوں بکیلی
سے لمحہ — سے

سدا پیو جوت سوں مین جگمگاتی — پیا نیہہ کی چھبی سوں ہوئی ہوں چھبیلی
پیا کی جھلک سے — کی محبت سے — اکیلی

سکیاں پیاریاں متے میں پیو کی پیاری — ہوی پیو نیہہ سوں پھل جوں نویلی
میں — پیا کے عشق سے پھول

سجن قد سرو سوں منج دل بندھانا — پلیٹی روکہ کوں جوں کونلی بیلی
کہ سرو جیسے قد سے میرا — درخت کو جیسے

پیا مطلق منجے دل تھے بسارے — پیا بن کیوں جیوں کہہ ری سہیلی
مجھے سے بھلائے — کے بغیر زندہ رہوں

سینے تھے منج پیاری نیں اتاری — کیے رنگ رس سینتی منج نت نویلی
سینہ سے مجھ نہیں — سے مجھے

نبیؐ صدقے قطب شہ ہے سیتے
سے

نچھوڑے سیج پر منج کد یکیلی
مجھے کبھی اکیلی

(۲۳۳)

پیاری سہاتی ہے ابھرن سوں بھاری — تو جاگا کرے من تیں چھند سوں پیاری
جگہ — عشوہ سے

او چنچل کوں دیکھیا ہوں ہوگن میں ماہر — بھلائی ہے تو عاشقاں کوں اوتاری
وہ دیکھا

محباں کے من لبدے ہیں تج سوں دوایم — گھلی ان نین میں برہ کی خماری
دل مائل ہوئے تیری طرف — آنکھوں فراق

۱۷۲۰ مدن بان ساندے ہی چھنداں سوں موہن — ہوئے عاشقاں دل کے اس تھے شکاری
عشق کے تیر مارے عشووں سے — سے

نین سوں نین لاکہ موہی ہوں پیو پر — کہ تن من ایس اس کے انگ پر تھے واری
آنکھ سے آنکھ ملا کر فریفتہ ہوئی ہوں پیا پر — اپنا جسم سے

سجن کے چرن پر رکھی سیس اپنا — جگت کوں پیا دھیان میں ہیں بساری
قدم سر — دنیا کو پیا کے خیال بھول گئی

نبیؐ صدقے قطبا پچھانیا ہے تجکوں
پہچانا تجھے
کہ سب میں ہے توں اسکی من کی پیاری

(۲۳۴)

پیا کا عشق ہے میرا ایار جانی — بن اس نہہ کوں جیو کریں نجانی
بغیر اسکی محبت کے کس طرح جیوں مجھ کو معلوم نہیں

محبت ہے منج جیو چمن کا سو میرا — پرت پھول رنگ رنگ کے اسکی نشانی
میرے دل میں — محبت کے

ہوے عاشقاں روپ لیلی نہ مجنوں — ولے ہوی ہمارے وقت او کہانی
وہ

عشق پنتھ میں جن نچ بے تاب ہووے — اُسے عاشقاں کہیں نہیں او سیانی
ناراہ جو — نہیں کہ وہ

محبت کی سلطانی ہے سب جگت میں — کہ اس سم نہیں کوئی گیانی و دانی
کے مقابل — دانا

سمج سے ناہر کوئی معنے پرت کے — نہیں فہم ہر کس کوں ہے اے پچانی
سمجھ سکے نہ — محبت — یہ پہچانی

نبی صدقے قطبا کوں بن سامیں مکھ بن
تیرے چہرہ یار کے — ۱۰۳۰
نہیں دیستا ہور مکھ یوں نورانی
نظر آتا اور چہرہ اسطرح

(۲۳۵)

چھبیلی ہے صورت ہمارے سجن کی — کیا پوتلی اس کہوں اپ نین کی
پتلی اسکو اپنی آنکھ

نہ دیکھیا پھل کوئی اس سار صورت — سراؤں کتے زیب اپنے موہن کی
صاف پاک کی طرح — سراہوں کتنا ہی

چنداسا دیکھیا مکھ اس سروقد پر — تو ہوتی ہے شرمندہ تپلی گگن کی
چاند جیسا دیکھا چہرہ جیسے — آسمان

ترا حسن پھل بن تھے نازک دسے تو — نہ دسے ترے انگے چھب کوئی بن کی
پھولوں سے نظر آئے — نظر آئے مقابل

نین تیرے دو پھول نرگس تھے زیبا — نزاکت ہے تج مکھ میں رنگیں چمن کی
آنکھ سے زیادہ — تیرے چہرہ

ترے زلف پھنداں میں دل عاشقاں کے — رہے ہیں سو عاشق ہو پیو کی نین کی

نبی صدقے قطبا سوں او پیو ملیا ہے
تو کیا کہہ سکوں بات اس مکھ سمن کی

(۲۳۶)

چندر کوں سائیں کے مکھ تھے سہائی — بخت اس کے جن اس چندر کوں منائی

او خوش تج چندنی کوں لا دوں گلے — کہ منج کوں مرد وٹھے ہو سوں ملائی

انگن کاچ پر موتی چوتی بچھاؤں — کہ سائیں کے پھل پگ اس او پر بنائی

چندن ہور عنبر کدم کر لگاؤں — کہ موہن کوں خوش باس تیں من بجھائی

گلاب آچھے انگن میں چھنکاو کے — پیاری ہو مندر کوں چھندا سوں آئی

بچھاؤں صدر تج ہیرے کا جوں — شبھے میرے لالن کوں اے اچب کہ جائی

نبی صدقے قطبا پیا مکھ کنول گل
بھونر نمنے منج دلکوں تل تل ہلائی

(۲۳۷)

مرے چاند کوں چندنی کی نس سہاوے — کہ جوں نور کسوت سوں سورج پناوے
چاندنی رات زیب دیتی ہے — پہناتے

موہن چھند بھرے کوں منا لیا ہوں گھر — کہ تا اپنے چھند بند سوں موہن رجھاوے
ہمارے — میرا دل

پیا سوں کھیلی نیہہ ات بال پن سوں — تو رنگ رنگ سوں او گرٹ بھر یا مج بھلاوے
کے ساتھ محبت بچپن سے — وہ سے مجھے

سجن بول تھے پھول جھڑتے ہیں جیو کے — عجب کیا جو اس باس سوں مج بھلاوے
سے دل — سے مجھے

جکوئی اس دو نرگس کے سرمست ہیں — او نوکوں نین رنگ کا مد پلاوے
جو کوئی — ان کو آنکھ کے کی شراب

توں سورج ہے چند تارے تج تھے سہاوے ۔ ۱۰۵ کہ جوں ..... اپس نور سیتی سہاوے
تو — تجھ سے چاند اپنے سے

نبیؐ صدقے قطبا کے تیں نت نویلی

انند راگ نیہہ مطرباں ہت گواوے
کے عشق کے مطربوں کے ہاتھ سے

(۲۳۸)

گوری سرپ ناری ہو چھند سوں اپ نواری — تو سائیں کے سو من میں ہوی ہے وو ناری پیاری
بہت عشوہ سے خود کو — اسلئے وہ

سُہنتا ہے رنگ بن اُس یا نین یا یہ اِس | پھل پگ ہے یا چرن اُس یا زلف یا نسکاری
پھول جیسے قدم

یاقوت دو ادھر ہیں دو گال پھل نظر ہیں | یا نس ہیں جوں قمر ہیں کیوں لکھ سکے چتاری
ہونٹ پھول | رات مثل کسطرح مصور

خوباں کا من رجھاوے پیاری کا دل بھلاوے | مد رنگ میں پلاوے جس نا اچھے خماری
یہ | سے ز رہے

رخسار گل گلالی دو پھول سہیں ہلالی | بہو رنگ سوں بن کہ بالی مد بزم کوں سنواری
سے بہت

شیشے رکھے بھرا کر نقلاں بیچ بنا کر | نا پیوے اپ پیا کر پی ہے مست ناری
پیا ہے مست ہے

صدقے نبی قطب شہ تج سوں ملی یہ بالی
تجھ سے یہ
جس حسن کا ہے جگ میں چوکھنڈ شور بھاری
چاروں طرف

(۲۳۹)

ہمارا سجن خوش نظر باز ہے | تو اُس دل میں سب عشق کا راز ہے

گلے بانہہ دے کھیلے ناریاں سوں کھیل | جوں کھیلے پیا او سرافراز ہے
میں ہاتھ ڈالکر عورتوں کیساتھ | جس کے ساتھ پیا وہ

ادھر رنگ بھرے سُہتے مانک نمن | کہ یاقوت رنگ اُن تھے ورانہ ہے
ہونٹ رنگین زیب دیتے موتیوں کیطرح | سے

سکیاں سائیں چھند سوں نپواۓ آپ — تمن حسن کے تیں سو او ناز ہے

تمہارے

سنوارے ہیں مجلس پیا روپ سوں — مدن مطرب اس میں خوش آواز ہے

اپنے چہرہ سے

سنوانریا ہے من موہنیا اپنے تیں — پیا کوں اینوں سوں ترکتاز ہے

سنوارا — اپنے لئے — ان سے

نبی صدقے قطبا پہ آنند دار

عیش کا دروازہ

علی کی میا تھے سدا باز ہے

محبت سے

(۲۴۰)

سجن کے نین پھانسے مستی کے ڈھالے — اس اوپر سہے نقش چھند بند چالے

پھندے — زیب دے

پیاری سوں ملنے کا پھانسا پڑیا ہے — سکیاں من ہتے ہیں اوسی تھی او تالے

سے — پڑا — سکھیوں کے دل — اسی لئے

لٹک چال سوں جب چلے سرو قد سوں — او چھپ دیکھ کر سرو آپ نا سنبھالے

سے — (جیسا) لیکر — وہ — خود کو

پرم رنگ رسیلے کوں گر سو ریجھا کر — لگاووں گی چھاتی پلاؤنگی پیالے

محبت کے — کو — سے

چکاونگی اس حسن ماتی نین کوں ۱۰۰۰ پرت بین سوں سائیں کا من بھلالے

حسن کی دیوانی آنکھ کو — سے — دل

سُہیں دو او دھر رنگ بھرا اچھی پیو کے　　دسیں دو تو او گال جوں پھول ڈالے

زیب دیں ہونٹ　　نظر آئیں وہ

نبیؐ صدقے قطبا کہ اس یاں سہنتے

پرم مد کی مجلس میں مے دیتے بالے

محبت کی شراب　　کم عمر

(۲۴۱)

پیا کے نین میں بہوت چھند ہے　　او دو زلف میں جیو کا آنند ہے

بہت عشوہ　　وہ　　آرام

سجن یوں میٹھائی سوں بولے بچن　　کہ اس خوش بچن میں لذت قند ہے

سے

موہن کے او دو گال تشبیہہ میں　　سورج ایک دوجا سو پونم چند ہے

وہ　　دوسرا　　چاند

نول مکھ سُہے حسن کا پھول بن　　نین مرگ ہور زلف اس پھند ہے

آنکھ ہرن اور پھندا

او کسوت تھے جیو باس مہکے سدا　　تو او باس ناریاں کا دلبند ہے

اُسکی　　سے زندگی کی خوشبو　　وہ خوشبو

پیا کوں بلا لیائے ہو اپ مندر　　دو تن من ہیں اس تھے ہمن ونند ہے

اپنے مکان میں　　رقیب کے دل میں اس وجہ سے ہماری مخالفت

نبیؐ صدقے قطبا کوں اپ سیج لیدی

اپنے

تو چوندھر خوشیاں ہور آنند ہے

چاروں طرف سے　　اور

(۲۴۲)

میں اپ پیو سوں آج رین جاگی ساری ۱۰،۰۰ پلک پر پلک شوق سینی نہ ماری
اپنے پیا کے ساتھ رات — سے

پیا بن گمے ناں منجے ایک تل خوش — پیارے کوں یوں جیناسُن ہیری پیاری
کے بغیر گذرے نہ مجھے لمحہ — یاد کرنا

او مکھ سم چندا نیں ہے جھلکار چھب میں — او نیناں کے انگے چھپے نرج تاری
اس چہرے کے مقابل چاند نہیں ہے — ان آنکھوں کے مقابل

پیارے کے کنٹھ لاگ آنند سوں رہنا — زمانے کے کاماں کوں نیں کچ پتیاری
گلے لگ کر عیش سے — کو نہیں ہے کچھ بھروسہ

نہ رہ سک سوں یک چھن پیا تھے جدا کب — کہ ہرگز کدہیں پیو تھے نیں ہوں تیاری
نہ رہ سکوں لمحہ سے — کبھی پیا سے نہیں

پرت کا تیرا ہا وا جس کوں لگیا ہے — جیا اُس کا تج سوں بندایا ہے پیاری
محبت ہوا کو لگا ہے — دل تجھ سے بندھایا

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل کر رہوں گی
کے ساتھ

اوشہ کے چرن سیتے ناں ہو سوں نیاری
وہ قدم سے نہ ہو سکوں جدا

(۲۴۳)

پیاری کے نیناں ہیں جیسے کٹارے — نہ سم اُس کے انگے کوئی ہیں دو دھارے
برابر آگے

اثر تج محبت کا جس کوں چڑے گا — ترے لعل بن اسکوں کوئی ناں اتارے

تیری — پڑھے — ہونٹ کے بغیر

دو لوچن ہیں تیرے لنگ چور راو — او نو سوں ڈلیری نکر سب ہی ہارے

ان سے — نہ کرے

سُہاتا ہے تجکوں گماں ہور غروری ۔ ۱۷۹۰ کہ ماتے اہیں تج حسن کے پیارے

اور — تیرے

سکیاں میں ہے توں مرگ نینی چھبیلی — سجن تو نہیں ہوتی تج تھی کنارے

آہو چشم — تجھ سے جدا

عجب چنچلائی ہے تیری نین میں — کہ کھنجن نمن ایک تل کہیں نٹھارے

شوخی — آنکھ — کی طرح — لمحہ — نہ ٹھہرے

نبیؐ صدقے قطبا سوں مد پیو جم جم

کے ساتھ

دو چند مکھ کہ جس مکھ تھی جوتی سنگارے

وہ چاند جیسے چہرہ والی کے چہرے سے روشنی کو آرائش ہے

(۲۴۴)

نین ہیں دو پیاری کے جیسے ممولے — بھنواں کی ترازو سوں بھو چھند تولے

سے بہت عشوہ

کندن کی ہے پتلی جیون کی ہے مورت — تو سہتی ہے امرت بچن اس امولے

چمن پھول سب باس خوش بو کا پائے — سگھڑ سندری جب اپس کیس کھولے

اپنے بال

دسن جوت ہیریاں تھے آلے دیپے تب — سکی جب ادھر لال تھے موتی رولے

دانتوں کی چمک سے اعلیٰ چمکے — ہونٹ سے

نین کوں کیاں ہیں دو کھنجن پیا کے — نین کوئی کیاں چلبلاتے سپنولے

نظر جوت پایا ہے اُس مکھ صفا تھے — کھولے دل کو اڑان پیو بات بولے

چہرہ کی سے — دروازے

نبیؐ صدقے قطبا کی دشٹی پرم تھے

نظر محبت سے — ۱۸۰۰

سکی مکھ تھے جوتی اہیں نور سولے

سے چمکتی ہے

(۲۴۵)

ہمن سوں یاری لیو لائے پیارے — کہ یک تل ہم سوں مل سکوں بسارے

ہم سے اسطرح — لمحہ سے ملکر بھول گئی

پیا گل کنٹھ مالاں تھے نسوہی — کہ اپ جوتاں تھے کنٹھ مالاں سنوارے

سے — اپنی جھلکوں سے

کون پر مل چندن پیو رنگ مہکے — کہ اُس باسوں ہوئے سرمست سارے

خوشبوؤں سے

کجل نینی تجے مستی سہاوے — کہ تج نیناں تھے ٹٹتے لعل تارے

تجھے — تیری آنکھوں سے ٹوٹتے

سورنگ تنبول تج ہونٹاں بنیاں تو — کہ قدرت ہت سوں پھل پھنکڑی نگارے

خوشرنگ تیرے — ہاتھ سے پھول کی

ترے مکھ تھے دیپے ایس اوجالا — اوجھلکاراں کوں دیکھ چند سور ہارے

چہرہ سے چمکے — ان — چاند سورج

نبیؐ صدقے قطب سائیں سوں ملکر

سے

کرے خوشیاں اُسی تھے ٹک نہٹارے

اسی وجہ سے ذرا نہ ہٹے

(۲۴۶)

دوتن ہمن سیتے برائی دیکھاتی — جکچ دھرتی اپ من میں بھاتی

رقیب ہم سے — جو کچھ اپنے دل باہر ڈالتی

پھتر ہات نا ہوسنے تانبے کے کاماں — کُنڈ کوں سُنے ناد کا ہے بناتی

پتھر کے ہاتھ سے سکے — سونے کی طرح کیوں

بُرے کوں لنگسے سو کوئی خوب کرنے ۱۸۱۰ — کھتیل اپنا زرگر کوں کا ہے دکھاتی

سکے — کنتل — کیوں

دیکھا نا فلک نگے تیں جی برے ہیں — پلک پر پلک مار لگ ہاتی ہاتی

جو

گنوائی ہے دوتی جنم سب برائی — بھری ہیں سکیاں دشمنائی سوں چھاتی

رقیب — سے

جو کوئی دھیان ہور گیان میں دل رکھے ہیں — خدا تھے سدا اُنکوں خوبی سہاتی

اور

سے

نبیؐ صدقے قطبا کی دوتی کا مکھ ہو

رقیب

سدا نیلا پیلا کہ او ہے کہاتی

وہ — بدذات

(۲۴۷)

مرا من کندن ہے منجے کی کساتے　　بنی کم سنائی ہے تس آزماتے
مجھے کیوں کتنے

محبت منے بین یو من جیوں پاک سنا　　کہ سنگار سکیاں کر منج تھے سہاتے
میں سونا　　مجھ سے

برہ موس میں دوتی کوں پاک گالو　　کہ گن اُسکے پیو پیاری کے تیں سنتاتے
فراق رقیب کو　　ستاتے

دو کھاں کے ہتوڑیاں سیتے خوش سنواری　　کہ دوتی کے چھند بند نیں پیو کوں بھاتے
سے　　نہیں

جہاں لگ ہیں من موہنیاں کی سنگار　　پیا مکھ کہن جوت تھے رنگ پاتے
سے

بُرے سُنتے کے نمنے دوتی کوں جالو ۔ ۱۸۲۰　　برہ آگ میں کرتی ہے اپنی بھاتے
سونے مانند غیر کو جلاؤ　　فراق کی

نبی صدقے دوتی کے ہت سوں قطب شہ
غیر ہاتھ سے

پیاری سوں ملکر ہوے راتی ماتے
سے رات کو

(۲۴۸)

آج کل نیں تھا ازل تھے عشق کا مکتب منجے　　تو ابد لگ یوں پھبیا ہے عشق کا مذہب منجے
سے نہیں بلکہ سے مجھے　　تک اس طرح مجھے

عاشقی کے علم کا دیکھ عشق سب عشاق مل
معشوقی استاد کن بسلائے روز و شب منجے
کے کے پاس بٹھلائے مجھے

تو ہوا عالم ہیں پھر عالم میں نینہہ سوں کر عمل
علم سارے میں عَلَم ہو کر کنتے جگ تب منجے
عالم کہتے مجھے

پڑ کیتاں کے تعشقی عشق یک بحث سوں
اگرچہ عشق سے
تس پہ لکھ مثلے سکھائے چھند بند و لب منجے
پڑھ کر کتاباں تعشق عشق سے لاکھ مسائل وہ مجھے

نینہہ کی نگری میں چڑ دل تخت جیوڑ جا کھیا
لامکاں میں کا مکاں بی آج دستا سب منجے
عشق شہر چڑھ کر کے بھی نظر آتا ہے مجھے

عشق پیچا پیچ لے کر مار پیچاں پیچ لا
دھن سوں ملنے تیں سکھایا روز و شب یارب منجے
معشوق سے کے لئے مجھے

عشق سوں بولیا غزل حضرت نبی صدقے قطب
کے متعلق بولا
صافی کے اوصاف میں کے صوفی کی مشرب منجے
(کہیے؟)

(۲۴۹)

پھلئے رین یا تارے گھن یا بھوترے مکھ لے موگری
رات کو آسمان پر
یا نیلمی تاراں سوں بھر موتی پرّ وے سو کری
سے

سَرَوَن ہے او یا سینوتی پھل یا سینپیاں جو ہر بال کے
وہ کا پھول
۱۸۳۰
یا چند نو دُکان دیکھ پائے جگ جو ہری سنتو کری
چاند نیا

بھوّاں ہے او یا دو نواں یا مد ہے دام کے
یا چند نوی یا بھونرے پر نا سمج لئیں جگ جو کری
چاند نیا

یا مکھ ہے او یا چند پنم یا سور شعلہ نور پا
چہرہ وہ چاند پونم کا سورج کا
یا درپن او یا جام جگ یا پھل سرک کی لوگ ری
آئینہ وہ پھول

دھن کا دہن ہیرہ باں کا کھن لب لعل کند نو ذقن
عورت ہیروں کی کان
ستے سینے پر کچ رتن نیں ایسی کیں کس یو کری
سونے جیسے سفید سر پستاں کے موتی نہیں کہیں

جو لے طنبورا ہات میں گانے لگے سہیلیاں سو مل
ہاتھ کے ساتھ مل کر
کنٹھ زیل اپنا تن کے جوں گھوڑاں گلے میں کھوکری

حضرت نبیؐ کے صدقے سن باتاں قطب شہ مست ہو
کہیا کہ کرتا رات دن ایسی کی سوں بھوگری

(۲۵۰)

میرے صاحب نہ لوڑوں تیرے باوے — بغیر از بھی منجے ہور کچ نہ بھاوے
چاہوں — اور کچھ

تیری دوری سو ایسا کام کرتی — و بولاں منج تھے بولیا نجاوے
سے

منجے امید واری وصل کی ہے — جتا دوری سجن کی باوے لاوے
مجھے — جتنا فراق

کلی من میا باو بن نا کھیلی منج — جو ین پھول بن ساجنا کملاوے
دل کی محبت کی ہوا کے بغیر نہ کھلے میری

کدہیں بھی ہمیں اوت دکھین لاوا ۱۸۴۰ ہمن آس پروی پیامند آوے
کبھی — ہماری امید

اے ساتو ستارے انداں سوں ناچیں — ہمن بزم میں آ کے زہرہ سو گاوے
یہ ساتوں — خوشی سے — ہماری

نبی صدقے قطبا مینگے یو خماری
یہ
کہ تن من محبت کی مدسوں کھلاوے
شراب سے

(۲۵۱)

پیا میں نہ پچھانی کہو کن سو مانی — رکھی ہے تماری سو مکھ پر نشانی
پہچانی — کس سے معنی — تماری چہرہ

گلالی نین راتی ماتی ہین بھاری — تمن مکھ تھے مین بھید نس کا پچھانی
آنکھ — تمہارے چہرہ سے — رات

لٹاں مکھ کی جوتاں او پر توں سہاوے — کہ چندر پہ سنبل سہاتا کہ جانی
زلفیں چہرہ جھلکوں پڑ اطرح زیب دیں — چاند — سنبلہ

پیاری کوں لیاؤ و سکیاں تم مناکر — کہ منج پر رین آج بھاری بہانی
لاؤ — مجھ — رات

سجن کے بچن تھے جھڑیں موتی رنگ رنگ — ولے نا بجھے اے بچن کوں ایانی
سے — نہ بوجھے اس بات

سچی باتاں سائیں کنے ہین ہمن سوں — او باتاں سوں منج کوں کیسے ہیں سیانی
ہم سے — ان باتوں سے مجھے

نبی صدقے قطبا سوں سجنی ملی ہے
کہو عاشقاں دھر اے رنگی کہانی
عاشقوں سے یہ رنگین

(۲۵۲)

جیسا دیوانہ گگ نیڈا ہے تیری کھتنیائی — عاشق جنے چاکے سو بوجے اسکی مٹھائی
چکھے

معشوق وہی جن جو بوجھے عاشقاں کا قدر — عاشق بھی وہی آکے بجے بیم دھٹائی
پہچانے — بوجھے

عاشق کوں سدا وصل سوں اچھنا نہیں لذت — پیرت کی مٹھائی سو دو نو میانے رٹھائی
رہنا

نیں بوجھتی تھی دو تنی کچ پیم کے کاماں — پیترم کا لذت دو تی کوں ہیں آپی چکھائی

نہیں پہچانتی رقیب کچھ محبت — محبت رقیب خود ہی

تاج تو میرا کام پرت کا سو ہووے کیا — سائیں کوں بلانے سہیلی ہیں سو پٹھائی

اول تھے تو جی ہیں پیا پھر پچتا کر — ہیں پیو اپن ہاتاں تھی گر بوں سوں گنوائی

سے — سے

صدقے نبیؐ کے قطب پیاری کیئے نس دن

پیا کو اپنے — رات

پیاری ہو چھنداں سوں پیا آپ رجھائی

بہت عشوہ و ناز سے پیا کو خود

(۲۵۳)

جگ موہنی وو اتم سوناری — شہ پیم سنتی جھگڑتی ہی بھاری

وہ عورت — کی محبت سے

امرت بچنی میٹھی زباں سوں — چھند بند بھرن سو اپ سنواری

خود کو

وو چھند بند بھری ہی پیاری چھاتی — کی سوجتی اُس سوں توں گنواری

وہ

گر یوں کرتی ہے چھند چھالے — ہے پیم کی پنت میں وو پاری

عشق راہ وہ

ہے مرگ نین کیسند گونی — نیناں سوں کرے کما نداری

غزال چشم — آنکھوں سے

دو تن توں نکھا ہوشیار بازی — پیاری، پیا میں ہے سوناری

رقیب — اور

صدقے نبیؐ ہے قطب کے مانی

سکیاں میں توں ہوشہ کی پیاری

(۲۵۴)

مری پیاری سہاتی ہے تجے اپ حسن نیبانی

زیب دیتی — تجھے اپنے

بہت روپ نت ناریاں میں دیا اللہ تج شاہی

تجھے

سرو قد ناری جب آوے لٹک مکھ نو۔ جوتوں سوں

کی چمک سے

دیکھت سورج میں لٹکوں کلی چند مکھ دکھ جہائی

چاند رخ

اپن قد سرو دکھلا کر کیئے شرمندہ سرواں کوں

اپنا

توں اپنی چال دکھلا کر ہنساں کیرے چال سرائی

کی — بھلا دی

بہو گنونت ناریاں میں اہے گنونت ناری توں

بہت

پیاری ایسی بچناسوں سنوار اپ سیج میری آئی

باتوں سے — خود

قطب شہ پیارے کوں چھاتی لگیا چھاتی محبت سوں
لگا
جو سارا اُس کی دل کا دُکھ یک تِل مانہ گنوائی
لمحہ میں

(۲۵۵)

پیاریاں اے کہو مُنج دھر اول تج مندر آتیاں کی
یہ مجھ پہلے چھوڑکر آتی ہیں کیوں
جو آرنجانی جا بوسیاں سوں پھر مُنج پوک لاتیاں کی
مجھے ذرا لاتی ہیں کیوں

اول تھے اپنے اُدھراں کوں دسن سوں وستی لائے
سے ہونٹوں کو دانت سے
نشانیاں نیہہ کی لالی سو پاناں کی چھپاتیاں کی
عشق کیوں

نچھل جوے بُند کے موتیاں سٹ نکھاں چاند کے ہار تج
صاف عرق کے بوند ڈالکر ناخنوں (چاند جیسے) چھوڑکر
پرو کر پیو نپائی یو خوشی سوں گل میں باتیاں کی
سے گلے ڈالتی ہیں کیوں

سکیاں کی نین عیسیٰ کا اثر دھرتیاں کھیا میں تو
چشم مسیحا دھرتی ہیں کہا
پھر ادے نین جیو اُس کا کرشمیاں سوں چُراتیاں کی
آنکھ دل کرشموں سے چراتی ہیں کیوں

۱۸۷۰

عجب بے رحم معشوقاں ہے یاراں اس زمانے کے

جو عاشق کچ کہے سن کچ اپ بچن اس کی پھراتیاں کی

کچھ کہتا ہے تو خود کچھ اور سکربات اسکی کیوں نپلٹ دیتی ہیں

جو اعراضی ہو عاشق کہ سن یو سارے معشوقاں

دیئے تو آس کا وصل اُس اگر نیں تو بلاتیاں کی

نہیں

نبیؐ کے صدقے خوش قطبا سکیاں کوں عشق کی یاری

اگر ایسی نہ دیتا تو او نوں پگ پڑ مناتیاں کی

وہ تیرے پاؤں پڑکر

(۲۵۶)

سکیاں او بھی ہوں میں سُن خوش خبر پیو منڈ آنے کی

پیا کے منگائیں

نجانو سپنے میں مل میں کئے چالے سو جانے کی

خواب کیوں چالیں

جو دن دل میں جتا تھا منج وتا اُس رین کیتی ہیں

جتنا تھا مجھے اتنا رات کرتی

مگر پیاری ٹھکانے تیں سبھے آتی دورانے کی

صبا کیتا اشارت منج پیا ماتی ہو آئی کر
کرتا مجھے
پیاریاں کیا کروں اب میں مرے شبوے پچھانے کی

سو اپنے میں پیا مست ہو ہنستے آگل لالر
کہے کیوں پیاری کر بوجھتی سو منج جیو کوں لجانے کی
میرے دل

کدھیں بھوں سوں نین سوں کدکدھیں لب سوں نین سوں کد
کبھی سے آنکھ سے کبھی کبھی سے آنکھ سے کبھی
۱۸۹۰
بشارت دیتی ہیں چھند بند سوں ماپا من کا بانے کی
دل ڈالنے

سیج تھے جاب کچ دی نیں پیا سوں سکتی ہو ہاں
سیج سے جواب کچھ نہیں
کہے انیا کی یو سیج یا پیا تم کرتے بھانے کی
اتنا یہ بہانے کیوں

نبیؐ صدقے سکی قطبا کوں ..... کنائی سوں
کیی ایسے زمانہ میں بہوت بات ہی سانے کی

(۲۵۰)

نین تج کھنیر و تو منتر بھسر کے سٹانی کی

وے سو کے ٹکرے بجلیاں کے انن ست کھابانی کی

نکھنڈ نس گنٹھ جوڑی کون جو کھوں یک سو نارے توں

خزینے جیو دلا مخزن ہے گھر تے چراتی کی

نین عاشق کھوجی ہو کہ پا کر کھوج یو کھبیلیں

جو پتلیاں نیں چراتیاں تو نین پر پاگ جانی کی

ادک ہا کاں کھکاٹی ہور زلف سنگ لے بچاؤ تل

بجنتر یک پینجن گھنگر و کیتیاں گشتاں پھراتی کی

نین عشویاں کے شہراں میں کرشمے تیرے کتوالاں

دے پنیاں ناز کے غمزیاں کوں سو نوبت کراتی کی

بیتا وصیا گی کیا پیاری جو انکھ مج انکھ کھولے لک
(آتنا — تک)
جو اُن بے کنت لینے کوں نہیں تج عار آتی کی

اگر تج مد جوانی کا نہیں توں مست کیتا تو
(تیری شراب — کرتا)
قطب شہ کوں بیاں لک لک منا کر سیج لاتی کی

(۲۵۸)

سُورج مکھ پھول پر پُھلئے ہیں عنبر پھول کنتل کے
نپائے یو عجب پھولاں سو شکیں کیس اچپل کے ۱۸۹۰
(بال)
گھنگر والیاں جھب الکاں جھب نین پر فننے کرتیاں لگ
سو جو نکے مست ہرنیاں گل زنجیر یا پائے ہیں..... کے

چکوراں ہور راوین ہنس سو رنگ سرخابی پھل و بھت
(خوشرنگ — اور)
چندر مکھ لب شکر تے سر سو خوبی..... ندوانی چنچل کے
(سے)

جو نرمل موتیاں چوٹی سوں جوبن دیکھ پوچھیا ہیں
پوچھا
سو کیہ چھند سوں چھپا لیکر کہ آئے دن آج آنچل کے

پدک حسن ہین چھند بند سوں پھرے دمن جواں ہوا حیراں
بہتیں
مگر لیائے پکڑ سورج کوں موتیاں ہار تج گل کے
موتیوں کے ہار تیرے گلے میں

ترے جوں بام آجل ہیں دسے رو مادلی یوں اس
تیرے جس طرح مچھلی پانی نظر آئے اس کی
نجانے نے رکھے لہراں سوں کندن زیر نرمل کے

چھبیلی سن غزل قطبا کی خوش ہو آیچن کن میں
کان
کہونگی ایک گر لو سے دو دے ہے او چھل انچل کے
آرزہیں

(۲۵۹)

نچھل کندن ترے لب کا کسن سوتل کسوٹی ہے
صاف
کہ یا او اہرمن کے ہت سلیماں کی انگوٹی ہے
وہ ہاتھ میں انگوٹھی

اتم منگ سیس مکھ میں یوں دسے جوں شاہ بیساں کے
نظر آئے شکل
پہن تس کا سو سنبل رنگ بھوں کا رنگ چوٹی ہے

زریناسر تھے پگ پینن کوں ناداں سو دسندراں کر
سر سے پاؤں تک پہننے کے لئے
ملک زرگر کے ہت گھڑلے سو نو چند کی ہتوڑی ہے
ہاتھ سے نئے چاند ہتوڑی

جے توں ہت پگ نکھاں ہندی زمر رنگ سو رنگی سو
جو ہاتھ سے پاؤں کے ناخن مہندی خوشرنگی سے
۱۹۰۰
ہر یک نکھ رنگ ہیریاں پر لعل رنگ بر بھوئی ہے
ناخن

گلالی تا قتا بند پہن چولی لعل رنگ تس میں
پہن کر
جوبن بالا چھپا کے منج ہر یک ہیرے کی کوٹی ہے

سن اے بالی اپن بالے کے سینے پر نوں ہو بالا
اپنے
نہ سن بیری دوتن تھے کچ کہ دوتن بھوت کھوٹی ہے
رقیب سے کچھ رقیب بہت
چنچل ناداں ہو دانا نہ کرنا دان کے چالے
تو سن قطبا سو ملنیں نیں پھولاں سوں تختا وٹی ہے
ملنے کے لئے

(۲۶۰)

چھبیلی کیس کھب کھب دیکھ مرے نیناں خیالاں کے

بالوں

کہیں کجلی سخل موجاں کہ ہندو سیام ڈھالاں کے

کھباں سوں کج سجل ہے کر، نین پیالے ہو دوڑے سو

آنکھ پیالے بن کر

سو جل سم رنگ سراباں ہی جوانی دھوپ چھالاں کے

پانی کی طرح سراب

چھٹ آچھے سوں گھنگھرالیاں لٹاں نیناں پہ چلبلتیاں

چھوٹ کر سے گھونگھر والی زلفیں آنکھوں پر چلبلاتی رہیں

سو جوں دیں نیر کوں لہراں کنول نر روپ چالاں کے

مری نیناں کی پتلیاں کے نین پتلیاں میں سامی سو

اہیں او صاف جل درپن نین میں عکس خالاں کے

آئینہ چشم

جو موتی ڈھال تس زن کے نچاوے پھول گالاں پر

تو زلفاں کے سو حلقیاں کوں نمو لے کر لے بالاں کے

کرن پھل چاند چو پھر تارے موتی سو سنبل تارے

کرن پھول (کان کا زیور)

جو چاند آسمانی رنگ چُنریاں سو کندن برن والاں کے

اچنبا بھید دکھلائی سندر منج آج آپ کن پر

اپنے کان

۱۹۱۰

ستارے سُنبلا ہور چاند او جھل اپنی بالاں کے

اور

سو نوں مکھ سور راجے پر رو مالاں زلفِ مشکیں کے

اوڑتا ہو محلدار آپ دیکھو چھند اس رومالاں کے

جوبن جیسے کمل اوپر بھونر بھٹیں اہیں بادو

سر پستاں

بہنے بیٹھے ہیں کُنڈل کر جو دیکھیا راس مالاں کے

بھرے مے لعل پیالے لعل میں اپ لعل سوں پینے

اپنے ہونٹ سے

سو رس بند لعل مے تھیے ہوئیں ادکھ رنگ لالے لالاں کے

اچنبے بھید تشبیہاں تو یاں قطبا تھے سن کر سب

سے

لگے کرنے صنعت میری چمن میں پھول ڈالاں کے

(۲۶۱)

پیاری پیاری سوں پیار کئے — سو لباں تجے لب پہ عیار کئے
(لباں سنجے)

نقش ادھر پہ دسن سوں کر چھندوں — چوم توم گال اُ بزنگار کئے
ہونٹ پر دانت سے کر چھند تیبا — بوسہ اتنے لے اکر رخسار پر نقش

نکہ سوں تصویر کرے جوبن پر — کنچکی پھاڑ پھاڑ تار کئے
ناخن سے

لیکھ کچ ہات کے ارم میں پلے — لے کہے کچ دیکھت انار کئے
لکیر

خوش ہو پنوا کہ نورتناں سوں — سر تھے پگ لگ سے سنگار کئے
پہنوا کر — سر سے پا تک

کنٹھ مالاں پدک حمیلیاں لیا ۱۹۲۰ — کئے بوچھند سورکے تنار کئے
حمائلاں لاکر

سو نبی صدقے قطب دھن گل با
گلے میں ڈالکر
رات دن اُس گلے کا ہار کئے
اسکو

(۲۶۲)

آئی ناری سلکھن چھند پشانی — ہندو لے چت میں لالن کوں پگانے

بچن امرت کر نک نینی سو ودمام — پرم کے ناؤ سوں گھنگرو بجانے

سوناری پدمنی ات چنچلی ہے — سندر مدگل سدھا کر مد جو آنے

فرشتا دیکھ مکھ سد بھول جاوے — سرگ آچھر ہوئی ہے اس دیوانے
چہرہ — جنت کی پری اسکی

پنکھی دیکھت سو مکھ پر وا ہوئے — مرگ نینی مرگ تن میں ریجھانے
پرند — غزال چشم

سکی سندر نہیں اس سم جگت میں — چمک چمکاوے جگ من بھلانے
اسکے مقابل — عالم کا دل

اس غزل کے بعد دیوان میں سے کئی اوراق غائب ہیں جس کی وجہ سے یہ غزل بھی ناکمل رہ گئی ہے (مرتب)

(۲۶۳)

مے پیک مو سنگات سو ناشاد کرتا ہے — او ترک مست دیکھو کہ بیداد کرتا ہے
پیکر میرے ساتھ — وہ

رکھیا وہاں امید کہ جانیا ہوں آزمائے — لیتا ہے ہات جام مجھے یاد کرتا ہے
رکھا یہ — ہات میں مجھے

عاشق تو جیو تے پگ تل اس کے دوا او دہیں — ۱۹۰۳ گلگشت سو بتاں پر یزاد کرتا ہے
جی سے قدم کے نیچے ؟

شوخی کہ سر منے ہوس ترک لے [illegible] — کب کان میں نصیحت استاد کرتا ہے
میں اور شراب

داغی ہو جیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا — او بزم جگ ترانہ کا بنیاد کرتا ہے
میرے دل پھر — وہ

آگ فراق زور کری بجلی نمن　　　آچھوں وو داغ کہنہ سو آباد کرتا ہے

سب دھر نکہہ نوں قطب عاشق ہوں میں گگر

لے حال تیرا طور سو فریاد کرتا ہے

(۲۶۴)

کب لگ منگنا آچھے منگاؤں جو نا اچھے　　　نورو نوں تو اس باس لگاؤں جو نا اچھے

ہیرے ترے میا لے بہوی کی کاغذاں دے (؟)　　　دل درد میرا تاب براون جو نا اچھے

جس جا کہ چرا کر دیکھیں دل ماہ پرستاں　　　یکجا نہیں پائے کہ سراون جو نا اچھے

وو..... برہ وو دل پاکہ رکھیا آچھے تو اچھے　　　نرل ہو ہے دشٹ دیکھیاون جو نا اچھے

لیلیٰ مجنوں کے سوگنا باں کی کہانیاں　　　قصا تیرا نازک ہے سناؤن جو نا اچھے

یک جھلک چھنک نا جو غم عشق نپایا ۱۹۴۰　　　او دل سو کیا ہے صبر ساون جو نا اچھے

دل بد نکرا و یار آدم لکہ کا قطب شہ

یاری کہ تپاوے نہ سہاون جو نا اچھے

(۲۶۵)

پھل بن رخ یار خوش ندیسے — بن مد پھلی جھاڑ خوش ندیسے
پھول کے بغیر — نہ نظر آئے
گشت چمن و ہوائے کلیاں — بن پیالہ کنار خوش ندیسے

نا جیے دنیا سراب سو حالت — بن نار ہزار خوش ندیسے
بغیر معشوق کے
مو یار سکر بنب و چھپا انگ — بن چمن یار خوش ندیسے
میرا — شکر لب (؟) — جسم

(اسکے بعد صفحات غائب ہیں)

(۲۶۶)

دو تن کے کد پرت کے گن نہ پائی — دیوانی گاندی میں نیں ہے مٹھائی
رقیب — کبھی محبت — گنا — نہیں
سکی نیہہ کے نہالاں پھل کھیلے ہیں — کہ پاس آنند کی جمناں تھے آئی
عشق — پھول — خوشی
پیا مورت رکھی ہوں یوں نین میں — کہ اب پتلیاں کوں رشکوں نیں دکھائی
اس طرح آنکھ — کہ خود اپنی پتلیوں کو بھی رشک سے نہیں
امولک لعل رنگیں دو ادھر ہیں — کہ جیو کے مد کا رنگ رس ان تھے پائی
بے بہا — ہونٹ — زندگی — شراب — سے
سجن کنٹھ لائے پیاری کوں میا سوں — یون نمنے تمن نیہہ پنتھ میں دھائی
گلے — وہ — محبت سے ۱۹۵۰ — ہوا کی طرح — تمہارے عشق کی راہ

پرت مجلس کے تیں بے زیب تم تھے   تو نیناں کے دیوے تم پنتھ لائی
محبت کی   لئے   آنکھوں   چراغ   تمہاری راہ میں

نبیؐ صدقے قطب شہ کوں چھنداں سوں
رنگیلی موہنی سندر رجھائی

(۲۶۷)

جکچ سنگار سوں تج کوں سہاوے   عشق شبریں سوں تیرا دل لگاوے
جو کچھ   تجھے   زیب دے

جو چولی نازکی توں چینت پہنی   عجب نیں جو گگن تج گن کوں گاوے
چینت ؛ پہنی   نہیں   تیرے

چندر تج مکھ انگے کاں دسے گا   سورج بی تیری جوت انگے نہ آوے
چاند تیرے چہرے کے مقابل کہاں نظر آئیگا   بھی   روشنی کے سامنے

بجائے ہیں بہت راگاں سوں سازاں   کہ ساجن اپنی پیاریاں کو مناوے

پلانے ہیں مدن پیالے میا سوں   سکیاں پیاری کوں تا پیو من کوں بھاوے
محبت سے   پیا کے دل کو

منتر او پر منتر کرتی ہے دو تن   سجن کے تیں اپس گن سوں رجھاوے
رقیب   اپنے

نبیؐ صدقے قطب شہ جن مدد تھے
جنکی   سے
جکچ مانگے سو او اپ من میں پاوے
جو کچھ   وہ اپنے دل

(۲۶۸)

تزے درسن کی میں ہوں سائیں ماتی ۱۹۶۰ مجے لاوو پیا چھاتی سوں چپاتی

دیدار دیوانی مجھے لگاؤ

پیارے ہات دھر سنبھالو منج کوں کہ تل تل دوتی تج ماتی ڈراتی

ہات بڑھا کر ہر لمحہ رقیب تیری دیوانی کو

پرم پیالا پلاوو منج کوں دم دم کہ توں ہے دو جگت میں منج سنگاتی

محبت کا مجھ کو تو میرا

نہ راکھوں تج نین میں راکھوں دل میں کہ توں میرا پیا راجیو کا ساتی

رکھوں تجھکو آنکھوں میں بلکہ رکھوں ساتھی

پیا کے دھیان تج میں مست ہوں مت منجے برہے کے بیناں کی سناتی

مجھے فراق کیوں

اگر یک تل پڑے انتر پیا سوں نین جل سوں سپت سمدر بھراتی

آنکھ آنسوؤں سے سات سمندر

نبی صدقے کہے قطبا کی پیاری

ریجھا دم دم ادھر پیالا پلاتی

ہونٹ کا

(۲۶۹)

سکی اپ حسن کا مندر بنائی عرق اپ مکھ تھے پیالا مد ملائی

اپنے اپنے رخ سے شراب کا

دکھائی درس اپنا چھند بند سوں — میا دھرسا میں کوں اپ سیج لائی

دیدار — محبت دکھا کر — اپنے

چندر سورج دپن دو گال دھن کے — کہ اس تھے پائی مجلس روشنائی

چاند — کیطرح چمکیں — معشوق — سے

جو تا لال مشتری پکڑے سد سات — ۱۹۷۰ — انند سوں زہرہ پر مالاں غائی

پرم کی بھید بن میں کو کی کویل — سوناواں سوں پنکھیرو سب بجائی

محبت

سبز رنگ کنچکی ناری کوں سہتی — کچا چلوا و چلوی کوں نچائی

زیب دیتی

نبی صدقے قطب پایا اوناری

وہ عورت

کہ سب ناریاں میں اوشہ من کوں بھائی

وہ — کے دل کو

(۲۷۰)

موہن لال تل تل سوں نیہہ لاوے — کرے توں جکچ او مرے من کوں بھاوے

جو کچھ — وہ

کہیا اے دل سدا منج سوں پرم کہانی — کہ تج وصل کا نید منج نین آوے

مجھ سے محبت کی — تیرے — نیند مری آنکھ میں

عشق کیا کلیا چن نہ رہوا نیہہ بن میں — کہ منج کوں پیا باس ہور رنگ دیکھاوے

کی — مجھتا — عشق کے — مجھ — اور

پیا کا مورت آپ دل میں لکھیا ہوں — کہ مو من میں بن پیو ہور نا سماوے

اپنے — میرے دل — بغیر پیا کے اور کوئی نہ

بہوت چھند سوں لائوں لالن سوں اپ من — کہ او چھند بھر باچک موسوں نیہہ لاوے

اپنے دل میں — وہ — ذرا مجھ سے محبت

موہن سات کھن کھن کرن نیہہ او کا — کہ او نیہہ تل تل انند سوں رجھاوے

اس کا عشق

نبی صدقے قطبا او من موہنی کوں

اس

۱۹۸۰

اپس کنٹھ لاکر پیا سوں منّاوے

اپنے گلے لگا محبت سے

(۲۷۱)

بالی سندر آلی اہے گلاں کی ڈالی اہے — بالاں کی مہکاری تہیں جس مکھ گلالی اہے

بالوں خوشبو

ڈلتی مون ڈالی نمن آلی سجن نیہہ باو تھے — او چال دیکھ ہنس مو ہیا چنچل گگھر بالی اہے

کی طرح سے — وہ فریفتہ ہوگیا

بھری صراحی عشق کی کینتے او ھر اپ نقل اس — ساجن رنگیلے نین کی رنگ رس کی متوالی اہے

ہونٹ اپنے

جگمگ ستارے سوہتے ناری کے جوبن پھل اوپر — یا عاشقاں کے پھند میں موتیاں کی رے جالی اہے

زیب دیتے — کے پھولوں

صدقے نبی قطب زماں پیاری سوں مل عیشاں کرے

پھانسنے کے لئے

کیوں نا کرے نیہہ ملک میں تج عشق تھے والی اہے

عشق کے — تیرے — سے

(۲۷۲)

کونلی بالی نیہہ میں او تالی کھڑی — عشق اونتالی سوں پیا میں جوڑی
عشق

ایک تل نا ٹہیرے پیاری باج کد — چیت سجن کے عشق لائی شہ بڑی
لمحہ نہ — کے بغیر کبھی — دل میں

پیو بن تل بیلی لاگی ناری کوں — من ٹھیرے [illegible] باج اوس [illegible]
پیا کے بغیر — لگی عورت — ٹھیرے

ساقی سیج مانو یقیں یکچیت سوں — میں ہوئی یوانی [illegible]
[illegible]

صدقے حضرت مصطفےٰ کے قطب شاہ

۱۵۵۰

نیہہ میں پایا ہے تج ایسی چھندبھری
عشق — تجھ جیسی

(۲۷۳)

میں اپ تن او پر چولا نیہہ کا چڑائی — بہوت انگ انگ کرتاں کوں سجائی
عشق

بندیا ہے سجن خیال یوں میرے من میں — کہ اپ چولے میں اس خوشی تھے نپائی
اپنے — بندھا — سے — اپنے

برہ کے او بالاں تھے نیں ٹہیر من کوں — کہ میں اپ جنم سب پیاسوں گمائی
فراق — سے نہیں قرار دل — اپنی زندگی — کے ساتھ گذاری

پرا و پیا تھے جڑت زر نگاری   سبھی شہ پریاں میں اِدِک موک پائی
سے

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل اپ ادھر تھے
اپنے ہونٹ سے

گلالی سو رنگ مد انند سوں پلائی
شراب

(۲۷۴)

پیاری پرم نازینتی سہاتی   اپس حسن سوں عاشقاں دل بہلاتی
عشق بھرے ناز سے   اپنے سے

چندر نادٹیلا پیشانی کوں لا کر   سو نس کیس تھے تارے جھلک دیاتی
چاند کی طرح   رات جیسے بال سے

گگن تارے اُس جوت تھے جھڑ پڑینگے   جو یوں لال کسوت مکلل بناتی
سے

کدن کا طرا کان اوپر دہرے ہے   کہ یا چند تو اسورج آگے دیکھاتی
نیا   کے مقابل

ترے نین آچھے میں رنگ ہے مدن کا ....   نجے چاک مستی میں ہنس کی سہاتی

مرے تن تھے سنتاپ سب دور کرتوں   کہ میں ہوں ترے وصل کے مد کی ماتی
سے

نبیؐ صدقے قطبا کوں اپنی میا سوں

دیکھا کر چھبیلے چھنداں سوں ریجھاتی

(۲۷۵)

چھوڑو بہنے قطبا تمن پر تھے واری ۔۔۔ کرو منج میا میں ہوا چیری تماری

بہانے تم سے ۔۔۔ میرے ساتھ محبت باندی تمہاری

جلکچ حسن تج ہے سو کن کوں نہیں ہے ۔۔۔ تو پیو کی نظر میں ہے توں سب تھے پیاری

جو کچھ تیرا ۔۔۔ پی کے لئے پیارا سے

پیا ہور پیاریاں کی رنگ سنگ دیکھت ۔۔۔ دو تن رشک سوں آپ سُد بُد بساری

اور ۔۔۔ رقیب سے اپنا ہوش و حواس بھول گئی

سہیلی اشارت کرے نین چھند سوں ۔۔۔ منجے یوں کہ سائیں کوں تل تل بچھاری

کہہ

پیاری کے طالع قوی ہیں پیرت میں ۔۔۔ کہ ساجن اوپر آپ تن من کوں واری

محبت

نکر بھانہ پیو مد دیوا اپے لعل ادھر تھے ۔۔۔ کہ اس مد کی منج کوں لگی ہے خماری

بہانہ اپنے ہونٹھ سے

نبی صدقے قطبا توں اے رتبہ پایا

یہ

کہ تج دور میں دین کوں ہے اتواری

تیرے

(۲۷۶)

پیارے سنو منج پرم کی کہانی ۲۰۱۰ کہ میں بھید تج حسن کے سب پچھانی

میری محبت ۔۔۔ تیرے

عشق کے بدہاوے کروں یوں سجن گن　　　کہ نا بوجھے تس دوتی ہور کھو آیا نی

(سمجھے　اسکو　رقیب میرا)

سجن کوں ریجھبا رکھی ہیں اپنے من تیا　　　ادجیو کوں نظر نا لگے تیوں برائی

[illegible] ہو نتو سچ من میں ٹھارا　　　سجن ذکر تسبیح کر اپنی مانی

(سے　میرے دل　قرار)

گلے میں سو بیچ پیو کوں موتیاں کے ہار　　　نچھل ڈھال دھرتی سو اب صاف پانی

دو تن توں پریت میں اپس کی نواتی　　　سکیاں چنچلیاں میں نہیں توں سیانی

نبی صدقے قطبا کی ماتی ہوں میں نت

(ہمیشہ)

نہیں میرے من میں محبت برائی

(۲۷۷)

سرو قد پتلی ہے ساریاں میں تاری　　　توں سب چھند بھریاں میں ہے لالن پیاری

محبت کی ڈوری سوں باندی ہے اپ دل　　　تو ساجن پہ رتناں کی طبقاں نواری

(اپنا)

زلف پیکھے ہیں پیو کے دل کے ہنڈولے　　　نین جگ امولے ہیں کھنجن تھے بھاری

(سے)



بلقیس زمانی

عشق پادشاہی سو ہے تج آج　　حُسن ملک میں نا ہے تج باج

تو چمنے مٹھائی شیریں کو نہ آئے　　دیکھ اس مکھ تجلی سورج پکڑیا لاج

تجی اِس زمانے کی بلقیس توں　　انچل سیں سہاتا ہے تج جیوں تاج

تو خدمت میں حوراں کھڑیاں ہات جوڑ　　اُن قول بیڑا دے کرو تم ساج

کھنجن تیر کھنجن پہ کرتی بڑائی　　تیری چوٹی گندے ہوئے ناگ آج

جوبن پیالا دے ہت میں پیالا پلا　　اَدھر نُقل سوں توں دے کر کال ساج

عرضداشت عاشق کوں معشوق پا　　عشق ناراں سوں تم بجاو و کماج

ہے سر پانوں لک توں کندن کی نبی　　دو تن کوں توں نا دیکھ کر مکھ مانج

نبی صدقے پایا ہے جنت کی حور　　محبت قطب کر خوشیاں سوں توں راج

(ج)

۲

حاتم

ناری سبھے تجہ آتا لے چالا (زیب دے تجھے، چال) — جھلکار سبھی ——

سپیولی اُپر جھونگ سٹیا چیام — چھوٹے اَلکاں میں پھول بالا (لٹوں)

رتن تجھے اِدک دمین ہوٹاں پر (سے زیادہ چمکیں) — ادھراں کے اُپر چڑے سو لالا (ہونٹوں، لال)

دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں (چاندنی) — سورج کوں پڑیا چھند سوں پیالا (سے)

دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس (عورت نے بال) — نس میں جو ہنسے پڑیا اوجالا (رات)

ناریاں میں جو ناز بھاگ آچکل — انگ سنگ سوں کرے پیا نہالا

نت ہوے علیؑ کے صدقے حاتم

قطبا کے ادھر تجھے مے پیالا (سے) ۲۲۸۰

(ع)

۳

بہمنی ہندو

اس بہمنی ہندو کا کس دھر کروں شکایت — نین لیکھے ہیں مورخ تاریخ اس حکایت
نہیں

بے دام اس کا خدمت کرتا ہوں اپنے دل سوں — دیتے ہیں دام انو کوں نوکر کرتے ہیں عنایت
ان اور

آساں اساں تھے مہوشاں سو کہتے ہیں تج نین — نین ہے صواب پانی دینا تمن ولایت
امید کرتا ہوں سے

اس شہر کی سورتیاں کن نا دیکھیا نہ سنیا — ناکوتوال قاضی ناکس کا ہے حمایت
کوئی دیکھا سنا

غمزے کے سمند میانے تیر آزرہت نہ دے کر — ڈوبن ہوئے ہیں اب تو تم تک کرو ہدایت

آہاں اساس دل کا راہ خیال باندھیا — اب ناز روشنی پاتا منجکوں ہوئے ترایت
ڈال تا کر

تو انت میں جیو کا دوری کدھیں انپڑ نہ سکتا — تج حسن کے جھجی کا کوئی نہ بوجھے ہدایت

ن آن ۔

یک چھن اگر نہ دیکھو تج یاد کا جو شہلا — تج باج لگنا منج کوں مشکل اہے بغایت

تیرے بغیر گذرنا مجھے

نیناں کے لال تجھے دل پکڑیا ہی جو تن میرا — سٹ چھانوں عشق کا منج توں آپنی لوا بت

سے

تم یاد تجھے ہوا ہے مو مور نمنے مو تن ۲۳۹۰ — اب نا کریں تو ہم پر پہور کبریں تزعا بت

تمھاری سے — اور

کوئی نا سکے معانی اپ کی پرت بیاں کر

پڑتا ہے اپنے دل میں سب دن علی نروا بت

(ق۔ج)

۴

ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تھے نور رنگ بھری ہے
کی وجہ سے
سُگڑ سندر سہیلی گُن بھری ہے

لٹکنا بجلی نمنے اُس سہاوے
کی طرح اس کو زیب دے
وہ ہندی چھوری بہو چھند نِنہ پری ہے
وہ لڑکی بہت

چندر مکھ موہنیاں جب ناچنیاں ہے
چاند جیسی صورت والی
وُتن میں نوں سو رنگی جوں پری ہے
اُنوں خوش رنگ

سبھی حوراں نہ آسیں آج تج سم
آسکیں تیرے مقابل
کہ توں بالاں میں سب عنبر بھری ہے
بالوں

اُپجتا ہے ترے مکھ تھے جے شابی
پیدا ہوتا ہے جو جوانی
او شابی تھے سدا تج سروری ہے
اس کی وجہ سے تجھے

گگن منڈپ ستاریاں سوں سنوارے
آسماں
اوہاں گاوں سو زہرہ مشتری ہے
وہاں؟

نبیؐ صدقے ریجھائے قطب شہ کوں
توں سکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے
اس لیے

۵

پدمنی

(۱)

نج ناک موتی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں
یا خضر کے چشمے مَیں نرتا بڑبڑا شاب سوں

وہ بڑبڑے کا عکس نیرے مکھ اوپر یوں چھائیا
اس
۲۴۰۰
جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنگ ہے داب سوں
میں

تجھ نین کی راوت چڑھائی بھنوں کماناں روس کر
سب عاشقاں میں منجہ اُپر راکھے چاپ ناب سوں

جب ناک میں کر اسہاگن پین آئی جلوہ میں
وہ قفل دے منجہ گیان پر سکہ کرے نت تاب سوں

(۲۸۷)

جو دیکھی رن میں پیو کوں سو پیو کا چت بہاری ہے
کپٹ پھل گندھے جیو کوں سو مالن دندساری ہے

چھپے چند سور اجیالا نہ چھپے نور پیو گا لا
دو تن کے من حسد بھالا کہ شہ مج سات باری ہے

میرے ساتھ

بچھڑتے لاکھ دشواری بچھڑ شہ مج مرن کاری
ولے پیو یاد کی یاری ہمن جیو تیں ادھاری ہے

دو تن لے گر پڑاتی توں تپر دکھ بھوں چڑاتی توں
بہت ڈاواں میں ناٹی توں ولے یہ ڈاو کاری ہے

اماماں کی دعا ورد ھے دعا کا کوٹ چو گرد ھے
معانی قطب تج بر دھے علی کا حب حصاری ہے

ق

(۲۸۸)

گر و گھر میں گرہ کیاں کئے او ترنے دو دواں ہوں بھرائی
چاند سورج کے پیالے آپنے گھر میں بھرائی

عشق کے سو صدرا و پر لے کھڑی ہت میں پرجب
بیڑی بیڑی میں دکھاتی آب ہونٹاں کی چورائی

صدرا و پر آ جھلکتی ہور ٹھمکتی ہے کھڑی ہو
نین کشیدے کے تاراں سوں مرے دل کوں برائی

ہے نھنی سب میں ولے وستی بڑیاں میں سب بڑی او ان
انچل او جھل میں دکھاتی ہے پریاں کی سب بڑائی

پریاں اوڑنے کی ولے پرنا ہلے اوڑنے کے تائیں
دیکھ اے رشکوں پرت تا تاں ہتوں سینتی چورائی ۲۰۹۰

سب سکیاں تا تناں جھلاں سیتی چڑھایاں ہیں دھوم

آب پیاراں سیتی مے بھر مجلس اپنے میں پلائی

قطب شہ سیتی جھگڑتیاں تا جھگڑ سک اس سکی سوں

اس کے سیس اوپر لیکھے ہیں دن ازل تھے خوش بڑائی ق

(۲۸۹)

میں متوالا و توں متوالی کھلائی — نین پچھانیاں سیتیں اب نین ہنڈولا جھلائی

تری لچھن بری لچھن کہہ نا کر منج سیتیں بات — ہٹوں سیتیں ہٹوں سیتیں پیالا منج پلائی

وو چندنی چند نے مکھ پر چندا کا ٹیلا لاہے — نوے غمزے نوے چھند سوں میریاں روروں لکھائی

لگے ناچاک تیوں راکھے ہی اپنے کان پر طرا — سپند کے پاتراں کوں تتہ تھے سیتی بجائی

چنچل ناداں کھاتی ہی ہر یک یک آپنے دل میں — چو ہیاں چومنے کی لوماں سیتیں منج لذت چکھائی

پیارے گال میں تیرے مٹھے نابات تھے اکلے — کہ چھاتی سیتیں چھاتی لا لبوں منج ملائی

گروگرو ہے سہیلیاں کی سو چترائی منے نس دن
میں
محمد قطب شہ کوں دے ہے اپ نیناں کی دوائی

ق

(۲۹۰)

پرت پیاری پیرت مہتر سینتیں ملی ۔۔۔ ۲۱۰۰ مکڑے کے پھول نمنے دل باغ میں کھلی

کوئلی کلی میں جھمکی جھمکار چو نپ سوں ۔۔۔ تج لال ادھر کے پھل پر بیٹھا بھنور تلی

طرا رکھے ہے سر پر سر تھے نشان کا ۔۔۔ صاحبقران سکھیاں میں دستی ہے چنچلی

گرجیا ملہار رہریا جھینا اوڑی سکی ۔۔۔ اس انگ سو رجوتی جھینے میں جھلملی

نا سک کے پھل پہ پھلپڑی مہ بند جیوں راکھے ۔۔۔ ٹیلا جیوں پر پھوئی جوڑے ہے سانولی

دو سیاں بلاوے سیتی جنتیاں ہوں میں آسے ۔۔۔ اجھوں نہیں سمجھتی نن پن کی جا ملی
جیتا

صدقے نبی تو ملی ناری سوں عیش کر

قطب زماں محمد دھن تجکوں آملی

ق

(۲۹۱)

نوی پیاری نوی نیہہ میں نوے چھند سوں پلاتی ہے
جوبن چھبیاں اوپر نیلم بھنور مستی سوں الکی رے

کہوں اس قد کہ یا صورت کہ یا اس چونپ مٹھائی
گلالی گال تھے چوتی عرق کی بُند پے درپے

کری کسوت نوی چندنی سو ماوے اوپر جھپنے کا
جے کچ منگے خدا تجکوں دیا ہے توں دعا کر لے

جھمکتا رات کوں جگنا پیاری رات دن جھمکے
۲۱۱۰ پیشانی پر رکھے جگنی کا ٹیلا کدنہ دیکھیا کے

کرے جے دامنی سوں عشق او بے عشق بازاں میں
اگر میں باورا ہوؤں تو کیا اُس ہت میں وارو ہے

کیتے ہیں شاہ کو سلطاں ولے ہیں ان مدن سلطاں
کیتے وھاتاں بجاوں کد نپو چھے کن بجایا نے

جدھاں دیکھیا پیاری مکھ مصحف میں مبارک فال
تدھاں تھے قطب شہ جینیا ہے نرطاسوں ملک رے

(۲۹۲)

نکت راگاں پیاری اب رگے رگ راگ گاتی ہے
تمھاری راگ گاتی مکھ اہاراں سوں سہاتی ہے

صباحی راگ گا کر منج صبا کے تخت بسلاوو
دھنا سریکا کہہ دھن منجکوں سو رنگ پیالا پلاتی ہے
خوش رنگ

مرے سنگ مل بجاتی سنگھ گاتی سنگھرا بھرنا
سری راگاں جو گاتی استری تو منجکوں بھاتی ہے

الاپے گرڑ اگڑ را لمکتاں ہوں کا چڑائی ہے
عشق کی آگ میں ابرو کماں کوں شی سکاتی ہے

کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملک جیتوں
سو سارنگ نینی سب نگ میں سو رنگاں سوں سہاتی ہے

سبھی راگاں کے گل پھل ہار بایا ہے سو ملہار را
جو گاوے رام گیری رام کر راواں رجھاتی ہے

میٹھے راگاں محمد قطب شہ کوں جم سہاتے ہیں
۲۱۲۰ نبی دولت غزل میر اشکر تمنے چکھاتی ہے

(۲۹۳)

ہمن پیاری پری صورت گری تھے | پریاں حیران اس صورت گری تھے
اپس ہاراں میں تیاں عشق گوندے | حمایل جو سرہ جنجم گری تھے

بخت اُس کے کہ پیاری لب سو پیوے مد — صراحی کر بھنواں میں مد بھری تھے

ہمن ہور اُس میں میں تن من کے بھید لب — سہیلیاں بھید پایاں بلگری تھے

خماری باس تجہ نوتاں سے تھے ہکی — چمک مینا منے خوش دلبری تھے

لجے مینا کی قلقل سیتی بلبل — پریاں حوراں لجیں میں ہم شہ پری تھے

خدا پیاری دیا ہے قطب شہ کوں

دعا ہور بندگی ہور چاکری تے

(۲۹۴)

میری ہیری بھریاں میانے سو ہیری — لٹکتی ہے تاج ہور گاتی ہے گوری

مستی حملے کا سو کن پکڑے عنان — جیو جگنا جھمکتا ہے جیوں جگا جی

عشق ہنسنے میں میں دیکھیا ایک سُہنا ۲۱۳۰ — سا تو کہنیاں کہتے سُننا میری کہنی

خسرو و شیریں کا ہے سو ایک دفتر — زلف پینگاں میں پینگا تا ہو مراجی

باس باساں سوں محبت گیند میلی　　بہار پھل نالیوے میری نئی بالی

نبی صدقے رنگ رنگاں بھر کھلی رنگ

قطب شہ سوں مل رہی ہے اے نویلی　　ق

(۲۹۵)

نزا حسن حساں میں بھایا دسے　　مدن پیالہ رنگ انگ سہایا دسے

نظر آئے
جیو پیاری چھنداں سوں چند ناچتی　　پلک تال سیتی رجھایا دسے

ہندو زلف کے میانے الجھیا ہوں میں　　نین پینگ میانے پنکایا دسے

عشق نیند تج نین میانے سہے　　صراحی پیالہ بھرایا دسے

انند نا د کر جیا ہے تج گج سیتیں　　عشق تانت کا راگ گایا دسے

عشق بیج پیر یا ہوں دل باغ میں　　انند پھول اُس تھے کھلایا دسے

نبی صدقے قطبا کے سر پر سدا　۲۱۴۰　گگن رنگ کا چتر چھایا دسے

ق

(۲۹۶)

پیرم پیالا پیکہ نون نہ لائی ہی کو کنکھڑی — دریا عشق میں تیر کر باندھے ہی اگپ گلسری

باندھے ہے عشق کے کوپ ان کھٹو میں دعویکا نیت — پر چھم پرم چاواں ہلے سہتے سکیا نمیں میتری

پیرم کی باتاں سب سنیا کبھی پھراتی ہی نین — اپنی میں اُس نپتھ لا اوڑ یا عشق کا چادری

ہم تم منے یک قول تھا او قول نا بسرو تمیں — پیت برن شرطاں امیں تج منج منے آباوری

دیوا عشق روشن ہوا تج نین کے رشتاب سوں — ساتو سُراں گا کر سکے آلا پتی آساوری

اس پیچناں کی ناؤ سوں منج نیند جاوے نین تھے — کن دُعا کس سحر سوں باطل کروں اے ساحری

قطب زماں سب شاعراں کا شعر میں شاگرد ہے
صدقے نبیؐ باندیا کمر جیوں لشکریاں میں لشکری

(۲۹۷)

توں ہے لاڈلی لاڈ سوں آتی اہے ری — عشق چو نیپ سوں من میں بھاتی اہے ری

عشق کی کنگی شیریں نا کر سکے کد   جوبن پیالہ سوں توں سہانی اہے ری

کفر باغ میں پکڑیا تیری سوی کوں   چنچل نا دیں نا دگا تی اہے ری

عشق بھاو سوں تن سنگاری ہے سب توں   عشق چو نپے ستیں سُہاتی اہے ری

ہنوں نہ کے تج لگ کہ پہنچے ہیں تن میں   بُجھاری جوبن سوں بلاتی اہے ری

اپس غمزے کی چادر اوڑی پیاری   نین سینتی صاحب بلاتی اہے ری

نبیؐ صدقے تج ہے خدا ترس خانے
گلے لگ پیالے پلاتی اہے ری

(۲۹۸)

چھنداں ستیں آتی ہے بھاواں دکھاتی   نین سوں ہمن رات ساری جگاتی

عشق پیم سوں انچل اوڑ کر کھڑی ہے   اے نادان بالی ہے بھاواں سُہاتی

توں جب روٹھ کر بول انکت بولتی   کہ سو رایسے گالاں اُپر چھند بناتی

نین بھاؤ سینتیں پکھاوج بجاوے   پرم چوری پر بند بھاواں دکھاتی

نبیؐ صدقے توں ہے پرم ......

قطبؔ چھاتی لگ نیہہ کا دان دلاتی

(۲۹۹)

توں پھر نیم کر جیبھ بناتی اہے ۲۱۶۰ سو مسکاتی اور رنگ لکھاتی اہے

کر یوں نھاوے ہو پیو نینہ دیکھتے   چوری چوری سیاں میں بجھاتی اہے

گناں پرکھتی اور بول چوکھتی   بھوری بہور چین جناتی اہے

کھسے کیس سو نکھتی ساجتی   نیکی کنٹھ کنٹھ مال سہاتی اہے

قطبؔ پیاری کس تھے نہیں ڈرتی ہے

نبیؐ صدقے منج دان دلاتی اہے

(۳۰۰)

سہیلی مدن لال موہت بھاوے   کہ تل تل و اُلس چھند پرواری جاوے

کسے چت بلاوے کسی ریں جگاوے — کسے دل تپاوے کسی من رجھاوے
کسے نیہہ لگاوے کسے مد پلاوے — کسے روپ دکھاوے کسے پیم پلاوے
کسے اب چکھاوے کسے چھپ جھاوے — کسے سیج مناوے کسے گزک دلاوے
کسے اب دکھاوے کسے تخت سر آوے — کسے پک تباوے کسے چوب دکھاوے
کسے پرم لگاوے کسے چت بھلاوے — کسے بہہ دلاوے کسے پان ولاوے

نبیؐ واس کر آپ کے تیں پو آوے
قطبؔ شہ سدا بیر مالاں گو اوے

(۳۰۱)

اُچے کو کہ ہتا میں جام لی ہئے — سلطانی جسم مدام کی ہئے
پانی کہ خضر حیات پایا — مدگھر تھے تنک سو جام پی ہئے

ل؎ دیوان قدیم میں یہ غزل دو جگہ لکھی ہے یعنی یہ غزل ردیف الف میں بھی ہے، مگر اس میں صرف قافیہ و ردیف کا فرق ہے یعنی ردیف میں قافیہ جام مدام ہے اور یہاں لئے پیئے کئے وغیرہ اسی لئے درج کردیگئی وتر اشعار وہی ہیں۔

سر دھاکہ جی مو کام راکھو — اے دھاکہ کا سو نظام دی ئیے
میں و مد و عاقلاں و تس پے — مو یار نین کون سوں سی ئیے
باہر تو اودھر تے ساقیا نا — اس دور منے کو کام جی ئیے
لوچن ترے شیوہائے مستی — او وشت چنچل تھے وام لی ئیے
ذکرِ مکھ و زلف تج ہمن دل — یو حسن تھے صبح و شام جی ئیے
مو سینہ داغ درد دوکھوں — تج مکھ نمکی تمام دی ئیے

او چاہ تھڈی معانی کی جان
تو حسن دو سو غلام کی ئیے

(۳۰۲)

مے پیک مو سگات سو ناشاد کرتہ ہے — دو ترک مست دیکھو کہ بیداد کرتہ ہے
راکھیا او ہاں امید کہ جا نیا ہوا ئے زماں (پیکر میرے) — لیتا ہے ہات جام مجھے یاد کرتہ ہے

عاشق تو جیو نتی پگ تل اس کے وو ذیں — گل گشت سو بتان پری زاد کرتا ہے
شوخی کے بیر منے ہوس ترل لی وہد — کب کان میں نصیحت استاد کرتا ہے
داغ مو جیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا — او بزم جب ترانہ کا بنیاد کرتا ہے
آگ فراق زور کرے بیجلی نمن — اچھوں وو داغ کہنہ سو آباد کرتا ہے

سب دھر نکہ توں قطب معانی کہ عاشق ہوں
اے حال تیرا طور سوں فریاد کرتا ہے

۳۰۳

کب لگ منگنا آچھے منگاون جو نا آچھے — لور و نوں تو اس باس انگاون جو نا آچھے
میرے تیرے میانی بھومیں کے کا غذاں ورد ہے — دل درد میرا تاب پڑھاون جو نا آچھے
جس جاگہ چرا کر دکھیں دل ماہ پریتاں ۲۱۹۰ یکجا نہیں پاتے کہ سراون جو نا آچھے
دو دیدہ و دل پاک رکھیا آچھے تو آچھے — نرمل ہو ہے وشت دکھاون جو نا آچھے

لیلے مجنوں کی سو کتاباں ہے کہانیاں — قصا تیرا نازک ہے سناون جو نا اچھے
یک جھلک جھلک نا جو غم عشق نپایا — او دل سو کیا ہے صبر سماون جو نا اچھے

دل بد نکرا و یارا دم دکھ کا معانی
یاری کہ تپاوے نہ سہاون جو نا اچھے

(۳۰۴)

پھل بن رخ یار خوش ندیسے — بن مد پھلی جھاڑ خوش ندیسے
گشت چمن و ہوائے کلیاں — بن پیالہ کنار خوش ندیسے
ناچے دنا سرواب سو حالت — بن نا و ہزار خوش ندیسے
مو یار شکر بنب و چنپا رنگ — بن چمن پیار خوش ندیسے
باغ و پھل و جل سہے توانا — بن صحبت یار خوش ندیسے
ہر جیت سر کہ جگ کی عقل بندے — ۲۲۰۰ — بن چتر نگار خوش ندیسے

چست نقد چکارہ ہے معانی

اس تائیں نوا خوش ندیسے

(۳۰۵)

سکی کے مکھ پانی میں چندا سورج سدا جھلتے
اڑن چکوے سو دن مل اچھ رین چولی میں تھی کھلتے
ہے رہکر
جوبن کھل سائیں ہت دی ہر ہلاوے عشق کے کی ہے
کھول کر
سجن سنگ رات جاگی ہے سو لہراں نیند لے کھلتے

مدن مکھ گال پر لاتی، سو صورت یاد جو آتی،
جیا کے باغ میں بھاتی، پھلاں مکھ مکھ پہر کھلتے
پھولاں
گھلی مار و اپن جیو سنگ، برہ صحرا میں دیوا مکھ،
سو دیکھت نور جھلکا چک، پنکھیرو مرگ سب بھلتے

معانی تج عجب کیا ہی کہ وحشی شد بھلے گا ہے
فلک سارے برس ما ہے پری کے نیہہ میں ڈُلتے

(۳۰۶)

وسے جیوں بُربڑے پانی نگاری خط اُپر تیرے
ارسطورا ہوا مج مَن دیا ازبک رُخن ویرے

لٹاں کھل مکھ اُپر کھیسے علم جھیلے سو ہُن دیسے
شَرف جمشید کی جیسے ہوئے اُن عاشقاں جیرے

دو رخسارے ہے خوں والے غرانے تانو اگھٹالے
ہے پلکاں تیر ابنالے سو ناندے دل اُپر میرے

دو تپلیاں راؤ متاں تیری بندی اپا سپ کوں سری
۲۲۱۰
سو چوگاں کھیلتے پھیرے ہمن دل گیند کر گھیرے

معانی نینہ کے گھوڑے چڑ ہتوں لے جو بنا کے گرڑ
مرصع جیغہ لاکر پڑ ہنکی آئی ہے تج نیڑے

(۳۰۷)

مکہ رنگ تھو موتی جوتی نگاری لگی دسے
چندنی جیون چند پو تھے سنگاری لگی دسے

بیلاٹ کے چمن میں ٹلا چپت دچو ترا
موتیاں کے جل گون میں دُو دھاری لگی دسے

سندر کے مست گال گلابی برن ہیں
یاقوت نین لال خماری لگی دسے

منج عاشقی کے نینہ میں سو ثابت نہ پا چھل
سب عاشقاں کے دمہ میں ستاری لگی دسے

زاہد نماز کیسی کریں سو نپٹ ریا
منج یاد تیری تسبی سو ساری لگی دسے

دو تن عجب کپٹ جو منج او پر کندی سدا
سب جگ منے نپٹ سو گنواری لگی دسے

معشوق ہنس کہے کہ معانی کی عاشقی میں
منج جیو میں حب سے سو پیاری لگی دسے
میرے

تو حسن قدرت سوں لکھیا بنکا دسے — جگ حسن پر تج نور جیوں تیکا دسے

مکھ نور تھے چندا سورج جھمکیں سدا (اچھا) ۲۲۲۰ — تج کیس بادل تھے فلک بیکا دسے

سب جوہراں کا کھان مکھ یک ہی عجب — پھلری کا موتی ناک پر بیکا دسے

فتنا ہے موتی ناک کا فتنہ نکر — دیکھ آرسی فتنا ترا جیکا دسے

توں ہے پری یا حور یا ہے پدمنی
قطبا معما یو عجب ہیکا دسے

(۳۰۹)

نہ دیکھوں پیو چھن آدم نمن مج لاگ دوری ہے
رھیا پانسو برس آدم جدا اچرج صبوری ہے

بہت دن جب رھیا تھا سائیں کا مکھ دیکتے یک تل
لگیا ڈھلکا دیکھیا سہتا کہ جھلکا کوہ طوری ہے

پیا سوں عرض دُکھ کہنے نہیں مارگ مگر خیالوں
کہ جیوں پھُل باس مل کھوال ہیں مج یاد ، ری ہے

تمارے ڈاو کے پیچاں کون بوجے کہ مشکل ہیں
معمّا بوجھیں عاشق نہ سمجیں صیغہ پوری ہے

کہ جب من میں کی جب سکھ میں کہ جب دکھ میں کروں یاداں
تو تب دو تن سمج جاوے عجب مکار پوری ہے

رقیباں جان توں ساجن ہمارا راز پایا ہے
پنواوے توں کتا تج مج بہوت انتر کی دوری ہے

نبوجے تو سے گُل مکھ کتیاں کے سنگ ہے ہو بیدیں
۲۲۳۰ معانی کہہ محمّد ہور علی کا دین نوری ہے

(۳۱۰)

میں مست تج نین تھے پتلیاں کتا کھلاتی ۔۔۔ اس کھیل میں بھلیا ہو بھی کیا نہ را پلاتی

تجھ مداتر کی مستی دایم ہمن میں اچھتی ۔۔۔ کیا گن بدل حکیماں کے ہت دوا ولاتی

جو بن کے طور او پر مکھ نور تجھ دکھا کر ۔۔۔ موسیٰ نمن بھلا کر عیسیٰ نمن جلاتی

کنٹھ ناگ سر بجا کر ناگاں کنتل کھلا کر ۔۔۔ شکر ادھر چکا کر مجھ جیو را بہاتی

کنٹھال کنٹھ پا کر انچل جھمک دکھا کر

معانی کا دل بہلا کر ہت میں ہت لاتی

(۳۱۱)

مے لعلی تھے مکھ زردی ہمارا دور کر ساقی ۔۔۔ مجالس زہرہ رقاصی سوں توں پر نور کر ساقی

پیا رخسار کرتا جلوہ مو شیشے خیالاں میں ۔۔۔ رقیباں عکس کرتے ہیں توں پک مجھن دور کر ساقی

لطافت پیش ہے من من سوں اس سر سہی قد سول ۔۔۔ پیالا آس کا میرا سو بھر سمدر کر ساقی

جکوئی ہے عشق میں ثابت سدا ہی جیونا اسکا
سو اس کے ناؤں سوں میخانہ سب معمور کر ساقی

نجانوں روز محشر کیوں اچھیگا خاب بیہوش منج ۲۲۲۰
کہ میخواراں منے اب تو ہمن مشہور کر ساقی

بہشتی باغ میں کھلیئے ہیں پھولاں منج مراداں کے
ہمن مجلس کوں مست نغمۂ طنبور کر ساقی

نظر کی مرحمت سوں دیکھ منج مسکین کوں یک پل
پیا کی کیمیائی دشت سوں مغفور کر ساقی

پیا کی سور کی کرنا دسے منج دل کوں قلابے
ہوا ہے مدعا حاصل مے انگور کر ساقی

پلک کانٹے نین باندیا نجاوے خیال تیرے کن
رقم اس خیال ہو پیشانی کوں سیندور کر ساقی

محبت پیو کا منجکوں بڑ دریا میں کشتی ہے
اس اوپر عشق بازاں میں منجے دستور کر ساقی

معانی شوق کے انجھو ڈھلیں مکھ پر کہ جیوں موتی
کہ یک تل جیو منج ہنس کوں نظر منظور کر ساقی

(۳۱۲)

ترے مکھ لعل تھے رنگ گوہراں کا بھانے جائے
جوہر صاف تھے ہر کس کا گناں جانے جائے

پھولاں کا باس نہ ہر پنکھی سکی گا بوجھنے　　بلبل او باس بوجھے گر خوشی سوں گانے جائے
تل کی آیت رکھے ہیں لکھ او پر ب علم سیتیں　　عالماں کوں کدھیں تفسیر تو نا جانے جائے
داکھ کے باغ میں پھولاں کھلے کر ساقی ہمن　　خوشی خرمی سوں پیالی مو پیلانے جائے
ملکِ دل میں و کھیا لب ہو ڈھونڈ کہ کاماں سو تمام　　کام اختیار گیا دل تھے تو ی دانے جائے
پکڑے جب گھانس ہر یا ہوئے تمن ہات سیتیں　　قدرت اُس ہات کا دکھ جیو سو قربانے جائے
تنھ کے شہراں منے انگشت نما ہو لب سر تھے　　چُپ دو دتن ڈر نہیں تیر انکو ترسانے جائے

ہنجے پیو یاد تھے آسایش و سکھ دل میں بھریا
عیش کا وقت رہے غم کا جنس رانے جائے

کلیّات محمد قلی قطب شاہ

تیسرا حصّہ

دیگر اصناف سخن

قصیدہ - رباعی - مرثیہ - ریختی - مثنوی

دیگر اصناف سخن کی تفصیلی فہرست

(جملہ ۶۳ نظمیں ۳۸۹ اشعار)

۱۔ قصائد (۱۲ قصیدے۔ ۲۱۶ اشعار)

۲۔ رباعیات (۴۱ رباعیاں ۔ ۱۸۲ اشعار)

۴۔ [illegible] بام تجھے	ج ۔	۴۳
۵۔ اپ [illegible] ت سوا [illegible] ل پیتہ کہ میں جام منگوں	" ۔	"
۶۔ کہتی کہ تری ہوں گی نوار اندیشہ	" ۔	"
۷۔ نا بات او محبوب سندر کا کہے جائے ۔	" ۔	"
۸۔ کہیا ترے لب کیا ہیں کہی آب حیات ۔	" ۔	"
۹۔ اس لٹ کوں لٹا پٹ سوں پکڑ کیتا نیاز ۔	" ۔	۴۵
۱۰۔ خوبی و بدی سب کے بوجھنہار سو توں ۔	" ۔	"
۱۱۔ احمد علی کے رتبے تھے نج ہے جو خبر ۔	" ۔	"
۱۲۔ نیر اشرف اوراک میں نہیں ٹاک آیا ۔	" ۔	"
۱۳۔ جیتا توں دل وجیوں سوں قرآں دیکھے ۔	" ۔	۴۶
۱۴۔ جس ٹھار [illegible] اتل پھرے دور پہ دور ۔	" ۔	"
۱۵۔ ہے پھول کا ہنگام مدسوں یاراں حاضر ۔	" ۔	"
۱۶۔ کہئے کہ یکٹ ہو جو اچھے گا گھر میں ۔	" ۔	"
۱۷۔ کب لگ اچھے لب پہ زہد ہور دل میں جام ۔	" ۔	۴۷
۱۸۔ مستی کے ملک میں ہے جہانبانی منجے	" ۔	"

۳ ۔ مرثیہ ۔ (پانچ ۔ ۶۱ اشعار)

۴ - ریختی (۴ نظمیں ۲۴ اشعار)

۵ - مثنوی - (ایک - ۶ - اشعار)

قَصَائِدُ

عیدِ نوروز
و
روزِ عید

نوروز لیایا ہے خبر روزِ عید سلطاں عید کا
مُکھ کا واں سر تھے لیکر آیا ہی ساماں عید کا

روزِ عید کا خوش عید ہے سب عید کے روزاں منے
باندھے کمر جیوں شکر ہور لیائے تاواں عید کا

وہ کیا برستا نور شرعی اِس مہینے میں پچل
خورشید ناداں چھپ گئے جب دیکھتی تاباں عید کا

اِس عید اچھنے تھے سگل عیداں حباباں میں رین
حلقہ غلامیں کان پا پکڑے ہیں گلداں عید کا

شیراں و خرمے سوں کیسے مہماں نبی کنے من خدا
عیداں کے بھاراں میں نیتے حالا اور افشاں عید کا

روزِ عید کے روزی پکڑتے ہیں ملک ہور آدمی
شیرہ شہد سوں سب فلک کھولے ہیں دُکاں عید کا

تج عشق کا انت کوئی ناپایا ہے دنیا دیں منے
پایا سو اُن لیکر گیا آتاں بہ ہستاں عید کا

روزِ عید کے پھولاں منے نوروز کے پھولاں کھلے
پھولاں کے باساں تھے ہوا ہے جیو خواہاں عید کا

دُکھ پھول کھند لے گئے انگے رائے بھارا بھار تھے
آلاتی ہیں کوملاں مستی سوں الحاں عید کا

روز عید میں امید کے پھولاں کھلے مانگو دعا
سب ہی دنیاں میں دیتا ہے وعن نمایاں عید کا

دنوں دکھائی دیتا

برساؤ مہ آنند کا نتا ہوئیں منج رو کھا ہرے
دل کے چمن میں طرح سٹ بس لاویں ریحان عید کا

میرے درخت ڈال بسا لاؤں

مینہ

نوروز ہور روز عید صیغہ بھائی پن کا ہل کہے
دونوں ہوئے ہیں ایک ہور لیائی ہیں خوشیاں عید کا

اور اور لائے

لاکھاں سلام و سجدہ ہے دایم ہمارے قبلہ کوں
منج تیں دیئے امن و اماں سالاں بسالاں عید کا

لاکھوں مجھے

انعام تیرے سوں اگھائے گئے زمیں ہور آسماں
انبر کیا روشن سورج چند رہلا لال عید کا

آسمان چاند

حاتم کی بخشش چھپ گیا ہے تیری بخشش کے انگے
گنجاں لگھرے گھر بھر دیا ہے آج دوراں عید کا

مقابل خزانے

تج حسن جنت حور تھی منشور نامہ لیا ہیا
منج دور میں بھر دیو تم جوہر و مرجان عید کا

تیرا سے ولایا میرے

بے منت انپڑیا ہے تمن نعمت بنکھی آدم کے تئیں
دایم اچھو پانی شکر منج عیداں پہ عیداں عید کا

رہے

ظاہر ہوا ہے شرع کا احکام تیرے خط منے
ترکاں کا ترکی ناچلے آیا ہے ترکاں عید کا

امرت کا پانی پیو کر ہیں جیو تے جگ جیو سب
برکت نبی کی اس نبیر کوں کرتا ہوں جہاں عید کا

ترنگیں جیتے پانی کو

تج عدل تھی یوں گا نیتا عالم پو پتے تھے پات جیوں
آنند خوشی سوں راج کر ہور جنیت ڈاواں عید کا

تیرے سے ہوا سے پتہ جیسے طرح سے

آنند کے منہ تھی گھرے گھر موتیاں راساں بھرے — حوراں پریاں ہانے گلے میں کنٹھ مالاں عید کا
تج وشٹ کی تاثیر تھے مردے سو پھر تھی جی اٹھے — کانٹے سو کیاں پر پھر نظر تا ہوئے گلستاں عید کا
یہہ کاتر نگ کوئی نا سکے چڑنے کوں میرے شاہ ہم — پیریت کئے میداں چڑے جوبن سو بالاں عید کا
چابک سواراں لے دکھیائے چابکی کس میں نہیں — کھیلے بھوت ڈاواں الکھ سوں لیکھ چوگاں عید کا
جیکو چڑے گھوڑے اوپر اس کوں سواراں میں گنن — تل ہور میسے کی گیند کر کرنے ہیں جم لاں عید کا
دیا دیے تیں گنج کے چھند انسوں کو وفا پر — موتی کے جالے سایہ بان جوڑیا ہے خاقاں عید کا
تج دولت و اقبال شاہاں میں نہ دیکھیا کوئی کد — انس و ملک منگنے سدا تج پاس داماں عید کا
میخانہ کوں دھودھار کھیا چیندا براں دکھیت — گلال سے گلالاں سیتیں مد دیو منج داں عید کا
دھن دیکھ نالیوں کد صبیں مئے میں گلالاں پاس تھے — لوچن سو رنگ کے رنگ تھے مد دیو احساں عید کا
میخانہ میرا ہور ہے پیمانہ مستی ہور ہے — جوبن کے مدخانیاں سیتیں باندیا ہوں سرطاں عید کا

ن ۔ مسی ۔

پکڑیا گریباں شیشہ کا کتوال تھی ناڈر کے میں
بہو دیس کوں سنپڑیا ہی اناب چھوڑوں واماں عید کا

پیریت منے سنپڑیا سو حسن خرچیا ہو میں اس وضن بدل
باندیا ازل کے دیس تھی پیارے سو پیماں عید کا

حیدر نبی کے داس پن تھی قطب شہ کر عیش نت
موتیاں کی بیڑیاں چڑکہ کر توں دشت پیواں عید کا

جکوئی محمد دین کا دشمن ہے آیا ہجر اُس
دندیاں کے دل ہور جیوں لاگیا ہے حرماں عید کا

احمد مدد تھے ہور علیؑ صفدر کے زوراں تھے سدا
دشمن کلیجے میں کھڑک سو مار گھیا واں عید کا

نوروز ہور روز عید کے خوشیاں ملے یک چاند میں
مار رقیباں کے دلاں میں زہر پیکاں عید کا

دندیاں کا دکھ کا لا کیا اسماں ہمارے دند میں
جے پیوتا ہوں شوق تھے نت آب جیواں عید کا

(قا-ج)

۲
عید قرباں

تنج ترنگ کے نعل تھے روشن ہوا جیاں عید کا — اُس کی پاماں تھے معطر ہے گلستاں عید کا

تیرے — سے — خوشبو — ہے

عید قرباں کوں بڑائی شاہ کی مجلس تھی ہے — تو بڑائی بول کر آیا ہے سلطاں عید کا

سے

رت بسنت تھے پھول کھلئے ہیں سراسر نور لے — تو کیا کسوت امولک شاہ ترکاں عید کا

رُت — سے — بے بہا

دلربا مجلس دیا ہے عید قرباں کوں شرف — طفل تمنے آرزو تیرا ہے خواہاں عید کا

کی طرح

جلدپن تیرے ترنگ کا ہور گھرگ جھلکا رتج — عشق کے میداں منے جھمکائے جولاں عید کا

اور

کلہ مصحف میں جو دیکھوں فال تلتل صبح گاہ — ہر طرف منج نین میں دِستا ہے احساں عید کا

نظر آتا

اس زمانے میں بڑائی عید اب کیوں نا کرے — کدہیں دیکھے ہیں جم جمشید ایسے شاں عید کا

کبھی — یہ

جب مورخ نا کرے تاریخ منج مجلس کیے تائیں — قصہ خواں کیوں پڑ سکیں سو قصہ پایاں عید کا

میری — لیے

رشک کرتے ہیں ملک ہور حور حیرت بزم تھی — اب پلو تج کن پیاریں ہور منگیں پاں عید کا

سے — اور — اور

کر علیؑ ہور آلؑ کی برکت تھے نت شادی خوشی
اور
تیری شادی تھے سو شادی ہے نمایاں عید کا
سے

شادی ہور خوشیاں تجے دایم سوا زانی اچھو
اور
تج بلادو تائیں آپ آیا ہے قرباں عید کا

عید کا ہور ناؤں جگ میں عید تجہ مکھ تھے اہے
اور
اس خوشی تھے گاوتے داؤد الحاں عید کا
سے

سب خوشیاں عشرت تمن مجلس ہیں باندھے ہیں کمر
تمہاری
اب سلیماں کے نمن تم دیو قرباں عید کا
طرح

عید اگر عیدی کا دیوے دان سکوں کیا عجب
تیری مجلس تھے اکھایا ہے سو دکّاں عید کا
سے

تیری بخشش ہور کرم تھے عید شرمندہ ہوا
اور سے
کاں دسیگا تیری ہمت آنگے ساماں عید کا
کہاں نظر آئے گا

تج محمدؐ ناؤں تھے سُہنا ہے تاج احمدی
تجھے سے
وو بزرگی دیکھ پگ پڑتا ہے خاقاں عید کا

بخت و دولت تخت چوپھیر چوک جوڑے ہے سدا
اس خوشی تھے رات دن گرجے سو ایواں عید کا
سے

روشنی پایا ہو میں یعقوب تمنے وصل تھے
تج دیا کی باس تھے بستا ہے کنعاں عید کا
سے

اِس قصیدہ پر معانی عید جم قرباں ہے
نیں کیا ہے آج لگ یوں کوئی در افشاں عید کا
نہیں
ق

۳

عیدِ قرباں

تیرے مکھ پھولاں تھے تازہ ہے سدا بن عید کا
مکھ کی پھونکی تھے پھول کھلیا او پھول آنگن عید کا

قطب تارا کھینچتا آہن ربا کوں آپ دھر
سب ہی تاریاں میں اوسے دستا ہے ٹرن عید کا

عید خوشیاں سیتی قرباں ہونے دھرتا ہے ہوس
او انندان سے جگت میں شمع روشن عید کا

نین دنبالے علم جھیلے کے نمنے جھولتے
تازہ تازہ رنگ نقاں ظاہر کیا فن عید کا

جن دیکھے یک چھن تجے سو عید قربانی کرے
حور جنت کا ہے حیراں دیکھ جوبن عید کا

عید کی خوشیاں تھے نیں معلوم منجکوں رات دن
ساقیا پیالی منے دکھلاؤ درپن عید کا

چاند سورج لاج کرپا دل منے پنہاں ہوئے
جب نین جھلکا ریں دکھلائے جھلکن عید کا

عید کی خوشحالی او ہے جو پڑے پگ شاہ کے
اس خوشی تھے ہے ہوس سوں سب لا پن عید کا

خوش گھڑی او ہے کہ رکھیں منج او شہ پر یک نظر
آ گیا منج عیش کے ہاتاں میں دامن عید کا

جیو ہما منے رکھیں ہیں چھانوں ہمنا پریں — اس تھے پایا ہوں ٹرائی ہور نشمن عید کا
عید کی عید ہے ولاو شاہ منجکوں پیار سوں — جیو چپہ من طفلاں کوں دیو منجکوں چومن عید کا
عید نھن پن کا دیکھو ہور عید بڑپن کا دیکھو — ہے خوشی نن پن منے سو لک چھاون عید کا
عید مجلس میں کریں آور رقیباں کوں پسند — او سپند جالے اوپر پھتا ہے ابرہن عید کا
وقت آیا ہے کہ غم کا جڑا و پاریں پڑ سوں — صد ہزاراں شکر پایا ہوں میں ودھن عید کا
حج اکبر دیندا راں کے اوپر واجب اہے — میراج اوہے کہ دیکھوں تج سو درشن عید کا
عید مجلس میں کرے جب یاد مسکیناں اوپر — کاج عشرت کا گھرے گھر ہووے گلشن عید کا

ہے محمد نانوں تھے جگ میں محمد قطب شہ
تو طبل اس وار پر گرجیں سو گرجن عید کا (ق)

✤

۴

عیدِ میلادِ نبیؐ

نبیؐ مولود لیایا ہے خبر سر تھے خوشی کا — سدا صلوٰۃ بھیجو سب محمدؐ ہور علیؑ کا

بڑائی ہی بہوت اس دیس ہمکوں عید نبیارے — سعادت میں سعادت ہی سعادت اس گھڑی کا

سو ساعت کی سعادت میں دعا منگے جو کوئی — لکھیں بخشش کا خط اُس کی پیشانی پر جلی کا

سُنی کافر کے بتخانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی سب — سو معجز تھے خوارج کوں ہی ہیبت گڑبڑی کا

نبی مولود ہی دیباچہ سب مولود میانے — سو ہے نوروز عیداں میں انند ہے سروری کا

ازل تھی عید کیاں خوشیاں جگت میں تھیاں ولیکن — ہمارے دور میں دائم خوشی ہے ہاشمی کا

خدا کہیا پیمبر کوں حبیب اپنا دو جگ میں — محبت سوں کیا داماد حیدرؑ کوں نبی کا

کیا قرآں خدا نازل محمد ہور علی ہیں — سدا جبریل لیایا تا وحی ہور رحمت ربی کا

پیمبر ہے ہمارا سروراں میانے سو سرور — کہ صیغہ بولے ہیں جبریل سوں ملکراجی کا

اشامت کر چندا کوں پھاڑے جیوں کپڑے کے نمنے — تو بوسا پانوں کوں دے نور پایا روشنی کا

خوشیاں کے فوج دائے ہیں ہمن دل پر انند سوں — کہ چھن چھن جگ میں معجز دیتا پیغمبری کا

انوں تھے دین قایم ہے ہزاراں شکر کر تو — کہ ہو بارا اماماں تانوں سدا سکندری کا

منگے پیغمبراں اپ تیں شفاعت نت خدا تھے — ہمارے مصطفےٰ منگیں شفاعت امتی کا

مسلماناں محمد مرتضیٰ پر بھیجو صلواۃ — کہ تو ہوگا تمن روزی شراب کوثری کا

دیا ہاتف ندا ہے راتدن جم جم خوشیاں کر — کہ بجتا ہے دماما دو جہاں میں حیدری کا

نبیؐ کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش و کرسی — علیؑ صدقے کیے ہیں شیعہ کسوت زرزری کا

پریاں حوراں سید چند ناچتیاں ہیں عرش اوپر — لکھٹے تال دھارے تال لیکر مشتری کا

بدل نمنے گرجتا ہے منڈل تلتل خوشیاں سوں — الاپیں مشتری ہو زہرہ سرلے پنچمی کا

فلک ساتو بندھے آئیں ستارے چاند سورج — وو آئین طرح دیکھ حیراں ہوا عقل آدمی کا

خوشیاں شادیاں اسی مولود تھے ہوتیاں ہیں ظاہر — زباں قاصر ہے حضرت وصف کہتے انوری کا

صفت کرنے پیمبر کا منجے اندازہ کہاں ہے ہوا مولود وصفاں تھے ہوس منج خادمی کا

ہوا ہوں شرمسار اپنے گناہاں تھی سدا میں کرو تم حاتمی تا ناؤں جاوے حاتمی کا

نبی کے صدقے بخشے گا خدا میرے گناہاں علیؑ کا ناؤں منج پر تاج ہے جم خسروی کا

پیمبرؐ کی سو بخشش تھے نہیں کن ذرہ نومید کہ منج ذرے کوں دیو و چاشنی تم لنگری کا

پیمبر ناؤں و منج تن پر سلح سنجو دائم . . . .

خوارج مصطفےؐ کے غصے تھے ڈر جیو میتیں . . . .

نبیؐ کا ناؤں ہے تیرا محمد قطب شہ نا ڈر ۱۰۰ قصی موسیٰؑ فرعون شیعہ کن ہے رہبری کا

خدایا منج سدا شادی سوں رکھ حیدرؓ کے صدقے
کرو غم تھے خلاصی و دیو فرمان منج خوشی کا

۵

باغِ محمد شاہی

محمدؐ نانوں تھے بنتا محمدؐ کا اے بن سارا
نام سے محمد قلی یہ
سو طوباں سوں سہاتا ہے جنت نمنے چمن سارا
سے زیب دیتا مانند
دِسے فانوس کے درمیان تھے جیوں جوت دیوے کا
نظر آئے سے روشنی چراغ
سو تیوں دستا دوالاں میں تھے میویاں کا برن سارا
سے میووں جسم
سبھے دم عیسوی دایم چمن میں گل لگانے تیں

ہرے نہالاں کے جلوے تیں مشاطا ہو پون سارا

سڑک تھے باغ کوں دیکھت کھلے مینج باغ کے غنچے
سے دیکھ کر میٹھے
سو اُس غنچے کے باساں تھے لگیا جگ ملگن سارا
سے لگا

چمن کے پھول کھلتے دیکھ سکیاں کا مکھ یاد آیا

سُہاتا تھا محمدؐ پل منن اُن کا نین سارا

زیب دیتا ، مانند ، آنکھ

دِسے ناسک کلی چنپا بھواں دو پات ہیں نس کے

نظر آئے ، ناک

بھنور تل دیکھ اُس جا کا ہوا حیران من سارا

جگہ

سو خوشے داکھ لاکھاں کے ثریا سنبلا ہے جوں

انگور ، سنبلہ

سُہے اُس داکھ منڈوا سو جیا انبر گہن سارا

زیب دیتا ہے ، آسمان

اناراں میں سُہے دانے سو جیوں یاقوت پتلیاں میں

زیب دیتے ہیں

ہر اک پھل اُس اناراں پر سُہے سکے تمن سارا

زیب دیتے ہیں ، مانند

کھجوراں کے دسیں جھونکے کہ جوں مرجان کے پنجے

نظر آتے ہیں ، گچھے

پیاریاں لعل خوشے جوں دسیں دن ہور رین سارا

نظر آئیں ، اور رات

دسیں ناریل کے پھل یوں زمرد مرتباناں جوں

ہور اُس کے متاج کوں کہتا ہے پیالہ کر دکھن سارا

اور

دسیں جامون کے پھل بن میں نیلم کے نمن سالم
مانند
نظر لاگے نہ تیوں میویاں کوں راکھیا ہی جتن سارا
لگے رکھا
صنعت کرنے کوں سوسن بی کھلیا ہے دس زباں اپنی
بھی کھولا
دکھن سب سندریاں کے تیں کھلیا نرگس نمن سارا
حسینوں مانند
چمن آواز سن بلبل اپس میں آپ الاپے ہیں
اپنے
سو تس آواز سن حوراں کریں رقصاں اپن سارا
سُنکر
دکھت رکھ مست ہو دستک بجاویں پات ہاتاں سوں
دیکھ کر درخت ہوتا پتے
سو ڈالیاں ڈلتے ہو متوال پی پھول ابرہن سارا

مگر شبنم کا مے ہے یا ادھر جلاب کا پیالا
ہونٹ لعاب
یو بی خوب ہور او بی خوب تج سوں مل پون سارا
یہ بھی اور وہ بھی تجھ سے
امنگاں آپ امنگاں سوں اپس میں آپ مل ناچیں
سے
متنا کا تنن ناچیں، ہوے تن تن تنن سارا

(ناقص الآخر)

۶

عیدِ نوروز

کہ بس دن عید ہور نوروز منج کوں نت خدا دیتا

رات اور

مرے دل مرغ کی خاطر پھولاں عشرت نوا دیتا

پھولاں کا عید ہے یک دہر خوشی نوروز کی یک دہر

انداں طرح کر ساقی طرب مو دل پیا دیتا

میرے کو

جو اپنے برج اوپر مشتری ہور زہرہ آئے کر

۱۲۰ اور

بڑائی اُن سنے پا نوروزِ نوروزی صفا دیتا

سے

اے دل پنکھ مار ذوقاں سوں کہ نوروزی برات آیا

براتاں بیگ غم کی پھاڑ سٹ او سب جفا دیتا

جلد وہ

خوشی شب رات کی ہور عید رمضاں کا خوشی نت نت

شب برات / اور

اے دونوں عید کیاں خوشیاں خدا تج کوں سدا دیتا

تجھے / کی / ہیں

ہوئے ہیں جھاڑ سب ہرئے خوشی سب جگ منے بھرئے

ہرے / میں

عجائب عید ہے شہ ہور گدا کوں کیمیا دیتا

اور

خوشیاں سیتی غماں کوں بھا فکر خوشیاں کرو دایم

غم کو

اے نوروزی کے دیساں سب غماں کے تیں دوا دیتا

ہیں / دن

دعایاں تھے کھلے ہیں سب ہی اسماناں کے دروازے

سے

کہ حاجت اب منگو یاراں کہ سب حاجت روا دیتا

نہ آوے گنج قاروں کام کچ تج حسن کا گنج ہے

خوشی سوں تو گدایاں کوں پیا بخشش نوا دیتا

نئی

تمہارے چھند بھرے چالے پورو کے جیو کی ڈوری میں

چالیں پرو کر

دو تن کے نین ہور دل ہیں ای باتاں سب ریا دیتا

رقیب آنکھ اور

محمد کی غلامی تھے محمد قطب شہ شاہ ہے

سے

اسی برکت تھے دایم سب خوارج کوں بلا دیتا

سے

(ق)

۷

قصیدۂ منقبت

(تشبیب کے چند شعر)

آج شہ چیں چلیا شرق نگر تھے شتاب

سے

ڈھال فلک کی اچا او شہ عالی جناب

اُٹھا

باندھ خنجر کرن کی، زریں فرنگ ہات لے

باندھکر تلوار ہات میں لیکر ۱۳۰

صبح کے وقت آئیا پیک دو پیالی شراب

آیا پی کے

چڑک فلک فیل مست مستی سوں مکھ لال کر

چڑھکر

گرم ہو چلنے لگیا دن، لے کٹک بے حساب

فوج

سو ہے غلط، یوں نہیں ہے یو قضیا توں سن

یہ قضیہ تو

فتح و ظفر چند کا چرخ دیا اُس جواب

چاند

شاہ ختن سن چلیا غرب نگر سے تھے لے فوج
سنکر چلا سے
تن کے تناں رین رنگ جیسے اہے مشکناب
جن جسم رات کے ہے
اتنے میں دیتا اہے صلح خدا اِن منیں
ان کے آپس میں
ہے تمیں نس دن کے شہ نا لڑو تم اتنے یاب
تم رات بادشاہ
میں کیا تم دو کو شاہ، یک سورج ہور یک ماہ
دونوں اور
دھرتی تمیں دو نوں جا دونوں کوں سر پر چھاب
زمیں
دن کوں سرج، نس کوں چند، تد بھی کیا ہے تاب
سورج رات کو چاند
چاند کو کیتا تجی، سور کوں کیتا ذہاب
کرتا سورج

۸

نوروز

پیا مکھ نور تھے ہے جاوداں ہم عید وہم نوروز
سے
سورج آ وو حمل یا نہ عیاں ہم عید وہم نوروز

مبارک پن ترے مکھ نور سورج تھے ہوا پیدا
سے
خراجاں لیکہ آئے من شہاں ہم عید وہم نوروز
لیکر
مبارک باد دینے آئیا نوروز تج دو بار
تجھے
اُدکھ سکھ تھے کریں تارے قِراں ہم عید وہم نوروز
سے
شہاں آئے ہیں زینت دیکھنے تم بزم وعشرت کا
تمہاری
شہاں کا شاہ دیوے دولتاں ہم عید وہم نوروز

اتم طرحا نسوں باندے ہیں ملک آئیں سورج چندکوں
طرح سے
کرن رنگاں کے تحریر و نشاں ہم عید و ہم نوروز

پریاں حوراں مجالس دیکھنے آیاں ہیں چھنداں سوں
دلاؤ و پان پٹیاں باندے سوں ہم عید و ہم نوروز

فلک نو تھے سو آئے پیشکش اقبال ہور دولت
سے اور
خوشی شادی سیتی غم بھنجیاں ہم عید و ہم نوروز

دے دم مشتری ہور زہرہ لیائے ہیں خبر نصرت
اور
جو نکلے داب سوں صاحبقراں ہم عید و ہم نوروز

پرم موتی سمندر دل تھے اہلیں ذوق سوں بھر بھر
سے
تو آیا سجدہ کرنے آستاں ہم عید و ہم نوروز

لجیں شب رات آتشبازی تیرے نور اوجالے تھے
شرمائے سے
او سے تعریف کرنے کہاں زباں ہم عید و ہم نوروز

تمہاری بزم عشرت تھے اکھائے ہیں خوشیاں شادیاں
سے
سکے ناکوئی کہنے او بیاں ہم عید و ہم نوروز

وہ
تمن مجلس خوشیاں کے سم کروں کیوں عید کی خوشیاں
تھکت ہو کر رہے ہیں سب جہاں ہم عید و ہم نوروز

خوشیاں عیداں برس کوں کرتے اپنی چونب کا پکڑا
دسے ہنج نت ہے سکھ پکڑا خوشیاں ہم عید و ہم نوروز
نظر آئے مجھے ہمیشہ

کیا کسوت زمیں نوروز پھولاں کونپلیاں سیتی
او کسوت طرح دیکھ ہوتے لجاں ہم عید و ہم نوروز
شرمندہ وہ

محمد ہور علی کا ہے محمد قطب شہ داسا
اور غلام
کریں سیوا اُٹھے چوپھر پریاں ہم عید وہم نوروز

سٹیا ہے حسن تیرا طرح نوروزی کا عالم میں
نزاکت نھے کٹکتیاں گوریاں ہم عید وہم نوروز

ہما کا چھاؤں نا آوے تمہاری جیغہ چھاؤں سم
سو چھاواں تل کھلیں مکھ چندنیاں ہم عید وہم نوروز

سہیلی چیت پینے ہے سورج کی جوت کی چولی
پہنی
سُہاتا ہے ہریا اس پر چھینیاں ہم عید وہم نوروز

کیا ہے حسن سبزہ سبز سے بن کے روکھاں کوں
درختوں
جھلاں کھاویں بہشتی بوستاں ہم عید وہم نوروز

گُندائے پھول ہاراں ہیں خطائی ہور اسلیمی

اور

پھولائے سب خطا کے ہیں نہاں ہم عید و ہم نوروز

خطا دفتر اوپر کھینچے الف لوچن کے کاجل تھے

سے

پری چین باے حلقہ آپ کان ہم عید و ہم نوروز

اپنے

نویلی دھن رنگیلی اب ہتیلی میں نگاراں کئی

نگار اس کا نگارستان جیاں ہم عید و ہم نوروز

صفت اس قد کروں یا اس جمال یا اس لٹکتی کا

پڑوں او قصہ سب جیوں قصہ خواں ہم عید و ہم نوروز

وہ

جگت کے نین پائے نور تیرے حسن پانی تھے

سے

اوسی تھے کھیلتے ہیں پوتلیاں ہم عید و ہم نوروز

اسی وجہ سے پتلیاں

یون کا نمنے نکلتا ہے میٹھائی جیوں رتن کاں تھے
جوانی کی کان سے ـــ سے
میٹھائی مصر بھری مصریاں ہم عید و ہم نوروز

نوا نوروز نو ساقی نوا عشرت نویلی سوں
نوی خبراں سن آئے ہیں دواں ہم عید و ہم نوروز

اچھو ارزانی تم تے عید ہور ای مجلس آرائی
سے اور یہ
سپند یا او و دو تن کے کھنجناں ہم عید و ہم نوروز
ڈالو

محمدؐ کا غلامی منج خطابِ سربلندی ہے
میرا
سورج کرتا سوں بانمے سایہ باں ہم عید و ہم نوروز

تہجد کی نمازاں میں کرو منج تیں دُعا دم دم
دعادم کے اثر تھے ہوں رہاں ہم عید و ہم نوروز
سے

ہوا ہے سب کشف تمنا کتاباں یو جتے تھی تھے
سے
سبق لینیں کو آویں عالماں ہم عید و ہم نوروز
لینے
خوشیاں آئے محمدؐ دور تھے منج گھر انداں سول
سے
یہوں کر شکر دایم ہیں سلطاں ہم عید و ہم نوروز

ازل کے دیس تھے آنند گھوڑے پر چڑ آئے منج
سے
خدایا او ورنگ رکھ میری راں ہم عید و ہم نوروز
وہ
جشن نت نت جشن عید ہور جشن نوروز کا کاجے
اور
سو ہے ماہی مراتب پاتراں ہم عید و ہم نوروز

جشن خاطر لگر آئی ہیں زہرہ مشتری تالا
بھر آویں بزم میں پیالے سکیاں ہم عید و ہم نو

اچھوں دن ن مبارک عید ہور نوروز منج جم جم
رہے ور
بجاؤ گاؤ وسب دن گاؤ ناں ہم عید و ہم نوروز
گا
سہیلا دوستاں گاوو کہ غم کا سب اثر بھاگیا

خبر لیا یا خوشیاں کا یوز ناں ہم عید و ہم نوروز
یہ
خدا منج بخت دولت کا دیا ہے سب شہاں اوپر

تو منج دربار پر گرجیں گجب ل ہم عید و ہم نوروز
مجھے باتیں
پیا تج مدح بولیا ہوں امید ہور آرزو سیتی
تیری اور سے
دیو تشریف گنج لامکاں ہم عید و ہم نوروز

تمارے وصف کہنے تجھے ہوا منج شعر نورانی
سے
او شعراں کوں پڑیں سب شاعراں ہم عید و ہم نوروز
ان

ہوا اُس سر تھے غزل کہنے ہوس اس پوتلی خاطر
پھر سے
پتلی
رتن ہے شعر بوجھو جو ہریاں ہم عید و ہم نوروز

(غزل) کرے نوروز کسوت پر نیاں ہم عید و ہم نوروز
دکھت کسوت سہیلیاں وادیاں ہم عید و ہم نوروز
سنگاری یوں سکھی پیاری سکے نا اُون قلم لکھنے
سجی ہے چبر زر پھل تاریاں ہم عید و ہم نوروز
پیشانی چاند اوپر ٹیلا لگائی سورجوتی کا
دیوے دل بار کے تیں باولیاں ہم عید و ہم نوروز
چھبیلی سرو قد ناری کوں لاگے نار پھل جوڑا
سورنگ دانے اوپر بھندھن لٹاں ہم عید و ہم نوروز
خوش رنگ

مسکتی، ہنستی، ہنسلی، چلی ہنس کی چال چلتی او

چمن پھل وارین اس پر مالیاں ہم عید و ہم نوروز

ترے رنگ نور تھے گوہر کے رنگ میں جوت چڑیا ہے

سے

تمن وصپ بن پھکے ہیں جوہراں ہم عید و ہم نوروز

تمہاری پھیکے

تمارا فیض بخشش کا بہوت ہے عام و خاصاں پر

ہمن بخشو عشق کے لاریاں ہم عید و ہم نوروز

خماری کے برس کا دور کر ساقی پیالیاں سوں

چڑوں گا تو مدن کی سیڑیاں ہم عید و ہم نوروز

تیرے

خدایا عید ہور نوروز شادی راکھ بہو برسال

اور

کروں تا خدمت صاحب تماں ہم عید و ہم نوروز

قصیدہ ہور غزل لیایا تمارے پیشکش تائیں

اور کے لئے

بھرو منج دور میانے موتیاں ہم عید و ہم نوروز

میرے

دعا سوں ختم کر رنگیں غزل قطب زماں اب توں

کریں آمیں ملک ہور قدسیاں ہم عید و ہم نوروز

اور

(ق)

۹

بعثتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت نبیؐ پیغمبری حق تھے سو اِس دن پائے ہیں

سے

جبریل کھن تھے مصطفےٰ اُکن وحی لے کر آئے ہیں

کے پاس　　　آسمان سے

سارے نبیاں پر سروری دیتا خدا حضرت کوں تو

قدرت تھے چتر ہوئے کر سر پر ابھالاں چھائے ہیں

سے　　　بادل

(صفحات غائب ہیں)　　　(ج)

۱۰

بسنت

بسنت کا پھول کھلیا ہے سو جیوں یاقوت رُمّانی
کھلا
کرو مل کر سہیلیاں سب بسنت کے تائیں مہمانی

بسنت کا رُت بُجھایا ہے برہ اگ کوں خوشیاں سیتی
سے
نویلیاں مل کرو مجلس نویلا آج شاہانی
نئی

سکل جھاڑاں کوں لاگے ہیں جواہر کے نمن پھولاں
سب لگے مانند
سو پھولاں سوں کرے تل تل پیا پر گوہر افشانی

بسنت پھولاں کا شبنم مے سو بھر ساقی صراحی میں
جو اس مدتھے مدن چڑ کر ہمن رنگ ہوئے نورانی
سے

جو گرجے مست ہو بادل صراحی نت کرے غلغل
پیو و پیالا او غلغل نادسوں ہے میگھ نیسانی
وہ آواز کے ساتھ

پلا ساقی سراسر مے کہ تا ہوئے کشف ہمنا کوں
ہم
کہ اس مے تھے دیسے منج کوں سدا سب راز پنہانی
سے نظر آئے مجھے
عنبر ہور عود و مشک و زعفراں کا روت آیا ہے
اور
اُسی تھے باس انو کا جگ میں کرتا ہے گلستانی
لئے اُن
پنچھل پھل کے عرق میانے کلاؤ تم کدم چھند سوں
میں
ولے فتنہ عرق سب باس میں کرتا ہے سلطانی

بندھاؤ حوض خانے چاند و سورج کے سہیلیاں مل
بھراؤ نیر امرت کا کہ کھیلیں رنگ افشانی

بسنت پھل کا حمایل پہن کر آئی انگن میں دھن
عورت
سو پھل سنگار کے نقشاں منے حیراں ہے مانی
پھولوں کے میں

بندی چنری پرت نقشے کری اس پر تگٹ تارے
تو بے قد پر سہاتا ہے پھولاں چولا عروسانی
تئے
پھولوں کا
سورج کرناں کی چرکیاں ہات میں لے چھڑے یک چت سوں
سہیلیاں سو اچھو منج کوں سدا لے کھیل ارزانی
یہ
نظر ہے مصطفےؐ ہور مرتضےؑ کا قطب شہ اوپر
اور
کہ دشمن کی پیشانی پر لکھے حرفِ پشیمانی
انوں کے دشمناں اوپر ازل تھے لعن واجب ہے
اُن
سے
اگر ہوئے سمرقندی، بخارائی و ملتانی
نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے توں تج کوں
معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی
(ق)

۱۱

یا علیؑ

ناقص الاول

سب انبیا پرور تمیں ہے اولیا رہبر تمیں

حیدر تمیں صفدر تمیں امت کو اہدا یا علیؑ

دانش تمن تھے آ بیا جگ پنت تمارا دھا بیا

تم سے آیا

بینش تمن تھے پا بیا جگ میں سو پیدا یا علیؑ

تم سے پایا

کرتے ہیں جیواں پیار تھے تم پر تھے رضواں آرتی

نثار سے سے

زہرا سوں نس ون وار تے چند سور تریا یا علیؑ

بندا تمارا تر کماں تج داس ہے دونوں جہاں

منگتا سدا امن و اماں تمنا تے قطبا یا علیؑ (ق)

۱۲
ایک قصیدۂ منقبت کی تشبیب کے چند اشعار

نس کے سمند سیام میں سسّنے کی زورق ڈبیا
ڈبنے میں ترے لگے بڑ بڑے کے لکھ ہزار

غرب کے چہ میں پڑیا یوسف انبر کا سور
جگ سجیں یعقوب کے نین نمن اندکار

آگ براہیم کا بجک ہوا پھول بن
رین سو تس آگ کا ہے دھنوے کا دھند کار

چند ہو سکندر چلیا رین کے ظلمات میں
شمع دیپک مشعلاں روشن ہوے اپار

چرخ کے خُم خانے میں سورپیا جا نومد

آفتاب

مست ہو جا کر پڑیا غرب کے چشمے منجھار

کھن کے لگن، شمع چاند، تارے پتنگ کے نمن

اُڑتے ہیں اُس آس پاس عشق تھے بے اختیار

سے

کھن کے سو حوض خانے میں رین بھرا نیر جوں

چاند پھویار انمن تارے بُند ال نیر سار

فوارہ بوند پانی کی طرح

کھن کے مدر سے کنے چاند مدرس کنے

بحث کرن تارے آئے طالبِ علماں کے سار

رباعیات

مردی جو پوچھے گا تو علیؑ تھے جا پوچھ
سے
اسرار چھپے پینجلی سے تھے جا پوچھ
سے
گر پیاسا محبت کا اہے توں قطبا
او چشمہ کوں توں علیؑ ولی تھے جا پوچھ
اُس سے

۲

جنت و سقر قسم کرنہار علیؑ
تقسیم کرنیوالا
مشکل کے سو گانٹھاں کو کھولنہار علیؑ
کولک کریں اے بھرٹ نمنے چوری
کب تک یہ کی طرح
بھرٹاں کے سو بھرٹیاں کوں تورنہار علیؑ
توڑنیوالا

۳

میرے سو گنہ گانٹھ کھولنہار علیؑ
کی گرہ
ہر مشکلاں میں ہے مرے آدھار علیؑ
ہر ٹھار مددگار رہو اپ پیار سیتے
جگہ اپنے سے
دیتے ہیں منجے فتح کا تروار علیؑ
مجھے

۴

انپڑیا ہے علیؑ ہت تھے مدن جام منجے
حاصل ہوا کے ہاتھ سے مجھے
متوال کہ اُس تھے رکھے جگ نام منجے
متوالا کہکر اسی لئے
دو جگ میں نہیں کام کسی دھیان سوں منج
مجھکو
ہے دھیان سوں حیدرؑ کے سدا کام منجے

۵

اپ دوست سوں مل پنچھ کہ میں جام منگوں
اُس ہونٹ شکر ایسے تھے میں کام منگوں

(اپنے) (مانگوں)
آرام دل آرام تھے ہے دل کوں سدا
(سے)
(سے)
میں اپنے دل آرام تھے آرام منگوں
(سے)

۶

کہتی کہ تری ہوں گی فوار اندیشہ
دل اپنا خوش کرو بسار اندیشہ

دل کوں کہاں ہی دل ہے کہاں صبر اوسے
یک بُند لہو ہور اس کوں ہزار اندیشہ
(بوند) (اور)

۷

نایات او محبوب سندر کا کہے جائے
ناراز اپس دل کے بھتر کا کہے جائے

(اس)
جے کوئی اچھے جیو کے نمنے دل کے بھتر
(جو)
(اپنے)
اس سات سجن عشق اچھر کا کہے جائے

۸

کہیا ترے لب کیا ہیں، کہی آب حیات
کہیا کہ تیری لب دا، کہی حُبِ نبات

(کہا)
کہیا کہ سجن تیری، کہی قطب کی بات
(کہا)
اس میٹھی لطافت پہ سدا ہے صلوات

۹

اُس لٹ کوں لٹاپٹ سوں پکڑ کیتا نیاز   کہیا کہ مرا چارہ کریں اے ور ساز
زلف   کہا
منج کی کہ مرا ہونٹ پکڑ لٹ کوں تو چھوڑ   ہے تج کوں انند ہور سدا عمر دراز
کہی   زلف   اور

۱۰

خوبی و بدی سب کے بوجھنہار سو توں   انصاف ہر ایکس کا دیونہار سو توں
منج گرچہ چھوٹک نیں ہے گنہ منتھ سبے   میں سو ہوں چھوٹنہار چھوڑنہار سو توں
چھوٹنے والا چھوڑنے والا

۱۱

احمد علیؑ کے رتبے تھے تج ہے جو خبر   کر فہم سینتی صرف شہادت پہ نظر
سے   سے
اللہ محمد علیؑ برحق اہیں   نہیں ہے ایتو تینو منے چوتھے کا سنچر
ان میں

۱۲

تیرا شرف اوراک میں تیں ٹاک آیا   جم تیرا سبق نعبد ایاک آیا
تیرا سو نشان مصحف پاک آیا   لولاک لما خلقت الافلاک آیا

۱۳

جیتا توں دل وجیو سوں قرآں دیکھے — احمد کے سو حق پر توں سب جہاں دیکھے
دیکھ حلقۂ خاتم النبیئین میں توں — دل نین سوں تا اضیع رحماں دیکھے

کی انکھ سے

۱۴

جس ٹھار مے لعل پھرے دور پہ دور — اس ٹھار مے من کوں نبھاوے کچ اور

جگہ

جے کوئی جو مستاں ہیں مد پیالے کے — ہور طور میں آیا ہے دیکھت مد کا طور

جو — اور

۱۵

ہی پھول کا ہنگام مدسوں یاراں حاضر — پھولاں کے من سارے ہیں یاراں حاضر

مانند

اس وقت پہ کیوں توبہ کیا جائے منجے — توبہ شکناں ہور نگاراں حاضر

اور

۱۶

کہنے کہ یکٹ ہو جو اچھے گا گھر میں — افسانہ کہن آوں گی تب تج بر میں

رہے — کہنے

گھر خلوت ہوا ہور نہیں کوئی گھر میں — او بات توں بسرے ہے یا ہے سر میں

اور — وہ

۱۷

کب لگ اچھے لب پہ یو ہد ہو زل میں جام — اس پاپ سوں بھریا سو زہد منج کا کام

مد کے مدسے لیا دو جو صفاتیں (اور) میں تمام — یک پختہ برابر نہیں ہے سو لک خام

۱۸

مستی کے ملک میں ہے جہانبانی منجے — خوباں کوں دیکھن میں ہے سلمانی منجے

خمار کا خمخانہ اہے ٹھانوں مرا — ہر مد کا سو بُند نگینِ سلیمانی منجے

جگہ — بوند

۱۹

منج یار کے مکھ سار نیں آتا اے پھول — کی کبرے کوں کا رنگ دیکھاتا اے پھول

جو لگ اچھے مل کانٹیاں سوں نیں فائدہ کچ — دھن یک تلیں آپ اس توں پاتا اے پھول

جب رہے نہیں

۲۰

تج مکھ انگے عاقبت افسانہ رہیا — تج نین انگے عقل سو دیوانہ رہیا

۴۰

تج فتنے تھے روزگار کنج میں بیٹھا — ہور سور تے چھانو تھے تج خانہ رہیا

تیرے سے — سے اور

۲۱

جس یار میں ہے سب ہی ہنر ہور منی
(اور)
اس غمزے بازی ہے سو لشکر شکنی
ایسے کے خیالاں میں نہ پڑیا جاوے
اپ خیال منے آتوں اگر ہے جوگنی
(اپنے — میں)

۲۲

کھل جائے کنچک کا نٹہ جو دھن سینے اوپر
مانند سو اُس کا نہ دیسے ساج کدھر
سینے میں تھے یو دستا ہے دل اُس کا
(سے)
جوں موتی پھِل دستا ہے پانی بھتر
(نظر آئے)

۲۳

اے بار خدا اپنے درویش کوں بخش
مجکوں سو محمدؐ علیؑ کے کیش سوں بخش
دشمن کوں توں توڑ دوستاں کوں توں نواز
دشمن کو نکر رحم سبھی خویش کوں بخش

۲۴

عین علیؑ تھے عقیق کلیاں ہوئے لال
ہور لام علیؑ تھے لعل رتناں ہوئے لال
(اور)
دشمن علیؑ کے کہرباجوں پیلے ہوئے
(کی طرح)
حُبِّ علیؑ تھے مکھ محباں ہوئے لال
(سے)

۲۵

اے باد مری بات اوسے چوری سوں کہہ
میری کو گپت بات توں اُس چھپوری سوں کہہ
پھل جائے نمن وو بات اُس گوری سوں کہہ
سمجا کہہ توں نکو سر زوری سوں کہہ

۲۶

بابل کے سحر تیسری نین بیناں میں
استاد اُتن سحر کا نج نیناں ہیں
(تیری آنکھیں)
گوش پارے جو کاناں متے پینی ہے توں
(کانوں میں پہنی)
قطبا کی نجھل موتی رتن بیناں ہیں

۲۷

تج روپ بنا میری نظر میں سو نہ آئے
تج کوچے میں بن منج کوں گذر کرنے نہ بھائے
(تیرے چہرہ بغیر)
تج دور میں نیند سب کوں خوش آئے ولے
منج نین منے نیند سو یک پل نہ سمائے
(میری آنکھ میں)

۲۸

جے کوئی جو عقل بات منے آتے ہیں
ہور جہل کی بات میں جکوئی جاتے ہیں
(اور)
جنیا جو خلاف ہے ان دونوں میں
ڈھونڈ کر جو دیکھوں تو سب تجے پاتے ہیں

۲۹

شہ ہات منے جام سو جیوں ماہ دیکھو — پکڑے اہیں سورج کوں بیچ ماہ دیکھو

مریخ اسد پنجے میں دیکھن منگے کوئی — شہ ہات میں خنجر سو دندے کاہ دیکھو

میں — سورج — دیکھنا چاہے

۳۰

تج سار سو دھن دھن جیون برمیں اچھو — منج ہونٹ میں تج ہونٹ جو دھن گھر میں اچھو

دھن دھن سوں جو میلے تو انند ہوئے انت — تج عشق سو من میں جو ل سکا زر میں اچھو

میرے دل سکے

۳۱

تج سات وصال منج سوں دیتا ہے زر — زر نمنے نہیں ہے اس جہاں میں خوشتر

زر دور کرے ہجر ملا دے دلبر — رحمت ہے خدا کی سو سدا زر کے اوپر

تیرے — کی طرح

۳۲

تج زلف سدا لالن کے اوپر ڈھلتی — کد پھول اوپر کدھیں شکر پر ڈھلتی

منج نین کی مچھلیاں تیری مکھ جل میں تریں — یک تل جو نہ دیکھن تج جو بھر بھر ڈھلتی

۳۳

تج ہونٹہ کرا ذوق ہیا پایا ہے ۔۔۔ اور رمز کرا شوق پیا پایا ہے
تیری سو کمر میانے ہے معنی باریک ۔۔۔ جو جانتا ہے سو او جیا پایا ہے

۳۴

انند منگے تو کدھیں توں جاناں کوں نچھوڑ ۔۔۔ پینکن منگے تو زلف کے پینکاں کوں نچھوڑ
جب عیش جو توں کرنے منگے دھن سنگات ۔۔۔ جیو تن میں اچھے لگوں توں مونہاں کوں نچھوڑ

۳۵

تج زلف کا چپ پال کروں ساری رات ۔۔۔ نیناں کی دو یوی لاکھ دیکھو باٹ کے دھات
بوسیاں دو یو کر کہہ کے بہے آس کرے ہے ۔۔۔ لب پر دے حوالہ توں میں جانوں وو نبات

۳۶

اللہ کا لے ناؤں تو یکجت سوں اول ۔۔۔ ظاہر ہوا ہے جس تھے ابد ہور ازل
اس تھے سو محمد علی کوں ایک جان ۔۔۔ ان دو نوکوں نیں ہے دو جیا میانے بدل

۳۷

نج حسن تھے تازہ ہے سدا حسن و جمال   تج یاد کی مستی اہے عشق کوں حال
سے
توں ایک ہے تجسا نہیں وجا کہیں   کیوں پاوے جگت صفحے میں کوئی تیرا مثال

۳۸

پائے ہیں لطافت ترے مکھ تھے ارواح   جے تھے اہیں تج جیو جیون تھی اسباح
سے   جیسے
تا مست ہو کر رقص کروں پیالے نمن   اپ لب تھے چکھا منج کوں جگ آنند کا راح
اپنے   سے

۳۹

لال ادھر لال لا آدھار کرو   وو ادھر لا ادھر آدھار کرو
مکھ گلال...... ادھر کمل لال کرو   ادھر اودھر ملا آ ہار کرو

۴۰

خدایا دے	مدد منج جم	محمد سوں	ملا پنج تن
مدد منج جم	دے جیو کو منج	دو جگ میانے	کھلا گلشن
محمد سوں	دو جگ میانے	رتن تن پر	دلا ابھرن
ملا پنج تن	کھلا گلشن	دکھا ابرن	جسلا رتن

۴۱

نہیں کیں	نج ایسی	سہیلی	چھبیلی
نج ایسی	نہ اچھ سے	جگت میں	رنگیلی
سہیلی	جگت میں	ندیکھیا	گہیلی
چھبیلی	رنگیلی	گہیلی	نویلی

دیگر اصناف

مراثی

محرم مہینے میں آیا اماماں کا سو غم بھر کر
زمیں ہور آسماں میانے بھریا سر تھے الم بھر کر

زمیں پر کیا بلا کیا شور کیا غوغا ہوا پیدا
یتا کچ دل میں دکھ داتیا نہ نکلے غم تھے دم بھر کر

اماماں تیں سورج جلجل ہوا ہے آگ کا شعلہ
جلایا ہے اپس کوں کوئلے نمنے پنم بھر کر

مسلماناں ندیاں سارے بھرا او اپنے انجھوں تھے
کہ آیا ہے اماماں کا بلا سر تھے ستم بھر کر

محرم کا نہ لیو ناوں کدتم اے مسلماناں
قیامت ہو قیامت کا اچایا ہے علم بھر کر

نہ تھا دکھ درد حوراں کوں کدیں جنت منے یک تل
حسیناں کے دکھوں ماتم پکڑتے ہیں جنم بھر کر

(ناقص الآخر)

مرثیہ

(ناقص الاول)

لہو روتیں ہیں بی بی فاطمہ اپنے حسیناں کیں [کے لیے]

او لہو لالی کا رنگ ساتو گگن اپر [اوپر] ال چھایا ہے

اماماں پر ہوا سو دکھ نکو پوچھو مسلماناں

ہر یک ایمام [امام] پر یک دکھ بہت گھاتاں بسایا ہے

ظلم کیسا ہوا ہے آہ دنیا میں اون [ان] اوپر

یتا [اتنا] ظلم و بلا سب فاطمہ خاطر ملایا ہے

اگاٗرہ مہینے کے نمنے [مانند] محرم کیوں نہیں ہے توں

سبھی مہینے میں خوشیاں کرتے توں اب دکھ بسایا ہے

کیا ہے میہمانی یوں اماماں کا محرم توں

جنگل میں کربلا کے سب بلایاں کو بلایا ہے

مسلماں کوں نہیں ہے اس برابر کوئی بلا جگ میں

کہ انجھواں کے لہو ستیں پیالے بھر پلایا ہے

سے

اماماں تھے منگے تو لاں سو شامی شومیِ کافر

سے

ہوئے بے قول تو اُن نیں خدا دوزخ بنایا ہے

کے لئے

کئے ہیں موماناں کسوت حسن کے زہر تھے ہریا

سے

سو اس کے چھاوں تھے اسمان اپنا رنگ بھرایا ہے

سے

خدایا قطب شہ کو بخش توں حرمت اماماں کی

کہ اُن کی مدح کا حلقہ مرے کن میں پہنایا ہے

کان

مدد کرنے ملک آئے قبولے نیں امام اُن کو

کہ حیدر ہات تھے جبار وندیاں سر گرایا ہے

سے دشمن

جدھر

سورج جلتا ہے سارے مانیاں کے آہ تھے سب دن

چندا اس شرم تھے گل کر سو اپنا سر نوایا ہے

عمر عثمان تھے دیں میں ہوا ہے سب خلل پیدا
جنکی باتاں تھے مذہب میں بڑا حیلا اٹھایا ہے

یزید و سب یزیدیاں مرگ بن ہوشیار نہ ہوسیں
سکیں
دنیا کے مال تھے اُن کا سو مکھ کہہ یہی پھرایا ہے

یزیدیاں کا سو وقت آیا کرو لعنت یزید اوپر
سور کے گوہ میں داڑی موچھیاں سر بھیں ڈبایا ہے
زمیں

یزیدیاں کا سو قصہ ظلم کا کوئی نا سکے کہنے
کہ جانن پن تھے شیطاں ان کنے تعلیم پایا ہے
بچپن

یزید و شمر کے کاماں نہ کرسیں کوئی شیطاں بھی
سکے
ہزاراں لعن ہے اس پر جن ایسا پوت جایا ہے

مرثیہ

(ناقص الاول)

یتیماں آہ ہور دردواتے ہے ہور کیچا جلت
اور اور

اوسی تھے دوجہاں میں نیل کا کسوت پنایا ہے
سے

اماماں بارہ کوں آکر ظلم سوں دکھ دئے کافر
سے

اسی تھے فاطمہ کا مکھ لہو سیتیں دھلایا ہے
سے
سے

یتیماں واہ پیا ہے واہ پیا سے کر رویں ل کر

اسی دکھ درد تھے انجھو گلاں کا ٹسکایا ہے
سے آنسو

اسے جیو نا جانتوں دیوے نمن اس دکھ تھے جلتا کر
یے

پریاں حوراں اپس انکھیاں تھے لہو انجھو چوایا ہے
ٹپکایا

اماماں کا قصہ کہنے نہیں ہے جیب کوں طاقت

شہیداں کے غماں تھے درد بادل جگ پہ چھایا ہے
سے

خدا یا داد لے ہور داد لے اس ظالماں کن تھے
اور

کہ جد نہیں سو یتیماں پر جفا ہور ظلم دھایا ہے
اور

اگر دعوے دھریں ایمان کے تم سب مسلماناں

روؤ دم دم کہ دوزخ اگ تھے تمنا کو چھڑایا ہے
سے تم

اماماں کی دعا تھے قطب شہ کو دے شفا یارب

شہیداں دوستی تھے سب شہاں میانے سرایا ہے

مرثیہ

آؤ مل کر ماتمیاں سب اس غماں تھے طور روویں

وا اماماں یا اماماں یاد کر کر دل کھوویں !

آہ ہمارے درد تھے دریاکوں سب جوش آوتا
سے آتا

ماتمیاں کے طو بنداں تھے آگ سب بج جاوتا
بوند سے

سب دُکھاں کوں انت ہے اس دکھ کے تائیں انت نہیں
حد

فاطمہ کے پوت بن اس جگ منیں نیں نور کیں
میں کہیں

فاطمہ دکھ تھے عرش کرسی نیے غم انجھو سٹے

ساتوں اسماں ہور زمیں میں آگ کی بھڑکی اٹھے

مصطفٰے کے باغ کے پھولاں کوں بن پانی سکائے
سکھائے

مصطفٰے ہور مرتضٰے ہور فاطمہ کا دل دکھائے
اور اور

نیل کپڑے پہنیں ہیں پیغمبراں اس غم ستیں
سے

دشمنی پکڑے یزیداں مال و ہور خاتم ستیں
اور سے

جیوں نبیاں میں مصطفٰے ہیں تیوں اماماں میں حسین
جس طرح

کفر کے تئیں بھان کر اسلام کیتے ہیں حسین

دوستاں رو رو لہو غم تھے اسیر ہے ہم امیرؔ
اثر

باپ نیں ماں نیں حسین ہے کربلا بن میں اسیر

اپنے پوتاں کوں کہے پند بُند پیو تم چپ رہو

بوند

میرے بعد از پیاس میرا میرے لوگاں کوں کہو

ظلم بے حد کیتے بابا ظالماں کن داد یو

کرتے یہ

تم غضب کا تیغ سب یزیدیاں کے سر پر دیو دیو

دین دنیا کے شاہ رکھ قطب زماں کو اپ پناہ

اپنی

تمہیں بخشاؤ خدا کن لطف سوں میرے گناہ

کے پاس سے

مرثیہ

دو جگ اماماں دکھ تھے سب جیو کرتے زاری وا وا

کے کے سے دل

تن روں کی لکڑیاں جالکر کرتے ہیں خواری وائے وائے

کے رویں جلا

ساتو گگن آٹھو جنت ساتو دریا ساتو دھرت

آسمان آٹھوں اقلیمیں

ایکس تھے ایک آپس میں اپے دکھ کرتے کاری وائے وائے

ایک سے

کالا کیا کسوت مکا دیکھو اماماں دوک تھے

مکہ (خانۂ کعبہ) دکھ

ظلمات بی کالا ہوا اس دکھ تھے بھاری وائے وائے

سے

بھی

لوح، ہور قلم، کرسی، عرش، قدسیاں، ملک، غلمان سب

اور

بجلیاں بدل اڑاوتے ہیں رات ساری وائے وائے

بادل چلاتے ہیں

اسمان چھچ جیالا ہوا سورج اگن والا ہوا

چمچا جل گیا

چندر سو جل کالا ہوا ہے دکھ اپاری وائے وائے

پنکھی سٹے ہیں سب پراں رو رو بھرائے سمدراں
پرند گرا دئے سمندر

چھوٹے ہیں سب اپنے گھراں دیکھو توں زاری وائے وائے

کالے ہوے دکھ تھے منگل سر پر سٹیں ماٹی سگل
سے ڈالیں مٹی سب

تو پکڑے اس دکھ تھے جنگل ہے بیقراری وائے وائے
سے

پھولاں سکے سب دکھ ستی مکھ موندے بلبل جھکھ ستی
سوکھے سے خاموش ہوگئے

کوئل جینا دکھ ستی بن بن پکاری وائے وائے
سے

دیکھو تمیں اے مانساں دانے چریں نا پنکھیاں
تم لوگو

دھرتی ہے ماتم کی دکھاں دھرتی بچاری وائے وائے
دوکاں

دو جگ خراباں ہو رہے جیواں کباباں ہو رہے

سمدر سراباں ہو رہے نا ہوے جاری وائے وائے
سمندر

دکھ آگ سوں جگ بن جلے آکاس تا دھرتی ہلے
کی

کھن پر فرشتے کھلبلے ست اختیاری وائے وائے

حضرتِ نبیؐ کے گیسواں دونو اماماں کے پگاں

قدم

جبرئیل جھلاوے اپ ہتاں آرات ساری وائے وائے

اپنے ہاتھ سے

حضرت علیؑ کے دو پتاں کاندھے نبیؐ کر اٹنیاں

اونٹ (مونث) پوت

تس پر چڑھے دو شہ جواں اس دھات ساری وائے وائے

شہزادے کئے سب کیے او تاں نمنے پکارے اس زماں

کیے مانند

عفعف نبیؐ تس کوں سناں کے دوی یاری وائے وائے

جبرئیل آکر کہے تسری براں جو عف کئے

تیسری بار

اس عفو تھے جگ پائے گا سب رستگاری وائے وائے

دو نور دیدے بی بی کے آخر دیکھو کیوں دکھ دکھے

لہو میں لڑے پیاسے بھکے دیکھو یہ خواری وائے وائے

بھوکے

یک پوت کو دیتے زہر یک پوت پر کھینچے خنجر

کافر کئے کیسے قہر یو زخم کاری وائے وائے

دکھ بات کو تو جیب جلے لکھنے قلم بی نا چلے

کی، کہوں

دل جیوں شمے جل تلملے سُد کی ہماری وائے وائے

شمع

قطبا کہے دل کے بچن ہر دم مدد منج پنج تن

راکھے خدا منجکو جتن دشمن کو خواری وائے وائے

قطبا کو ہے اللہ مدد بستا ہے اس دل میں احد

تو منج مدد حیدر ولد بیریاں کو زاری وائے وائے

مجھے

ریختی

سنو ایک دو بات صاحب ہماری | سہیلیاں چتر میں ہوں بندی تماری

کہو رات کن سات کیتے من میں بات ہاتا | کہ چوتا ہے تم منہ تے رنگ خماری

س کے | ٹپکتا | سے

نَیَن چت سوں لکھی ہوں میں نپتھو تمارا تمن بن منجے کیوں گمے رات ساری

تمہارے بغیر مجھے گذرے

کہو صاحب آئے نوں ہے کس کی نشانی لکھنے لکھن تمن پر تھے جاوں گی واری

سے

انن سات تل ہل کے منج کوں پیارے تمن قول ہیرے کنے تھی میں پیاری

تمیں صاحب ہیں کس مت او بھداو موانداز کیا تم کہوں میں بچاری

بیٹا

نبیؐ صدقے بیچاری کوں یوں نہ مارو

الہٰ کی نظر تھے قطب کی سنواری (ق)

اللہ

(۲)

پیا میں ہوں پیوے کی بندی تماری رکھو دشٹ منج پر کہ میں تم پہ واری

نظر

کہ میں ہوں بنی بالی تیری پرت کی اُسی تھے لگی ہے تماری خماری

سے

میں الجھی ہوں تج نیہہ کے بن میانے اُسی تھے و وتن تم لگاتی ہے چاڑی

اسی لئے

تیری محبت

عشق بھاگ کھیلتی ہیلیاں سیتی میں امنگ رنگ کھیلاں سوں ایں کوں سنواری

سہیلیاں میں شرطاں سوں آکر کھڑی ہوں منجے دیکھ کرہ ہوں میں ناگا نٹھ یاری

ڈال ہے

مرے نازیں مہندی ہت میں نگارے سہیلیاں منے میں ہوں پیو کی پیاری

ہاتھ میں

نبی صدقے قطبا کے ڈاواں کھیلی ہوں

تمن بولنا کیا ہے میں شہ پہ واری (ق)

تم سے

(۳)

پیارے نگر کھیچ ہوں تو پہ واری تو آساں سیتیں پچھوں میں منچھ ٹھاری

میں تیری امید میں

تمے پیرم کی سیج کما بھور آئی مو تم یاد کی لاگی نیتاں خماری

مجھے تمہاری

سو ڈھل پاک کھنجناں اوچتی اے چھند بند دیکھ تو پہ واری ہزاری

چوڑی جین اب ہوی ہیں تو تھے پرگٹ تمن کوں کون روک راکھی کنواری

تجھ سے

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہے توں

نکو جی کی جین چھند بند سوں ستواری (ق)

(۴)

ہوں تل تل تن پر تھے واری پیاری — کہ تن من جوبن آپ ہوں تو پہ واری
میں — میں

سے
عشق بول اپ چھاتی میانے لکھائی — کہ لکھ جین جن جین باندھی ہے ساری

اپنی
پرم پیار سوں آنی ہوں تو کے در پر — کہو صاحبا کن ملے تم سوں ناری
کس طرح

موسر بھیر نہ رکھ سار ودتی کا ہت — کہ چوری چوری تم سوں بولی ہے چاری
چغلی

پنے بوج سوں قطب کوں پیاری میلی
(نبیؐ)
کہ تم ہم کوں کیا بوجھتی او گنواری — (ق)

مثنوی

(نامکمل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　کیلی ہے سب کچ کا جو کیتا حکیم

حمد نجات ہے کرو اُس پر تمام　　نامِ خدا لے کرو ختم کلام

کیلی ہے اللہ کُلُف کُھل کی تیں　　نامِ خدا فرح ہے دل تُھل یں کی تیں

کے بھول

حکم اُسی کا ہے سبھی حکم پر　　ہے الف اللہ نہ زیر و زبر

نُور خدا کا ہے جہاں نور ہی　　ایک اپے سب منیں بھر پور ہی

اونچا نیچا جب نہ تھا تب آپ تھا

ہے سو نہ اَچھسے وو اَچھیگا سدا

رہے　وہ　رہیگا